به یمن عون معین مطلق فیض توفیق خدای حق

هدیۀ شیعه

در مطبع فیض منبع هاشمی واقع میرٹھ مطبوع طبایع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد نبی الرحمۃ وآلہ وازواجہ
واہل بیتہ وذریتہ واصحابہ اجمعین بعد حمد وصلوٰۃ کی بندۂ ہیچمدان گمنام محمد قاسم نام متخلص بخاکپاء علماء ناظران
اوراق کی خدمت مین عرض پردازہی کہ اواخر رجب ۱۲۸۳ھ بارہ سو تراسی ہجری مین مخدوم العلماء مطاع الفضلاء مجمع الکمالات
منبع الحسنات زیب طریقت حامی شریعت فخر احباب افتخار اصحاب ملجاء انام مرجع خاص وعام معلم قوانین اطاعت
وانقیاد محرک سلسلۂ رشد وارشاد جامع کمالات ظاہری وباطنی مخدومنا ومولانا مولوی رشید احمد گنگوہی
دام رشدہ وارشادہ نی ایک خط متضمن بعضی خرافات شیعہ جو مولوی عمار علی صاحب کی طرف سی بنام میر نادر علی صاحب
ساکن کرتھل نواح الور تہا اس ہیچمدان کے پاس بایں غرض بہیجا کہ اون خرافات کی جوابات لکھکر روانہ خدمت مولانا
ممدوح کرون اتفاقات سی اون ایام مین حسب ایماء بعض احباء کہ اونسی اشتراک نسبی بہی حاصل ہی اوقات فرصت
مین دربارۂ اثبات توحید ورسالت بدلایل عقلیہ اوراق سیاہ کرتا تہا سو کچہہ تو اسوجہ سی اور کچہہ بوجہ کاہلی طبع زاد اسکی
جوابات کا لکہنا سخت دشوار معلوم ہوا اور پہر بوجہ ہیچمدانی اور بی سروسامانی اور کثرۃ مشاغل روزمرہ
اس خیال سی اور بہی دل تنگ ہوتا تہا القصہ ہر طور یہہ کار دشوار تہا مگر مولانا ممدوح کی ارشاد سی ناچار تہا لہذا تحریر
مضامین توحید ورسالت کو اور وقت پر موقوف رکہہ کر خط مذکور کی پہونچنی سی دو تین روز ہی بعد تحریر سابق کی
عوض مین خط مذکور کی جوابات لکہنی شروع کئی مگر کچہہ تو ہیچمدانی اور بی سروسامانی اور کچہہ قلت فرصت اور کچہہ
سرگردانی سلئی ایکدفعہ تو نہ بن پڑا اوقات متفرقہ مین لکہہ کر پانزدہم صفر ۱۲۸۴ھ بارہ سو چوراسی مین تمام کیا
وبعد اختتام ہدیۃ الشیعہ اوراق کا نام رکہا اور وجہ اس نام رکہنی کی حالانکہ یہہ رسالہ بظاہر مؤید اہل سنت ہی

اور اسوجہسی ہدیہ اہل سنتہ کہنا مناسب تہا یہہ بہی کہ نسبتہ اہل سنتہ شیعونکی حق مین یہہ رسالہ زیادہ تر مفید ہے
اہل سنتہ کی لئی تو اسمین اتناہی فائدہ ہی کہ انکی لئی مفید یقین اور انکی لئی باعث اطمینان ہے پر شیعونکی
حق مین اگر انصاف کرین تو ذریعہ حصول ایمان ہی کیونکہ ان اوراق مین اگر استدلال ہے تو تین چیزون سے
استدلال ہی قرآن مجید یا احادیث صحیحہ کتب معتبرہ شیعہ یا دلائل عقلیہ واضحۃ الدلالات سوان تینونکا مسلم ہونا شیعونکی
نزدیک مسلم مگر یہہ سنکر بوجہ گمنامی احقر شاید کسیکو یہہ بدگمانی ہو کہ استدلال سبہی کرتی ہین پر استدلال کرنا کسی
کسیکو آتاہی سو اسکا جواب یہی ہی کہ یہہ رسالہ موجود ہی ہمارا کہنا باور نکیجی اس رسالہ ہی کو دیکہہ لیجی صاحبو
دیوانا ہون ولیکن بات کہتا ہون ٹہکانی کی بہر کتہ اہل بیت کرام اور صحابہ عظام امید یون ہے کہ انشاء اللہ
منصفان فہمیدہ افرین ہی کرینگی اور کوئی بہت کہی تو یہہ کہیگا باشد کہ کودک نادان * بغلط بر ہدف
زند تیری * سو یہہ سب سچ ہی اپنی آپ کو کون نہین جانتا غرض اپنی نسبت جو کچہہ کہئی بجا ہے پر اس رسالہ کی
مضامین کی حقانیتہ کا دعوی بہی بیجا نہین انشاء اللہ بعد ملاحظہ معلوم ہو جائیگا ہان نادان متعصب
اگر دو چار باتونہین تکرار کرین تو نادانون کا کام یہی ہی اونکی زبان سی قرآن تو چہوٹا ہی نہین یہہ ہیچمدان تو کس
شمار مین ہے البتہ دانشمند ذی علم ایسا کرین تو ہمین بہی شکایتہ ہی کیونکہ کسی رسالہ یا کسی کتاب کی جواب کی یہہ معنے
ہین کہ تمام استدلالات کو باطل کر دیجی جیسا کہ اس ہیچمدان نی بنسبتہ خط مولوی عمار علی صاحب کیا ہی چنانچہ
انشاء اللہ واضح ہو جائیگا ورنہ ایکدو بات تو ہر کسی کی قابل گرفت ہوتی ہی جناب من بشر ہون اور بشر ہی سب ہے
کمہر خدا نہین رسول نہین جو غلطی کا احتمال نہو بہول چوک سی انکار نہین کیا جاتا پر کتاب کی صحتہ اور اعتبار باعتبار
اکثر ہوتی ہی سو اگر کسی صاحب کو خیال جواب ہو تو بندہ ہیچمدان کی روش پر چلین یعنی ہر مضمونکی
ہر پہلو پر گرفت کرین نہین تو اس سی بہی کیا کم کہ موافق قواعد علم مناظرہ ہر دعوی کی استدلال پر معترض
کرین ورنہ دو چار باتونکی تغلیط سی کام نہین چلتا اسکا تو مین بہی خود مقر ہون کہ خطا و نسیان سی مبرا نہین کیا
عجب ہے کہ کچہہ غلطی ہو گئی ہو القصہ اہل انصاف سی امید قوی ہی کہ قطع نظر پریشانی تقریر اس رسالہ کی
دعوون اور دلایل پر حرف گیر نہون بلکہ آفرین اور تحسین ہی سی پیش آئین اور اگر بنسبتہ انبیاء و مرسلین
یا بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ مین کوئی حرف نامناسب دیکہکر اونچہین
تو مجہی اوس سے بری الذمہ سمجہین ایسا مذکور کہین کہین ناچار ہی بغرض الزام شیعہ آگیا ہی اوسکا بار اونہین
کی گردن پر ہی یہہ سب اونہون ہی نی کرایا ہی خدا شاہد ہے کہ ایسی عقاید سی مین ہزار جان و ہزار زبان

بیزار ہون محبۃ بزرگان مذکور کو اپنی سعادۃ اور اونکی حسن اعتقاد کو ذریعہ نجاۃ سمجھتا ہون مگر مردمان فہمیدہ سی یون امید ہے
کہ میری عذر سی ہنستیے ہی لشہادۃ مذہب مجھی معذور سمجھین ہان لوجہ بی سروسامانی احقر کسی شیعہ کو نقل روایات مین کچھہ
تامل ہو تو البتہ چند وجہ سی بجاہی اول تو کتب شیعہ کسی میسر سنیونکو کیا غرض جو فراہم کرین شیعونکو بحکم مثل مشہور اہل البیت
ادری بما فیہ یعنی گہر والی گہر کی بات کو خوب جانا کرتی ہین بلحاظ خوبی مضامین سنیونکی دینی مین دار و گیر اور طعن
و تشنیع اور مضحکہ کا اندیشہ پہر کوئی سنی لا تو کہانسے لاے جو کوئی روایۃ مفید مطلب سنیان کسی رسالہ مین درج
کیجائی دوسرے یہہ کتابین اگر فرض کرو ملین بہی تو مجھسی بی سروسامان کی ملتی کی تو کوئی صورۃ ہی نہین کیونکہ اپنی کتابین
جب پاس نہون تو دوسرونکی کتابین کیا ہونگی تیسری نقل مشہور ہی المرء یقیس علی نفسہ شیعونکی دروغ مذہبی انی شیعونکی
نزدیک سنیونکا اعتبار ہی نہین رکہا ہر حسب مثل مذکور اگر شیعہ اس سنی مشرب کو بہی جہوٹا سمجہین تو سمجہہ کی بات ہے
بالجملہ بوجوہ مذکورہ خاص کر وجہ اول اس بات مین کسی شیعہ کو تامل ہو تو بجای خود ہی سو اسلئے یہہ راستباز یہی عرض
پرداز ہے کہ الصدق ینجی والکذب یہلک یعنی سچ مین نجاۃ ہی اور جہوٹ مین تباہی واقعی اس بی سروسامان کی
پاس اس قسم کا سامان کچہہ نہتا پر ایک تحفہ اثنا عشریہ تہا اور جب تحفہ تہا تو جاننی والی جانتی ہین کہ سب کچہہ تہا بموافق
مصراع مشہور ع کافی ہے تسلی کو تیری ایک نظر ہی اور کتابین نسہی ایک تحفہ ہی بہت ہی کیونکہ مولف تحفہ حجتہ اللہ فی
العالمین خاتم المحدثین والمفسرین عمدہ المتکلمین زبدۃ المناظرین مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمتہ کی نام کی سنی تو
دیوانی ہین پر علماء شیعہ بہی جاہلونکو مین نہین کہتا اونکی تبحر و تحقیق کو بنسبتہ دونون مذہبونکی اپنی دل مین تو خوب ہے
جانتی ہین زبان سی کہین یا نکہین سو جو روایتہ روایات کتب شیعہ مین سی اس رسالہ مین منقول ہوئی ہی ماخذ اوسکا
یا متن تحفہ مطبوعہ دہلی ہی یا اوسکی حواشی ہین جو غالباً منہیہ معلوم ہوتی ہین سو تحفہ کا حوالہ اہل انصاف کے
نزدیک خود اون کتب کی حوالہ سی کم نہین جنکا نام اس رسالہ مین لکہا گیا اسیوجہ سی اس احقر نی بی تامل
اون کتب کا حوالہ رقم کردیا ہے اور صاحب تحفہ کی راستبازی اور تبحر ہی کی بہروسے مصنفان شیعہ
کی خدمتہ مین عرض پرداز ہون کہ فقط میری بی سروسامانی کی خیال سی بیدماغی نفرماوین نقل کو اصل
سے مطابق کردیکہین اکثر کتب منقول عنہا کتب مشہورہ معتبرہ شیعہ مین نادر الوجود کمیاب نہین انس کا
اندیشہ نکرین کہ مطابقتہ ہوئی تو ماننا پڑیگا خدائی خود فرمادیا ہی من یضلل اللہ فلا ہادی لہ پہر کیا اندیشہ ہے
خدا کی فرمائی ہوئی باتون مین تو یہہ بات پائی نہین جاتی کہ سمجہہ مین اجائی تو ماننا ہے پڑے اس گنہہ
گار ہیچمدان کی بات مین یہہ بات کہان ہہنا احق تو ماننی ہی کی ہیے ہی اگر حق کو تسلیم ہی کرلیا تو کیا نقصان ہے

الغرض تطبیق ہین کاہلی نکرین بعد مطابقتہ اگر فرق نکلی تو وہ میری ذمہ مگر مین جانتا ہون کہ میری ایسی کہی شیعہ اسباب کو جانتی ہونگی کون نہین جانتا کہ اہل سنت کی نزدیک جہوٹ بولنا خصوصا دین کی مقدمہ مین سخت ممنوع اور منجملہ کبائر ہے ہم وہ نہین کہ مثل مولوی عمار علی صاحب مشار الیہ پیشوا و پیش امام شیعہ کہ وہ بظاہر مولوی عمار علی سوانی ہتی معلوم ہوتی ہین غلط اور موضوع کو صحیح اور ضعیف کو قوی اور غیر معتبر کو معتبر کہدین یا محض بی اصل کی جہوٹ سچ کوئی اصل گہڑدین چنانچہ ناظران رسالہ ہذا پر واضح ہوجائیگا کہ مولویصاحب موصوف نی خط مذکور مین کیا کیا تم کئی ہین ہمکو یہہ گمان ہتا کہ شیوہ دروغ بندی زمانہ سابق کی علماء شیعہ پر ختم ہوچکا مگر غنیمت ہی کہ اونکی خلف الرشید ابتک بہت باقی ہین دعوی ہبہ فدک حضرت زہرا رض کی طرف سی سنیونکی معتبر کتابونکی حوالسی بیان کرنا اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن دختران رسالتپناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی منقطع کرنا یہہ مولوی عمار علیصاحب جیسی مقتدا و پیشوا شیعہ ہی سی ہوسکتا ہی کیونکہ متابعتہ بزرگان ایسی ہی بزرگوارونکا کام ہی اگر جہوٹ ہی بولنی کو جی چاہتا ہتا تو ایسا بولن تہا کہ پیش جاسکتا اور کسی کی خیال مین آسکتا مگر ایسا طوفان کہین نہین سنا ہتا کہ ایک شخص کی ہتی ہوجانی کی اندیشہ سی نہ خدا تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی شرمائی اور نہ ائمہ معصومین کا کچہہ پاس ولحاظ کیا حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کی خلیفہ ثانی سی نکاح کو ذکر نکرنا تو اسپر بہی بتکلف محمول ہوسکتا ہی کہ اگر ایک کو ذکر نہین کیا تو باقیونسی انکار ہی تو نہین کیا پر یہہ بات کہ حضرت رقیہ وغیرہا رضی اللہ عنہن دختران سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نتہین اور حضرت زہرا کا دعوی ہبہ فدک کرنا اہل سنت کی معتبر کتابون مین ہی ایسا دروغ صریح ہی کہ کسی احتمال صحیح پر کسطرح منطبق نہین ہوسکتا چنانچہ بعد ملاحظہ رسالہ ہذا انشاء اللہ میری اس قول کی صحت بخوبی معلوم ہوجائیگی یہہ وہی مثل ہی دروغ گویم بر روی تو لیکن بغور دیکہی تو مولویصاحب کی ہی آئین کچہہ تقصیر نہین آخر مذہب اہل سنت بشہادۃ کلام اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح اور مذہب شیعہ بشہادۃ کلام اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراسر غلط ہی اور باوجود اسکے پہر اپنے پیشوا اونکو دیکہا کہ مذہب شیعہ کو حق اور مذہب اہل سنت کو باطل کہتی ہین تو مولویصاحب موصوف بحسن اعتقاد بزرگان یہہ سمجہہ بیٹہی کہ حق غلط ہی بات تو نکو کہا کرتی ہین اور کیونکر نسمجہین آخر مولویصاحب عمدہ علماء شیعہ ہین

بعد ازین کلام اللہ کی تلاوۃ کا جو ہولی جو کی اتفاق ہوا تو سورہ احزاب مین یہہ آیۃ نکل آئی واللہ لا یستحیی من الحق یعنی اللہ تعالی حق بات سی شرم نہین کرتا چونکہ مولوی صاحب کو بزعم خود کمال اتباع خداوندی مد نظر ہے تو اپنی عندیہ مین غلط باتونسی پرہیز کرنا خلاف اخلاق خداوندی سمجہکر جہوٹ بولنی کی شرم طاق مین اوٹہا دہری

اور بلی ساختہ مثل پیشوایان قدیم کہ اونکی متابعت ہی نرے مولوی صاحب موجب سعادۃ ہی اور حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین نے اونکی حق مین بددعائین کی ہین اور اونکو جہوٹا بتلایا ہی اور اونکی باتون سی رنج اوٹہایا ہی انہون نی بہی افترا
پردازیون پر کمرباندہی تاکہ اونکی متابعت کی صدقی حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم کی دعائین تو بددعا ہی مین
شریک ہو جائین رس کی رس کی ای سکہی تیری دونون سدسہا ہی ٹہنڈی تتی نیر جون دونون آگ بجہائے
قطع کیجے نہ تعلق ہمسی کچہہ نہین ہی تو عداوت ہی سہی تفصیل اس بات کی کہ اہل سنت کا مذہب موافق ثقلین یعنی
کلام اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی موافق ہی اور شیعونکا مذہب مخالف ثقلین اور یہہ بات
کہ پیشوایان شیعہ کی حقمین حضرات ائمہ نی کیا کیا کچہہ کہا ہی اس رسالہ مختصر مین سما نہین سکتی لیکن بطور نمونہ ایک ایک
دو باتین عرض کرنی ضرور پڑین اہل انصاف وہی ہی سی سمجہہ جائینگے مشتی نمونہ خروار ہی بعد ازان اوس خط کی تردید
مناسب وقت کیجائیگی مخدوم من کلام اللہ مین سورہ بقر مین پہلی سیپارہ مین یہہ آیت ہی الذین اتیناہم الکتاب یتلونہ
حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ہم الخاسرون حاصل اسکا یہہ ہے کہ جنکو ہمنی دی ہی کتاب وہ اوسکو
پڑہتے ہین جو حق ہی پڑہنی کا وہی اوسپر یقین لاتی ہین اور جو منکر ہوگا اوس سی سو اونہین کو نقصان ہی اس آیت کے
مضمون کی دیکہنی کی بعد تصور مین نہین آتا کہ کسی کو درباره حقیت مذہب اہل سنت شک ہی اور جب اسمین شک نرہا
تو اسکا پہلی یقین ہو جائیگا کہ مذہب شیعہ باطل ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ یہہ آیت ہرچند بعض اہل کتاب کے حقمین نازل
ہوئی ہی لیکن اس آیت مین گو کسی کی شان مین نازل ہو کتاب اللہ پر ایمان لانی کو اونہین مین منحصر کر دیا ہے جو اوسی خوب سے
پڑہتی ہین حق پڑہنی کا جب یہہ بات اونہین مین منحصر ہوئی تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر ایمان کی علامت یہی ہے
کہ اوسکو خوب تلاوۃ کیا کری کوئی سی خدا کی کتاب کیون نہو توراۃ ہو یا انجیل یا قران شریف اسکی ایسی مثال ہی کہ کوئی
ذہین آدمی کوئی مشکل بات جلد سمجہہ جائی اور خوب سمجہی اور دوسری اوسکی تعریف مین یون کہین کہ باتکو ذہن سے
سمجہتے ہین تو گو یہہ تعریف اوسکی ستائی کی لئی کی گئی ہی پر حقیقت مین ساری ہی ذہینونکی تعریف ہی سو نسبت قران
شریف کی یہہ نشانی سوا اہل سنت کی اور کسی فرقہ مین پائی نہین جاتی خصوصا شیعہ کہ انکا تلاوۃ کرنا تو سب ہی جانتے
ہین یہان تک کہ کلام اللہ کی یاد نہونی مین ضرب المثل ہو گئی ہین سو اسکا باعث بجز اسکے اور کیا ہے کہ جیسی تلاوۃ
چاہئی انسی ویسی تلاوۃ نہین ہو سکتی جسقدر کلام اللہ کی پڑہتے مین محنت چاہئے انسی محنت نہین ہو سکتی
باقی اہل سنت کا ایسا تلاوۃ کرنا جیسا تلاوۃ کا حق ہی عیان ہی اور عیان را چہ بیان اس سی زیادہ اور کیا ہوگا
کہ ہر شی پڑہتی بر زبان ہو جاتا ہی اس آیت سی اشارۃ معلوم ہوا کہ جتنی فرقی کہ اہل اسلام مین معدود ہین اونمین

سی جونسا فرقہ حقانی ہوگا اوسیکو کلام اللہ یاد ہوگا اور ونکو یاد نہین ہوسکتا اور نہ لائیم ائی کہ باطل پر ہوکر
ممدوح خداوندکریم ہون سو بحمد اللہ تعالی یہہ دولت نصیب اہل سنت ہوی ماسوا اونکی اور سب فرقی اس نعمت عظمے
محروم ہے چنانچہ آج تک مسموع نہین ہوا کہ سوا اہل سنت کی کسی اور کو روافض وخوارج مین سے یاد ہوا ہو اور
فرقونکا تو ہندوستان مین وجود ہی نہین پر سوا اہل سنت روافض البتہ بکثرت ہین کوئی قصبہ اور کوئی شہر نہوگا
کہ وہان انکی غول کی غول نہون علاوہ برین نواح لکھنو اور اطراف دکن اور اضلاع سندہ مین باوجود کثرۃ کی تسلط
ہی اہین کاہی یہان تک کہ اسی باعث سی تشیع کو ہندوستان مین کمال درجہ کو شیوع حاصل ہوا ہزارون عالم
شیعہ مذہب موجود پر حافظ نام کو کوئی ندیکہا نہ سنا اور کسیکی ذمہ اگر شیعون نی حفظ قران کی تہمت لگاہی دی تو
اوسی یون ہی کہتی ہوئی سنا کہ یاد تو تہا پر آج کل کچہہ کچا ہوگیا ہی اسلئی فی الحال سنانی سی معذور ہون اور جو سنانی
پر ائین ہی تو ایک ایک سیپارہ کی سنانی پر آتی ہین یہہ نہین کہ ایک جلسہ مین یا دو جلسہ مین پڑہ کرا دہر سی اودہر کردین
منجملہ حفاظ شیعہ مولوی جعفر علی صاحب پیش امام دہلی جو ورع وتقوی وعلم وفضل مین مجتہد زمانی نہین تو مجتہد
ثانی تو بی شک وشبہہ ہین اونکی حفظ کی یہہ کیفیت ہی کہ رمضان شریف مین غدر سی پہلی بچشم خود اس احقر نے
دیکہا ہی کہ جلسہ تلاوۃ قران مین جو دن کو نواب حامد علیخان کی مسجد مین ہوا کرتا تہا مثل دیگر حضار شیعہ مذہب
حمایل مین دیکہہ دیکہہ پڑہتی تہی تسپر بہی دو جگہہ غلط پڑہ گئی اور خداوندکریم کی حق نمائیان دیکہئی کہ اوسی جلسہ مین
حفاظ اہل سنت جو بطور سیر اجاتی تہی اور اہل تشیع دب کر اونکو ہی پڑہنی کی لئی کہتی تو وہ بزبان ہی پڑہتی تہی مگر
تاہم دیدہ بجرۃ شیعہ کشادہ نہین ہوتا تہا ایک شخص سنی المذہب مولوی حافظ عبد العزیز نام ساکن نجیب اباد
کہتی تہی کہ مین کچہہ کتب درسیہ مین مولوی جعفر علیصاحب سے پڑہا کرتا تہا اتفاقا کچہہ اس کا مذکور اگیا کہ شیعونکو کلام اللہ
یاد نہین ہوتا سنکر فرمانی لگی کہ تم سنوگی مینی عرض کیا کیا مضائقہ ہی اگر ایک دو جلسہ مین ہو یا یون کہا کہ زیادہ زیادہ
ہر ہتی تو کیا مضائقہ ہی گو پہر مولویصاحب کہان تہی بجز اسکی نہ بن پڑی کہ ایک ایک سیپارہ ہر روز سنلیا کرو جائے
غور ہے کہ ایک ایک سیپارہ روز تو بعضی بعضی بندگان خدا از سر تو یاد کرسکتی ہین وہ حافظ ہے کیا ہوا کہ جنھے
ایک دو جلسہ مین کلام اللہ نہ پڑہ لیا اور مین جانون کہ مولویصاحب سی ایک ایک سیپارہ ہی سنایا جاتا یہہ
ہی ایک دہنگی ہی تہی مولوی عبد العزیز صاحب مذکور یون سمجہکر کہ شاید اب یاد کر کر سناوین اور پہر یاد نرہے سو اتنی
بات مین بہر دست مہر دعوی تو غلط ہو جائیگا یا دو چار سیپارہ انکو یاد ہون اور اونکو جون تون سنا کر یہہ کچہہ چیلی
بہانی لیہ بن اور انکو کہنی کو جگہہ ہو جائی اس بات پر یکی نہوی اور نیز یہہ ہی مرکوز خاطر ہو گا کہ سب پر عیان ہو جائے

کہ مولوی صاحب کو یاد نہین انکا حافظ کہنا ایک حرف غلط ہی کہ منجملہ دروغونکی زبان زد شیعہ ہوگیا ہے اور اگر
مر مار کر ایک دو نی بالفرض بفرض محال کچا پکا یاد ہی کر لیا تو غیرت مندان شیعہ کی لئی تو یہی بات ڈوب مرنیکو بہت ہے
کون نہین جانتا کہ ایک ایک شہر بلکہ بعضی بعضی ایک قصبہ مین اہل سنت مین سو سو بلکہ زیادہ زیادہ حافظ ہوتی ہین
اور طرفہ یہہ ہی کہ بعضی بعضی قصبات مین اہل سنۃ ہی کی برابر سراسر شیعی ہوتی ہین لیکن اہل سنت مین سیکڑون
حافظ ہوئی چلی جاتی ہین اور شیعون مین ایک بہی نہین ہوتا چنانچہ سہارنپور اور پانی پت اور کرانہ مین یہی حال ہے اور
اور وجہ اس یاد نہونی کی حالانکہ مقتضا طعن اہل سنت یہہ تہا کہ کلام اللہ چہوڑ شیعی تفسیر کبیر یاد کر لیتی یہی بات ہے
کہ جیسا تلاوۃ کا حق ہوتا ہی انکو میسر نہین آتا اور باعث اس کا واللہ اعلم یا تو یہہ ہی کہ طبایع انسانی و حیوانی باعتبار
غذا کی جیسی مختلف ہین کسی کو میٹہا بہاتا ہی کسی کو نمکین کسی کو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہی کسی کو نفرت
انگریزونکو عطر نفیس سے تنفر اور مچہلی کی اچار سی جب سونگہہ ہی لیتی تو دماغ چہوڑ جان کی خیر نہین رغبت پاخانہ کی
کیڑی گندگی مین خورم و شاد و عیش و آرام سے رہین اور خوشبو سونگہین تو مر جائین ایسی ہی باعتبار امور
دینی کی جو غذا ارواح ہین ارواح بنی آدم مختلف ہین کسی کو رغبت ہے کسی کو نفرت کسی کو لذت آتی ہی کسیکی جان
نکلی جاتی ہی سو حضرات شیعہ کو بہی کلام اللہ پر محنت کرتی موت نظر آتی ہی اور یا یہہ ہی کہ جو شاگرد استاد کی خدمت
مین گستاخ ہوتا ہے عادۃ الٰہی یون جاری ہی کہ علم سی بہرہ ور نہین ہوتا وجہ اسکی شاید یہہ ہو کہ شکر پر وعدہ مزید
نعمۃ ہی چنانچہ فرمایا ہی لئن شکرتم لازیدنکم یعنی اگر شکر کروگی تو البتہ ہم اور زیادہ دینگی تو اس صورت مین بشہادۃ
عقل کفران پر زوال نعمت متفرع ہونا چاہئی اودہر حدیث مین ہی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ یعنی جو کوئی
آدمیونکا شکر نکریگا وہ اللہ کا بہی شکر نکریگا اور ظاہر ہی کہ ہرچند منعم حقیقی خداوند کریم ہی پر دولۃ علم بواسطہ
استاد ہی حاصل ہوتی ہی اور نعمۃ عظمی کلام اللہ کی استاد حضرات صحابہ ہین جن مین خلیفہ اول اور ثالث کو تو بوجہ
تالیف مصنف مجازی کہئی تو بجا ہی پہر ان گستاخونکو یہہ نعمت عظمی عطا ہو تو کیونکر ہو مگر جیسی اشارہ خداوندی
سے یہہ نکتہ مذکورہ معلوم ہوا یہہ بہی معلوم ہوا کہ یہہ ایمان کا اون لوگون مین منحصر ہونا جو خوب ہے تلاوۃ
کرتی ہین اور جو حق تلاوۃ ہی وہ بجالاتی ہین تو نسبۃ اون لوگونکی ہی جو کلام اللہ کی تلاوۃ مین تو مقصر ہین اور
باانیہمہ اپنی ہی سمجہہ کی موافق اوسپر عمل کرتی ہین یا اون لوگون کی حق مین جو اونکی اتباع و توابع ہین اور مطلق
کم پڑہنی والونکی یا بالکل نپڑہنی والونکی نسبت حصر نہین کیونکہ وجہ اس حصر کی اون لوگونمین جو حق تلاوت
ادا کرین بجز اسکی اور کچہہ نہین کہ جو کسی کتاب کو کثرت سی دیکہی بہالیگا وہی اوسکو خوب سمجہیگا اور اوسکی

حقیقت کو پہونچیں گے اور کتاب اللہ پر ایمان ایسیکا نام ہی کہ اوسکی احکام اور مضامین کو حق سمجہی جو لوگ
اون لوگونکی متبع ہونگی کہ وہ جیسا تلاوۃ حق ہی تلاوت کیا کرتی تہی اور اس سبب سے اوسکی اصل حقیقت کو
پہونچ گئی ہین اور اونکی تبلائی موافق عمل کرینگی وہ بہی ایمان سی محروم نہونگی اور فرقۂ مشار الیہا بلفظ ومن
یکفر مین داخل نہونگی ہان جو شخص اوسکی تلاوت ہی پر قصر رہا اور بی تقلید کسی اور کی اپنی ہی سمجہہ کی موافق
اوسپر عمل کرنیکا ارادہ کیا تو ایسی محنت والی تو قانون انگریزی مین بہی ہہکتی ہین جسمین چندان دقایق نہین
ہوتی کلام اللہ کو جو مخزن تمام علوم اور مجموعہ جملہ دقایق ہی کیا خاک سمجہینگے بلکہ بالیقین کچہہ کا کچہہ سمجہہ جائینگے
سو ایسی لوگ جو کتاب اللہ کچہہ کہی اور وہ کچہہ کہین گو اپنی عندیہ مین کتاب اللہ پر ایمان رکہتی ہون کتاب اللہ پر ایمان
نہین رکہتی اور اون پر یہہ قول خداوندی سراپا مطابق ہی ومن یکفر بہ فاولئک ہم الخاسرون یعنی جو لوگ
کتاب اللہ پر ایمان نہ لائی سو وہی ٹوٹی مین ہین اور اس آیہ مین بہی اونکی طرف اشارہ ہی یضل بہ کثیرا یعنی خدا
تعالی نے اس قران سی بہت لوگونکو بہکا بہی دی ہی اور اس تقریر کی صحت کا موید قطع نظر اسکی کہ ظاہر ہی ایک یہہ
بہی ہی کہ یہہ آیت اون لوگونکی شان مین نازل ہوئی ہی جو کتاب اللہ کو خوب تلاوت کیا کرتی تہی اور اس سبب سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامتین جو اوس کتاب مین تہی خوب یاد ہو گئی تہین اور اونکی مطالب کے سب پہلو اونکی
ذہن نشین ہو گئی تہی اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکہتی ہی سمجہہ گئی کہ یہہ وہی ہین ہر طرح سی اون اوصاف
کو آپ پر مطابق پایا ہمین اختلاف ہی کہ وہ کتاب کونسی تہی توراۃ یا انجیل اور وہ لوگ کون تہی یہود یا نصاری بالجملہ
یہہ بہی اہل فہم پر روشن ہی کہ ہیئۃ مجموعی کی روسی تمام فرقہ اہل سنت اور علی ہذا القیاس تمام فرقہ شیعہ
ایک گنا جاتا ہی سو ہیئۃ مجموعی اہل سنت کو جدا لحاظ کیجی اور ہیئۃ مجموعی شیعہ جدا پیش نظر رکہئی اور دیکہئی کہ اس فرقہ
مین کثرت تلاوت اور تلاوۃ کا جیسا حق ہی پائی جاتی ہی یا فرقہ شیعہ مین اور ہیئۃ مجموعی کی روسی سبکا ایک ہی
حال ہوتا ہی ایک کی بات سبہی کی طرف منسوب ہوتی ہی تہوڑی ہی تو تہوڑی اور بہت ہی تو بہت ہاتہہ پانو
انکہہ ناک کی احوال کو تمام عالم مجموعہ کی طرف یعنی اپنی طرف منسوب کر دیتی ہین ہاتہہ مین کچہہ تکلیف ہو تو
یون کہا کرتی ہین کہ مین بیمار ہون یا فلانا بیمار ہی علی ہذا القیاس مینی کسیکو مارا یا مجکو کسینی مارا یا مینے
کسیکو دیکہا یا مجکو کسینی دیکہا یہہ ساری اضافتین جزء کی کل کی طرف باعتبار مجموعہ کی ہوتی ہین
یعنی مجموعہ کو ایک سمجہہ کر جزء کی حال کو کل کیطرف منسوب کر دیتی ہین معہذا الاکثر حکم الکل سبہی کا سنا
ہوا جملہ اور سبہی کی نزدیک مسلم ہی اکثر کی بات وصفات کل ہی کیطرف منسوب ہوتی ہی سو اکثر دینداران

اہل سنت بکثرۃ تلاوت مین مشغول رہتی ہین بخلاف شیعہ کہ اونکا حال خود عیان ہے اس تقریر کے بعد شاید
فاضلان شیعہ اپنی بچاو کی یہہ سبیل کرین کہ حق تلاوۃ کی ہماری نزدیک یہہ معنی ہین کہ بخشوع وخضوع وحضور
قلب وبہ تدبر آیات تلاوت کیجاوی سو اسباتکی سنیونمین ہونیکی اور شیعونمین نہونیکی کیا دلیل ہی اسلیئے بندہ
کمترین بہی بطور پیش بندی یہہ گذارش کرتا ہی کہ موافق مثل مشہور ہمارا ادہر ہی لیکہا ہی اسباتکی تسلیم سے
بہی ہمین انکار نہین کیونکہ خشوع وخضوع کا باعث بجز حسن عقیدہ یا کثرت تلاوت بنسبتہ کلام اللہ کی اور کچھ
نہین ہوسکتا حسن عقیدت کا باعث خشوع وخضوع ہونا تو ظاہر ہی رہی کثرۃ تلاوت سو اوسکی یہہ وجہ ہی کہ
اکثر بنی آدم خدا سے غافل دنیا کیطرف مایل ہوتی ہین تو ساعت وساعت کی ذکر یا تلاوت سے اونکی غفلت اور
رغبت زایل نہین ہوتی ہان مدتہا ءِ دراز تک اگر ذکر کی مشق کبہی تو مثل اور کامونکی البتہ بعد دیر یاد داشت
اور حضور کا ملکہ پیدا ہو جائیگا اوسوقت خضوع وخشوع آپ پیدا ہو جائیگا مگر ان فرقونکو ذکر کرنیوالی اور تلاوت
کرنی والی ہی جانین تو جانین شیعی کیا جانین خیر غرض یہہ ہی کہ باعث خشوع وخضوع یا حسن عقیدہ ہے
یا کثرت تلاوت بلکہ دونون ملکر باعث حصول خشوع وخضوع ہوتی ہین سو حسن عقیدت کا اون لوگونکی دلونمین
ہونا معلوم جو کلام ربانی کو بیاض عثمانی سمجہتی ہون ہان اہل سنت کی لئی جو کلام اللہ کو بلا کم وکاست وتغیر وتبدیل
حرفا حرفا بجنسہ کلام اللہ منزل سمجہتی ہین جتنا کہئی تہوڑا ہی مہندا موافق نقل عربی الاناء یترشح بما فیہ یعنی برتن
مین سی وہی چیز چہلک کر نکلے گی جو اوسکی اندر ہوگی احوال شیعون اور سنیونکو مطابق کرکے دیکہہ لیجے
کسکو اس کلام سی زیادہ اعتقاد ہی اہل سنت کا حال تو ظاہر ہے اس سی زیادہ کیا ہوگا کہ حرز جان
سمجہتی ہین اور جہان شیعی خردانون اور مکانون مین رکہتی ہین سُنی بوجہ محبتہ سینونمین اور جانونمین رکہتی ہین
اور یہی وجہ ہی کہ کلام اللہ کی تعلیم وتعلم سی زیادہ اور کسی چیز کی تعلیم وتعلم کا اہتمام نہین سب مین پہلی بچونکو
کلام اللہ ہی پڑہاتی ہین اور تا مقدور حفظ ہی کراتے ہین کلام اللہ کی سامنے کسیکی نہین سنتے یہانتک
کہ احادیث کو بہی اسپر مطابق کرکی دیکہتی ہین اگر موافق نکلی تو فبہا ورنہ موافق مثل مشہور کا لاء زبون
بریش خاوند او سکو راویونکی سر مارتی ہین اور جان لیتے ہین کہ کچھ نکچھ راویکا قصور ہی القصہ عقل ونقل
کی کسوٹی اور دین ودنیا مین امام سمجہتی ہین چنانچہ سب جانتی ہین باقی رہی حضرات شیعہ اونکی بی اعتقادی
ہی اسید رجہ کی ہی اور کیونکر نہو ن علامۂ کلینی اپنی کتاب کافی مین جو شیعونکی نزدیک اصح الکتب بعد
کتاب اللہ ہی وہ وہ روایتین رقم فرماتے ہین کہ جنکی دیکہنے سے کلام اللہ کی طرف سی نعوذ باللہ بالکل جی

ٹھنڈا ہوا جاتا ہے شائقین کی نظر سی انشاء اللہ جلد ہی گذرتی ہین بالجملہ کلام اللہ کی بی اعتباری توراۃ
وانجیل کی بی اعتباری سی بہی چند نمبر زیادہ ہی ناظرین روایات مشار الیہا انشاء اللہ اس قول کو آپ تسلیم
کرین گی غرض نوبت یہان تک پہونچی ہی کہ کلام ربانی کا نام ہی انکی اصطلاح مین بیاض عثمانی ہوگیا ہی
اور اپنی آپ ہی کہے سنتے اسبات کا اقرار کرتی ہین کہ منجملہ ثقلین کلام اللہ کی ساتہہ تو ہمین تمسک میسر نہین
ادہر تلاوت کلام ربانی کی انداز اور مجلس مرثیہ وکتاب خوانی کی تعظیم و توقیر کی موازنہ سی خود ظاہر ہے کہ
گو شیعونکی دلمین کلام اللہ کی مرثیونکی برابر ہی قدر و منزلت نہین گو زبان سے نہ کہین ورنہ اسکی کیا معنی کہ
کلام اللہ کے پڑہنی والی کو ہی حقہ پی لینی مین کچہہ دریغ نہو اور محفل مرثیہ وکتاب مین کیا مقدور جو
کوئی حقہ کی طرف دیکہہ بہی سکی بہرحال حال اکثر شیعہ اسبات پر شاہد ہی کہ کلام اللہ کے عظمت انکی دلونمین
چندان نہین گو اقل قلیل اہل سنت مین بہی ایسی ہون گے اونکا حال اونکی قال کی موافق نہو باقی رہی کثرت تلاوت
اوسکے کہنی کی کچہہ حاجت نہین یہہ تو شیعونکی اقرار سی ہی بفضلہ تعالے نصیب اہل سنت ہی ہوا ہی القصہ اگر
علماء شیعہ حق تلاوۃ کو بمعنی خضوع وخشوع رکہین تو ہمین تو کچہہ انکار نہین کیونکہ خشوع وخضوع بہی اگر
ہی تو اہل سنت ہی مین ہی پر اسکو کیا کیجے کہ نظم ونسق کلام اللہ اسیطرف ہی کہ حق تلاوت سی کثرت تلاوت
ہی مراد ہی کیونکہ اول تو حق تلاوت تیلونہ کا مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق سب جانتے ہین کہ بمعنی فعل
مذکور یا اوسکی اقسام مین سی ہوتا ہی سو کثرۃ تلاوت تو بی شک اقسام تلاوت مین ہی ہی پر خضوع وخشوع داخل
تلاوت نہین بلکہ امور خارجیہ مین سی ہے کون نہین جانتا کہ تلاوۃ زبان کا کام ہی اور خضوع وخشوع دلکی
احوال مین سی ہی اور یہہ نہی ہی اولئک یومنون بہ کا الذین اتیناہم پر محمول کرنا اسباتکو مقتضی ہے
کہ ایمان تلاوت موصوف پر متفرع ہو چنانچہ جو لوگ فنون بلاغت سی آشنا ہین وہ اسبات سی بہی آشنا
ہین اور اسیواسطی یومنون بصیغہ استقبال فرمایا امنوا نفرمایا طرفہ یہہ ہی کہ درصورتیکہ حق تلاوت بمعنی خضوع و
خشوع ہو معاملہ برعکس ہو جائیگا تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ایمان سی یا تو معنی مشہور مراد لیجی یا بمعنی
کمال انقیاد وتسلیم جسے ایمان کامل کہتی ہین رکہئے یا تصدیق معانی مقصودہ جو مراد خداوندی ہے
قرار دیجی سو ہر صورۃ معاملہ برعکس ہی ایمان بمعنی مشہور یعنی تصدیق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا خشوع
وخضوع سی پہلی ہونا تو کسی پر مخفی ہی نہین سب جانتے ہین کہ ایمان ہی سی بقدر ایمان خضوع وخشوع پیدا ہوتا ہے
نہ کہ برعکس رہا ایمان بمعنی کمال انقیاد سو وہ بہی اسیطرح خشوع وخضوع تلاوت سی مقدم ہے کیونکہ

وہ سبب ہے اور یہہ سبب معہذا ایت الذین امنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ہی اسیطرف مشیر ہے
کہ ایمان کامل باعث کثرت ذکر اور موجب حصول اطمینان قلب جو عین توجہ الی اللہ اور حضور قلب ہی ہوتا ہی کیونکہ اطمینان
قلب کا حاصل ہونا بجز نفوس مطمئنہ کی جو کامل الایمان ہوتی ہین متصور نہین چنانچہ بدیہی ہی باقی رہا ایمان بمعنی
تصدیق و علم مراد خداوندی سو وہ ہی بشہادۃ ایۃ اذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینہم تفیض من الدمع
مما عرفوا من الحق حال خضوع سی جو اس ایۃ مین بضمن تری اعینہم تفیض من الدمع مذکور ہی مقدم ہی وجہ
اسکی یہہ ہے کہ اس ایۃ کا حاصل یہہ ہی کہ جب سنین وہ لوگ کہ جنکا اوپر سے ذکر ہی اوس کلام کو جو رسول پر نازل
کی گئی ہی تو دیکہی تو اونکی انکہونکو کہ انسو دنسی بہ رہی ہین بسبب اسکے کہ جان لیا اونہون نی حق بات کو
الخ سو اس سی یہہ بات صاف روشن ہی کہ اونہون نی کلام اللہ کو سنکر مضامین حق دریافت کئی اس سبب
اونکا یہہ حال ہوگیا کہ آنسوونکا تار بندہ گیا ہے یعنی بسبب حق کی دریافت ہوجانیکی اونکی دلونمین خشوع و خضوع
پیدا ہوگیا نہ یہہ کہ رونی اور خشوع اور خضوع کی باعث اونکو حق بات معلوم ہوگئی ہی غرض در صورتیکہ حق تلاوت
بمعنی خشوع و خضوع ہو تو بہر طور ترتیب بالعکس ہوئی جاتی ہی ہان اگر حق تلاوت سی کثرت تلاوت مراد
ہو تو تینون صورتومین ترتیب بطور خود رہی گی کیونکہ بی ایمانون اور ضعیف الایمانونکو تو کثرۃ تلاوت سبب
اگاہی حقایق و دقایق کلام ربانی ہی اور باعث ہدایت اور رفع شکوک اور سبب حسن عقیدت جو عین ایمان
ہے ہو جاتی ہی سو اگر ایمان سی بمعنی مشہور مراد ہو تو بایں طور کثرۃ تلاوت باعث حصول ایمان ہی اور اگر
کمال ایمان مراد ہے تب بہی یہی بات ہی کیونکہ کثرت تلاوت سی دم بدم غفلت زایل ہوتی جاتی ہی اور بہ وجہ
بلکہ یادداشت اور حضور قلب ترقی پکڑتا ہی اور صفاء آئینہ قلب کی زیادتی اور انوار تجلیات کی ہجوم کا باعث
ہو جاتی ہی اس وجہ سی تصدیق قلبی محکم اور مستحکم ہوجاتی ہی اور کمال انقیاد پیدا ہوتا ہی باقی رہا ایمان بمعنی
علم مراد خداوندی سو اوسکا کثرت تلاوت پر متفرع اور مترتب ہونا تو سب ہی پر ظاہر ہے کون نہین جانتا کہ
ایک کتاب کا کثرت سی مطالعہ کرنیوالا اوسکی مطلب کو نسبت اون لوگونکی جو اوسکی طرف متوجہ نہین ہوتی
اکثر صحیح ہی سمجہتا ہی اب ایک شبہ باقی رہا وہ یہہ ہی کہ آیت الذین اتیناہم سی ایمان کا تلاوۃ موصوف پر متفرع
ہونا ہر چند ظاہر ہے چنانچہ مبتدا کو بقید مذکور مقید کرنا اور اولئک یؤمنون بہ کا اوسپر محمول کرنا اور یؤمنون
کہنا اور آمنوا نکہنا سب اسیطرف مشیر ہین مگر احتمال یہہ بہی تو ہی کہ بطور معلوم تلاوت کرنا ایمانکی فقط علامت
ہو اور ترتب اور تفرع کا کچہ لحاظ نہو اور ظاہر ہی کہ بعضی اشیا کی علامتین ایسی ہوتی ہین کہ وہ اون

ادن اشیا ہی کی سبب پیدا ہوتی ہین جیسی دہوان دور سی جہان سی آگ نظر نہ آتی ہو آگ کی علامت ہی اور
تسپر آگ ہی سی پیدا ہوتا ہی اور اوسکا وجود آگ کی وجود کی فرع ہی آگ کا وجود اوسکی وجود کی فرع نہین
سو ایسی ہی اگر تلاوت موصوف ایمان کی علامت ہی ہو اور پہر ایمان ہی سی پیدا بہی ہوتی ہو اور بغرض بیان
علامت ہی جناب باری نی یہہ فرمایا ہو تو کیا حرج ہی اس شبہ کا جواب یہہ ہی کہ عمدہ توجیہ کو چہوڑ کر ایسی
احتمال ضعیف کو لینا اول تو یہی دلیل کم فہمی ہی خصوصاً خدا کی کلام مین کہ اوسمین تو بالاتفاق اگر ہوگی
تو عمدہ توجیہ مراد خداوندی ہوگی دوسرے سلمنا لیکن اسکا کیا جواب کہ بیان علامت سی تو غرض یہی ہوتی
ہی کہ وہ شی جسکی یہہ علامت ہی متمیز اور متبین ہو جائی سو جب تک علامت خود متمیز اور متبین نہوگی تب تک بیان
علامت بیکار ہی خدا کی کلام مین بیہودہ بیکار باتونکا ہونا منجملہ محالات ہے، اور چونکہ خشوع و خضوع امر مخفی ہے
اوسکو علامت ایمان مقرر کرنا تعریف مجہول بالمجہول اور تشریح مخفی بالمخفی کی قسم مین سی ہی البتہ کثرت
تلاوت ایک امر محسوس ہے، اوسکو اگر علامت کہئی تو زیبا ہی اور پہر قطع نظر اسکی مفید ترتیب مذکور معہذا خضوع
و خشوع کو باعتبار عادۃ کی ستلزم چنانچہ مذکور ہوا اسو اسصورت مین علامت ہونا ہی صحیح ہو گیا اور خضوع
و خشوع کیطرف ہی اشارہ ہو گیا اور ترتیب اور تفریع بہی ہاتہہ سی نگئی اور حق تلاوت کا مفعول مطلق ہونا ہی
صحیح و درست رہا اور کسیطرحکی تکلیف کی ضرورت نہ پڑی جب اس شبہ کی تردید سی فراغت پائی تو ایک اور
فایدہ گوش گذار اہل فہم ہی وہ یہہ ہی کہ قید اتیناہم سی یون خیال مین آتا ہی کہ جن لوگونکو کتاب نہین دی گئی
یعنی اوسکو مانتی ہی نہین چہ جائیکہ مان کر غلط سمجہہ جانا اون لوگونمین سی اگر کوئی حافظ ہو جائی تو مضایقہ
نہین یا یون کہئی کہ اوسکو ایسی تلاوت جیسی تلاوہ کا حق کہتی ہین میسر آجائی تو آجای پر اون لوگونمین سے
جنہین ملی ہی یعنی اونہون نی اوسکو تسلیم کیا کثرۃ تلاوت وہان ہی ہوگی جہان حق ہی حق ہوگا کچہہ کجی
نہوگی کیونکہ کثرت تلاوت جیسی تلاوت کا حق کہتی ہین علامۃ ایمان ہی تو فقط اونہین کی نسبت ہی جو اوسکو
تسلیم ہی کرتی ہین نہ کہ ہر کسیکی حق مین اس صورت مین یہہ جو مشہور ہی کہ برنس نصرانی کو کلام اللہ یاد تہا کیا
عجب ہی کہ صحیح ہو وی بہر حال بعلامۃ تیلاوتہ حق تلاوتہ یون معلوم ہوتا ہے کہ بشارت اولئک یومنون
بہ فرقہ اہل سنت کی لئی ہی اور حضرات روافض منجملہ ومن یکفر بہ فاولئک ہم الخاسرون ہین جسکی یہہ
معنی ہین اور جو لوگ کتاب اللہ سی پہر گئی سو وہی ٹوٹے مین ہین اب التماس یہہ ہی کہ سوا اس آیت مذکورہ
آیات کثیرہ حقیقۃ مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالۃ کرتی ہین اور کیون کر دلالۃ نکرین جسقدر

عقاید مخصوصہ مذہب شیعہ اور فروغ خاصہ مذہب مذکور ہین تمامہا مخالف کلام اللہ ہین اور مذہب اہل سنت
سراپا کلام اللہ پر مطابق اور وجہ اسکی یہی ہی کہ بسبب تلاوہ کی حق ادا کرنی کی اہل سنت تو مغز سخن ربانی
کو پہونچی اور شیعہ بسبب اسکی کہ کثرۃ تلاوت بوجوہ مذکورہ اونکو میسر نہ آئی دقایق کلام اللہ کو نسمجھی مگر چونکہ
آیت مذکورہ کی ذکر کرنیسی یہہ نکتہ معلوم ہوگیا تو اہل عقل بالاجمال سمجھہ جائینگی کہ بی شک ایات ربانی
مخالف مذہب شیعہ ہونگی اور مذہب اہل سنت تمامہا موافق قران مجید تو قطع نظر اسکی کہ ایت مذکورہ
حقیۃ مذہب اہل سنت و بطلان مذہب شیعہ پر جداگانہ بہی دلالۃ رکہتی ہی چنانچہ ملاحظہ تقریر بالاسی واضح
ہوجائیگا اور آیات کی حوالہ سی بہی حقیۃ مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالۃ کرتی ہی چونکہ
اس وجہ سی یہہ آیت اور آیات کی ہی نیابۃ کرتی ہی تو اسکو کیا بیان کیا گویا سبہی کو بیان کردیا اسوجہ سی اور
آیات کی بیان سی مقصر ہون معہذا اگر تمام ایات مخالفہ مذہب شیعہ کو لیجی تو ایک دو تو نہین جو سہل ہو بکثرت
بلکہ اکثر آیات کلام اللہ عقاید و احکام و اصول و فروغ مذہب شیعہ کو رد کرتی ہین اور مذہب اہل سنت کی حقیۃ اور
حقانیۃ پر شاہد ہین اس رسالہ مختصر مین سبکی گنجایش کہان خصوصاً جبکہ بقدر فہم اونکی شرح بہی کہجی اور اونسی اہل سنت
کی حقانیۃ اور اونکی مذہب کی حقیۃ اور اہل تشیع کی مذہبکے بطلان پر استدلال بہی لائیی لہذا ایک ہی آیت پر
کہ وہ ایک ہی سبکے قایم مقام اور مفید خاص و عام ہی اکتفا کرکی اسقدر اور گذارش کرتا ہون کہ شاید کسی شیعی
المذہب کو اس ایت کی ہدایت کو سنکر بسبب کجی طبیعت اور ضلالت طبع زاد اور تعصب نہاد یہہ شبہ ہو کہ یہہ آیۃ
ہی تو کیا ہوا ایک جملہ قرانی ہی سو قران کا نعوذ باللہ منہ کیا اعتبار ہماری اعتقادکے موافق کمی کا تو کچہہ شمار ہی نہین
بیشی اور افزایش اور تبدیل الفاظ بہی ظہور مین آئی ہی پہر عجب نہین کہ یہہ آیت بہی منجملہ الحاقات اہل سنت
ہووی سو اسکا جواب اول تو یہہ ہی کہ مذہب محققین شیعہ اسبات مین یا تو یہہ ہی کہ کلام اللہ مین نہ کمی ہوئی نہ
بیشی چنانچہ استاد علامہ کلینی حضرت صدوق اسکی قایل ہین یا یہہ ہی کہ کمی تو ہوئی ہی زیادتی نہین ہوئی غرض
زیادتی کا نہونا اجماعی اور آیۃ مرقومہ سی انکار نہین ہوسکتا مگر چونکہ یہہ دونون مذہب مخالف مرویات کلینی ہین جو بحکم امام
شیعہ ہی اور نیز ذہن نشین اکثر شیعہ بہی یہی ہی کہ کلام اللہ مین کمی زیادتی دونون ہوئی ہین ادہر ہماری
بعض مطالب مذکورہ بہی اسی پر مبنی ہین اس جواب پر قناعۃ نہین ہوسکتی اس لئی دوسرا جواب یہہ ہی کہ یہہ شبہ
اور شیعونکی مذہبکے بطلان ہی کی دلیل ہی بحمد اللہ باقرار شیعہ اتنا تو معلوم ہوا کہ مذہب تشیع کا اعتبار نہین
کیونکہ ماخذ احکام دین سب مین اول کلام اللہ ہی تہا جب اوسکا اعتبار نہین تو جو باتین شیعی بزعم خود

کلام اللہ سی ثابت کرتی ہین اگر بفرض محال ثابت بہی ہوجاویں تو بدرجہ اولی قابل اعتبار نہونگی معہذا
ثقلین جو متفق علیہ طرفین ہی اسبات پر شاہد ہی کہ کلام اللہ اور عترۃ دونونکی ساتہہ متمسک رہی گا تو گمراہی
پیش نہ آئی گی پہر جب کلام اللہ سی جو موافق حدیث مذکور دونون مین اعظم ہی تمسک میسر نہین تو شہادت
عقل سلیم ہدایۃ بہی نہین سراپا گمراہی ہی غرض حضرات شیعہ اگر یہہ احتمال پیش کرین تو یہہ تو اور اونہی اپنے
ہی پانو مین تیشہ مارنا ہے ادہر بالبداہۃ اور بالاجماع کسی فرقہ کی کوئی حدیث اس درجہ کو شایع و
ذائع نہین ہوئی جسدرجہ کو کلام اللہ شائع ذائع ہوا ہی اور نہ اسطرح جیسے کسی حدیث کی ساری راوی اوسکی
روایت مین متفق اللفظ پہر جب کلام اللہ کا اعتبار نہین اوسکا کا ہیکو ہوگا پہر جسمین راویان احادیث
شیعہ کی احوال کو اور اون احادیث کی تعارض کو دیکہیے تو بے اعتباری مین نہایت ہی کو پہونچ جائین گے
بہر حال اگر یہہ شبہ علماء شیعہ پیش کرین اور اکثر مواقع مین پیش کرتی ہین تو ہماری لئی بہت تخفیف تصدیع
ہی ؛ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؛ معہذا شیعون ہی کی اقرار سی ہمارا وہ دعوی جو تقریر شرح آیۃ مسطورہ
مین گذرا ہی خدا ساز ثابت ہو گیا کیونکہ جب قران مین اسدرجہ کو کمی بیشی ہی تو پہر جسی قران کہتی ہین قران ہی نہوا
اب اگر شیعی اسی یاد ہی کرین اور تلاوت کا جیسا حق ہی ویسی طرح تلاوۃ کرین تب ہی فی الواقع تلاوت
قران اور حفظ قران نہوگا دوسری تمام روایات امامیہ مین موجود ہے کہ تمام اہل بیت اسی قران کو پڑہتے
تہی اور اسیکی عام خاص سی تمسک کرتی تہی اور بطور استدلال اسی قران کی آیات کو پیش کرتی تہی اور
اسیکی ایات کی تفسیر کرتی تہی اور حضرت امام حسن عسکری کیطرف جو تفسیر منسوب ہے تو اسی قران کی ہی
لفظا لفظا اور اہل بیت اپنی لڑکون اور باندیون اور خادمون اور اہل و عیال کو یہی قران تعلیم فرماتی تہی
اور اسی قران کی پڑہنے کا نمازون مین حکم فرماتے تہی معہذا قران مجید کا موافق نزول کی لوگون کو
پہونچانا اور اونکو سکہانا باجماع امۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ فرض تہا اور یقینا معلوم ہی
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ مین جو کوئی مشرف باسلام ہوتا تہا اول کلام اللہ سیکہتا تہا بعد ازان
لوگونکی سکہانی مین مشغول ہوتا تہا یہان تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سامنے ہی ہزارون نی
کلام اللہ سیکہہ لیا تہا چنانچہ بعضی بعضی غزوات مین ستر ستر حافظ شہید ہوئی ہین بعد ازان آج تک
تمام اطراف مین یہان تک کہ دیہات مین اہل اسلام کلام اللہ کی تلاوۃ کو سب عبادتون مین بڑہ کر سمجہتی ہین
اور رات دن نمازون مین اور نماز سی باہر کلام اللہ کی پڑہنے مین مشغول رہتی ہین اور ہر لڑکی کو اول جو مکتب

مین پہلاتی ہین تو سب سے پہلی کلام اللہ ہی یاد کرانا شروع کراتی ہین بالجملہ قران مجید مثل کلینی و تہذیب نہین کہ براہ تقیہ
کسی کونی مین صندوق مین مقفل بند رہی کبہی تنہائی مین ڈرتی ڈراتی کہ مبادا کوئی سُنی نہ آجائی ایک دو صفحہ مطالعہ
کرلیا اور تسپر ایسی کثیر الوجود کہ ہر شہر و ہر دیار مین سیکنون ہزارون مین کلینی و تہذیب کو ہندوستان مین تلاش
کیجی تو کہین کہین نکلی گی علی ہذا القیاس ایران مین سمجہی کیونکہ اول تو رعایا سلطانی مین اہل سنت بکثرت ہین سنا
تو یون ہی کہ شیعون سی زیادہ ہون آیندہ خدا جانی اور شیعون مین سی بہی کلینی و تہذیب نہ ہر کسیکی کام کی
نہ ہر کوئی اوسی سمجہی جو خواہ مخواہ بہم ہی پہونچائی باقی سوا انکی اور ممالک مین کلینی و تہذیب کا پتا تو کیا ہی نام
بہی کوئی نہین جانتا ہو گا باینہمہ اگر ایک دو نسخہ کہین مل بہی جائی تو بیشتر غلط ملتی ہین صحیح تو قسمت ہی سی ملتا ہے
بخلاف کلام اللہ کی ہر دیار مین بکثرت موجود یہان تک کہ کوئی کتاب کسی مذہب کی ہو یا کسی علم عقلی کی ایسی کثیر الوجود
نہین پہر عام و خاص کو اوسکی ضرورت ایک ایک گہر مین متعدد کلام اللہ رکہی ہوئی حفظ و تصحیح کا یہہ اہتمام کہ ہزارون
حافظ حرف حرف گنا ہوا زبر زیر کی تعداد معلوم رسم خط مین بیسیون کتابین موجود پہر باینہمہ کسی عاقل کی عقل مین
آسکتا ہی کہ کلینی اور تہذیب مین تو الحاق نہونی پائی اور شیعونکی نزدیک من کل الوجوہ معتبر اور معتمد رہی اور اصح
الکتب کہلائی اور کلام اللہ مین الحاق ہو جائی اور اوسکا کچہہ اعتبار نہ ہی جس زمانہ مین فرض کیجی کہ اوسمین فلانی شخص
نی کلام اللہ مین سی کم کر دیا یا اوسمین کچہہ بڑہا دیا جیسی شیعون کو خلیفہ ثالث کیطرف بدگمانی ہی تو ایک دو کلام اللہ
مین بڑہا یا گہٹایا ہو گا تمام ملک عرب اور ملک روم اور ملک ایران اور یمن کی مصاحف مین کہ اونکی خلیفہ ہونے
سی پہلی یہہ تمام ممالک تحت تصرف اسلام آچکی تہی اور سوا ملک عرب کے کہ وہ سارا کا سارا مسلمان ہو چکا تہا اور
ممالک کے باشندونمین سی بہی لکہو کہا آدمی مسلمان ہو چکی تہی اور قران کو فرمان خداوندی سمجہکر ہر کوئی
حرز جان سمجہتا تہا اور مجموعہ ایمان تصور کرکی اوسکی یادگاری اور تلاوۃ مین مشغول تہا کمی بیشی ہرگز قرین عقل
نہین علاوہ برین اوس زمانہ مین حفاظ کی نوبت لکہو کہا کو پہونچی تہی خلیفہ ثالث نی اونکی سینون سی کیونکر نکال
دیا ہو گا کہ تمام عالم مین قران محرف ہی مروج ہو گیا ان وجود کی نظر کرنیکی بعد اہل عقل کا تو یہہ کام نہین کہ قران
مجید کی نسبت اسبات کا قائل ہو کہ اسمین کچہہ کمی یا بیشی وقوع مین آئی ہو اور جب قران مجید اس درجہ کو
صحیح اور معتبر ہوا کوئی کتاب اوسکی ہمسنگ نہین اور تفسیر امام حسن عسکری مین اول سی آخر تک تمام آیات
بجنسہا موجود ہوین تو اول تو آیت الذین اتیناہم الکتاب الخ سی استدلال کرنا صحیح اور درست
ہوا دوسرے اگر کلام اللہ ہی کی آیات سی کلام اللہ کی بجنسہ محفوظ ہونی پر استدلال کرین تو درصورتیکہ طریقہ استدلال

صحیح ہو واجب التسلیم ہوگا اسلئی کلام اللہ کو جو ہمنی تجسس کیا تو آیات کثیرہ اسپر شاہد نکلین کہ کلام اللہ تا ہنوز
موافق نزول کی بجنسہ باقی ہی کسی قسم کا تغیر یا تبدل اوسمین وقوع مین نہین آیا نہ کمی ہوئی نہ بیشی ہوئی کسی لفظ
کی عوض مین دوسرا لفظ مشہور معروف لکہو گیا سکو لکہہ کر مضمون کو ثابت کیجی اسکی تو گنجایش ہی نہین فقط
ایک آیت کا لکہنا ضروری سمجھکر ایک ہی پر اکتفا کرتا ہون سورہ حجر مین ارشاد ہی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
یعنی ہمنی آپ اوتاری ہی یہہ نصیحت اور ہم ہی اسکی نگہبان ہین فقط اب جای غور ہی کہ باوجود اس پختہ وعدہ
کی ہو کہ پخیند تاکید ہی چنانچہ واقفان علم معانی واقف ہین پہر بخانین خلیفہ ثالث کیا ستم کئی ہین کہ قران
اصلی کا بالکل نام و نشان مٹا دیا اللہ اللہ کیا کچہہ قدرت و طاقت تہی کہ نعوذ باللہ خدا کی بہی نکلنی دے
سورتین کی سورتین نکال ڈالین اور آیتین کی آیتین بدل دین زہی نصیب اہل سنت جنکی ایسی پیشوا ہون یا
یہہ احتمال کہ خداوند ذوالجلال وعدہ کر کی پہر گئی ہون سو یہہ خیال خود محال ہی خداوند صادق القول
ایسی تاکیدون سے وعدہ محکم فرمائی اور پہر پہر جائی اور حفاظت نکری معہذا کلام اللہ مین یہہ بہی آیت ہی
ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی اللہ تعالی ہرگز خلاف وعدہ نہین کرتا مگر شاید کسی شیعہ مذہب کو یہہ احتمال پیش
آئی کہ خلیفہ ثالث کی زمانہ مین یا جسکو یون کہئی کہ اونسنی کلام اللہ مین کمی بیشی کی ہی اوسکی زمانہ مین خداوند
اکرم ٹول گیا ہو یا اپنی وعدہ کو بہول گیا ہو سو اسکا جواب خداوند کریم نی اپنی آپ کلام اللہ مین فرما دیا ہی آیت
الکرسی تو شیعونکو بہی یاد ہوگی اوسمین یہہ جملہ موجود ہی لا تاخذہ سنۃ ولا نوم یعنی اونگہہ بہی خدا کو آ دباتی ہی
اور نہ نیند ہے ادہر سورہ مریم مین فرماتی ہین وما کان ربک نسیا یعنی تیرا رب بہولنی والا نہین سورہ طہ مین
یون ارشاد ہی لا یضل ربی ولا ینسی نہ بہکتا ہی میرا رب نہ بہولتا ہے ان آیتونی ان احتمال کو بہی مرتفع کر دیا کہ خداوند
کریم نی نگہبانی قران کا قصد تو کیا ہو پر تدبیر مین غلطی ہوئی ہو یا بوجہ غلطی قران کی بدلی کسی اور چیز کی حفاظت
کر بیٹہی ہون جب یہہ سب احتمالات مرتفع ہو چکی تو اب اس غلام خاندان نبوی کی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام
حضرات شیعہ کی خدمتمین یہہ گزارش ہی کہ بعد اس وعدہ محکم اور عدم موانع کی جو خداوند کریم سی حفاظت
نہو سکی تو بجز اسکی کچہہ سمجہہ مین نہین آتا کہ تمہاری نزدیک خلیفہ ثالث مین نعوذ باللہ من ہذہ الاقوال
خدا سی بہی زیادہ زور اور بل تہا کہ خدا کا ارادہ پیش نگیا در حالیکہ تم خلیفہ ثالث کی اسقدر معتقد ہو کہ خدا کو بہی
اتنا نہین سمجہتی تو خلیفہ ثالث ہی کی ساتہہ کیون نہین ہو لیتی نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد اگر یہی تمہارے
خیال ہین تو خدا تعالی کی ساتہہ ہو کی کیا لو گی اور ایٹہی گا مبادا قیامت کو خلیفہ ثالث تمہین ہی خدا تعالی کی حفاظت

سی نکال کر کبھی کی بدل لینی لگی اور خدا کو شیعیان علی سی شرمانا پڑی یا یون کہو کہ یہہ ہمارا عقیدہ غلط ہی اور
کلینی جو تمہاری نزدیک اصح الکتب ہی اوسکی یہہ روایت سراسر بہتان اور دروغ ہی عن ہشام بن سلم عن ابی
عبد اللہ ان القران الذی جاء بہ جبرئیل الی محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سبعۃ عشر الف آیت یعنی ہشام بن سالم حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہی کہ وہ قران جو حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی پاس لائی تہی اوسکی سترہ ہزار آیتین تہی فقط اب دیکہی کہ یہہ کلام اللہ جو اب موجود ہی اوسمین کل قریب
چہہ ہزار آیتونکی ہین تو شیعونکی اس روایت کے موافق کوئی دو تہائی کلام اللہ چوری گیا اس سے بہتر تو یہی تہا
کہ خداوند کریم ذمہ گیر حفاظت نہوتی اوسکی حفاظت کی بہروسی ہتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہی بی فکر
ہو بیٹہے ورنہ بہت ہوتا تو اتنا ہی نقصان ہوتا جتنا توراۃ و انجیل مین ہوا تہا سو جو لوگ کہ توراۃ و انجیل کی تحریف
کی اثبات کی درپی ہوئی ہین وہ بہی یون نہین کہتی کہ توراۃ و انجیل مین اتنا کچہہ نقصان ہوا ہی بلکہ بعد تحقیق یون
معلوم ہوتا ہی کہ علماء یہود و نصاری نی قدر قلیل کمی بیشی کی ہی سو وہ بہی جہان کہین کوئی بات مسلمانونکی
مفید مطلب دیکہی ہی یا کوئی ایسا حکم ہوا ہی کہ اوسکی مروج رہنے مین امراء کو دشواری ہوئی ہی ایسی جگہہ
امراسی کچہہ لی دی کر بدل دیا ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال القصہ حسب مقولہ شیعہ یون معلوم ہوتا ہے کہ باوجود
اس اہتمام اور اس انتظام کی کہ قران مجید کی خداوند کریم نی خود حفاظت کی قران مجید غیر محفوظ اور غیر معتبر ہونی مین
توراۃ انجیل سی بڑہ گیا حالانکہ اونکا حافظ محافظ نہ خدا تہا کوئی پیغمبر ہان علماء دنیا پرست کہ آیات خداوندی کا
بیچ دینا اور احکام کا بدل ڈالنا اور تحریف کا کرنا اونکا کام ہی تہا اوسکی فقط پڑہنے پڑہانی والے اور جاننی
پہچاننی والی تہی حافظ و نگہبان ہونا کجا شاید اس فرقہ کی نزدیک کلام اللہ کی توراۃ و انجیل سی بڑہ کر ہونیکی
یہی معنی ہین کہ بی اعتباری مین اونسی بڑہا ہوا ہی یہان علماء شیعہ دو احتمال پیش کرین تو کرین ایک تو یہہ کہ کلام اللہ
لوح محفوظ مین محفوظ ہے دوسرا یہہ احتمال کہ غار سر من رای مین حضرت امام مہدی حافظ قران موجود ہین
سو اول احتمال کا پوچ ہونا تو ظاہر ہے اول تو یہہ ہی کہ اگر بالفرض انا لہ لحافظون کا یہی مطلب ہے تو
ہمین کیا ہمسے اس وعدہ کرنیکی کیا معنی ہماری مفید مطلب تو یہہ بات تہی کہ اس قران کی حفاظت
کرتی جو ہماری پاس ہی تا کہ احکام خداوندی کی معلوم ہونی مین کچہہ شک و شبہہ نرہتا دوسری وہانکی حفاظت
کرنیکی کیا ضرورت تہی اگر لوح محفوظ تک کسی بیدین کی دسترس ہوتی تو البتہ حفاظت کا موقع ہی تہا تیسرے
آیت مذکورہ مین اول تنزیل کا ذکر فرمایا بعد ازان حفاظت کا وعدہ کیا ہی اس ترتیب سی بلاغت شناسان

قرانی کو خود معلوم ہی کہ قران منزل کی حفاظت مدنظر ہی نہ کہ اوس قران کی جو لوح محفوظ مین محفوظ ہے
چو ہی اگر یہی مطلب ہی تو یہہ فضیلت تو توراۃ و انجیل مین بہی موجود ہی قران مین کیا فوقیت ہوئی معہذا
یہان حفاظت کا وعدہ کیا وہان نکیا اس کا کیا ثمرہ نکلا پانچوین یہہ ہی کہ اس آیت مین اسمار قرانی مین سے ذکر کو
ذکر کیا لفظ قران یا کتاب وغیرہ ذکر نفرمایا تو یہہ بہی اسی غرض سی ذکر فرمایا ہی کہ قران مین امکان کمی بیشی تغیر
و تبدیل کا کسیکو احتمال باقی نرہی چونکہ یہہ بات تمہید طلب ہی تو ہمین لازم ہے کہ اسکی تمہید بیان کرکے اصل
مطلب کو روشن کر دکہلائین اس لئی یہہ گذارش ہی کہ بسبب اعتبارات اور اوصاف مختلفہ اور حیثیات متعددہ
ہی ایک ایک چیز کی متعدد نام ہوا کرتی ہین اور پہر وہ نام اپنی اپنی موقع ہی مین استعمال ہوتی ہین ایک کو دوسری کی
جگہہ استعمال کرنا صحیح نہین ہوتا مثلاً ایک شخص کسی کا باپ بہی ہوتا ہی اور کسی کا بیٹا بہی اور علی ہذا القیاس کسی کا
بہائی کسیکا بہتیجا کسیکا چچا کسی کا بہانجا کسی کا ماموں ہوتا ہے غرض ایک شخص ہے اور اوسکی القاب بہت ہین
پر وہ سب القاب یکسان برابر نہین بولی جاتی اپنی اپنی موقع مین مستعمل ہوئی ہین بیٹا اپنے باپ کو بیٹا کہکی
نہین پکار سکتا گو وہ کسی کا بیٹا ہے اور اسیطرح باپ بیٹی کو باپ کہکر نہین پکار سکتا اگرچہ وہ اپنے بیٹے کا
باپ ہی دوسری مثال یہہ ہی کہ ایک حاکم کلکٹر بہی ہوتا ہے مجسٹریٹ بہی ہوتا ہی مگر چونکہ کام کلکٹری مجسٹریٹی کا
مختلف اور جدا جدا ہی تو کلکٹری کی کاغذات مین بلقب کلکٹر لکہتی ہین اور مجسٹریٹی کے کام کی کاغذ مین
بلقب مجسٹریٹ اور برعکس نہین کر سکتی اسیطرح قران شریف کی بہی بہت سی القاب اور اسمار ہین اور ہر ایک
لقب کا مدار ایک جدی اعتبار اور نئی نئی اوصاف پر ہے قران تو بلحاظ مقروہونی کی کہتی ہین یعنی قران کو
اس لحاظ سی کہتی ہین کہ اوسکی قراءۃ کا اتفاق ہوتا ہی اور مصحف اور کتاب باین لحاظ کہتی ہین کہ اسمین صحف یعنی
اوراق ہوتی ہین اور اون اوراق مین اوسکو لکہتی ہین علی ہذا القیاس ذکر بایں وجہ کہتی ہین کہ غافلون اور جاہلون
کی لئی مذکر اور گنہگارونکی واسطی پند و لبندہی یعنی باعث یادگاری باری ہی اور پند خداوندی ہی سو اس
لقب کا استعمال جبہی صحیح ہوگا کہ مقابل مین غافل اور جاہل اور گنہگار ہون مگر سب جانتی ہین کہ موصوف
بوصف غفلت و جہل و گناہ اگر ہی تو یہہ انسان ہی ملایک ان عیوب سی مبرا ہین تو جب تک کلام اللہ لوح
محفوظ مین تہا اس لقب کا بولنا صحیح نتہا کیونکہ اوس موقع مین نہ کوئی غافل تہا نہ جاہل تہا نہ گنہگار
تہا وہان تک اگر رسائی تہی تو فقط ملایک کو تہی سو اونکو ان باتون سی کچہہ سروکار ہی نہین ہان جب نوبت
تنزیل کی پہونچی اور معاملہ حضرت انسان سی پڑا تو البتہ اس لقب کا استعمال صحیح ہوا کیونکہ غرض انزال و تنزیل

سی ہی ہی کہ غافلان نوع بشر کی لئی مذکر اور واعظ ہو پہر جب انا لہ لحافظون فرمایا تو ضمیر اسی لفظ کی طرف راجع
فرمائی اسلئی لازم پڑا کہ حفاظت ہی اوسی موقع مین ظہور مین آئی کہ جہان اس لقب کا استعمال صحیح ہو باقی رہا دوسرا
احتمال اوس کا یہہ حال ہی کہ اول تو حضرت امام مہدی کا غار سرمن رای مین مخفی ہونا ہے ایک افسانہ غلط ہے
جب کلام اللہ کا باوجود اسقدر تواتر کی کچھہ اعتبار نرہا ایسی روایات بی سروپا کا جنکی راوی فقط دو چار مکار ہون
کیا اعتبار اور درصورتیکہ وہ بات ہی قرین قیاس نہو تب تو قابل قبول عقل کسی عاقل کی نزدیک ہی نہین اور جن
روایات سی حضرت امام مہدی کا یہہ افسانہ مروی ہی وہ کچھہ ایسی ہی ہین بلکہ اس سی ہی کمتر باا ینہمہ یہہ بات تو ہرگز
متصور ہی نہین کہ حضرت امام مہدی کو کلام اللہ یاد ہو یہہ کام تو اہل سنت جماعت کا ہے حضرت امام مہدی کو
اونکا تشبہ کاہیکو گوارا ہوگا من تشبہ بقوم فہو منہم ہان اونکی پاس کلام اللہ ہو اور حضرت امام اوس کلام اللہ کو
لیکر اسی اندیشہ سی اوس غار مین جا چھپی ہون کہ مبادا اونکی پاس کا کلام اللہ معتقدان خلیفہ ثالث کی نظر نہ پڑ
جائی تو البتہ ایک ٹہکانی کی بات ہی لیکن اہل فہم سی سوال ہی کہ یہہ احتمال پہلی احتمال سے اسبات مین کیا کم ہی
کہ ہماری حساب سی ویساہی لوح محفوظ مین ویساہی غار سرمن رای مین نقل مشہور ہی ویساہی گنواو ویساہی کہائی
بلکہ بلحاظ وجہہ پنجم اوس کلام اللہ کی حفاظت کا وعدہ ہی نہین جو بزعم شیعہ حضرت امام کی پاس ہو اہل فہم کی نزدیک
اوس کا ذکر کہنا ہی صحیح نہین ذکر کہتا تو جب صحیح ہو کہ امتی اوسی پڑہین پڑہائین غار سرمن رائی مین کون جائی
اور کون اوس سی فائدہ اوٹہائی بلکہ وعدہ ہی تو اسی کلام اللہ کی حفاظت کا ہے کیونکہ اس کا ذکر ہو ا ظاہر ہے
پہر حضرت امام کا کلام اللہ اگر اسی کلام اللہ کے موافق ہے تو فبہا ورنہ اس صورت مین حضرت امام ہی کا
کلام اللہ غلط ہوگا بالجملہ ایسی لغویات کو خداوند کریم کی طرف نسبت کر کی مفت دین اسلام کو بٹا لگاتی ہین
سبحان اللہ یہہ عجب تماشا ہی کہ جناب باری نی وعدہ حفاظت تو اسلئے کیا تہا کہ امت محمدی کو کل کو دربارہ
علم احکام کچھہ دقت نہ پیش آئی دین محمدی مین کوئی رخنہ نہ پڑی یہہ دین قیامت تک برابر روشن رہے
مگر افسوس کہ تاہم وہی خرابی کی خرابی برسر رہے نعوذ باللہ غار سرمن رای مین محفوظ ہونکی یہہ معنی ہوئی کہ
خداوند کریم حفاظت کی وقت اتنا ہی نسمجھی کوئی اجنبی آدمی سنی گا تو کیا کہیگا ہماری صلاح یہہ ہے کہ اسبات کو
شیعہ کسی نصرانی یہودی کی سامہنی تو زبان پر ہی نلائین ہماری سامہنی کہین تو شاید ہم بپاس اتحاد کلمہ گوئی
یون سمجھہ کر کہ شیعونکی خفتہ فی الجملہ اپنی ہی خفتہ ہی سکوت ہی کرجائین کیونکہ اول تو یہود لا بنکو اس قسم کی خرافات
کو سنکر اسبا تکی کہنی کی گنجائش ملی گی کہ ہماری توراۃ ہی آخر لوح محفوظ مین محفوظ ہے سوا اسکی سورہ احقاف

سی صاف یون معلوم ہوتاہی کہ جنات کی پاس توراۃ بجنسہ موجود تہی اور اوسمین بنی آدم کی طرح اونہون نے کچہہ
تغیر وتبدیل نکی تہی ورنہ وہ یون نکہتی انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیہ یعنی بیشک
ہمنی سنی ہی ایک کتاب جو نازل کی گئی ہی موسی کی بعد تصدیق کرنی والی ہی اوس کتاب کی جو اوس سے پہلی ہے
یعنی توراۃ کی تصدیق کرتی ہی سو اسبات کا یقین کہ کلام اللہ توراۃ کی تصدیق کرتا ہی جبہی ہوسکتا ہے کہ اونکو
توراۃ کی بجنسہ ہونیکا یقین ہو یا کلام اللہ توراۃ محرف کا مصدق ہو سو دوسرا احتمال تو شیعونکی نزدیک
بہی غلط ہی کیونکہ جنات نی جو کلام اللہ سنا تہا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تہا حضرت عثمان سی یا
ایسی ہی کسی اور سی نسنا تہا اور اگر یہودیون کی پرخاش کا کچہہ اندیشہ نہو اور یہہ سمجہکر کہ کچہہ توراۃ بجنسہا باقی ہو اور
فقط اوسمین تحریف نہونیکا اونکو ایسا یقین ہو جیسی امامیہ کو الحمد اور قل ہو اللہ کی بجنسہ ہونیکا یقین ہی فخریہ
یون کہنی لگین کہ ہمارا قران تو غار سر من رای مین محفوظ ہی تمہاری توراۃ بتلاؤ کہان محفوظ ہی یا اتفاقات
سی وہ آیات سنی ہون جو توراۃ کی اون عبارات کی جواب تک صحیح سالم ہین موافق اور مطابق ہین اور فقط
اسی توافق اور تطابق کی باعث اونہون نی کلام اللہ کو مصداق توراۃ سمجہا ہو تو اس صورت مین ہوسکی ہی
کہ توراۃ محرف ہی ہو اور کلام اللہ غار سر من رای مین محفوظ ہو اور اس وجہ سی کلام اللہ کو توراۃ پر فوقیت
ہو اور یہود سی نشرمائین لیکن قطع نظر اسکی کہ یہہ فوقیت کسدرجہ کو ناکارہ فوقیت ہی مشکل یہی ہی کہ رسیگی یہود کو تو
بالاجبت ہی گئی تو انگریزون سے کس مونہہ سی بات کرینگی کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام حافظ انجیل باتفاق
شیعہ وسنی آسمان چارم پر زندہ موجود ہین غار سر من رای مین تو حضرت امام کو اسبات کا ہی شاید اندیشہ
ہو کہ مبادا کوئی معتقد خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ پہرتا پہراتا یہان نہ آنکلی اور اونکی کلام اللہ کو چہین کر جلادی
یا معاذ اللہ دشمنان امام کو شہید کردی اور جو مصلحتہ کہ اخفا اور اخفا سے تہی ہاتہہ سے نکل جاے
حضرت عیسی علیہ السلام تو بی کہٹکی ہین چوتہی آسمان تک کسکی مقدور جو جاکی ہہٹکی ہان البتہ ایکبات ہوسکتی
ہے کہ اون سی یون کہا جائی حضرت عیسی کا اول تو حافظ انجیل ہونا غیر مسلم مگر یہی بعینہ احتمال بنسبتہ حضرت
امام موجود ہی بلکہ بدرجہ اولی کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام پر خود انجیل نازل ہوئی اونکو یاد نہونا نہایۃ مستبعد
بخلاف حضرت امام کی کہ قرآن اون پر نازل نہین ہوا معہذا کلام اللہ کی یاد ہونی مین اہل سنتہ کی مشابہتہ لازم
انجیل کی یاد ہونی مین کوئی خرابی نہین دوسری ہمنی مانا حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہی ہونگی اور اونکو انجیل یاد ہی ہو
لیکن چونکہ انجیل منسوخ ہو چکی ہی تو بعد نزول عیسی علیہ السلام وہ یاد ہونا کچہہ مفید نہوگا بخلاف حضرت

امام کی کہ اونکا کلام اللہ کا یاد رکہنا بعد اونکی خروج کی کام دیگا اور شیعیان علی کو جو مدۃ دراز سے بناچاری
بیاض عثمانی پر عمل کرتی ہین کلام اللہ اصلی ہاتھ آئیگا اور تمنا دیرینہ پوری ہو گی مگر یہہ تدبیر جب مفید ہے
کہ شیعہ ہمارا کہنا سر دہرین اور اس اعتقاد سی کہ اماموں کو تبدیل احکام حلۃ اور حرمۃ وغیرہ کا اختیار ہی اول
ادسی دست بردار ہون اور نوادر کی اس روایت پر قلم پہیر دین عن محمد بن سنان عن ابی جعفر قال کنت عندہ
فاجریت اختلاف الشیعۃ فقال یا محمد ان اللہ تعالی لم یزل متفردا بالوحدانیۃ ثم خلق محمدا وعلیا وفاطمۃ والحسن
والحسین فمکثوا الف دہر فخلق الاشیاء واشہدہم خلقہا واجری طاعتہم علیہا وفوض امرہم الیہم
یحلون ما یشاؤن ویحرمون ما یشاؤن حاصل اس روایۃ کا یہہ ہی محمد بن سنان بیان کرتا ہے کہ مین حضرت
امام ابو جعفر یعنی امام محمد باقر پاس تہا اتفاق سی مینی شیعون کی باہم مختلف ہونیکا ذکر چہیڑا یعنی یہہ
پوچہا کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ شیعیان علی دین مین باہم مختلف ہوگئی اونہون نے فرمایا کہ محمد بن سنان
سن اللہ تعالی پہلی تو ہمیشہ سی اکیلا تہا کوئی دوسرا تہا ہی نہین پہر پنجتن کو پیدا کیا پہر بعد ہزار دہر کی
اور اشیاء کو پیدا کیا اور پنجتن کی سامنے سبکو موجود کیا اور پنجتن کی اطاعۃ اونکی ذمہ پر رکہی اور اونکی
کاروبار سب پنجتن کی حوالہ فرمائی سو وہ جو چاہین حلال کردین اور جو چاہین حرام کردین فقط الغرض اس
روایۃ کی سیاق سی اختلاف شیعہ کی وجہ یہہ نکلی کہ پنجتن مین کسی نی ایک بات حلال رکہی تو دوسری نے اوسی
حرام کردی سو کوئی انکا مقلد ہو گیا کوئی اونکا دوسری روایۃ کلینی کی ہی اسی روایۃ کی ہمزبان ہی اوس
سی بہی دست بردار ہی لازم ہے عن محمد بن الحسن المیثمی عن ابی عبد اللہ قال سمعتہ یقول ان اللہ ادب رسولہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی قومہ علی ما اراد ثم فوض الیہ دینہ فقال ما آتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا
فما فوضہ اللہ تعالی الی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد فوضہ الینا اس کا حاصل یہہ ہے کہ محمد بن حسن میثمی امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ سی روایۃ کرتا ہی کہ مینی اونکو یہہ کہتی ہوئی سنا کہ خدا تعالی نی اپنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
ادب سکہلایا اور سیدہا۔ جیسا اپنا جی چاہی تہا بنایا پہر اپنا دین اونکی سپرد کردیا اور کلام اللہ مین سورہ
حشر مین سبکو حکم دیا کہ جو کچہہ تمہین رسول دی یعنی جو کچہہ فرمائی اوسی قبول کرو اور جس سی منع
کری اوس ہی باز رہو سو جو کچہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سپرد کیا تہا وہی ہماری بہی سپرد کیا
پہلی روایۃ سی فقط پنجتن ہی کا اختیار درباب تبدیل احکام معلوم ہوتا تہا اور اس روایۃ سی ثابت ہوا کہ وہ
اختیار اور اماموں کو بہی حاصل ہی اسلئی کہ جو تفویض اول روایۃ مین تہی وہی اس روایۃ مین بہی ہے سو وہی

معنی بلاشک مراد ہونگی مگر شاید کوئی شیعہ مذہب اسکی یہہ توجیہ کری کہ اس تفویض اور تحریم اور تحلیل کی یہہ معنی
ہین کہ وہ اجتہاد کرکی لوگون کو احکام بتلادین آخر اہل سنتہ بہی تو انبیا اور علما کی اجتہاد کی حجتہ ہونیکی قائل ہین
شیعہ اگر چاردہ معصوم کی اجتہاد کی معتبر ہونیکی قایل ہوگیٔ تو کیا گناہ ہوا یا یہہ توجیہ گہڑین کہ خداوند کریم نی
اونکو سبکی استعدادین اور قابلیتین دکہلا کر چنانچہ ظاہر عبارۃ روایتہ اول ہی ہے پنجتن کو حکم دیا ہو کہ انکی
استعدادون کی موافق جو کچہہ سمجہہ مین آئی احکام مقرر کردو سو اگر یہہ ہو تو کیا خرابی ہے لیکن اہل عقل
پر پوشیدہ نہوگا کہ اجتہاد کی تاویل کرنی تو بعینہ ایسی ہے جیسی کہا کرتی ہین من چہ میگویم و طنبور من چہ میگوید
چنانچہ استعداد والی خود سمجہتی ہین کہ اس توجیہ کو عبارۃ روایتہ اول سی کچہہ علاقہ نہین اور نیز مخالف مذہب
شیعہ کہ وہ ائمہ کی نسبتہ اجتہاد کی تہمتہ لگانی موجب منقصتہ سمجہتی ہین اونکی فرمائی ہوئی باتین سب منجملہ
وحی آسمانی سمجہتی ہین باقی رہا استعداد دونکو دکہلا کر کارخانہ دین کا سپرد کردینا اگر ہم تسلیم بہی کرلین تو شیعہ
تو تسلیم نکرینگی اثناعشریہ چہوڑ تمام امامیہ اسبات پر متفق ہین کہ امام کو تمام احکام کی تبدیل کا اختیار
ہے اگر استعداد ہے پر مدار کار ہی تو تبدیل کی اختیار کی کیا معنی جیسی استعداد ہو ویسا ہی حکم ہونا چاہیئے
بدلا کیون جائی بہرحال کوئی توجیہ بن نہین پڑتی اگر جواب مذکور سے سرخرو ہونا مد نظر ہے تو اس روایتہ
کو زیر قلم کرین اور ہرگز کچہہ اندیشہ نکرین کیونکہ جناب باری کا بہی اشارہ اسیطرف ہی وجہ اسکی یہہ ہے
کہ کلام اللہ کی شان مین کلام اللہ ہی مین یون فرمائی ہین تبیانا لکل شی مطلب یہہ ہے کہ کلام اللہ مین
ہر چیز کا بیوار ہے ہم نہین سمجہتی تو کیا ہوا سمجہنی والی سمجہتی ہونگے خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہر جب
کلام اللہ ہی مین سب کچہہ آگیا تو تفویض کہان رہی بلکہ اس صورۃ مین تو لازم ہی کہ جو کچہہ حضرت نبی یا ائمہ
نی فرمایا ہو وہ شرح قران مجید ہو اپنے اختیار سے کچہہ نفرمایا ہو القصہ ہماری صلاح یہہ ہے کہ ان دونون
روایتہ پر قلم پہیر کر پہر جواب مذکور بالا سے انگریزون وغیرہ اعدا دین کے مقابلہ مین امید سرخرو ہونیکی
رکہین نہین تو اونکی ہی موہنہ مین زبان ہے سنیونکو تو بوجہ اتحاد ملتہ کی کچہہ لحاظ بہی ہوگا وہ نہین کیا لحاظ
ہے ایسا نہو کہ وہ یون کہنی لگین کہ ہماری انجیل اگر کلام اللہ سی منسوخ ہوگئی ہے تو ساری احکام تو
منسوخ نہین ہوئی آخر اخلاق کی باتین اور بہت سی احکام حلتہ اور حرمتہ کی بدستور باقی ہین اور عقائد
مین تو مسلمانون کے مقولہ کی موافق کچہہ فرق پڑا ہی نہین حضرت آدم کی وقت سے لیکر اب تک
وہی عقاید چلی آتی ہین چنانچہ کلام اللہ مین سورہ مائدہ مین خود موجود ہے وانزلنا الیک الکتاب

بالحق مصداقا لما بین یدیہ من الکتاب یعنی نازل کی ہمنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف سچے کتاب
کہ وہ پہلی کتابونکی بہی تصدیق کرتی ہی سو تمہاری کلام اللہ کا بہی یہی حال ہی کہ اماموں نے مناسب
وقت دیکہہ کر بہت سی احکام تبدیل و تغیر کردی چنانچہ پہلی روایۃ سی یہہ خوب طرح واضح ہوا ہی کیونکہ اختلاف
شیعہ کی وجہ حضرت امام باقر علیہ السلام نی یہی بیان کی ہی پہر حضرت امام مہدی کی پاس اگر وہ کلام اللہ
محفوظ بہی ہو تو کیا حاصل وہ دین تو بدل ہی گیا کوئی اور ہی کلام اللہ بنا چاہئی نہین تو یہہ ایسا ہی قصہ ہے
جیسا حضرت عیسی تمہاری عقیدہ ہموافق آخری زمانہ مین نازل ہونگی اور باوجودیکہ انجیل کی حافظ ہین
پہر بسبب اپنی دین کی منسوخ ہوجانیکی انجیل پر عمل نکرینگی بلکہ کلام اللہ پر عمل کرینگی باقی رہا
یہہ احتمال کہ شاید حضرت امام مہدی اونہین احکام پر عمل کرین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مقرر کئی ہوئی ہین سو اسکا جواب یہہ ہی کہ محمد بن بابویہ قمی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

یہہ روایۃ کرتی ہی عن ابی عبد اللہ انہ قال ان اللہ تعالی اخی بین الارواح فی الازل قبل ان تخلق الاجسام

بالفی عام فاذا قام قایم اہل البیت ورث الاخ من الذین اخا بینہما فی الازل ولم یورث الاخ من الولادۃ
یعنی حضرت امام ابو عبد اللہ نی جو حضرت امام جعفر علیہ السلام کا لقب ہی یون فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نی
ازل مین روحونکی پیدا کرنی سی دو ہزار برس پہلی روحون مین آپس مین بہائی بندی کرادی ہے سو
جب امام مہدی نکلینگی ازل کی بہائی بندی کی حساب پر وراثتہ جاری فرمائینگی اور جو نسل کی د
بہائی ہوگا اوسی وراثت نہین دلائینگی اب دیکہئی کہ اس روایت سی صاف یون ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام
مہدی کلام اللہ کے احکام کی موافق بالکل عمل نکرینگی اور یہہ حکم جو نسبی بہائی کی وارث ہونیکا ہی او
موقوف کردینگی اور اس روایتہ سی یہہ بہی واضح ہوگیا کہ بہائیونکی وراثتہ کا حکم جو سورہ نساء مین یوصیکم
اللہ کی رکوع مین ہی وہ کوئی خلیفہ ثالث کی نعوذ باللہ کچہہ کرتوت نہین بلکہ عین حکم الہی ہی ورنہ اسکی
موقوف ہونیکی حضرت امام مہدی کی وقت پر کیا تخصیص تہی الغرض جب تک اثنا عشریہ اس مذہب سے کہ امام
کو سب احکام کی منسوخ کردینی کا اختیار ہی دست بردار نہونگی جب تک انگریزونکی سامہنی اپنے کلام اللہ
کی محفوظ ہونیکی مقدمہ مین جو آیتہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون سے مستفاد ہوتا ہی مونہہ نکرسکینگے
اور ہماری اس صلاح کی ماننی مین فقط اونکا ہی فائدہ نہین کہ نصاری اور یہودی جیت جائینگی نہین بلکہ
لفظ خاتم النبیین جو سورہ احزاب مین ہی اوسپر بہی ایمان درست ہوجائیگا نہین تو یہودیونکی طرح

یہہ عتاب وتہپر نہی رہی گا کہ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض یعنے کیا تم تہوڑی سی کتاب پر تو ایمان لاتی ہو اور تہوڑی پر نہین لاتی وجہ اسکی یہہ ہے کہ یہہ بات تو انبیا مین سی بہی کسی کسی کو میسر آتی ہے کہ نئی شریعتہ لائی اور پہلے احکام بدل جائین بنی اسرائیل مین حضرت موسی کی بعد حضرت عیسی ع تک جتنی نبی ہوئے سب توراۃ ہی پر عمل کرتی رہی اور پہر حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بہی یہہ بات میسر نہین آئی کہ خدائی دین کا مقدمہ اونہین سپرد کر دیا ہو بلکہ جو کچہہ اونہون نی احکام مقرر کئے سب حسب فرمان خداوندی مقرر کئی حضرت موسی اور حضرت عیسی تو درکنار کلام اللہ سے تو یون معلوم ہوتا ہی کہ خود سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہی یہہ اختیار نہ تہا کیونکہ سورۂ انعام مین یہہ آیتہ موجود ہی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الایتہ جس کا حاصل یہہ ہی کہ کہدی ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ نہین پاتا ہون بیچ اوس چیز کے جو میریطرف وحی کی گئی ہے کوئی چیز حرام کسی کہانیوالی پر مگر فلانی اور فلانی اس آیتہ کی مضمون سی صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرام کرنی اور حلال کرنیکا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہی نہ تہا حلت وحرمتہ کا مدار وحی پر تہا دوسری کئی جگہ آیا ہی ان الحکم الا اللہ حاصل اسکا یہہ ہے کہ سوا خدا کے اور کوئی حاکم نہین اور اگر بالفرض خدا نے امتہ کی احکام اونکی سپرد بہی کر دئی ہون تب بہی ہماری امام کچہہ اون سی اسبات مین کم نہ ہے اور یہی احکام کی تبلیغ کے لیئے رسول ور نبی ہوا کرتی ہین چنانچہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی ای رسول پہنچا دے جو کچہہ تیریطرف نازل کیا گیا ہے الغرض اس طریق سے یہود اور نصاری کی پرخاش سی بہی نجاۃ ہو جائیگی اور اپنا ایمان بہی درست ہو جائیگا اور شاید کچہہ یہی سوچ سمجہہ کر شیخ صدوق یعنی ابن بابویہ نے کتاب الاعتقادات مین اس عقیدہ سے ہاتہہ اوٹہایا اور ہماری نزدیک اس حساب سے وہ صدوق اسم بامسمی ہو گئی مگر سنیون سے دامن چہڑانیکے لیئے سب اہل تشیع کی طرف سے نیابتہ یون کہہ اوٹہی من نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فہو کاذب یعنی جو یون کہے کہ شیعہ یون کہتی ہین کہ کلام اللہ اس سی زیادہ تہا جو اب لوگونکی پاس ہے اور جسکی ایکسو چودہ سورتین ہی وہ جہوٹا ہی اونہون نی چاہا تہا کہ سنیونکو جہوٹا بنائین پر خدا سچونکو سچا ہی کرتا ہی خدا ساز علامہ کلینی نی اس دروغ کا بار اپنی سر اوٹہایا یون کہئی علامہ صدوق کو جہوٹا بنایا چنانچہ اونکی روایتہ کلام اللہ کے سترہ ہزار آیتہ ہونیکی باب مین اوپر مرقوم ہو چکی کیسے سچ کہا ہی حق بر زبان جاری شود خیر کہان تک حضرات شیعہ کی نا انصافی اس باب مین بیان کیجی مضمون کی لئی اس قدر بہی بہت ہی ہین کوئی عاقل منصف ایسا نظر نہین آتا جو انا نحن نزلنا

الذکر وانا له لحافظون تے سے بجز اسکے کچھہ اور معنے سمجھی کہ اسمین ہرگز کوئی کمی بیشی نہین کرسکتا خلیفہ ثالث ہو یا
خلیفہ اول اور دوم بلکہ انصاف سے دیکھیئی تو بشہادہ صرف اس آیۃ مین سنیونکی بڑی فضیلۃ نکلتی ہے
شرح اس اجمال کی یہہ ہے کہ جو کام کسیکے اہتمام اور انتظام اور حکم سے ہوا کرتا ہے اگرچہ حقیقۃ مین اوسی اور
ہی کوئی کرے پر عرف مین وہ مہتمم ہی کیطرف اور منتظم اور حاکم ہے کیجانب منسوب ہوا کرتا ہے مثلاً کوئی
بادشاہ کسی رسالہ یا پلٹن کو خزانہ کی حفاظۃ کے لئے مقرر کرے سو رسالدار اور صوبہ دار دس پانچ سپاہیونکو
پہرہ پر مقرر کر دیتی ہین اور پہر نوبتہ بنوبتہ اور نمبر نمبر وار اوس پہرہ کو بدلتی رہتی ہین اور آپ آرام
کرتے ہین اور سپاہی پہرہ دار چورون قزاقون کو دفع کرتے رہتی ہین اب دیکھیئی کہ حقیقۃ مین محافظۃ
سپاہی پہرہ دار کرتی ہین پر چونکہ رسالدارون اور صوبہ دارون کی حکم سے کرتے ہین تو بڑی سرکارون
مین رسالدارون اور صوبہ دارون ہی کا نام ہوتا ہے اور سپاہیونکا کیا ہوا رسالدارون اور صوبہ دارون ہی کا
کیا سمجھا جاتا ہی اسیواسطے اگر کہین ایسی موقع پر کوئی معرکہ کا کام بن پڑتا ہے تو گو سپاہیون کو بہی قدر
قلیل انعام ملے پر رسالدارون اور صوبہ دارون کو بیش قرار انعام ملتا ہے اور عہدون کی ترقی ہوتی
ہے اسیطرح سنے ہی موافق حکم الہی کی اس خزانہ بیش بہا کی محافظۃ کرتے ہین اور چونکہ اوراق مین فقط
خوب حفاظۃ نہو سکتی تہی تو اس لئی اوسکو اپنی سینون مین گویا جان کی ساتھہ رکہتی ہین تاکہ بیدینون
اور شیاطین کو اوسکے چرانی کی دسترس نہو سو اولٹی چور کو توال کو ڈانڈین شیعہ سنیون ہی کو
چور بتانے لگے سو یہہ وہی مثل ہے نیکی برباد گنہ لازم اگر شیعون سے سنی کچھہ انعام اکرام اس خدمۃ کا
مانگتی جبہی یہہ تہمۃ لگائی ہوتی خدا کی دینی مین اتنا بخل کیون ہی تیل جلی سرکار کا کلیجہ پہٹی مشعلی کا ہم
جو دنیا مین دیکہتی ہین تو کلام اللہ کی محافظۃ سنی ہی کرتے ہین ایک ایک بستی مین بعضی بعضی جا یہان
یہان سو حافظ موجود ہین مگر چونکہ یہہ اونکی حفاظۃ موافق ارشاد خداوندی کی ہے تو یہہ اونکا کیا خدا ہے
کا کیا سمجہنا چاہئے اور سنیون کو ملازم خاص اور محکوم با اختصاص سمجہئی اس لئے خداوند کریم نے اس
محافظۃ کو اپنی طرف نسبۃ کیا اور یہہ فرمایا وانا له لحافظون یعنی ہمہین اوسکے محافظ ہین لیکن
شیعونکو محکومان نافرمان کی مانند جانئی بلکہ بمنزلہ باغیون کی یا چور ٹہونکی قرار دیجی کیونکہ یہہ فرقہ محافظان
کلام ربانی کی جو ایک خزانہ بی بہا ہی دشمن ہین اور خزانون کی محافظون کی قزاق اور باغی اور چور ہر ادشمن
ہوتی ہین غرض کہ یہہ آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون بہی بآواز بلند یہی کہتی ہے کہ مذہب اہل سنۃ حق ہے اور

سوائی

مذہب شیعہ باطل پر سنی کی کان شرط ہین جن کا لونپر خَتَمَ اللّٰہُ عَلیٰ قُلُوبِہِم وَعَلیٰ سَمعِہِم کی مہر لگی ہوئی ہو یعنی یہہ مضمون
اونپر صادق آتا ہے کہ اللہ نے اونکے دلون پر اور اونکی کانونپر مہر لگائی ہے وہ کیا سنین اور کسکی سنین
اگرچہ ہمین اپنی طرف سے سمجہانی مین قصور نکرنا چاہئی جیسے شیخ صدوق ایک بات مان اوٹہین مین ایسی ہی شاید
مولوی عمار علی صاحب یا کوئی اور عالم یا جاہل اسکو بہی مان جائی مگر چونکہ متعصب کو حق بات کا ماننا
ہرچند کتنی ہی صاف و روشن کیون نہو بہت دشوار ہوتا ہے تو اس تقریر کو سنکر شاید کوئی شیعہ مذہب
یون کہنی لگے ہمنے مانا کہ کلام اللہ سارا کا سارا صحیح اور سنیونکی روش کی خوبی ہی اوس سے ہویدا پر یہہ تو
کہین نہین کہ ابوبکر کو بہی ماننا ہی چاہئی اس لئی یہہ آیۃ سیوم مع اپنی ماحصل کی لکہی جاتی ہی تیسری آیۃ

اِلَّا تَنصُرُوہُ فَقَد نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذ اَخرَجَہُ الَّذِینَ کَفَرُوا ثَانِیَ اثنَینِ اِذ ہُمَا فِی الغَارِ اِذ یَقُولُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحزَن اِنَّ

اللّٰہَ مَعَنَا یعنی تم لوگ اگر ہماری پیغمبر کے مدد نکروگی تو کیا ہوگا اللہ اوسکا مدد کرنیوالا ہی پہلی ہی اوسکے
اوسنی مدد کی ہے جب کہ کافرون نے اوسی نکالدیا تہا جب کہ ایک وہ تہا اور ایک اوسکے ساتہ اور تہا
جب وہ دونون غار مین تہی کب جسوقت وہ اپنی ساتہ دینی والی سی یون کہی تہا کہ تو غمگین مت ہو ہمارے
ساتہ تو اللہ ہے اس آیۃ مین نظر انصاف غور کیجئی اور مونہہ زوری کو چہوڑی دیکہئی یہہ آیت کدہر کو لی
جاتی ہی سنیونکی طرف کہینچتی ہی یا شیعونکی گہر کا راستہ بتلاتی ہی ہمین اس جگہ مرزا کاظم علی صاحب لکہنو کا
مقولہ جو بڑی متبرک علماء شیعہ مین سی تہی اور قدوۃ الزمان مولوی دلدار علی صاحب مجتہد کے اونکی معتقد تہے
یاد آتا ہی خلاصہ اوسکا یہہ ہی کہ اور کسیکو تو جس کسی کا جو کچہہ جی چاہی سو کہی پر خلیفہ اول کا برا کہنی والا تو ہماری
نزدیک ہی کافر ہی اہل محفل مین سی کسینے عرض کی کہ قبلہ آپ کیا فرماتی ہین مذہب تو اسکے خلاف ہی اونہون نے
جواب دیا کہ مین کیا کہون ہون خدا کہی ہی صحابی اور صاحب کی معنی مین کچہہ فرق نہین سو خدا ہی خلیفہ اول کے
صحابی ہونیکا گواہ ہی کیونکہ صاحب کی لفظ سی جو اس آیۃ مین موجود ہی شیعون سنیون کی اتفاق سی ابوبکر
صدیق ہی مراد ہین سبحان اللہ اہل انصاف ایسی ہوتی ہین جیسی مرزا کاظم علی صاحب تہی اور وہ کچہہ ایسی
ویسی نہ تہی علم و زہد مین شیعونکی نزدیک وہ بہی شہرۂ آفاق تہی کونسا عالم شیعہ مذہب ہی جو اونکو نہین
جانتا اور اونکو نہین مانتا اور اونکا بہی اسبات مین کچہہ قصور نہین اس آیۃ کو جس پہلو سی پلٹ کر دیکہئی
کہین گنجائش گفت و شنود کی نہین ہر طرف سی سنیون ہی کا مطلب نکلتا ہی شرح اس معما کی یہہ ہے کہ
اول تو لفظ صاحب جو لصاحبہ مین ہی وہ عربی زبان مین صحابی کی ہم معنی ہی دوسری لفظ لا تحزن جس کا

یہہ مطلب ہے کہ غمگین مت ہو وہ اسی پر دلالۃ کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق عاشق صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور مومن با اخلاص تہی ورنہ اونکو غمگین ہونی کی کیا ضرورۃ تہی بلکہ محل خوشی تہا کہ اونکی دشمن موافق
عقیدہ شیعہ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اوسوقت خوب قابو مین آئی ہوئی تہی کفار جو اوسوقت پاس
آگئی تہی پکار کی ہی نہین تو کسی قسم کی کہڑکی ہی سے اونہین مطلع کر دیتی تاکہ نعوذ باللہ منہا وہ اپنا کام
کرتے اگر کہین انصاف کی آنکہین مول ملین تو ہم حضرات شیعہ کے لیئے مول لین اور اونکو دین تاکہ وہ کچہہ تو
پاس رفاقۃ خلیفہ اول کرین ؏ جو پاس مہر و محبۃ یہان کہین ملتا ؏ تو مول لیتی ہم ایک اپنی مہربان کی لئی
اور جو یہہ ہی نہو تو یہی سمجہین کہ اونکو اوسوقت اپنی جانکا خوف نہوا بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی تنہائی کا افسوس رہا اور غم ہوا تو اس باتکا کہ دیکہئی یہہ دشمن حق یعنے کفار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتہہ کیا کر بیٹہین اسلیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ غم کی
کیا بات ہے اللہ تعالی ہمارے ساتہہ ہے تو غمگین مت ہو اس جگہہ بعضے نا انصاف یون کہتے ہین کہ ابو بکر
صدیق کو اوسوقت اپنی جانکا ہراس تہا کچہہ پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہتا غور کریں تو انکے جگہہ ہی اس
باتکا یہہ مطلب ہوا کہ خداوند کریم کو نعوذ باللہ عربی بولنی ہی نہین آتی فصاحۃ و بلاغۃ تو در کنار اور
یہہ جو کلام اللہ کے اعجاز بلاغۃ کا شہرہ ہے یہہ فقط یارونکی گہڑی ہوئی بات ہی تفصیل اسکی یہہ ہے
کہ جو کچہہ ہی عربی جانتی ہین وہ ہی اتنی بات تو جانتی ہین کہ عربی زبان مین حزن کا لفظ غم کی جگہ اور
فراق محبوب یا تمنا کی فوت ہو جانیکی محل مین استعمال کرتے ہین اور جہان جان پر بنتی ہے
اور ڈر کا مقام ہوتا ہے خوف کا لفظ استعمال کرتے ہین کلام اللہ سی زیادہ تو کوئی کتاب عربی زبان
کی فصیح اور بلاغۃ آمیز نہین دیکہئی حضرت موسی جب کوہ طور پر گئی اور خداوند کریم نے پوچہا کہ موسی
تیرے ہاتہہ مین کیا ہے انہون نے عرض کی کہ یہہ میری لاٹہی ہی چلتی پہرتی اسپر سہارا رکہون
ہون اور بکریون کی لئی اس سی پتے جہاڑ ون ہون اور اسمین میری اور ہی بہت سی فائدہ ہین اودہر
سی حکم ہوا کہ اسی ڈالیو انہون نی جو ڈالا تو وہ ایک اژدہا تہی یہہ اولٹی پاون ایسی بہاگی مڑ کے
بہی نہ دیکہا اوسوقت خداوند کریم نی فرمایا أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ یعنے تو ادہر آ
اور ڈر مت میرے پاس رسول ڈرا نہین کرتے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسی کو
اوس اژدہا سی اپنی جانکا اندیشہ ہوا تب بہاگے اسلیئی خدا نے تسلی فرمائی کہ ڈر مت یون نفرمایا

لاتحزن یعنی رنجیدہ ہو اور اسیطرح جب انہون نی ایک قبطی کو مار ڈالا اور فرعون کے لوگون نی انکے
مار ڈالنی کا ارادہ کیا تو یہہ وہانسی ڈر کی بہاگی اوس موقع مین فرماتاہی فخرج منہا خائفا یعنی نکلی موسی
وہانسی ڈرتی ہوئی اور سوا اسکے اور بیسیون جگہ خوف کا لفظ کلام اللہ مین موجود ہے جہان کہین ہے
یہی معنی ہین اور جہان غم کا مقام دیکہا ہے وہان حزن کا لفظ استعمال کیا ہے سورہ یوسف مین
جس موقع مین حضرت یعقوب غم فراق یوسف مین ہائی یوسف ہائی یوسف کہا کرتی تہی اور اونہین
یاد کیا کرتے تہے اور حضرت یعقوب کی اور بیٹون نی یون کہا کہ تم یوسف کو یاد ہی کرتی کرتی مرجاوگی
حضرت یعقوب کیطرف سی یہہ جواب منقول ہی اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللہِ یعنے مین اپنی رب سے اپنی
پریشانی اور اپنا غم کہون ہون بلکہ بہت سی آیات سی یون ثابت ہوتاہی کہ حزن کی اور معنے ہین اور
خوف کے اور معنے ہین ایک دوسرکی جگہہ نہین بولاجاسکتا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا یعنی جب
نیکی مسلمان مرنے لگتے ہین تو فرشتی رحمتہ کی اونپر اوترتی ہین اور یہہ کہتی ہین کہ نہ تم ڈرو نہ تم غمگین ہو اگر خوف
اور حزن کی دونون کی ایک معنی ہوتی تو مکرر کہنی کی کیا ضرورۃ تہی صحیح یہی ہے کہ غم اور چیز ہے اور
خوف اور چیز ہے خوف اسی کہتی ہین کہ کچہہ آگی کو اندیشہ ہو اور غم یہہ ہی کہ بالفعل دلکی تمنا ہاتہہ سے نکل جائے
غم خوشیکے مقابلہ مین بولتی ہین خوف اطمینان کی مقابلہ مین خوشی اور اطمینان اور غم اور خوف کے معنی
بیان کرنے مین مجہے یہہ شرم آتی ہے کہ کوئی کیا کہیگا یہہ کونسی مشکل مخفی باتین ہین جنہین
کوئی نسمجہتا ہو پر کیا کیجی ایسی ناانصافون سی پالا پڑا ہے کہ شاید اب بہی اونکے سمجہہ مین نہ آئی لہذا
اتنا اور کہنا پڑا کہ جب کسیکا کوئی مرجاتا ہے تو اوسپر جو حالتہ پیش آتی ہی اوسی غم تو کہتے ہین پر خوف
اور ڈر کوئی نادان بہی نہین کہتا ہان مرنے سے پہلی جس موقع مین موت کا اندیشہ ہوتاہی اوس اندیشہ
کو البتہ خوف کہتے ہین پر غم کوئی نہین کہتا اگر کسیکا لڑکا کسی دیوار پر چڑہ جائی اور وہانسے اندیشہ گرکر
مرجانیکا ہو تو اوس اندیشہ کو البتہ خوف کہتی ہین لیکن کوئی نادان بہی اسی غم نہین کہتا القصہ غم عین
مصیبت کی وقت جو حالتہ ہوتی ہی اوسی کہتی ہین اور خوف مصیبت کی آمد آمد کی کیفیتہ کا نام ہے ایک
کو دوسریسی کچہہ لگاؤ نہین جو حضرات شیعہ ہٹ دہرمی کرکے لاتحزن کی معنے لاتخف گہڑلین مگر ایک طرح
وہ بہی سچے ہین اونکی یہان تو قاعدہ کلیہ ہے کہ اونٹی معنی سمجہتے ہین مولوی عمار علی صاحب نی ثالحق کی معنی
حق سمجہی چنانچہ اوسکا بیان گذرچکا اور تمام شیعون نے محافظونکا نام چور رکہا علی ہذا القیاس یہان

ہی اگر وہ ایسا کرین تو سنیونکو کیا شکایت ہے بلکہ خوش ہونیکی جگہ ہے کیونکہ اصل مطلب مین تو شریک ہے نکلے لفظون اور اصطلاح ہی کا فرق رہا سو یہہ کیا بڑی بات ہے مصرع ہر کسی را اصطلاحی دادہ ایم + حاصل تمہارے اونکے اختلاف کا یہہ نکلا حق کا نام اونکی اصطلاح مین ناحق ہے اور محافظ کا نام اونکی اصطلاح مین چور اور حزن کا نام اونکے نزدیک خوف ہے مگر جیسی کوئی انگریز یا بنیا مسلمانون کی محفل مین کسیکو کسیکے نسبتہ بابا کہتی ہوئی سنتا ہی تو اپنی اصطلاح کی موافق اوسوقت انگریز بیٹی کی معنی اور بنیا دادا کی معنی سمجھتا ہی ایسی ہی حضرات شیعہ نے اگر لاتحزن کے معنے لاتخف کی سمجھہ لئی تو اونکا کچھہ قصور نہین سنیون کو لازم ہے کہ اونکی اصطلاح کی موافق اونسے باتین کرین آخر حدیث مین بہی تو یہہ مضمون ہی کلموا الناس علے قدر عقولہم یعنے لوگونسے اونکی عقل و فہم کے موافق گفتگو کیا کرو اور اگر بپاس خاطر شیعہ لاتحزن کو ہمبہی معنے لاتخف ہی سمجھین تب بہی ہمارا چندان نقصان نہین ہمارا ادہر بہی بہلا ہے اس لئے کہ اس صورۃ مین یہہ معنے ہونگی کہ ای ابو بکر مت ڈر سو ظاہر ہے کہ ابو بکر جو خوفناک ہونگی اور اونکو اپنی جان کا کہٹکا ہوگا تو اسی سبب سے ہوگا کہ کفار کو اونکی ساتہہ دشمنی ہوگی اور وہ دشمنی بہی بوجہ اسلام اور ایمان ہوگی نہین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کی کیا معنے اور وہ بہی پہر اسقدر کہ خدا ہماری ساتہہ ہی خدا تو مسلمانون کی طرفداری اور حمایتہ کرتا ہی

ان اللہ مع المومنین ان اللہ مع المتقین ان اللہ مع المحسنین اور اس قسم کی کلمات سی کلام اللہ بہرا ہوا ہے سبکا ماحصل یہی ہے کہ اللہ اچہون کی ساتہہ ہے مومنونکی متقیون کی اچہی کامونکی کرنیوالونکی ساتہہ ہے کہین اول سی آخر تک کلام اللہ مین یہہ نہین کہ اللہ کافرون کی مرتدونکی منافقونکی ساتہہ ہی اور کوئی کہے کہ اللہ تو سبکے ساتہہ ہی مومن ہو یا کافر کلام اللہ مین موجود ہے ان اللہ بکل شیء محیط یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہے جب ہر چیز کو محیط ہوا تو ہر چیز کے ساتہہ بہی ہوا تو اس کا جواب یہہ ہے کہ ساتہہ ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہی اکہٹی ایک مکان مین رہنا اسمین فقط تن بدن کا ساتہہ ہوتا ہی اگرچہ دلون مین فرق ہو اس قسم کی ہمراہی تو طوطے اور زاغ کی سی ہے دوسرا دلونسی ساتہہ رہنا جیسے کوئی بادشاہ کسی بیکس کو جسکے سب دشمن ہون یون کہی کہ تو اندیشہ نکر ہم تیرے ساتہہ ہین اسکے یہی معنے ہوئی ہین کہ ہمین تیرا خیال ہی ہماری دل مین تیرا دہیان رہی گا ہم تیری حمایتہ پر ہین اس صورہ مین کچہہ لازم نہین کہ بادشاہ اور وہ ایک مکان مین ہون تو وہ اوسکے ساتہہ ہو نہین تو نہین ہان البتہ نامقدور

امداد اور اعانتہ چاہئی سو جہان کہین ان اللہ مع المتقین یا اسی طرح اور کچہہ آیا ہی تو اوس ہی دوسرے
معنے مراد ہین چنانچہ سب جانتی ہین نہین تو ایمن متقیون ہی کی کیا تعریف نکلی اور اونہین کی کیا تسلی
ہوگی سو خاص کر اس آیتہ مین تو محض تسلی ہی کی لئی یہہ کہا گیا ہے اور اوپر سے مددگاری ہی کا
بیان ہے باقی یہہ کوئی شبہ کری کہ اوپر ہی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی مدد کرنیکا بیان ہے
ابوبکر صدیق کی مدد تو نہین سو اس کا جواب یہہ ہے کہ اتنی بات تو بازاری بلکہ جولاہی کی لونڈیان ہی جانتی
ہین کہ غلام کی اہانتہ اور اوسکی رسوائی وہ میان ہی کی رسوائی گنی جاتی ہے انگریزون کی رعیتہ کو
اور ملازمونکو اگر اونکی غنیم ستاتی ہین تو اونہین کیون اتنا برا معلوم ہوتا ہے کہ فوج کشی کرتی ہین
اور ہزارون آدمیون کا خون کراتے ہین معہذا ہمنے غدر کی ایام مین دیکہا ہے کہ جسنے تحصیلدار
یا پولیس دار کو بچا لیا تہا وہ خیرخواہ سرکار گنا جاتا تہا سو ابوبکر صدیق کی مددگاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہی کی مددگاری ہے اسیلئے ہماری ستانی وقت تو یون فرمایا فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰہُ اور مدد کی وقت دونون
ہی کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو جو خدا کی مدد کی اطلاع کی
تو یون کی اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنے خداوند کریم خبر رسانی مین اوس قصہ کی تو فقط رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم
ہی کا ذکر فرماتی ہین اور یون کہتی ہین فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰہُ یعنی اللہ نے اپنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی فلانی وقت
مدد کی اور جس وقت کہ مدد کی تو دونون کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کو مدد کی اطلاع کی تو یون کی اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنے اللہ تعالیٰ ہم دونون کے ساتہہ ہے اور
چونکہ ایک لفظ یعنے معنا سے دونونکی مددگاری کا بیان فرمایا اور دو لفظ نکہی یعنی مَعِیَ وَمَعَکَ نفرمایا
جسکے یہہ معنے ہوتی کہ خدا میری ہی ساتہہ ہے اور تیری ہی ساتہہ ہے تو اس سے اور ہی واضح ہوگیا کہ
جس طرح سے خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتہہ تہا اوسی طرح حضرت صدیق اکبر کی ساتہہ تہا سو ایمین
تو ہم جانتے ہین کہ شیعہ ہی ہناچاری ہماری شریک ہون کہ خداوند کریم رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم
کے ساتہہ امداد اور عنایتہ اور محبتہ اور اعانتہ سے تہا تو حضرت صدیق کی ساتہہ ہی اسی انداز سے سمجہنا چاہئے
معہذا لفظ ثانی اثنین جسکا یہہ مطلب ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اوسوقت اکیلی نہی بلکہ اونکی ساتہہ ایک اور
ہی تہا یعنے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ضمیر مفعول الا تنصروہ سے حال واقع ہوا ہے سو اس صورۃ مین یہہ
لفظ ہی باواز بلند یہی کہی ہے کہ حضرت صدیق ہی مددگاری خداوندی مین شریک ہین اور اگر شیعہ

یون کہنی لگین کہ یہہ لفظ اخرجہ الذین کی ساتہہ مربوط ہے اور اوسکی ضمیر مفعول سی حال واقع ہوا ہے
اور یہہ مطلب ہی کہ جسوقت کفار نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے نکالا تہا اوسوقت وہ اکیلے
تہی اونکی ساتہہ ایک ونکا رفیق ہی تہا اور اسکو نصرۃ سی کچہہ تعلق نہین نصرۃ سے تعلق مجب ہو کہ اس
لفظ کو لفظ نصرہ اللہ سی علاقہ ہو تو اس تقدیر پر ہماری طرف سی یہی جواب ہے شکر بد ہان تو چشم ما
روشن دل ماشاد اگر یہہ مطلب ہو تو ہماری عین تمنا ہے کیونکہ اتنا تو شیعونکو معلوم ہوا کہ کفار کو جیسی
رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عداوۃ تہی ویسی ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہی عداوۃ
تہی باقی کوئی یون کہی کہ ابوبکر صدیق کو تو کفار نے نہین نکالا تہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اونہین ہمراہ لی لیا تہا سو اسکا جواب شیعہ دین کیونکہ یہہ معنے تو ہمنے اونہین کی طرف سی بیان کئی ہین
اور اگر ہمین سی پوچہی تو ہمین سی سینی جناب ہن بشہادۃ کلام اللہ کفار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو ہی اس طرح سی نہین نکالا کہ ہاتہہ پکڑ کر باہر کر دیا ہو یا دہکی دینی کی اتفاق ہوا ہو مثلا بلکہ صورۃ
یہہ ہوئی تہی کہ دار الندوہ مین جو ابوجہل کی بیٹہک کا نام تہا اور وہ خانہ کعبہ کی پاس ہے جہان
اب حنفی مصلے بنا ہوا ہی اور اب وہ جگہ داخل حرم محترم ہو گئی ہے وہان کفار مجتمع ہوئے اور اس
باتکا مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قید کرنا چاہئی یا مار ڈالنا مناسب ہے یا کہین انہین نکالدیجی
اس مشورہ کی اطلاع خداوند کریم نے اپنی حبیب مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کر دی آپ نے حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیق دلی سمجہکر ساتہہ لیا اور غار ثور مین تشریف لیگئے پہر تین دن کی بعد سواری
اور راہ کا بند و بست کر کے دونون صاحب مدینہ منورہ کو روانہ ہوئی چنانچہ اس بات کی طرف بطور اختصار
سورۂ انفال مین جناب خداوند کریم اشارہ فرماتی ہین وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ
یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ یعنی وہ ہی یاد ہی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کفار تیرے
ساتہہ مکر کرنا چاہتی تہی اور اونکا یہہ ارادہ تہا کہ تجہی قید کر لین یا قتل کر دین یا نکال دین ادہر وہ یہہ
مکر کر رہی تہی ادہر خدا اونکی ساتہہ مکر کر رہا تہا یعنی تجہی اطلاع کر دی پہر غار مین تیری حفاظت کی یہان
تک کہ مدینہ منورہ خیریت سی پہونچا دیا اور کیون نہو اللہ تو سب سے زیادہ مکر جانتا ہی اس قصہ کو غور کیجے
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی ہاتہہ پکڑ کے نہین نکالا تہا اور اگر یون کہی کہ ایذا کی درپی ہونا نکالنا
ہی ہے تو ابوبکر صدیق کی ہونیکی اونہین کونسی راحت تہی بلکہ اس سی پہلی ہی اونہین تو نکالدیا تہا ناہان

دغنہ اونہین ہٹا کی لائی اور کفار سے اونکی باب مین گفت و شنود کرے نہ دہ ہٹین یہہ روایۃ سنیونکی
کتابون مین تو موجود ہی پر عقل بہی یونہین کہی ہے کہ یون ہوا ہو تو کچہہ عجب نہین کیونکہ خداوند کریم نے

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی ضمن مین اس بات سے متنبہ کردیا کہ ابوبکر صدیق سی بہی کفار دشمنی
رکہتی تہی نہین تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اونکی کیون تسلی کرتی اور خدا کیون اونکے ساتہہ ہوتا اور نہین
تو اتنا ہی بہت ہی کہ خدا اونکی ساتہہ اوسیطرح ہی جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ساتہہ ہے اس تقریر
کے سننی کی بعد یقین یون ہی کہ شیعہ اس احتمال کو زبان پر بہی نلائین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نی ابوبکر کو اس لئی ساتہہ لی لیا تہا کہ وہ کہین کفار کو اطلاع نکردی کیونکہ اس احتمال کی جڑ بنیاد تو اس آیۃ
کے ہر ہر لفظ نے ایسی اوکہاڑی ہے کہ شیعہ اپنی سر کو قیامۃ تک پیٹین تو نہ جمی گی معہذا جناب رسالت
مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نعوذ باللہ کچہہ ایسی کم فہم نہ تہی اونکی عقل کا تو ایک عالم دیوانہ ہی کیا وہ اتنی
ہی نسمجہی کہ اس اندیشہ کے سو دفعہ مین اگر ابوبکر صدیق کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس
بات کی اول سے اطلاع ہی نکرتی کہ مین غار ثور مین جاکر چہپونگا تو ابوبکر صدیق کچہہ شیعونکی امام تو تہی
کہ اونکو علم ما کان و ما یکون یعنی ازل ابد کی سب وقائع کی خبر تہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتی یا نہ بتلاتی
اونکو آپ اطلاع ہو جاتی ماسوا اسکے تقیہ تو ایسی وقت مین ضروری ہو جاتا ہی چنانچہ شیعون کی نزدیک
ایک تقیہ کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا غار مین چہپ جانا ہی ہی خیر یہہ قصہ تو تقیہ کی اصل
جیسی ہی سو ہی انشاء اللہ آگی معلوم ہو جائیگا پر شیعونکی مذہب کے موافق تو ایسی وقت مین تقیہ فرض ہو جاتا
ہے اور جہوٹ بولنا مباح بلکہ ضرور چنانچہ اماموں نی جو صحاب ثلثہ یا اور صحابہ کی تعریف کی ہی اور وہ
انکی کتابون مین موجود ہی اوسکو شیعہ یون کہتی ہین کہ اماموں نی بوجہ تقیہ جہوٹ کہدیا تہا نعوذ باللہ منہا
القصہ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کچہہ جہوٹ بولکر ابوبکر کی دیسے غار ثور کی طرف جانیکا احتمال
نکالدیا ہوتا اسکے کیا ضرورت تہی کہ اونکو ساتہہ لیا اور ایک جانکا وبال خریدا تہا ہوتی تو بی کہٹکے ہوتی اونکی
ساتہہ وہ اندیشہ جس اندیشہ کے لیئے اونہین ساتہہ لیا تہا اور دو بالا ہو گیا اگر وہ کسی بہانہ سے وہانسی نکل کر
کفار کو اطلاع کردیتی تو بظاہر کون مانع تہا یا جسوقت کفار وہان آ کہڑی ہوئی اسوقت لب ل اوٹہتے تو وہی
مثل ہو جاتی کہ مینہہ سے بہاگے پر نالی کے نیچی جا کہڑی ہوئی دہوپ سے بچی پر آگ مین گر پڑی القصہ اگر
ابوبکر کی ساتہہ لینی مین یہی مصلحت تہی تو یہہ تو مصلحت ہے کوسون دور اسیواسطے ملا عبد اللہ مشہدی نے

اظہار الحق مین لاچار ہوکر انصاف کی راہ سے یہی کہا کہ نفس الامر تو یون ہی کہ یہہ احتمال بہت ہی بعید ہے
مگر وہ نقل مشہور ہی کہ ستر برس کا رام جی مین بیٹھا ہوا نکلتی ہی نکلی ہے انکی توفیق نہوئی کہ حق بول اوٹھین
اور اپنی بیگانہ کا کچہہ لحاظ نکرین اب ہمسے سنیے کہ ملا عبد اللہ مشہدی کا کہنا سب بجا اور درست اور اوسکی
حق ہونیمین کچہہ شک نہین اور اس وجہ سی اگر اونکی کتاب مذکور کو اظہار الحق کہین تو بہی ہی اور ہمکو بہی
اسباب کے تسلیم سی انکار نہین اگرچہ ملا مذکور شیعہ مذہب ہین ع متاع نیک ہر دو کان کہ باشد *
مگر ستم تو یہہ ہی کہ شیعہ حتی کہ علما بہی باوجودیکہ ملا عبد اللہ مذکور کو اپنا مقتداء دین ہم سمجھتی ہین اسباب مین
اونکی بہی نہین سنتے ہرچند ملا مذکور آخر کو یہی کہہ اوٹہی کہ عجب کیا ہے جو خلیفۂ اول کو جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمراہی اور ہمدمی کی لئی اسلیئے اختیار کیا ہو کہ اونہون نی اپنی بیٹی کا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتہہ نکاح کردیا تہا اور اکثر دنسے پہلے مسلمان ہوئی تہی اور اکثر ملازم خدمت نبوی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتی تہی لیکن کیا امکان جو حضرات شیعہ رو براہ ہون بلکہ عجب نہین کہ مجتہد
الزمان نکے یہان سی انکی لئی بہی حکم تبرا صادر ہو خیر کوئی مانی یا نمانی پر دل سبکا سنی ہون یا شیعہ یہی
گواہی دیتا ہے کہ ابو بکر صدیق کا ہمراہ لیجانا فقط اس وجہ سی تہا کہ اونکو کفار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا وزیر مشیر اور معین اور مددگار سمجھتے تہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا محب خاص اور ہمدم با اختصاص
جانتی تہی اور کیون نسمجہین شیعہ سنی کون نہین جانتا کہ اونہون نی ابتدا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے رفاقہ مین کفار کی ہاتہہ سی کیا کیا ایذائین سہین اور کسقدر جفائین اوٹہائین اور کس قدر
مال لٹایا اور کیا کیا کر دکہلایا بلال رضی اللہ عنہ کو مول لیا اور قید کفار سے چہڑا کر آزاد کیا اور علی ہذا
القیاس اللہ اور رسول کی خوشنودی کی اور سب اپنا خانمان برباد کیا پس درصورۃ اونکی مکہ مین
چہوڑ جانیکے ایک تو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہہ یقین کامل تہا کہ کفار اونکو اور
مجہے یکسان سمجھتی ہین جو کفار نابکار نے میرے لیئے تجویز کیا ہی انکی لیئے پہلے ہی انہون نے بیشتر کفار
سے مقابلہ کیا ہے اور اونکو بارہا یہہ وعظ و پند کیا ہی کہ دین اسلام دین حق ہی بت پرستی چہوڑ دو اگر
سعادۃ مدنظر ہے اتباع نبوی اختیار کرو اگر انکو یہان ہی چہوڑ گیا تو کفار انکو ہرگز زندہ نچہوڑینگے ہان
غم کو اگر ساتہہ نلون تو کچہہ مضائقہ نہین کہ اونسے کفار کو چندان پرخاش نہین اور باانیہمہ اونکے
طرح طرح کے لحاظ پاس ہین منجملہ اونکی یہہ بہی ہی کہ ابو جہل کی جو رئیس کفار ہے بہانجی ہین باقی اور

اصحاب کو کفار نگونسار کچھہ پاس و رئیس دین و ایمان نہین سمجھتے پہر تسپر اونکی بجا ‌ڈ کی اور بہت وجوہ
ہین پر ابو بکر کی رفاقۃ کفار کے انکہون مین خار ہے انکو دیکھہ دیکھہ لہو کی گھونٹ پیتی ہین یہہ اگر
ماری گئی تو بڑا رکن ایمان و اسلام ڈہ جائیگا اور ایسا رفیق شفیق اور ایسا مخلص کہ اوسکا اخلاص و محبۃ دل
مین اثر کرتا ہے ہاتھہ سے جاتا رہیگا با اینہمہ ایسی سفر پر خطر مین بی رفیق کی نہین گذرتے پہر رفیق بہی ایسا
چاہیئے کہ نہ جانسے دریغ ہو نہ پاس آبرو ہو زن و فرزند کی محبۃ سے خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبۃ
اوسکے دلپر غالب ہو اور تسپر گرم و سرد زمانہ دیکھی ہوئے تجربہ کار سیر و سفر مرد ہوشیار یگانہ روزگار بلند ہمت
عالی فطرۃ یار بے تکلف محب صمیم راز دار قدیم ہو جس سے دل کی بات کہلی دل خالی ہو غم و حیرانی و وحشت
و پریشانی اوسکی صحبۃ سے دور ہو سو مجموعہ ان اوصاف کا سوا جناب صدیقی کے کسی اور مین نپایا اسی لیئے
عین دوپہر کے وقت آپ اونکی گھر تشریف لائی اور حاضری بکپوا کر دونون مخدوم عالم اور خادم ہمدم
رونق افروز غار ثور ہوئے اور عبد اللہ بن ابی بکر کو کہ فرزند ارجمند پسر کلان حضرت صدیق کے تہے جاسوسی
کے لیئے مقرر کیا کہ مشورہ کفار سے جو کچھہ وہ درباب طلب و تلاش حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کرین شبکو
آگاہ کرتے رہین اگر خاندان صدیقی کو کچھہ بہی عداوۃ ہوتی تو یہہ معاملے کہین ہوسکتے اور اگر بالفرض
والتقدیر بفرض محال ایسی مشورہ پیش بہی آتی تو اس سی بہتر کینہ کشی کا وقت اونکی پہر کونسا ہاتہہ آتا انعام
کفار جدا لیتے اور اپنا کام جدا کرتے حضرات شیعہ ہی اپنی کتابون کو دیکھہ کر فرمائین کہ ہمنی اس قصہ مین کیا
جھوٹ ملا دیا ہی سرمو اگر فرق پائین تو جو چاہین سو کرین منصفونکو تو بی اسکے کہے نہین بن پڑتی کہ ایسی وقت
کی ہمدمی اور رہبری اور اس اہتمام اور انتظام سی اونکا ساتہہ لینا ایسی بڑی فضیلۃ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ
تعالی عنہ کا اوس شب بستر پر سو رہنا بہی اوسکی ہمسنگ نہین ہوسکتا غدر مین سب نے دیکھا ہوگا کہ تلاشی کے
وقت اگر مجرم نہین ملا تو حکام نے اون لوگونسی کچھہ پرخاش نہین کی جو اوس مقام پر ملے ہان جسکو رفیق
و مددگار مجرم دیکھا اوسکو ہی مجرم ہی سمجھا ہای افسوس کہ خدا تعالے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
شہادۃ حضرت صدیق کی حق مین مقبول نہو فقط اس شرم سے کہ مسلمان کہلاتی ہین اگر خدا کی کلام کو
نمانینگی تو جواب کیا دینگے اس آیۃ کو جبرا کرہا اگر سر دہرتی ہین تو ہزار طرح کی نامعقول تاویلین گہڑتے ہین
ہر چند منقریان سیہ باطن تیرہ درون کے گہڑی ہوئی باتون کو ایسا دل وجانسے بی حیلہ و حجۃ قبول کرتے
ہین کہ اگر اوسکے قبول کرنیکو کلام اللہ کی قبول کرنیسے موازنہ کرین تو کلام اللہ کا تسلیم کرنا وسکے پاسنگ ہی

نہین ہوتا ہمین اسمین شک بہی نہین کہ حضرات شیعہ کے دل مین اس آیہ سے اول وہلہ یہی معنی آتی ہین کہ حضرت
ابوبکر صدیق کو اوسوقت اگر رنج تہا تو یہی تہا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیکس و بیکس
ہین مین ایک تن تنہا کیا کر سکتا ہون مبادا دشمنان دین جو پاس پاس کو پہرتے ہین اس طرف کو جہانک
اوٹہین اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنو نکو ہلاک کر جائین اور ہماری حسرتین اور تمنائین سب
دلکی دل ہین رہ جائین مگر چونکہ کمال درجہ کی بیکسی اور بے سروسامانی کو امداد و اعانتہ لازم ہے چنانچہ
کلام اللہ مین ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا یعنے جب کہ ناامید ہو گئے رسول
اور اونہین یہہ وہم ہوا کہ یہہ وعدے جو درباب نصرۃ اور مددگاری کے ہمسے تہے مبادا خیال شیطانی ہون
ہم اپنی غلط فہمی سے اوسکو وعدہ خداوندی سمجہتے ہون آئی اونکو ہماری مدد اوس مایوسی مین جو حضرت ابوبکر کو
باعتبار ظاہر کے پیش آتے تہے نزول امداد ہوا اور بشارۃ ہوئی کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ای ابوبکر مایوس اور غمگین
نہو تسلی رکہہ ہمارے ساتہہ خدا ہے القصہ اوس وعدہ صادق نے ظہور فرمایا اور کفار نگو نساہ کے شر سے اون دونون
بندگان خاص کو بچاکر بحفظ تمام مدینہ مین پہونچایا اور پہر دین کو یہہ رونق دی کہ اظہر من الشمس ہے سو دعا دینے
چاہیے ابوبکر صدیق کی جانکو کہ نہ وہ اتنی غمگین ہوتے نہ اوسکا یہہ ثمرہ مترتب ہوتا کہان اونکے صدقہ سے
یہہ نصرۃ ہو کہان ملک ایران وغیرہ قبضہ کفار سے چہوٹین اور شیعو نکو ٹہکانا ملی مگر اس نااہلی کو دیکہیئی کہ شکرانہ کے
بدلے اونکے ساتہہ وہ کرتے ہین کہ کوئی اپنی محسن کے ساتہہ نکرے ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان ◈ اس مقام مین
بعضے متعصب لاچار ہو کر بہت پیچ و تاب کہا کر شاید کہین تو یہہ کہین کہ واقعی اوس زمانہ تک تو ابوبکر ایسی ہی تہے
جیسے خدا کے کلام سے سمجہا جاتا ہے مگر وہ بات پہر نرہی ہوگی یہہ شبہ اس قابل نہین کہ کوئی اسکے جواب
کیطرف متوجہ ہو بلکہ شیعو نکو لازم ہے کہ ایسا انکو منہہ پر نلائین مبادا کوئی ہندو انگریز سنکر یون بکنے لگے کہ ایسی
خداہی کو سلام ہے جسی چار دن بعد کی خبر نہو اور اگر بفرض محال حسب گفتار شیعہ نقل کفر کفر نباشد خدا کو ابوبکر صدیق
کے اون اطوار و نکی جو اونسی بعد مین ظہور مین آئے خبر نہین ہی تہی اور بہولی چوکی موہنہ سے یہہ بات نکل
گئی تہی تب لازم تہا کہ اپنی اس بات کی پچ کرتا اور جون تون ابوبکر صدیق کو راہ راست پر لاتا خدا تہا کچہہ ناخدا
تو نتہا کہ باو مخالف مین لاچار ہو کر بیٹہہ رہے بند ونکو اپنی بات کی کہ پچ ہوتی ہے خدا تو خدا ابوبکر صدیق کے
حق مین تو یون کہا کہ ہم اوسکے ساتہہ ہین اور ادہر یون سنا دیا کہ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ یا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ
لَدَیَّ دونون آیتونکا یہی مطلب ہے کہ خدا کی بات بدلی نہین جاتی اور پہر تیسیر ابوبکر کا ساتہہ چہوڑ دیا یہان

تک کہ شیطان نے اوسی آدبایا یا یون کہیی نعوذ باللہ کہ خدا ساتہہ تو تہا پر جدا ہے شیطان کے مقابلہ مین کچہہ نہو سکا
تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا بجز شیعون کے اور کسی یہہ دلیری ہے کہ ایسی بات مونہہ پر لا سکے یہہ نہین سمجہتے
کہ اول تو ان اللہ معنا یہہ ایسا جملہ ہے کہ عربی کی محاورہ کے موافق اسمین سے ہمیشگی کی بو آتی ہی جو لوگ عربی جانتے
ہین اور فن بلاغۃ کے قواعد سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین بلکہ اتنی بات تو یقین یون ہی مولوی عمار علی صاحب
ہی جانتے ہون دوسرے ہمنے مانا اس جملہ سے کچہہ ہمیشگی نہین نکلتی پر اتنی بات تو شیعون کو ہی تسلیم کرنی ہی پڑیگی
کہ اوس وقت خاص مین تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او حضرت ابوبکر صدیق اس خدا کی ہمراہی اور ہمدمی
مین شریک تہی اور یہہ ممکن ہے نہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا کبہی علحدہ ہوگیی ہون اور اونکی
ہمرہے اور طرفداری چہوڑ دی ہو سو ان اللہ معنا مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ تو دائمی نکلا اس
صورۃ مین ابوبکر صدیق کا حصہ ہی دائمی ہوگا کیونکہ دونون کے حصے رلی ملی ہوئے ہین بٹی ہوئے نہین ایک
مع کا لفظ دونون کے واسطے ہے دو لفظ جدی جدی نہین یعنی معی ومعک نہین فرمایا تیسرے ہم اس سے ہی در گذرے
ہم یون کہتے ہین کہ شیطان کا مقولہ سورۂ ص مین یون منقول ہے فبعزتک لاغوینہم اجمعین الا عبادک
منہم المخلصین یعنی شیطان قسم کہا کے کہتا ہے کہ ای اللہ مجہے قسم ہے تیری عزۃ کی مین سب ہی بنی آدم کو بہکاونگا
مگر جو تیرے چہٹے ہوئے بندے ہین تو نی اونہین اپنے لیے چہانٹ لیا ہے کیونکہ وہ میرے دست قدرۃ سے باہر ہین
وہ تیری پناہ مین آگیی ہین سو چونکہ تو اونکی ساتہہ ہی اور وہ تیری پناہ مین ہین وہان میرا کچہہ قابو نہین چل سکتا
اور سورہ حجر مین الا عبادک منہم المخلصین کی بعد بطور تصدیق کے شیطان کے مقولہ کے جواب مین خداوند کریم
کیطرف سے یون ارشاد ہی ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنے شیطان کو کہا جاتا ہی کہ تو اس بات
مین سچا ہے جو میری پناہ مین آگئے ہین اونپر تیرا بس نہین چل سکتا اب بعد اسکے غور فرمایئے کہ حضرت ابوبکر
صدیق کا پناہ خداوندی مین آجانا تو اس آیۃ ہی سی ثابت ہے یعنے ان اللہ معنا سے صاف اتنی بات ثابت
ہوتی ہی کہ ایکدفعہ تو صدیق اکبر پناہ خداوندی مین آگیی اور خدا کی دربار مین اور سرحد مین گویا داخل ہوگئے
پہر بعد اسکے جو وہانسے نکلی تو شیطان کی نکالی تو نکل ہی نہین سکتے اور کسی نے نکالا اور اگر یون کہی کہ خدا
نے اپنی پناہ سے نکالدیا تو یہہ خیال خود غلط ہے کیونکہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی
یغیروا ما بانفسہم یعنے اللہ تعالے اپنی راہ رسم کو کسی قوم کے ساتہہ جب تک نہین بدلتا جب تک وہ
اپنی طور انداز نہ بدل دین اور خود حضرت ابوبکر صدیق بے اغواء شیطانی اور بے استدراج خداوندی اپنی

روشن بدل لین یہہ محالات مین سے ہے اسواسطی کہ یہہ بدیہیات مین سی بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر قسم کی کام کے
لیئے ایک استعداد ہی داد ودہش کی لئی سخاوۃ چاہئی مارنے مرنے کے لئی شجاعۃ چاہئی سو ایسی ہی ہر کام اور گنہ کی
باتونکی لئی بہی ایک استعداد اور قابلیۃ چاہئی سو وہ قابلیۃ اگر تہی تو خدائی چہپانا ہی تہا کس خوبی پر نعوذ باللہ
خود کلام ربانی ہی مین یہہ موجود ہے اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ
لِلطَّيِّبَاتِ یعنی بری چیزین برونکی لئی اور برے بری چیزونکی لئی اور اچہی چیزین اچہونکی لئی اور اچہے اچہی
چیزونکے لئی بلکہ اس موقع مین جو یون ارشاد ہوا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے اللہ ہماری ساتہہ ہے اس سی یہہ ثابت
ہو گیا کہ اللہ اونسے جدا نہو گا سو وجہ اسکی یہہ ہے اگر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ یعنے اللہ مومنونکے ساتہہ ہے
بعد لفظ لَا تَحْزَنْ کے فرماتے تو یون بہی گمان ہوتا کہ اللہ کی ہمراہی ایمان کی ساتہہ مشروط ہی جب ایمان
گیا ہمراہی بہی ساتہہ گئی اور درصورتیکہ بی کسی شرط کی ہمراہی ہو تو وہ دائمی ہوگی اوسمین زوال کا احتمال نہین
قرابۃ کی وجہ سے جو ارتباط ہوتا ہے وہ قابل زوال نہین ہوتا اور آپس کے دوستی مین جو بوجہ اخلاق اور
احسانات باہمدگری کی ہوتی ہین وہ جبہی تک رہتی ہین کہ اخلاق اور احسان باقی رہین اسیواسطی دوستی
ٹوٹ جاتی ہی رشتہ نسبی نہین ٹوٹتا القصہ نسب کی حقوق جانکی ساتہہ ہوتی ہین اور دوستی کی حقوق
احسان کی ساتہہ سو چونکہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا ہے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وغیرہ جو کسی وصف پر دلالۃ کری
نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر کے ساتہہ خدا تعالی کے ہمراہی جانکی ساتہہ ہی کسی وصف کی ساتہہ نہین
پہر اگر خدا کی ہمراہی بدلجائی تو موافق آیۃ مذکورۂ بالا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ الآیۃ کی کسی وصف مین تغیر آنا ضرور
ہے اور جب اوصاف کی تغیر اور تبدل پر معیۃ اور ہمراہی مین بہی تغیر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ معیۃ اور ہمراہی
اون اوصاف ہی کی سبب سے تہی یہہ وجہ تہی اس صورۃ مین لازم آویگا کہ خدا سی بڑی چوک ہوئی کہ اوس
وصف کا نام نلیا یا خداوند کریم بہول گیا اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ کی جگہ مثلا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا نعوذ باللہ من
سوء الفہم خداوند کریم اور چوک جائی یا بہولجائی خدا کی تو یہہ شان ہی جیسے کلام اللہ مین آیا ہی لَا يَضِلُّ
رَبِّي وَلَا يَنْسَى یعنے حضرت موسی علیہ السلام فرماتی ہین کہ میرا رب نہ چوکی نہ بہولی انصاف اگر ہو تو اس لفظ
معنا سے یون سمجہہ مین آتا ہی کہ ابوبکر صدیق کا رتبہ کچہہ لگ بہگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رتبہ کی ہے
جو ایک قسم کی معیۃ اون دونونکے واسطی خداوند کریم نی بیان فرمائی سو یہہ بات بجز اسکے نہین ہو سکتی کہ
صدیق اکبر اونکو کہا جائی اور تمام امت محمدی اور سوا اسکی اور امتہای ماضیہ سے اونکو افضل سمجہا جائی جیسے کہین

اونکے رتبہ اور مقام کی سرحد اعلی مقام نبوة کی سرحد اسفل سے متصل ہو اور یہہ لیاقت بہم پہونچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی بات مین شریک ہون سو یہہ بات شیعہ سنی سب جانتے ہین کہ ایسا مقام جو مقام نبوة سے متصل ہو بجز صدیقیت اور کوئی نہین کیونکہ کلام اللہ مین بعد انبیا کی صدیقین ہی کو ذکر کرتی ہین سو اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی امت کی صدیق اکبر کا رتبہ اوس نبی کی رتبہ سے متصل ہے نیچی ہوتا ہے سو چونکہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوة تو اور نبیونکی نبوة سی بالاتر ہے تو اس آپ کی صدیق اکبر کا رتبہ اپنی امت کی صدیقون کے مرتبے سے تو بڑہ کر ہی ہی اور امتونکی صدیقونکی مرتبہ سے بہی بالاتر ہو گا اب بس کیجی کہ منصفونکے لیئے یہہ بہی بہت ہی اور متعصبونکو خداوند کریم اگر سمجہائی تو شاید مانین ہم جیسونکی کاہیکو مانین گے مگر ہمین بطور نصیحت اسقدر کہنا لازم ہے کہ خداوند کریم جسکے ساتہہ ہوتا ہے اوسکی دشمنونکی خیر نہین ہوتی اسکے بعد کوئی کہیگا تو یہی کہیگا کہ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا حقیقت مین خدا کا مقولہ نہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہی خداوند کریم فقط ناقل اور راوی ہی کچہہ اپنی طرف سے نہین فرمائی جو کچہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اوس وقت صادر ہوا اوسے بعینہ نقل کردیا جیسے فرعون کا انا ربکم الاعلے کہنا یعنے مین تمہارا بڑا رب ہون یا ابلیس کا انا خیر منہ کہنا یعنے مین آدم سے بہتر ہون بعینہ نقل کردیا ہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہرچند رسول ہین لیکن پہر بہی انسان ہین اور یہہ مثل مشہور ہے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچہہ غلطی ہو گئی ہو تو کیا بعید ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ واقعی شیعونکی لئی یہہ بات بڑی مایۂ افتخار ہے لازم تو یون ہی کہ عید بابا شجاع سی اکی خوشی کم ہوا گرچہ کسی سنی ہی کی تبلائی ہہی مطلب کی وقت، تو گدہی کو بہی باپ بنالیا کرتے ہین سنی تو اونکی قدیمی استاد ہین اور استاد بہی کونسی جن سے کلام اللہ سیکہا جسکا رتبہ حقیقی باپ سے بہی بڑہ کر یہہ بات بہی اگر اون ہی سیکہ لے تو کیا مضائقہ ہے مگر اتنا کہنا میرا بہی ماننا چاہئی کہ سورہ نجم کو ساری کی ساری نہین تو اتنی ہی کلمہ کو ساقط کردو مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنے ہمارا پیغمبر جو کچہہ ہمارے حوالہ سے کہی ہے وہ کچہہ اپنی جی سے نہین تراش لیتا بلکہ وہ نری وحی ہے اوس مین کسیطرح کا رلاؤ نہین نہ کچہہ دخل فصل ہی نہ وہم کا یا عقل کا کچہہ دخل ہے خلیفہ ثالث نے امیر المومنین علی مرتضی وصی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی فضائل کے کلمات اور آیات کیا سورتین کی سورتین جو خلافہ پر دلالة کرتی تہین کلام اللہ سے نکالدین تم اوسکے پاداش مین ایک آیة جو فی الجملہ اثبات فضیلہ خلیفہ اول مین کار آمد ہے اگر نکال ڈالو تو از قبیل جَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُھَا کی ہوگی بلکہ اوس سے بہی کم

کیون کہ اس آیۃ کے معنی تو فقط اتنی ہی ہین کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے سو یہان برابری کیا آدہون آدہ کی بہی نسبۃ نہین تقریباً گیارہ ہزار آیۃ کے بدلہ مین ایک آیۃ کو کون برابر کردیگا اور پہر وہ بہی ایسی کہ اوسکے جاتی رہنے سے کوئی حق تلف نہین ہوتا خلیفہ ثالث نے تو یہہ کمال کیا کہ اتنی آیتین بہی نکالدین اور آیتون کو نکال کر عوام کی آنکہون مین حضرت علی کا حق بہی نہ رکہا خیر یہہ بات تو دور جا پڑی حاصل یہہ ہے کہ آیۃ وَمَا یَنْطِقُ الخ صاف اس بات پر دلالۃ کرتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کہا خدا ہی کا کہا ہے خاص کر ایسی بات کہ جو بجملہ اخبار غیب ہے کیونکہ خدا کی معیۃ تو کچھہ آنکہون سے نظر نہین آتی بلکہ اخبار غیب مین سی بہی اول قسم اسلیئے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ہمسنگ آیات متشابہات ہی اونمین عقل کو کسیطرح دخل نہین ہو سکتا جو کوئی یون نہین کہی کہ عقل کی وسیلے سے بہت سے وقایع آیندہ کی اطلاع ہو جاتی ہی خسوف کسوف اکثر واقفان علم ہیئۃ کو معلوم ہو جاتی ہین سو اگر ایک واقعہ بالفعل کے کچھ اطلاع عقل کے وسیلے سے ہو گئی ہو تو کیا عجب ہان اگر کوئی حکم حلۃ حرمۃ کا ہوتا تو البتہ اوسمین اجتہاد کی گنجایش تہی احتمال ہو سکتا تہا کہ جیسے پہلی امامون نے اجتہاد کئی ہین اگر کسی بات مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہی کیا ہو تو کیا عجب چنانچہ سنی اجتہاد نبی کی قائل ہین مضمون اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا مین کوئی احتمال بجز اسکے نہین کہ جو کچھہ آپکی زبان پر جاری ہوا وہ سب القاء ربانی تہا کوئی احتمال مفید مطلب شیعہ اس آیۃ کی پاس کو بہی نہین پہٹکتا چپکیہ تو چیز دیگر حق یہی ہی کہ اگر ابوبکر حسب اعتقاد شیعہ مقبولان بارگاہ الہی مین سی نہوتی اور انجام اونکا ارتداد اور کفر پر ہوتا تو اول تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اونکی تسلی ہی نفرماتی کیا ضرورۃ پڑی تہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر جہوٹ بولتی اور تقیہ کو کوئی کہی تو اول تو تقیہ وہان ہوتا ہی جہان اندیشہ کسی قسم کا ہو ابوبکر صدیق کچھہ پہلوان نتہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کچھہ کمزور نہ تہی اون مین تو ایک پہلوان کیا بہت سے پہلوانونکا زور تہا تنہائی مین ابوبکر کے مار ڈالنی کا بہت عمدہ موقع ہاتہہ آگیا تہا وہان کون پوچہتا تہا مار کر کہین چلدیتی دوسرے تقیہ کرنا تہا تو تلطف اور اخلاق زبانی کفایۃ کرتی تہی سو وہ کچھ تسلی اور تشفی ہی کی الفاظ مین منحصر نہین ہم جیسی جنہین گفتگو کا سلیقہ نہین بہت سی تلطف کے الفاظ تراش سکتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو افصح العرب والعجم تہی اور اگر تسلی ہی کی الفاظ کی ضرورۃ تہی تو اور بہت سی صورتین نہین اس جہوٹ کی کیا ضرورۃ تہی اور نعوذ باللہ منہا ہمسے تو نہین کہا جاتا اگر شیعی

کہی موافق جہوٹ ہی بولنا تہا تو کچہہ توریہ کر لینا تہا اگر اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی جگہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرماتی
تو تسلی کی تسلی ہو جاتی بات کی بات بن جاتی اونکی تسلی ہو جاتی آپ جہوٹ سی بچ جاتی ابوبکر اگر
نعوذ باللہ منافق ہتی تو یون سمجہہ جاتی کہ مجہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن اور اپنا رفیق سمجہتی ہین اور
اگر مومن ہتی اور پہر مرتد ہو گئی تو اپنی کلام مین سچی رہتی خدا کیطرف بہول چوک کا احتمال نہو تا کیونکہ جبتک
وہ مومن رہی جب تک اللہ تعالی بہی اونکی ساتہہ رہے جب اونکی ولسی ایمان نکل گیا خدا نی بہی اونکی
ہمراہی چہوڑ دی اس تقریر کے بعد ایک تنبیہ پر خاتمہ کرتا ہون اتنا یاد رہی کہ شاید بعضے عقل کے دشمنونکو

یہان یہہ خلجان پیش آئی کہ کلام اللہ مین یون ارشاد ہی وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ
یعنے نہین بہیجا ہمنے کوئی رسول مگر اوسکی زبان وہی تہی جو اوسکی قوم کی زبان تہی سو جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہی موافق اس قاعدہ کی عرب کی محاورہ مین گفتگو کرتے ہونگے
اور چونکہ اس بات کی علت یہہ معلوم ہوتی ہے کہ تفہیم مطالب مین فرق نہو تو یون سمجہہ مین
آتا ہے کہ کلام اللہ بہی عرب کے محاورہ مین ہو اور یہہ ظاہر ہے کہ صاحب عربی زبان مین فقط
بمعنی ہمراہی ہی اوسکو صحابی کے ہم معنی سمجہنا ایک طرح کی نا انصافی ہی کیونکہ صحابی اصطلاح
شرع مین اوس شخص کو کہتی ہین کہ ایمان سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تہوڑی دیر یا بہت دیر
رہا ہو اور بعضے علماء کا یہہ مذہب ہی کہ طول صحبۃ بہی شرط ہے بہر حال ایمان داخل مفہوم صحابی ہے سو لفظ
صاحب اول تو اصطلاح مین معروف نہین بلکہ اصطلاح شرع مین لفظ صحابی مستعمل ہوتا ہے دوسرے
سلمنا کہ صاحب بہی مستعمل ہو لیکن کلام اللہ تو عرب کے محاورہ موافق اوترا ہے اصطلاح کے موافق نہین اوترا
تیسرے ہمنے مانا کلام اللہ سے ابوبکر صدیق کا صحابی ہونا بہی ثابت ہوا اور اس وجہ سے بدلالۃ التزامی
اونکے ایمان کا بہی پتا لگا مگر کوئی یہہ تو بتلائے کہ اس آیۃ سے تا دم مرگ اونکا ایمان پر قائم رہنا کہان
سے نکلا سو جو شخص اونکے ارتداد کا قائل ہو اس آیۃ سے اوسکا الزام معلوم جواب اس وہم کا یہہ ہے

اونکا ایمان اور پہر ایمان پر قائم دائم رہنا تو بایمار کلمات طیبات الا عبادک منہم المخلصین اور ان عبادی
لیس لک علیہم سلطان اوپر مرقوم ہو چکا حاجت تکرار نہین پہر جب ایمان تو یون ثابت ہوا
اور ہمدمی اور مصاحبت لفظ صاحب سے ثابت ہوئے تو صحابیۃ مین کیا کسر باقی رہ گئی جسکا
انتظار ہے اس صورۃ مین اگر صاحب مرادف صحابی کے نہین تو نہو معنے الفظ

صاحب کا مشہور ہونا او صحابی کا اصطلاح شرع مین مشہور ہونا تو باعتبار اس زمانہ کی ہے اور
اگر اوس زمانہ مین بہی یون ہی تہا تو یہہ ایسا قصہ ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم بنام محمد مشہور تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام نے جو آپکی بشارة دے
تو احمد کے نام سے بشارة دی چنانچہ سورہ صف مین مذکور ہے القصہ جب دو لفظ مرادف
اور ہم معنے ہوا کرتے ہین گو ایک مشہور ہو مگر گہ وبیگاہ اوسکے جگہہ دوسرا لفظ بہی بول
دیا کرتے ہین باقی یہہ کہنا کہ کلام اللہ عربی محاورہ مین ہے اسکا کسی انکار ہے پر اسکے
یہہ معنی نہین کہ جو لفظ کلام اللہ مین ہے اوسکے وہی معنے مراد ہین جو عرب کی زبان مین اوسکے
معنی تھے صلواة زکوة صوم حج یہہ جتنے اس قسم کے الفاظ ہین سب کے سب اپنے
معانی اصلی سے منقول ہین اور اصطلاح شرعی مراد ہے سو ایسی ہی لفظ صاحب کو سمجہنا
چاہیے اور قاعدہ کلیہ اسکا یہہ ہے کہ جب کوئی رسول آتا ہے تو وہ کچہہ نکچہہ نئے احکام لاتا
ہے اور ایک کارخانہ ہی نیا ہوجاتا ہی اور اکثر ایسی نئے نئے مضمون پیش آتے ہین کہ اوس کو
اور اوس کے توابع کو اون کے تفہیم کے اکثر ضرورة پڑتے ہے مگر چونکہ وہ احکام اور
وہ مضامین پہلی سے معلوم نہین ہوتے تو اون کے مقابلہ مین کوئی لفظ موضوع اوس
زبان مین نہین ہوا کرتا ناچار آپ وضع کرنا پڑتا ہے لیکن ہر زبان کا دستور ہے کہ
جب اوس زبان کے مشاقون کو کسی نئی وضع کی ضرورة ہوتی ہے تو پہلے ہی الفاظ مستعمل
مین سے کسی ایسے لفظ کو مقرر کر لیتے ہین کہ اوسکے معنی اول سی نئے معنی کو کچہہ مناسبة
ہو چنانچہ واقفان فن عربیة کو لفظ صوم صلوة کے دونون معنون قدیم اور جدید کے تصور سے
یہہ عقدہ اچہی طرح واضح ہوجائیگا سو ایسا ہی لفظ صاحب اور لفظ صحابی کو سمجہو مگر چونکہ
لفظ صاحب کے اصلی معنی کے تفہیم کی بہی اکثر ضرورة پڑتی ہے اور علی ہذا القیاس اس
لفظ کے معنی شرعی کی بہی اہل زبان کو اکثر ضرورة ہوتی ہے تو باین لحاظ فرق کے لیئے
صاحب کو اکثر پہلے معنون مین بولتے ہین اور صحابی کو اکثر دوسرے معنون مین مگر باین ہمہ
صاحب دوسرے معنون مین بہی اطلاق کیا جاتا ہے لیکن اضافة کے وقت چونکہ
توہم التباس نہین رہتا تو لفظ صاحب ہی کو اصطلاح شرع مین استعمال کرتے

ہین چنانچہ جو لوگ احادیث پر اور خطب ائمہ پر عبور رکہتے ہین وہ خوب جانتے ہین القصہ
اصطلاحات شرع سے کلام اللہ خالی نہین بلکہ جو لفظ کہ شرع مین کسی معنے کے لیئے مقرر
ہے جب وہ کلام اللہ یا حدیث مین پایا جایئگا تو معنے شرعی ہے مراد ہونگے احتمال معنی اصلی
کا کرنا محض سفاہت ہوگی صوم صلواۃ زکوۃ سے کلام اللہ مین معنی شرعی کے مقابل مین مستعمل
ہوا ہے اور اس ہی معنے لغوی مراد لینی ہدایۃ سے بہت دور ہین اور سلمنا کہ لفظ صاحب سے
جو صاحبہ مین ہے معنی شرعی مراد نہون تب عرفی معنی اس لفظ کے وقتیکہ یہہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف مضاف ہو معنے شرعی کے مطابق ہونگے کیونکہ کفار زمانہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جو اہل زبان تہے جب اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کرتے
تہے اور اوس سے کسی کی طرف اشارہ کرنا مد نظر ہوتا تہا تو یہی معنی مراد لیتے تہے کہ فلانا شخص ہماری
ساتہہ سے نکل گیا اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ ہو لیا اور اونکی زمرہ مین داخل ہو گیا
ہمارے دین سے نکل بہاگا محمدی دین اختیار کر لیا اس مضمون کا ماحصل علماء شیعہ فرمائین
کہ کیا ہوتا ہے پہر جائی حیف ہے کہ کفار تک اس لفظ سے وقت اضافت یہی معنی سمجہتے ہون حالانکہ
اونکی اصطلاح نہین نسمجہین تو حضرات شیعہ نسمجہین مگر ہم جانین بزعم خود اچہا کرتے ہین کفار سے مطابقہ
اور موافقہ تو آخر ممنوعات شرعی مین سے ہی اور یہہ کیا ابہی تو شروع ہے رفتہ رفتہ کفار سے
یہہ خلاف پیدا کرینگے کہ برخلاف اونکی صوم و صلواۃ وغیرہ الفاظ سے بلکہ سارے کلام اللہ
سے حتی المقدور کچہہ اور ہی معنی سمجہا کرینگی اور ہم اس سے ہی درگذری صاحب کے لغوی
ہی معنے ہین اور کسیطرح معنی شرعی کی مراد لینے کی گنجائش نہین تب لفظ لا تحزن اور ان اللہ
معنا کو کہان کہو دینگے صاحب کے لفظ سے نہین ان دونون سے ایمان ثابت ہو گیا چنانچہ
اوپر مذکور ہو چکا بہر حال اونکا صحابی ہونا بطور اصطلاح شرع کے اس آیت سے ثابت ہو گیا
بلکہ ہمارے نزدیک اس صورۃ مین اور دو فضیلت ہو جایئنگی لفظ صاحب سے اصطلاح
شرعی مراد ہوتی تو وہ بات ہرگز نہوتی شرح اسکی یہہ ہے کہ اس صورۃ مین صاحب کے
لفظ سے جو ہمراہی مراد ہوگی تو اوسی ہمراہی کی طرف اشارہ ہو گا جو اذ ہما فی الغار سے ثابت
ہوتی ہے چنانچہ لفظ اذ جو اذ یقول مین ہے وہ پہلے اذ کا جو اذ ہما مین ہے بدل ہے

مطلب یہہ ہوا کہ یہہ ہماری نصرۃ اوس وقت ہوئی جب وہ دونو غار مین تھے اور پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم اپنی ہمراہی سے یون کہہ رہی تہی اور یہہ تو ظاہر ہے کہ ایسی وقت کی ہمراہی اوسیکا
کام ہی کہ اوس سی زیادہ کوئی مخلص نہو اور سچ ہی تو ہی ابو بکر صدیق کی جانبازی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین خاص کر اس وقت دشوار کی ہمراہی اور رفاقۃ ایسی نہین کہ اوسکا
انکار کیا جائی اگر خداوند کریم اوسکی طرف اشارہ نفرماتا تب کچھہ حاجۃ تہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
یہہ رفاقت اور اونکا اخلاص ایسا شہرۂ آفاق ہوا ہی کہ ضرب المثل ہو گئی ہین شیعہ زبان سی انکار کرین
تو کیا ہوا دل مین اونکی یہی ہی کہ ابو بکر صدیق کی برابر دنیا مین کوئی کسیکا رفیق نہین ہوا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی رفیقو مین کچھہ اونکا رتبہ بڑہ کر نہین دیکھتی نہین بلکہ جسکے رفاقۃ اور اخلاص نہایۃ
کو پہونچ جاتے ہین تو عرف مین اوسی شیعہ سنی ہندو مسلمان سب یار غار کہتی ہین رفاقت مین ایسا
رتبہ کہ ضرب المثل اور شعبہ بہہ ہو جائی بجز اسکے نہین ہو سکتا کہ اورا اونکی رفاقت کو اونکی رفاقت
کی ساتہہ ایسی نسبت ہو جیسے نور چہرہ کو نور قمر یا نور خورشید کی ساتہہ نسبۃ ہے کون نہین
جانتا کہ کجا آفتاب کجا آدمیکا چہرہ آدمی کیسا ہی خوبصورۃ کیون نہو آفتاب کے نور سی لاکہون
درجہ کم اوسکا نور رہتا ہی اوسکی شرف کی لئی یہی بہت ہی کہ اوسکے ساتہہ تشبیہ دیتی ہین ایسا ہی
اورونکی رفاقۃ اور دوستی کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقۃ اور دوستی سے بمدارج کم سمجہنا
چاہیئی اونکو یہی شرف بہت ہی کہ اونکی ساتہہ اورونکو تشبیہ دیتی ہین اور جسکی رفاقۃ اور دوستی
کی تعریف کرتے ہین تو اوسکو یار غار کہتی ہین الغرض اس تقدیر پر وہ صحابہ مین بہی فرد اکمل ہونگے
اور کیون نہو زبان خلق نقارہ خدا اونکا یار غار ہونا اور صدیق ہونا سب عام و خاص پر روشن ہی دوست
دشمن سب اونکو اسی لقب سے پکارتے ہین اب یہان بس کیجے مگر شاید کسیکو یہہ شبہ ہو کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
اگر افضل بہی ہوئے تو کیا ہوا خلافۃ تو بظاہر علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہی کا حق تہا کیونکہ وہ چچا کی بیٹی
اور داماد تہی اور مشہور ہے کہ داماد بمنزلہ فرزند ہوتا ہی تو اس صورۃ مین خلافۃ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی اگر پہونچتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہونچتی ابو بکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کون ہوتی تہی جو خلافۃ
دبا بیٹھی اور اس سی بہی قطع نظر کیجی اپنی بعد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کر دینا تہا وہ بہی نہوا وصیۃ کی
تو خلیفہ ثانی کی لئی کی سو اس توہم کا جواب اول تو یہی ہی کہ خلافۃ کو سلطنۃ پر قیاس کیجی تو البتہ یہی توہم

پیدا ہوتا ہی لیکن اہل فہم پر پوشیدہ نہو گا کہ خلافۃ نبوۃ ارکان دین مین سے بہی رکن عظیم اور سلطنۃ دنیا کے
امور مین سے بہی نہایت درجہ کو قبیح پہر جب حقیقۃ دنیا اور دین ہی مین اتنا تفاوۃ ہو کہ اوس سی زیادہ
اور کیا ہو گا تو اسکے اعلی درجہ اور اوسکی اعلی درجہ مین کچہہ لگاؤ ہے نہو گا جو ایک کو دوسری پر قیاس کیا جائی
ع ببین تفاوۃ رہ از کجاست تا بکجا ہو ہان خلفاء انبیا کو اگر خلفاء علماء اور خلفاء فقرا پر قیاس کیا جائی
تو البتہ قیاس کا موقع بہی ہی علم و فقر بہی امور دینی مین سی ہین مگر یہہ بہی سب جانتی ہین کہ خلافۃ علم اور
خلافۃ فقر مین یگانگت اور قرابۃ کی وجہ سی ترجیح نہین ہوتی فضیلۃ اور کمالات کی باعث ترجیح ہوتی ہی
چنانچہ لفظ خلافۃ ہی خود اسبات پر دلالۃ کرتا ہی اسلئی کہ خلافۃ بمعنے نیابۃ ہی اور نیابۃ کا استحقاق اوسکے لیئے
ہوتا ہی جو کہ منیب کا کام دی سکے اور اگر چند آدمی موصوف باین صفۃ ہون تو وہ اونمین مقدم ہو گا جس مین
کمالات اور فضائل منیب اورون سے زیادہ تر ہونگی بموجب حضرت صدیق اکبر کی فضیلۃ مابعد انبیا کے
سب پر ثابت ہو گئی تو پہر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی حق کے ہونیکے کیا معنی ہان یہہ مسلم کہ خلافۃ
کی لیاقۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہی رکہتی تہی لیکن اہل پہر افضل ہی باقی رہا دبا بیٹہنا ہم پوچہتی ہین کہ
جب سب مین زیادہ استحقاق خلافۃ حضرت ابو بکر صدیق ہی مین ہوا تو خلافۃ کو اگر دبا ہی لیا تو کیا بیجا کیا اپنا
حق تہا دوسرونکا حق چہینتی تو جای گرفت بہی تہی معہذا واقفان فن سیر جنکو حضرت صدیق اکبر کے خلیفہ
ہونیکے قصہ کی خبر ہی خود جانتی ہین کہ انہون نے خلافۃ خود دبائے تہی یا بجبر واکراہ اونکو سر دہرنے پڑی
باقی رہا حضرت عمر کا خلیفہ کر دینا اسکا جواب بہی یہی ہی کہ خلافۃ مین قرابۃ کو مداخلۃ نہین ورنہ حضرت فاطمہ
زہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سی بہی مقدم تہی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا
عورۃ ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا لڑکا ہونا موافق آئین سلطنۃ کچہہ مانع جائی
حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تہا سلطنۃ مین بوقت ضرورۃ اکثر عورتون اور لڑکونکو قائم مقام
کر دیتے ہین گو اور ہی کوئی نگران حال رہے القصہ اگر حال نبوۃ مثل حال سلطنۃ دنیا ہی اور قرابۃ باعث
ترجیح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہر بہی مستحق تہی نہ وقت وفاۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اونکا حق تہا
نہ اپنی خلافۃ کے وقت اوسوقت حق تہا تو حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا تہا اور اگر حال نبوۃ مثل حال سلطنۃ
نہین اور قرابۃ کو اسمین کچہہ دخل نہین بلکہ افضلیۃ باعث تقدیم ہونی چاہئی تو پہر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے حضرت عمر کو خلیفہ کر دیا تو کیا بیجا کیا کسی اپنی کو کر دیتی یا حضرت عمر اونکی نزدیک

اور ون سی افضل نہوتی تو البتہ جای اعتراض تہی معہذا کلام اللہ سی بہی یہی نکلتا ہی کہ جو کچہہ ہوا بجا ہوا
اور یہی عین صواب تہا اگر یقین نہو تو یہہ آیۃ چہارم موجود ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ
وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰا
سِقُوْنَ یعنے وعدہ کیا ہے اللہ نے بعضی اون لوگون سی جو تم مین سے ایمان لائی ہین اور اچہی اچہی
عمل کئے اس باتکا کہ اونکو زمین کا خلیفہ اور بادشاہ بنادیگا جیسا اون سے پہلون کو اور اونکی لئی
اوس دین کو جو اونکی لئی اللہ تعالی نے چہانٹ رکہا ہے اور پسند کر رکہا ہی خوب جما دیگا اور
اونکو بعد اسکے کہ اندیشہ اور خوف رہا کرتا تہا امن دیگا کہ وہ پہر میری ہی عبادۃ کیا کرینگے اور کسیکو
ذرہ برابر عبادۃ مین میرا شریک نکرینگے اور جو لوگ بعد اس نعمۃ کے کفران نعمۃ کرین اور
ناشکری کرین وہی ہین اصلی فاسق طاعۃ سے نکلے ہوے اس آیۃ کا حاصل یہہ ہوا جو کلام اللہ کو
سمجہتے ہین وہ تو سمجہتی ہی ہین اور جو نہین سمجہتی وہ ترجمون سے مطابق کرکے دیکہین آج کل سیکنون
ترجمے کے کلام اللہ ملتے ہین کچہہ کمی نہین اب میری سنئی یہہ وعدہ ہر کسی سے نہین ہوا اوس زمانی
کے مومنون سے ہوا ہے یعنے صحابہ سے ہوا ہے کیونکہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی بعد مِنْکُمْ بہی بڑہایا ہے
اس کا حاصل یہی ہوا کہ یہہ وعدہ اونہین سے ہے کہ جو تمہارے زمانی مین مومن ہین پچہلونکو اس
لفظ کے ذکر کرنے سے اس وعدہ سے علحدہ کر دیا ہی تو اب حضرت امام مہدی کا تسلط روی زمین
پر اس وعدہ سے علحدہ ہے اور پہر تس پر یہہ وعدہ بہی اوس زمانیکے تمام مومنوں سے نہین ہوا
بلکہ بعضی سے چنانچہ لفظ مِن جو مِنْکُمْ مین ہی اوسکا ماحصل یہی ہے بلکہ جب لفظ مِن ضمیر کے
اوپر داخل ہوگا اوسکا یہی مطلب ہوگا یا ابتدا کے معنی ہونگی سو اس جگہ ابتدا کی معنی کسیکے نزدیک
بن ہی نہین سکتے تو بیشک بعض ہی کی معنی ہونگی کیونکہ بیان کے لیئے تو فصحا کے کلام مین ضمیر
پر آتا ہے نہین اور سو اگر بالفرض بفرض محال یون ہی کہین کہ مِن یہان بیان کے لیئے ہی اور اسکا ہم ہرگز
خیال نکرین کہ کلام اللہ خدا کے کلام ہے اور وہ بہی معجز نظام کسی ایسی گنوار ہندوستانی کی نہین کہ
ہدایۃ النحو وغیرہ رسالے عربی زبان کی پڑہ کر عربی کی ٹانگ توڑنے لگے تب بہی شیعونکی مشکل ہے
رہی گی اس صورت مین تمام صحابہ مراد ہون گے حتی کہ خلفاء ثلثہ بہی اسلئے کہ جب تک تو وہ بہی

مسلمان ہی تہی مرتد ہوئی تہی اور اگر وہ منافقین مین سے تہے اور کبہی مسلمان ہوئی ہی تہے
تبہی وہ تو داخل رہے رہین گے جو اونکے عقیدہ کی موافق بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم مرتد ہوئے ہین اور جو آیات مرتدین کی بیان مین آئی ہین شیعونکے نزدیک
اونکے حق مین وارد ہوئی ہین اس صورۃ مین اول تو یہہ لازم آیگا کہ جو جو مرتد ہوگئے اونسے اس
بات کا وعدہ تہا کہ اونکے لیئے دین پسندیدہ کو جما دینگے وعدہ کر کے خدا نی خلاف وعدہ کیا کیونکہ
اگر خدا دین کو جما دیتا تو پہر نفس اور شیطان سی کہین اوکہڑ سکتا جو وہ مرتد ہوگئی معہذا اونکی حال
مین یون بہی بیان فرماتے ہین کہ جب اون سے یہہ وعدہ پورا ہوگا اوس وقت وہ میرے
ہی عبادۃ کرینگے یہان تک کہ ذرہ برابر کسیکو میری طاعۃ مین شریک نکرینگے یا یون کہو کہ یہہ
ہی ایک وعدہ ہی اخبار نہین بہرحال اس صورۃ مین لازم آیگا کہ تا دم بازپسین وہ اوسی حال
پر تہے جسکے انعام مین یہہ وعدہ ہوا تہا یعنے ایمان اور عمل صالح چنانچہ اہل فہم وعد اللہ الذین
آمنوا منکم وعملوا الصلحت سی یہی معنے سمجہتے ہین کہ باعث اس وعدہ کا ایمان اور عمل صالح ہین
پہر نہ معلوم کہ باوجود ان سب باتون کے وہ کیونکر مرتد ہوگئے دو حال سے خالی نہین یا یون
کہو کہ خدا نے خلاف وعدہ کیا یا خدا سے آئندہ کی خبر مین غلطی ہوئی اور یہہ سب لنسہی الذین
آمنوا منکم سے وہ چار پانچ صاحب ہی مراد ہین جو بزعم شیعہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمان رہے
اور مثل دیگر صحابہ مرتد نہوئے اس صورۃ مین من اگر منکم مین بیان کے لیئے ہوگا تو بیشک اون
سب کے ساتہہ اس وعدہ کا پورا ہونا چاہیئے کیونکہ وہ سب صاحب اس آیۃ کے نازل ہونی سی
پہلے مسلمان ہولیے تہی حالانکہ اون مین سے یہہ سب وعدے سوا حضرت امیر المومنین علی رضی
اللہ عنہ کے اور کسی کی لیئے پوری نہین ہوئے حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور
حضرت بلال بلکہ حسنین رضی اللہ عنہم تک یہہ بات نصیب نہین ہوئی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کا حال تو ظاہر ہے ہی اور حضرت امام ہمام سبط اکبر کا حال یہہ ہے کہ چہہ مہینے کے لئے وہ خلیفہ تو
ہوگئے پر چاہیئے اونکو کسیطرح کی تمکین دین حاصل ہوئی ہو ہرگز ظہور مین نہین آئی خاص کر شیعون
کے نزدیک کیونکہ امیر معاویہ جو اونکے نزدیک بالاتفاق کفار اور منکرین امامۃ ائمہ مین سے ہین
تمام خلافۃ پر غالب او مستولی تہی اور پہر امن تو ہرگز میسر ہی نہین آیا نہین تو خلافۃ ہی کیون

اونکے حوالہ کرتے اور کیون سارے عمر تقیہ مین گذارتے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو ہی
سنیونکے نزدیک خلافۃ اور تمکین کچہہ حاصل تہی شیعونکے نزدیک تو ہرگز حاصل نہین کیونکہ دین
شیعہ اوس زمانہ مین بہی مخفی ہی رہا اور حضرت کو تقیہ ہی کیئی بنی شیخین کی تعریف ہی کیا
یکبہی یہہ کبہی نہوا کہ کہل کہیلین اور بے کہٹکے ہو کر خلوۃ جلوۃ مین برابر یکسان گذارین چنانچہ اسکی سند
آگی انشاء اللہ تعالی معلوم ہو جایگی اور علی ہذا القیاس امن موعود یعنے کفار کے شر سے
حضرت امیر کو ہی بطور شیعہ حاصل نہین ہوا وہی امیر معاویہ ہمیشہ تنگ کرتے رہے اور آپ کے
ہاتہہ سے اکثر ملک نکال لیا بہرحال سب ہی اگر وعدہ ہو تو کلام بالکل لغو ہو جائیگا اور اگر من کے
بیانیہ ہونیکے ساتہہ استخلاف کو بہی بمعنی توطن لیجی جیسا کہ بعض علماء شیعہ نے تاویل کی ہی اور
بمعنی تسلط نلیجی تو قطع نظر اسکے کہ من کا ضمیر پر بیانیہ ہونا خلاف استعمال عرب ہے اول تو یہہ مشکل
ہے کہ استخلاف کے ساتہہ جب لفظ فی الارض ہوتا ہے تو تسلط ہی کے معنے مراد ہوتی ہین دوسرے
اس صورۃ مین قید وعملوا الصلحت محض بمعنی ہو جایگی زمین مین توطن تو صالح اور فاسق کو
برابر حاصل ہوتا ہے بلکہ فساق کو بوجہ احسن بلکہ آمنوا کی قید بہی بیکار ہی نظر آتی ہے کیونکہ کفار
کی توطن مین کیا کمی ہے القصہ ان لغویات سے کلام اللہ کی تفسیر کیجاتی ہے یہہ نہین جانتے کہ لغو
کلام کا کلام اللہ مین ہونا منجملہ محالات ہی اور بعضے علماء شیعہ بہت کوشش کر کے یہہ بات نکال کر
لائیمین ہین کہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت سی حضرت امیر مراد ہین اور جمع کا صیغہ تعظیم کے لیئے ہے یا حضرت
امیر اور اونکی اولاد مراد ہین مگر ہم کہتے ہین کہ قطع نظر اسبات کے کہ جمع سے واحد مراد لینا بضرورۃ
بیجا ہے اور باوجودیکہ جمع کے معنی بن سکین واحد کے معنے مراد لینی اہل سخن کے نزدیک بالقطع
ممنوع شیعہ اسکا کیا جواب دینگے کہ تمکین دین اور زوال خوف تو کسیکو ہی میسر نہین آیا اسلیئے
ضرور ہوا کہ منکم کے من کو تبعیضیہ قرار دیجی اور استخلاف سی تسلط مراد لیجے مگر چونکہ الذین آمنوا جمع ہی
تو کم سے کم تین تو ہونے ضرور ہوئی اور زیادہ ہون تو فبہا القصہ ابتداء سے اس آیۃ کے اتنی بات
نکلی کہ صحابہ سے خداوند کریم نے یہہ وعدہ کیا تہا کہ تم مین سے کم سے کم ایسی تین شخصونکو کہ وہ ایمان
اور عمل صالح رکہتے ہونگی ضرور ہم خلیفہ بنا کر روی زمین کو اونکی تسلط مین کر دینگے اور اوس دین
کو جو عسلم الہی مین اوس سے بہتر کوئی دین نہین اور خدائی ازل سے اونہین کی لیئی چہانٹ کر رکہا

ہے اونکے واسطے جماوینگے کہ اونکی جیتی جی اوسمین رخنہ نپڑیگا اور اونکی خوف وہراس کوکہ جو کفار سے رکھتی تہی بالکل امن اور اطمینان سی بدل دینگے پہر بعد اسکے یاتو وعدہ مین داخل ہے یا فقط بطور اخبار بالغیب کی بیان کرتے ہین کہ وہ باوجود ان خرخشونکے جو ایسی خلافتونکو لازم ہین ہرگز عبادات مین سستی نکرینگے اور پہر وہ عبادۃ بہی ایسی اخلاص کے ہوگے کہ ہرگز اوسمین بوی شرک اور ملاؤ ریا کا نہوگا اب اس کمترین کی التماس حضرات شیعہ کی خدمۃ مین یہہ ہے کہ وعدہ الٰہی مین تو تخلف ہوہی نہین سکتا سو جن کی ساتھ اوس وعدہ کا ایفا ظہور مین آوی وہی مصداق ان اوصاف مذکورہ کے ہونگے اور وہ بیشک بشہادۃ خداوندی ایمان کامل اور اعمال صالح رکہتی ہون گے بلکہ سب اقران وامثال مین ان دو باتون مین بڑہی ہوئی ہونگے کیونکہ جب ایمان اور عمل صالح کے انعام مین یہہ نعمتین ملی ہین تو اونہین کو ملی ہونگی جنکا ان دو کمالونمین نمبر اول ہوگا ورنہ نعوذ باللہ خدا کی یہان بہی بڑا اندہیر ہے کہ استحقاق کسیکا ہو اور انعام کسیکو ملجاوی سنیونکی طور پر تو خدا کو اختیار ہی ہے کہ کسی کا حق کسیکو دیدی لیکن اوسکے حکمۃ کی شان یہی ہی کہ جس چیز کو کسیکو لائق دیکہی اوسی ہے دی اور یہی معنی ہین اسکے کہ خدا کسی پر ظلم نہین کرتا اور اس آیۃ کے معنی بہی محققین کے نزدیک یہی ہو سکتے ہین أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى یعنے ہر چیز کو اوسکے مناسب طور پر پیدا کیا پہر آئندہ مناسب مناسب ہی کامونکے اونہین سوجہائی لیکن شیعونکے نزدیک خدا کو اختیار نہین کہ کسیکا حق کسیکو دیدے اس لیئے کہ اونکے نزدیک خدا پر عدل واجب ہی اس صورۃ مین ممکن ہی نہین کہ جنکو خدا نے خلیفہ بنایا وہ اور دوسری خلافۃ کے استحقاق مین کم ہون بلکہ اونکا فائق ہونا استحقاق خلافۃ مین ضرور پڑا اور نیز اسی تقریر سے یہہ بہی نکل آیا کہ اونمین سے جو ایمان مین اور عمل صالح مین دوسرون سے بڑہ کر ہوگا وہ اس انعام مین مقدم رکہا جائیگا کیونکہ تقسیم انعام کی خوبی یہہ ہی کہ اول نمبر والی کو اول دین مگر چونکہ یہہ انعام خلفاء راشدین پر ہوا اور یہہ وعدہ خلفاء اربعہ کے ساتہہ بترتیب معلوم وفا مین آیا تو بشہادۃ خداوندی معلوم ہوا کہ یہہ اصحاب اربعہ ایمان اور عمل صالح مین اورونسے بڑہ کر تہی اور وہ بہی اسقدر کہ انکی ہوتی قابلیۃ اس انعام خاص کے انکے سوا کسی مین نتہی اور باہم بترتیب خلافۃ ایکدوسری سے ایمان اور عمل صالح مین مقدم تہا اول اول اور دوئم دوئم اور سوئم سوئم اور چہارم چہارم اور بعد اسکے ہرچند حضرت سبط اکبر امام ہمام امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ خلفاء راشدین مین معدود

ہین مگر اونکو جو خلافۃ پہونچی تو اس وعدہ کی سبب نہین پہونچی کیونکہ اونکو قبل نزول اس آیۃ کی کسدن
خوف ہوا نہا وہ زمانہ اونکی لڑکپن کا تہا دشمنون سے اندیشہ بڑونکو ہوتا ہی لڑکونکو نہین ہوتا بلکہ وصول
اس نعمۃ کا اون تلک زائد از قدر وعدہ تہا اسی لئی اونکی خلافۃ کی لئی تمکین اور حجاؤ لازم نہوا باقی رہی امیر
معاویہ ہرچند اونکو بظاہر تمکین میسر آئے لیکن حقیقۃ مین وہ تمکین دین نتھی تمکین ملک وسلطنۃ تہی چنانچہ
واقفان فن سیر پر پوشیدہ نہین کہ خلفاء اربعہ کی اطوار اور انداز اور امیر معاویہ کی اطوار اور انداز
مین زمین آسمان کا فرق تہا اونکی گذران فقیرانہ اور زاہدانہ تہی اور امیر معاویہ کا طور ملوک کا سا تہا اسلیئے
اہل سنۃ اونکو باوجودیکہ صحابی سمجہتی ہین خلفاء مین نہین گنتی ملوک مین شمار کرتے ہین لیکن ملوک
ملوک مین بہی فرق ہی ایک نوشیروان تہا ایک چنگیز خان سو یہہ ہرچند ملوک مین سے تہی لیکن اسکے یہہ معنے
ہین کہ خلفاء راشدین کی مقابلہ مین دنیا دار معلوم ہوتے تھے جیسی حضرت سلیمان علیہ السلام اور انبیا کے
مقابلہ مین مال دار معلوم ہوتے ہین نہ یہہ کہ ظلم وستم کے روادار تھے غربا کے حق مین ستمگار تھے
انکا حلم اور رعایا پروری اور دلجوئی خلائق شہرۂ آفاق ہی معہذا یہہ اون لوگون مین سی نہین کہ جن کو قرار
واقعی کفار سے کبہی خوف ہوا ہو یہہ بات فقط مہاجرین اولین کے حق مین صادق آتی ہے نہ حضرت
امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہہ بات پیش آئی نہ امیر معاویہ کو اور مہاجرین اولین مین سے بہی جیسا خوف خلفاء
اربعہ کو بترتیب ہوا ہے اور کسیکو پیش نہین آیا چنانچہ کتب تاریخ سے خوب واضح ہی یہی وجہ معلوم ہوتی ہی
کہ انعام مذکور خاص انہین کو ملا اور یہہ وعدہ انہین کی ساتہہ ظہور مین آیا کیونکہ یہہ خوف اصل سے بوجہ
ایمان اور عمل صالح تہا کفار کے دشمنی کی بنا ر دیکہی تو انہین دو باتون پر تہی پہر جس مین ایمان اور عمل
صالح زیادہ ہوگا دشمنی کفار بہی اوسیکے ساتہہ زیادہ ہوگی خوف کفار بہی اوسیکو زیادہ ہوگا دوسرے
محبۃ اور اخلاص جو ایمان اور عمل صالح کا خلاصہ ہین خوف ہی کے وقت معلوم ہوتے ہین اور خوف ہی سے
پرکہی جاتی ہین تو جسکو اس قسم کا خوف زیادہ ہوگا اوسی مین ایمان اور عمل صالح بہی زیادہ ہوگا القصہ
خوف کفار مہاجرین اولین کو ہوا ہی حضرت امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
کو کفار سے کیا اندیشہ تہا حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ اوس زمانہ تک لڑکے تھے امیر معاویہ جب تک
مسلمان ہی نہین ہوی تہی اس آیۃ کی مضامین مین غور کیجیے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ باعث اس وعدہ کا
فقط یہہ ہوا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خصوصا مہاجرین اولین نے باوجود بے سروسامانی

اور ذلت اور خواری کے جو ابتدا اسلام مین تہی ایک جم غفیر اور گروہ اعظم کفار کے مخالفہ محض خدا کی رضامندی
اور دین کی ترویج کے لیئے اختیار کر کے اپنی جائین جلائین اور اونکو اپنا دشمن بنا کر طرح طرح کی ایذائین
اونکے ہاتہہ سے اوٹہائین سالہا سال خوف و خطر مین گذاری یہان تک کہ رفتہ رفتہ نوبۃ اسکی آئی
کہ گہر سے بی گہر ہوئے زن و فرزند سبکو چہوڑ کر جلاوطن ہوئے پہر اوسپر بہی چین نہ ملی نوبۃ قتل قتال کی
پہونچی مدتہا دراز تک کفار انکو لشکر فوج کشی کرتے رہے اور جو چڑہ کر نہین آئے تو مسلمانونکے فکر سے
تو خالی بہی نہین رہے اسمین بہت سے مہاجرین مین سے اور نیز اونکے ہمراہی مین بہت سے انصار شہید
ہوئے جب خداوند کریم عالم الغیب والشہادۃ کو اونکا کامل امتحان ہوگیا تو رحمۃ الٰہی کو اونکی اس جان
کاہی اور جانگدازی پر جوش آیا لازم پڑا کہ اونکی اس جان نثاری اور جانبازی کی مکافاۃ اس
دار دنیا مین بہی کی جائے اس لیئے جس جس قسم کے کلفتین اونہین پیش آئین تہین اوسکے مقابل
کے نعمتین اونکو ملین اور اوسکے مکافاۃ کی راحتین اونکو عطا ہوئین تسلط کفار جو اونکی حق مین باعث
تمام آزار اور سبب ہمہ تکلیفات تہا استخلاف سے مبدل ہوا کفار کے تسلط کے باعث جو نماز روزہ ادا
نہین کرسکتے تھے اور ذکر خداوندی سے ممنوع تھے اور اس سبب سے حسرتہا گوناگون دلمین رکہتی تہی
بلکہ باعث جلاوطنی کا یہی حقیقۃ مین بہی تہا اسکے عوض مین تمکین دین ملے اور خوف کے عوض مین امن عطا ہوا
اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہرچند شرف گوناگون رکہتے ہین لیکن
فقط اس شرف کو استحقاق خلافت مین دخل نہین یہہ اون جانکاہی اور جانگدازی کا ثمرہ ہے جسکا مذکور
ہوا اور خلافۃ کی مخصوص ہونیکی وجہ بہی نسبۃ قریش کی معلوم ہوگئی یعنے یہہ جو حدیث شریف مین
آیا ہے کہ خلافۃ حق قریش ہے انصار کو اسمین کچہہ دخل نہین وجہ اسکی یہی ہی کہ خلافۃ حقیقۃ مین انعام
اور مکافاۃ مین مہاجرین کے جانفشانیون کے ملی ہے چونکہ مہاجرین قریش ہی سے ہین اسلیئے اونہین
مین منحصر رہنی چاہیئے ہان جو کہ انصار اور اعوان خلفا ہوا کرتے ہین جیسی قاضی وغیرہ وہ البتہ نصرۃ کے
صلہ مین انصار مین سے ہونی چاہئین اور یہہ بہی مکرر روشن ہوگیا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہما کو جو خلافہ ملی ہے تو وہ خلافۃ نہین جو وعدہ کی سبب ملی ہی اور نیز یہہ بہی اہل فہم و انصاف پر صاف
روشن ہوگیا کہ اونکی زمانہ مین اونکی ہاتہون سے جو کچہہ دین کے مقدمہ مین ظہور مین آیا اور اوسنے
رواج پایا جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا

فائدہ چنانچہ ترمذی شریف مین اس مضمون کے مصدق ایک حدیث بہی فضائل مین موجود ہے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کا منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمعہ مین ایک اذان
کا بڑہا دنیا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق مضمون ارتضی لہم ہی علی ہذا القیاس جس مسئلہ
پر انکی زمانہ مین انکی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہوگیا وہ لاریب حق و صواب ہی اوس سے جو منحرف
ہی وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہی اور جو اسکا منکر ہے وہ حق کا منکر ہے اور نیز قطع نظر
اسکے کہ جملہ وعد اللہ الذین امنو منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض حقیقۃ خلافۃ خلفاء ثلثہ پر بوجہ احسن
دلالۃ کرتا ہے اور شیعونکے اس توہم کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایام مرض وفاۃ مین کاغذ
قلم دواۃ منگایا تہا اور حضرت عمر نے نہ آنی دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافۃ کی فرمان ہی کی لکہنی
کو منگایا تہا بیخ و بنیاد سے اوکہاڑتا ہی جملہ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم سے بہی اہل فہم کی نزدیک
یہہ توہم زائل ہوگیا کیونکہ خلافۃ خلفاء ثلثہ جب خلافۃ موعودہ ہوئی تو اونکی خلافۃ کی تمکین بہی منجملہ
تمکین دین پسندیدہ ہوگی ہان اگر خلافۃ امور دینی مین سی نہوتی تو البتہ اس استدلال کی گنجائش نتھی
سو شیعہ اسکا انکار نہین کر سکتے ورنہ حضرت امیر اور اونکی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طالب
دنیا کہنا پڑیگا العوذ باللہ منہا غرض یہہ طعن اور نیز اور بہت سی مطاعن جو شیعی اور خارجی بسبب اپنی
تیرہ دردنی کی حضرات خلفاء راشدین پر کرتے ہین مندفع ہوگئی اگرچہ یہہ طعن اور سوا اسکے اور مطاعن
بنظر غور اہل البصیرۃ کی نزدیک معترضونکے تیرہ دردنی سے پیدا ہوتے ہین چنانچہ درباره فدک تو اوراق
مابعد سے انشاء اللہ یہہ حال واضح ہوجائیگا تفصیل اس اجمال کی نسبت جملہ مطاعن کے اسجا پر اگر موقع
اور بیجا نہوتے تو بقدر گنجائش وقت درج اوراق کرتا مگر چونکہ کاغذ دواۃ قلم کے نہ آنے دینی کا طعنہ
ہی بزعم شیعہ کلانترین مطاعن خلفاء راشدین ہی تو بنظر تسکین خاطر بعض بنی نوع اگرچہ اس بحث مین
بموقع ہے مختصر مختصر عرض کرتا ہون تاکہ اس بڑی طعن کا اندفاع موجب اندفاع دیگر مطاعن صغیرہ
ہوجائی حضرت من اول تو کسی روایۃ مین یہہ نہین کہ کاغذ قلم دواۃ کی آنیکے مانع اول حضرت عمر ہی تھی
البتہ جب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے کاغذ دواۃ قلم منگانیکو فرمایا تو حضرت
عمر بہی اوس محفل مین موجود تھے حاضرین مجلس کے رای اوسوقت مختلف ہوی کسینے کہا کہ امتثال امر ہے
کیجے کوئی بولا کہ اس شدۃ مرض مین یہہ تکلیف نہ دیجے اس رد و کد مین ایک شور برپا ہوگیا حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی رای مین یہہ آیا کہ یہہ ارشاد مربیانہ اور مشفقانہ ہے بطور ایجاب نہین جسکی تعمیل واجب ہو

کیونکہ خداوند کریم اس سی پہلے فرما چکا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنی حجۃ الوداع
کے دن خداوند کریم کے طرف سے یہہ بشارۃ آئے کہ آج کے دن مینی اپنی دین کو تمہاری لیئے پورا کر دیا
اور تمام کر دی مینی تم پہ اپنی نعمۃ پہر جب خداوند کریم دین کو کامل کر چکا ہو تو اب یہہ امر کسی نئی امر دینے
کے لکہوانیکے لیئے تو نہین ہی ہو نہو اوسیکے تفصیل ہو گی سو یہہ بات چندان ضروری نہین جو اس
امر کے تعمیل واجب ہو بلکہ بوجہ شفقۃ کاملہ آپ یہہ ارشاد فرماتے ہین سو جب با وجود شدۃ مرض کے
آپ نی ہماری لیئی یہہ تکلیف گوارا فرمائی تو کیا اسکے مکافاۃ یہی ہی کہ ہم بھی آپکی لئی اس تکلیف کو گوارا
کرین بلکہ مقتضی ادب یہی ہی کہ آپکے فرمانیکا کچہہ خیال نکیجے اور اس قصہ کو جانے دیجے اور سچ یہی
تو ہے اگر کسی کا باپ بہوک کے شدۃ مین آپ تو نکہائے اور بیٹی کو بوجہ شفقۃ اپنی حصہ کی کہانیکو
فرمائے تو کیا مناسب ہے کہ فرزند عاقل دیدہ و دانستہ پدر مہربان کو بہوکا چہوڑکر سب نگل جاے بلکہ ایسی
وقت مین مقتضی ادب یہی ہی کہ والد مہربان کا کہنا نمانے اور اس نافرمانی ہی کو اپنی سعادت جانے
غرض حضرت عمر نے بوجہ مذکور اور نیز باین غرض کہ کسیطرح یہہ شور موقوف ہو جائی حسبنا کتاب اللہ
کہا یعنے کافی ہی ہمکو قران شریف پہر اس تکلیف کے دینے کی کیا ضرورۃ اور اگر کسی کتاب نادر
الوجود کی کوئی ایسی روایۃ جو حضرت عمر کے مانع اول ہونے پر اس طرح دلالۃ کرے کہ اوسمین گفت و
شنود کی گنجایش باقی نرہی کوئی شیعہ پیش ہی کرے تو قطع نظر اسکے کہ وہ روایۃ واقعی صحیح ہے
کوئی جعلسازی نہین تب بوجہ مذکور کوئی گرفت کی بات نہین بہر حال منشاء اس اعتراض کا قلۃ فہم
و فراست اور نقصان عقل و درایۃ ہے اور انجام کو دیکہا تو حضرت عمر کی رای ٹہیک ہی تہی آخر جب یہہ
شور ہوا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس تمام مجمع کی نسبۃ یہہ ارشاد فرمایا کہ یہان سی کہڑی
ہو جاؤ اگر یہ غذ دواۃ قلم کے منگانی کا ارشاد پیام خداوندی ہوتا اور ضروری اور واجب ہی ہوتا تو
مکرر آپ بتاکید فرماتی اور علی ہذا القیاس اگر یہہ شور جیسا حضرت عمر نے سمجہا موجب آزار خاطر حضرت
سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نہوتا تو کہڑے ہو جانی کو نفرماتی بلکہ یون کہئی کہ جیسی اور بہت
مواقع مین باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفۃ کی حضرت عمر کی رای خدا کی مرضی
موافق نکلے ہے اور اسی وجہ سے اون مواقع مین اونکی رای کی موافق وحی آئی اگر وحی نہ آتی تو بوجہ
مخالفۃ رای نبوی اہل اسلام کے نزدیک حضرت عمر سے برا کوئی نتہا یہان بہی حضرت عمر کی رائے

خداوندکریم علیم حکیم کی مرضی موافق تہی ورنہ جیسی کفار کے تکذیب کے وقت وحی آسمانی شاہد صدق
رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی تہی یہان بہی وحی آتی اور آپ کی رائے کے تصدیق ہوجاتی
ہان اتنی کمی رہ گئی کہ بعد اس واقعہ کے حضرت عمر کی تصدیق کے لیئے وحی نازل نہوی غالبا پندرہ
سولہ واقعہ کے تصدیق کو کافی سمجھکر ایک اس واقعہ مین بغرض تصدیق عمری وحی نازل نفرمائی اور نیز
یہہ واقعہ بدلالۃ آیۃ مذکورہ اکملت لکم دینکم چندان ضروریات دینی مین سی نتہا چنانچہ مذکور ہوا اور بانیہمہ
آخر زمانہ حیوۃ نبوی مین جو وقت کمال توجہ الی اللہ اور استغراق تام کا ہی کیا مناسب تہا کہ ایسے
امور غیر ضروریہ کی طرف اپنی نبی کو مصروف کیا جائی باین وجہ غالبا اس واقعہ مین وحی ربانی جو مصدق
عمر اور شاہد حقیۃ قول خلیفہ دوم ہوجائی نہ آئی ورنہ یہہ توہمات خود مندفع ہوجاتی بالجملہ یہہ حضرت عمر
کا بولنا تو عقل سلیم کے نزدیک قابل تعریف ہے اور اسپر بہی بوجہ تیرہ درونی اور بغض ذاتی کے اگر
کوئی برا کہی جائی تو اوسکا جواب بجز اس شعر کے اور کچہہ نہین ~ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر * اور اگر ارشاد نبوی کو دربارہ طلب کاغذ و دوات قلم شفقۃ پر محمول کرنا کسی
متعصب کو بحکم المرء یقیس علی نفسہ کے تعصب نظر آئے اور باوجود اس توضیح کے اس ارشاد کو ارشاد وجوبی
کہی جائے تو یہہ اعتراض فقط حضرت عمر ہی پر نہوگا بلکہ اسکے یہہ معنی ہوے کہ تمام اہل بیت اور تمام صحابہ
اس جرم مین حضرت عمر کے شریک نکلے اور وہ قصہ ہوگیا مرگ انبوہ جشنی دارد بلکہ اہل بیت اس تقصیر مین
اول درجہ کے تقصیروار ہوی کیونکہ اول تو مریض کی امر و نہی کی مخاطب اوسکے گہر والی ہی ہوا کرتے ہین
دوسرے حضرت عمر تو غیر تہے عیادۃ کی لیئے ساعۃ دو ساعۃ کی لیئے آگئی تہے اگر اونکی نشست کے وقت کچہہ اندیشہ
تہا تو جب وہ اوٹہہ کہڑی ہوے پہر کون مانع تہا آخر اس قصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی
روز زندہ رہے بلکہ غور سے دیکہیئی تو در صورتیکہ اس ارشاد کو ارشاد ایجابی اور امر وجوبی کہی جیسے شیعون کا
جی چاہتا ہے تو پہر جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہی نعوذ باللہ اس جرم کے شریک ہوے کیونکہ جسقدر
ہمپر اطاعۃ خدا اور رسول واجب ہے اوس سے زیادہ نبی پر تبلیغ احکام واجب ہی چنانچہ آیۃ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل
الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اسپر دلالۃ کرتی ہی اسلیئے کہ حاصل آیۃ مذکور یہہ ہی کہ اے
رسول پہنچادی جو کچہہ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اور اگر یہہ کام نکروگے تو پہر تمنے کوئی پیغام ہی خدا
کا نہ پہنچایا انتہی اور ادہر سب نے سنا ہوگا کہ نزدیک ارباب ہوش بود حیرانی چنانچہ اشارات کلام اللہ و حدیث

بھے اسکے شاہد ہین تو اب لاجرم یہی کہنا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ احکام اس سے زیادہ
واجب ہے کہ ہم تم پر تعمیل احکام اور ادہر یہہ بہی ظاہر ہے کہ تبلیغ جبہی کہہ سکتے ہین کہ احکام کا بیان بہی کیا
جائے اتنی باتکو کہ کاغذ دوات قلم لاؤ مین تمہین وہ باتین لکہدون کہ اگر اونپر عمل کرو تو گمراہ نہو تبلیغ حکم
کہنا اوسیکا کام ہی جو برای نام ہی انسان ہے اور عقل سے محروم اور دانش سے ناکام ہی الغرض اس
صورۃ مین حضرت عمر سے اگر تقصیر بہی ہوئی تو اتباع نبوی پہر بہی ہاتہہ سے نہین گیا اگر حضرات شیعہ جناب
سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات اور اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نسبت
اس تقصیر کو نعوذ باللہ منہ تجویز کر سکین تو ہمین بہی حضرت عمر کے اسقدر گناہگاری کا چندان رنج نہین
اول تو مرگ انبوہ جشنی دارد دوسرے ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتے ؎ گو مشت خاک ما ہم
برباد رفتہ باشد ؎ معہذا دوات قلم کاغذ کے منگانے سے یہہ کہان لازم آگیا کہ فرمان خلافۃ حضرت
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہی تحریر فرماتے ظاہر عبارۃ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تو اسکو تقاضا
کرتا ہے کہ دین اسلام کے باتونکا خلاصہ جو تمام ارکان کی جڑ ہو تحریر فرماتے یا احکام دین مین سے وہ احکام
کہ اونکی تعمیل کو تمام احکام کے تعمیل لازم ہو لکہواتے چنانچہ آپکا یہہ فرمانا کہ اوسپر عمل کروگے تو گمراہ نہوگے
اس بات پر گواہ ہی سو کسی ایک کے خلافۃ معین کرنیمین یہہ بات ظاہر ہے کہ حاصل نہین ہوتی یون تاویلین
گہڑنے کو ہر کسیکے مونہہ مین زبان ہے اور اگر بتکلف اس مضمون کو حضرت علی کی خلافۃ کو لازم ہی سمجہتے تو
پہر کب تک حضرت علی کے بعد پہر کچہہ نہین حالانکہ روایۃ کے الفاظ ابد الاباد پر دلالۃ کرتے ہین کہ پہر کبہی
گمراہی پیش ہی نہ آئیگی اور یہہ بہی نہی سہی بپاس خاطر شیعہ ہمنے اسپر بہی خاک ڈالی اور اسیکو تسلیم کیا
کہ فرمان خلافۃ کے تحریر ہی مد نظر تہے لیکن پہر بہی یہہ کہان سے نکل آیا کہ حضرت علی ہی کی خلافۃ کی تصریح
کے لئے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہہ اضطراب تہا کہ بدلیل نقلی و عقلی فرمان خلافۃ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرکوز خاطر حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تہا نقل کی بات پوچہئے
تو صحاح اہل سنۃ مین کچہہ ایسا موجود ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ ارشاد
فرمایا کہ میرے جی مین تہی کہ ابوبکر کے لئے لکہدون تاکہ کسی تمنا والی کو پہر تمنا باقی نرہے
مگر نہ خدا کو سوا ابوبکر کے کسی کی خوشی ہے نہ مومنین اونکے سوا کسی اور کے روادار انتہی غرض اس
روایۃ کا ماحصل اسی پر دلالۃ کرتا ہے کہ اگر لکہنے کا ارادہ تہا تو ابوبکر صدیق کی لئے تہا حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے لیے تہا اور عقل سے پوچہتی ہو تو سنیے کہ دستور کے موافق آپکو غالبا یہہ اندیشہ ہو گا کہ
حضرت علی کو بوجہ قرابۃ شاید خیال جانشینے ہو اور اونکے احباب و اقارب اسباب میں ساعی ہون
تو اس صورۃ مین حق حقدار یعنے ابوبکر کو نہ پہونچیگا اور اس قسم کا خیال نسبۃ ابوبکر اہل عقل کے
نزدیک متصور نہین نہ قرابۃ ہے نہ احتمال وراثت ہی ہو تو حضرت علی ہی کی نسبتہ ہو بالجملہ اس وجہ
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ پیچ و تاب تھا اور اسقدر اسکی مدافعۃ مین اضطراب تھا
سو بحمد اللہ بزعم شیعہ آپکا یہہ خیال بھی راست ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ خواستگار خلافۃ رہے
پھر اوسپر آپکی پیشین گوئی بہی صحیح ہوئی خدا تعالی کو اور مومنونکو سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اور
کوئی پسند ہی نہ آیا القصہ اگر لکھنی کا ارادہ تہا تو حضرت ابوبکر کے لیے تہا حضرت عمر کے شکایۃ کرین تو
صدیقی کرین شیعیان حضرت علی کو کیا کام مگر وہ نقل ہے کہ ہوگی کو دو اور دو چار روٹیان ہے
سمجھہ مین آتی ہین اور بلی کی خواب مین چھیچھڑے ہی نظر پڑتے ہین کوئی بات کیون نہہ حضرات
شیعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافۃ اور اماموں کی امامتہ ہے نظر آتی ہے خیر اسجگہ یہہ بات اتفاقی
تھے مطلب اصلی یہہ تہا کہ جملہ و لیمکنن سے بالاجمال تمام مطاعن خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا جواب نکلتا ہے
اب یہان بس کیجے کہ خلافۃ خلفاء ثلثہ بوجہ احسن اس آیۃ سے ثابت ہوگئی اور اونکا فضل و کمال اور اونکی
بزرگی بکما ینبغی اس آیۃ سی ظاہر ہوگئی ادہر سنیونکی مذہب کی حقیۃ اور اونکی حقانیۃ اور شیعونکی خیال
و گمان کا ابطلان اور اونکی طریقہ کی مذمۃ بخوبی روشن ہوگئی مگر تنبیہ کے لیئے اسقدر اور گذارش ہے
کہ اس آیۃ مین لحرف کلمہ لیہم اسبات پر دلالۃ کرتا ہے کہ اصل حقیقۃ مین دین پسندیدہ اونہین اشخاص کے لیئے
جمایا جائیگا جو خلیفہ بنائین جائینگے اور یہہ نعمۃ عظمی اولا بالذات اونہین کو عطا ہوگی جو خلیفہ ہونگے
مقصود اصلی وہی محبوب ہونگی اور ونکو وہ دولۃ اگر ملی گی تو اونہین کی تصدق سے ملی گی مگر استخلاف
اور تبدیل خوف مین اونکا اصل الاصول ہونا عالم فہم سمجھکر الفاظ موجودہ پر اکتفا فرمایا پر دین کا
ایک کے لیئے اصلی ہونا اور باقیونکی لیی اوسکا تصدق ہونا چونکہ ایسا عام فہم نتہا کہ شیعہ بھی مان جائین
تو لیمکنن کے بعد لفظ لہم بھی بڑہایا غرض اوس عہد مین اور بھی اگر اوس دین پر ہونگے تو وہ اونہین کے
جوتیونکا صدقہ ہوگا اس سے یہہ ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالۂ خوف
اور تبدیل امن جو کچھہ تہا سب کا سب اصل مین انہین چار یار کے لیے تھا لیکن جیسے کسی امیر کے کوئی دعوۃ

کرتاہی تو اوس امیر کے اقربا اور اوسکے حشم خدم کی دعوۃ بہی اوس امیر کے طفیل مین کردیتاہی پہر
جو امیر مذکور کو کہلاتے پلاتے ہین اوسکے اقربا اور حشم خدم کو بہی وہی کہلاتی ہین فرق ہوتاہی
تو اصالۃ اور تبعیۃ کا اور اعزاز و اکرام کا ہوتاہے ایسی ہی یہہ نعمۃ عظیمہ اور دولۃ جلیلہ خلافۃ وغیرہ
بہے ہرچند اصل مین انہین چار یار کے لیے ہین لیکن انکے طفیل مین اس نعمۃ عظمی سے تمام اصحاب بہرہ ور
ہوئی جو صحابہ کہ بہی غربار عرب اور فقرار صحابہ مین معدود تھی وہ بہی مناصب حکومۃ پر مامور
ہوتے تھے اور کفار پر تحکم اور حکمرانی تو ہر کسیکو حاصل تھی ادنی ادنی صحابی کا نازامرا اہل کتاب کو
اوٹھانا پڑا القصہ نعمۃ خلافۃ ہرچند بالاصالۃ چار یار ہی کے لئے تہی مگر سبہی اوسمین شریک تھی اور
ساری نعمتون سے جو اس آیۃ مین مندرج ہین صحابہ اور غیر صحابہ بطفیل خلفار اربعہ حسب لیاقۃ بہرہ ور
ہوئے اسمین صحابہ کو بمنزلہ اقربا سمجھیی اور اونمین بہی اونکو جو وقت نزول اس آیۃ کے مشرف
باسلام و ایمان ہو لیئے تھے زیادہ تر قریب سمجھیی پہر مہاجرین اولین کو سب سے اقرب بلکہ بمنزلہ
حقیقی بہائیون انکے مقرر رکہیے اور تابعین کو بجای اتباع اور خدام کے تصور کیجے اس صورۃ مین یہہ نعمۃ
گو سب مین مشترک ہوگی لیکن اعزاز و اکرام مین درجہ بدرجہ فرق ہوگا اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ خویش
و اقارب اگر بطفیل امیر کی نعمۃ سے کامیاب ہوتے ہین تو امیر کچہہ اون سے خواستگار شکر گذاری
یا طالب خدمتگاری نہین ہوتاہان غلام اور خدام اور زلہ بردارونکی طرف البتہ یہہ نظر رہتی ہے
سو اونمین سی جو قدرشناس اور عاقل اور سلیم الطبع ہوتے ہین وہ خدمتگذاری اور شکر گذاری
سے پیش آتے ہین اور جو بد اصل اور ناقدر ہوتے ہین وہ شکر گذاری تو درکنار اولٹی اپنی آقا ولنعمۃ
اور وسیلۃ راحۃ کے جڑ کاٹنی کے درپے ہوتی ہین سو اس نعمۃ عظمی خلافۃ کا حال بہی یہی ہوا کہ ہرچند
خلفار اربعہ کے صدقہ مین اس زمانہ تک کے اہل اسلام کامیاب ہین جس قدر دین کو وسعۃ اور
شوکۃ ہوی یا اب ہے حقیقۃ مین یہہ سب اونہین کے خلافۃ کا پہول پہل ہے لیکن صحابہ کے زمانہ سے
لیکر آجتک جیسنے اس نعمۃ کے شکر گذار ہین ویسی ہی اوس زمانہ سے لیکر آجتک کافر نعمۃ بہی برابر
چلے آتے ہین مگر چونکہ علم الہی تو وقائع گذشتہ اور وقائع آیندہ کو برابر محیط ہے تو بطور اخبار بالغیب
کے اون کافران نعمۃ کیطرف بہی اشارہ کرنا ضرور پڑا تا کہ خلفار اربعہ کے بزرگی اور اونکی اعدار
کے برائی قرار واقعی ثابت ہوجائی اور اونکا اور اونکی اعدا کی مرتبہ کا حال سبکو بخوبی واضح

ہوجاے اسیواسطی بعد اتمام وعدہ اور بیان حال خلفا اور صحابہ کے جو آگی ہونیوالا تہا اتنا
اور ارشاد فرمایا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون یعنے جو کہ طفیلی او تابع خلفا کے
اس نعمت مین ہون اور پہر حق نعمۃ نہ پہنچائین اور خدمتگاری اور اطاعۃ فرمان تو درکنار زبان
سے شکر گذار تک نہون بلکہ اولٹے بدسپی پیش آئین تو وہ اصل فاسق ہین کہ کوئی فاسق اونکے
برابر نہین اور یہہ تو خود ظاہر ہے کہ اس آخر آیۃ کے مصداق بجز شیعہ اور نواصب اور خوارج اور قاتل
خلیفہ ثانی اور قاتلان خلیفہ ثالث اور قاتل حضرت امیر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی معلوم نہین
ہوتا مگر چونکہ شیعے اونکے دشمن ہین جو اس نعمۃ کے حق مین اصل اصول ہین تو اہل فسق مین جو اس
ناشکری کا ثمرہ ہے سب مین پیشیرو ہونگے اگرچہ کسی اور وجہ سے وہ دو فرقہ اور انسی بڑہ جائین اور
امیر معاویہ اور بعضے اور صحابہ گو مخالف حضرت امیر رضی اللہ عنہ رہی لیکن اونکا بگڑنا ایسا تہا جیسا
بہائیونکا بگڑنا کیونکہ وہ اور چار یار اس نعمۃ خلافۃ مین بمنزلہ امیر اور غریب بہائیونکی ہین کہ باوجودیکہ
سب اپنی امیر بہائیکے طفیلی ہوتے ہین پہر اوس سے بگڑتے رہتے ہین غرض شکر رنجی برادرانہ کو ہرچند
ایک دوسریکا طفیلی ہو کفر نعمۃ نہین سمجہا جاتا اوسکو عرف مین ناز کہتی ہین اسیواسطے اگر ایک بہائیکو دنیا
مین ثروۃ ہوجاتی ہے اور اوسکے اور بہائیونکو بہی اوسکے طفیل سے ہمچشمون مین عزۃ اور گونہ ثروۃ حاصل
ہوجاے تو خوبی اوسکی سمجہتی ہین کہ وہ بہائی جسکے سب طفیلی ہوتی ہین اپنی اور بہائیوں سے بمنۃ
اور سماجۃ پیش آیا کرے نہ کہ غرور اور تکبر کیا کری بلکہ اوسکے بہائی اگر اولٹی تحکم کرین تو سب ہی اور
مدارات سے پیش آئے اور مکافاۃ کی درپے نہو اور نہ اونسی انتقام لے بلکہ اگر کوئی شخص اوسکے نوکرونمین
سے اون سی کسی قسم کے پرخاش کری تو یہہ سمجہادی کہ میرے بہائی ہرچند مجہہ سے منحرف ہین پہر بہائی
ہین اور تم ہرچند دوست ہو پہر غیر ہو القصہ حق شناسونکا دستور یہی ہی کہ باہم کے شکر رنجیونکی وجہ سے
یہہ گوارا نہین ہوتا کہ غیر خاص کر اپنی نوکر غلام اونکو ایذا پہونچائین بلکہ خدا اگر کچہہ لیاقۃ دین یا
دنیا کی دیتا ہے تو اوسکے جفا اوٹہاتے ہین اور زبان پر نہین لاتے بلکہ اولٹی احسان کیا کرتے
ہین ہان اگر اپنا نوکر یا غلام اونکی اہانۃ یا ایذا کی درپی ہوتا ہی تو اوسکو البتہ سزا دیا کرتی ہین یہی وجہ
معلوم ہوتی کہ جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے یہہ سنا کہ اصحاب امیر معاویہ ہمپر لعن طعن کرتے ہین
تو آپنے اپنے لشکریونکو اونکے لعن کرنے سے منع فرمایا چنانچہ شیعونکے معتبر کتابون مین موجود ہے

افسوس کہ شیعون نے امیر معاویہ کی تقلید اختیار کرے اور تبرا اپنا شیوہ بنایا حضرت امیر رضی اللہ عنہ
کا اتباع نکیا کہ سبکو برا نکہین مگر اونکے کہان نصیب جو حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا
اتباع اختیار کرین اس نعمۃ کے لائق سنی ہی تہی ۵ شہپر زاغ و زغن زیبا ر صید و قید نیست + این
کرامۃ ہمرہ شہباز و شاہین کردہ اند + سبحان اللہ کیا کلام معجز نظام ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہین چہوڑا اصحاب
سے وعدہ کیا اور اونکے فضائل اشارۃ اور نیز صراحۃ بیان کرکے منکران صحابہ کے جلدی خبر لی پہر
وہ بہی کچہہ ایسی طرح کہ دشمنان صحابہ پر سر سے لیکر پاؤن تک برابر مطابق آئی ہان اگر یعبدوننی
لا یشرکون بی شیئا نہوتا یا ومن کفر کے پیچہے لفظ بعد ذلک نہوتا تو بظاہر تاویل کی گنجایش رہتی
کہہ سکتے کہ صحابہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمارے عقیدہ موافق مرتد ہوگئے تہی ومن کفر سے
وہی مراد ہین اور کفر سے کفر حقیقی مقصود ہے کفران نعمۃ مراد نہین مگر خدا سے کہین کوئی بات رہ سکے
ہے اہل فہم تو پہلی ہی سمجہتے تہی کہ ایسا ایمان اور عمل صالح جو خداوند کریم کو بہی پسند آئی اور اوسکے
امتحان مین عمدہ نکلے یہانتک کہ اوسپر انعام دی مبدل بکفر نہین ہوسکتا کیونکہ ایسا ایمان اور عمل صالح
بجز اون لوگون کے میسر نہین آتا جنکے حق مین شیطان تو یون کہی الا عبادک منہم المخلصین یعنے ای
خدا مین سبکو گمراہ کردونگا سوا تیری چہٹی بندونکے اور خداوند کریم کا یون ارشاد ہو ان عبادی
لیس لک علیہم سلطان یعنے ای ابلیس میری جو کامل اور چہٹی بندی ہین اونپر تیرا قابو نہین بلکہ کلام
اللہ سے تو یون ثابت ہوتا ہے کہ مخلصین یعنے چہٹی ہوے مومنونکا گناہون سے محفوظ ہونا یا معصوم
ہونا لازم ہے کیونکہ آیۃ لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین مین حضرت یوسف
علیہ السلام کے گناہون سے بچا دینے اور بچی رہنے کی وجہ یہی فرمائی کہ وہ مخلصین مین سے تہی
پہر جب خلفاء اربعہ جنکا مخلصین مین سے ہونا ابہی مرقوم ہوا محفوظ یا معصوم ہوے تو پہر مصداق ومن
کفر کیونکر ہوسکینگے اسکے بعد جو لوگ کچہہ قلیل مایہ فہم رکہتی ہین اونکے لیے ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی
لہم بڑہایا تا صحابہ کی نسبت اپنی زبان و دل کو آلودہ گستاخی نکرین اور اسطرح اپنی دین و ایمان کو برباد
نکرین اور اونکی لعنۃ کی سزا ہین ہماری لعنۃ کے مستحق نہون لیکن اغنیا اور جہال کے سمجہانیکے لیے بہی
کوئی بات ضرور چاہئی تہی اس لیے جملہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا زیادہ فرمایا تاکہ احتمال ارتداد بہی باقی
نرہے اور بسبب اپنی تیرہ دردنی اور کم فہمی کے اپنی ہجو کو جو ومن کفر سے شروع ہے صحابہ کے اوپر مطابق

نکرنے لگین وقعی بعیدونی لاالیشرکون بی شئیانے احتمال ارتداد کو جو بطور فرض محال پیش آتا تھا
بیخ و بنیاد سے اوکھاڑ دیا کیونکہ اسمین اونکی آخر حال تک کی خبر دیدی سو جو کچھہ خداوند کریم نے ارشاد
فرمایا وہ سب خلفاء اربعہ مین بوجہ اتم ظہور مین آیا یہانتک کہ شیعہ بھی اس باتکی قائل ہین کہ خلفاء
ثلثہ خصوصاً حضرت عمر ظاہر شریعۃ کے پاسداری اور ترویج دین اور زہد و تقوی کی رعایۃ بہت کرتی
تھی چنانچہ شریف مرتضی نے تنزیہ الانبیا والائمہ مین بلکہ اور علمانے بھی اس باتکو واضح لکھا ہے
اگرچہ اپنی بدی سے باز نہین آئے اور موافق مثل مشہور المریقیس علی نفسہ کی وجہ اسکی یہہ تراشی ہے
کہ یہہ سب لوگونکی دکھانیکو تہا لیکن جملہ بعیدونی اور نیز اوس جملہ کا ماقبل جب اونکے اخلاص پر
دلالۃ کرے تو پہر موافق مثل مشہور الرافضی فوارہ لعنۃ از ومی خیز دو بر ومی ریزد یہہ برائی اور بدگوئی
اونہین کے سر رہی گی معہذ الفظ بعد ذلک نی امامیہ کا موںہہ کو بالکل سیہ کردیا ہی کیونکہ اگر بالفرض بفرض
محال خلفاء ثلثہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتد بھی ہوے تو نعوذ باللہ خدا نے اتنا ہی
نسمجہا جتنے شیعہ سمجھی چاہیی تہا ومن کفر بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتا اور کہدیا ومن
کفر بعد ذلک جس سی دروغگوئی کی تہمۃ اپنی ذمہ لگی اور اگر ومن کفر بعد ذلک بجای خود ہی تو شیعون
کے مفید مطلب نہین بلکہ مضر ہے کیونکہ اگر ومن کفر سے اصحاب ثلثہ ہی مثلاً مراد ہین تو اونکا کفر بعد اتمام
نعمۃ موعودہ ہونا چاہیے تو اس صورۃ مین انکار امامۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو شیعونکی نزدیک
بمجرد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ خصوصاً خلفاء ثلثہ سے ظہور مین آیا کفر لازم نہ آدی سواول
تو یہہ شیخ چلی کا گہر بنا بنایا ڈہہ جائیگا کہ انکار امامۃ اور انکار رسالۃ دونون سے آدمی کافر ہوجاتا ہے دوسرے
خلفاء ثلثہ کے استحقاق خلافۃ کے انکار سے جو اس آیۃ سے ثابت ہوتا ہی خود کافر بننا پڑیگا خیر اس صورۃ
مین ہمین بہی شکایۃ نہین ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی ٭ گو مشت خاک ماہم برباد
رفتہ باشد ٭ بالجملہ صحیح یہی ہے اور صحیح کیون نہو سیاق یہی کہی ہی کہ مصداق ومن کفر اعدا خلفہ
ہین خلفا نہین ہو سکتے اور کفر سے کفران نعمۃ مراد ہی کفر حقیقی نہین گو بتکلف بن سکے کیونکہ اسوقت
مطلب یہہ ہو جائیگا کہ جو شخص ایسی ایسی امداد دین خدا کی طرف سی بنسبۃ دین محمدی کی دیکھی اور
پہر بہی کفر ہی اختیار کرے تو وہ اصلی فاسق ہے لیکن نعمۃ کے مقابلہ مین کفران نعمۃ ہی ہوا کرتا ہی کفر
حقیقی کا موقع نہین ہوتا غرض صحیح یہی ہی کہ من کفر کی مصداق اعدا خلفا ہین لیکن ہمنی رعایۃ کی تھی

کہ کفران نعمۃ مراد رکہا وہ اس کمی سے ناخوشی ہین تو اس گہاٹی کو پورا کرلین اور اپنی آپ کو کافر حقیقی
ہی سمجہین ع رضار ما ہمہ آنست کان رضار شماست کو یہان پہونچ کر شاید بعضے شیعہ مذہب
یون حجۃ کرین کہ ہمنے مانا اصحاب ثلثہ خلیفہ برحق اور اپنی اپنی زمانہ مین افضل الناس تھے لیکن بعد اونکی
جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا وقت آیا تو اوسوقت موافق اشارات آیۃ وعد اللہ الخ کے وہ
افضل الناس اور خلیفۂ برحق ہون چنانچہ اسبات کی سنی بہی معتقد ہین تو اس صورۃ مین ہماری سمجہ
مین نہین آتا کہ اونکے مخالفین کیونکر مقبولان بارگاہ الٰہی ہون حالانکہ اہل سنۃ سب صحابہ کے
خواہ اونہون نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مخالفۃ کی یا نکی معتقد ہین خصوصاً طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما
اور حضرت عائشہ کو تو مبشر بالجنۃ بہی جانتی ہین اسلیئے لازم پڑا کہ کلام اللہ کی شہادۃ ان بزرگوارونکی لیئے
ادا کیجائی اور رفع شبہات غلطی حضرات شیعہ کا بیان کیا جای سورۂ فتح مین خداوند کریم رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باب مین یون ارشاد فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَ
الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاہُمْ
فِیْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ حاصل اس آیۃ کا یہہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول ہین ساحر کاہن نہین
اور اونکی ہمراہی کافرون پر تو بڑی تیز و تند اور ایکدوسرے کے ساتہہ نرم اور ایکدوسریکا دوست تو اونہین
دیکہی تو رکوع مین جہکی ہوے سجدہ مین پڑے ہوے اللہ کے فضل اور اوسکی رضامندی ہی غرض
ہے اونکے چہرونمین علامتین موجود ہین سجدہ کے اثر سے یہانتک آیۃ کی معنونکا بیان تہا اب اس
ہیچمدان کی سنئے کہ اول جناب باری تعالی نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی بعد
مین اصحاب کی تو قرینہ عقلیہ سے معلوم ہوا کہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امۃ مین اصحاب کا رتبہ ہی علی
ہذا القیاس جو وصف کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدح مین ہوگا اوسکے بعد اوس وصف کا رتبہ
ہوگا جو صحابہ کی مدح مین بیان ہوا ہوگا مگر ہمنے جو دیکہا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح مین رسول اللہ
کا لفظ ہے اور اصحاب کی مدح مین اشداء علی الکفار رحماء بینہم تو اس لف ونشر سے معلوم ہوا کہ بعد رسالۃ
کے رتبہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کا ہے کیونکہ بغض فی اللہ یعنے خدا کے سبب سے کسی عداوۃ کرنی یہہ بعینہ
وہی شدۃ علے الکفار ہے اور حب فی اللہ بعینہ رحماء بینہم کا ترجمہ ہے اس اشارہ سے زیادہ تر تصدیق
اوس حدیث کی ہوگئی جو سنیونکی کتابومین پائی جاتی ہے اور اوسکا ماحصل یہہ ہے کہ جس شخص نے

خداواسطے دیا اور خداواسطے کسی سے ہاتھہ کو کہینچ لیا اور خداواسطے کسی سے محبتہ اور خداواسطے کسی سے بغض رکہا تو بیشک اوسنے اپنی ایمان کو کامل کرلیا واقعی سنیون کی حدیثین سب کلام اللہ پر مطابق آئے ہین پر شیعون کے حدیثونکا حال یہہ ہی کہ کلام اللہ کچہہ کہی ہے اور اونکی حدیثین کچھ ایکدو حدیثین جو بیان کی گئین اونکا حال ناظرین رسالہ ہذا پر پوشیدہ نرہیگا پر یہان ایک لطیفہ قابل بیان ہے وہ یہہ ہی کہ حدیث مین جہان کہین حب فی اللہ بغض فی اللہ کا بیان آیا ہے تو حب فی اللہ کو مقدم کیا ہے اور کلام اللہ مین بغض فی اللہ پر جو لفظ دلالۃ کرتا ہے یعنی اشداء علی الکفار اوسی مقدم بیان کیا حکمت اسمین کیا ہے اس کم فہم کے فہم مین یون آتا ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ دونون آثار کمال محبتہ خداوندی مین سے ہین یعنے جب کسیکو خداوند کریم سے محبتہ کمال درجہ کی ہوگی تو وہ محبتہ چارون طرف کو پھیلے گی جہان جہان خدا کی ساتہہ کسی چیز کو کچہہ خصوصیتہ ہوگے تو اوس خصوصیتہ ہی کے موافق اوس چیز سے بھے محبتہ ہوگی مثلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بنی آدم مین سے خدا کی ساتہہ زیادہ علاقہ اور اختصاص ہے تو جس شخص کو خدا کے ساتہہ محبتہ کامل ہوگی اور اس علاقہ کو سن لیگا تو بیشک اوسکو بعد خدا کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے محبتہ ہوگی علی ہذا القیاس جسکو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا سے زیادہ اختصاص ہوگا تو محب خداوندی کو بہی اوس سے اوسیقدر محبتہ ہوگے علی ہذا القیاس مکانات مین مثلا خانہ کعبہ کو زیادہ تر اختصاص ہے تو محب خداوندیکو بیشک سب مکانات سے زیادہ خانہ کعبہ سے محبتہ ہوگی پہر اسکے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مسجد کا رتبہ ہے اوسکے بعد بیت المقدس کا تو اس شخص کو بہی علی حسب المراتب محبتہ ہوگی اسیطرح اعمال اور اخلاق اور عادات مین خیال کرلو القصہ جتنا کسی چیز کو جناب باری سے قرب ہوگا اوتنا ہی محبان خداوندیکو اوس چیز سے علاقہ ہوگا مثلا ظاہر کے محبتہ مین ظاہر ہے جب کسیکو کیسے محبت ہو جاتی ہے تو اوسکے اقربا اور خویش بلکہ کوچہ کے رہنی والونکی ساتہہ بہی محبتہ ہو جاتی ہے سو جیسے روشندانون مین کو دہوپ بمقدار روشندان کی آتی ہے ایسی ہی محبت بہی بمقدار علاقہ محبوب متعلقان محبوب سے پیدا ہو جاتی ہے مگر جیسی جو دہوپ باہر ہوتی ہے اوسیکا ٹکڑا اندر ہوتا ہے اور جو نور خارج از دیوار ہے اوسی نور کا شعبہ اندر ہے ایسی ہی متعلقونکے محبتہ بھی محبوب ہی کی محبتہ کا شعبہ ہوتا ہے اور اوسیکا ٹکڑا اوسکو سمجہنا چاہئے بخلاف بدخواہان محبوب کے عداوۃ کی کہ وہ محبوب کے محبتہ کو لازم ہوتی ہے اوسکا ٹکڑا اور اوس کا

شعبہ نہین ہوتا یعنے جو لوگ کہ محبوب کے بد خواہ ہوتے ہین اون سے بتقاضاء محبت محبوب عداوۃ ہونے
لازم ہے مگر یہہ عداوۃ محبوب کے محبۃ کا ٹکڑا اور اوسکا شعبہ بلکہ ہمجنس تک نہین ہان اوسکو لازم ہے جیسے
دہوپ کو بشرطیکہ دیوار وغیرہ کوئی شے نور کے روکنی والی حائل ہو سایہ لازم ہے حالانکہ اوسکے
ہمجنس تک نہین اس قیاس پر جو لوگ اعداء خدا ہونگی محبان خداوندی کو اونسے عداوۃ لازم ہوگی
لیکن بہرحال یہہ عداوہ غیر محبۃ ہے اگرچہ اوسکو لازم ہی ہان اولیاء خدا اور مقربان آلہی کی محبۃ وہ
حقیقۃ مین خدا ہی کی محبۃ کا ٹکڑا ہے کوئی غیر شے نہین اسلیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہان حب
فی اللہ اور بغض فی اللہ کے مدح اور ثنا بیان فرمائی وہان تو مقدم کو مقدم رکہا موخر کو موخر اور خداوند
کریم حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے تعریف نہین فرماتی بلکہ اون لوگون کی تعریف کرتے ہین جنمین یہہ
وصف پائی جاتی ہین اور دستور یون ہے کہ کسی صاحب کمال یا موصوف باوصاف مختلفہ کی اگر تعریف
کیا کرتے ہین تو اوسکے کمالات مین سے کمتر کو پہلے لیا کرتے ہین بعد مین اوس سے زیادہ کو پہر بعد مین اوس سے
زیادہ کو تا ہر وصف کے قدر اور عزۃ ہو ورنہ اگر ترتیب کو بالعکس کر دیجئے تو بعد عمدہ اوصاف کے
سن لینے کے کمتر اوصاف کے کیا قدر رہ جائیگی جو محل تعریف مین بیان کیا جائی غرض یہہ بات یاد رکہنی
چاہئی کہ اوصاف کی خوبی اور برائی تو اصلی ہے اور اوصاف والون کی بہلائی برائی اوصاف کے
سبب سے ہی درصورتیکہ اوصاف کی بہلائی برائی بیان کیجائے تو اول کو اول بیان کیا جاوے
اور دوم کو دوم اور درصورتیکہ اوصاف والیکی بہلائی برائی مدنظر ہو اور ایک شخص کے اوصاف
بترتیب ذکر کیئے جائین تو ترتیب مذکور کو منعکس کر دینا چاہئی ہان جہان دو چیز کا فرق مراتب باعتبار
مجموعہ اوصاف کے دریافت کیا جائے یعنے کس مین زیادہ اوصاف ہین اور کسمین کم اور کس مین عمدہ تر
ہین اور کس مین نہین تو یہہ حقیقۃ مین اوصاف ہی کی تعریف ہی اس لیئے اونکی ترتیب وہی ہوگی جو اوصاف
کے ترتیب ہے اس لیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اول ذکر کیا بعد مین صحابہ کا مذکور شروع
کیا القصہ صحابہ کی تعریف مین ادنی وصف جو بیان کیا گیا ہے تو اشداء علی الکفار ہے یعنی
وہ کافرونپر بڑی ہی تیز و تند ہین اور چونکہ محبۃ کرنے آسان ہی کیونکہ طبعی بات انسان کی یہہ
ہے کہ جب کوئی اوس سے محبۃ کرے تو یہہ بہی اوسکی طرف مائل ہو تو اس صورۃ مین خدا واسطے
کی محبۃ سی ایمان خوب نہین پرکہا جاتا ہان عداوۃ کرنے البتہ دشوار ہے کہ عداوۃ کے ثمرہ مین وسرا

ہی عداوۃ ہے سے پیش آئیگا محبتہ تو کرنے معلوم تو اگر کسیکو خدا واسطے کسی سی بغض ہو تو یہہ نشان
کمال ایمان ہی سمجہا جائیگا خاص کر خدا واسطے کی عداوۃ بھی اقربا سے کہ یہہ دشوار در دشوار ہے سو
درصورتیکہ مطلق عداوۃ نشان کمال ہو تو اقربا کی عداوۃ تو نشان اکملیتہ سمجہنا چاہیئے اور ہم جو
قرینہ مقام کو لحاظ کرتے ہین تو محل اقربا ہی کے عداۃ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماسبق کی آیۃ یعنے
لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا صحابہ کرام کے تسلے اور تسکین خاطر کے لیئے نازل ہوئی ہے سو جس غم
کے سبب تسلی کیجاتی ہے وہ غم یہی تہا کہ غزوہ حدیبیہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ
معظمہ سے صلح کرکے مراجعتہ فرمائی اور صحابہ کے آرزوئین خاص کر مہاجرین کی جو در باب جہاد کفار سینون
مین لبریز تھین دلونکی دلومین رہ گیئین اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابتدا مین
اس سفر کے یہہ خواب دیکہی تھی کہ ہم جمیع جماعتہ امن چین سے مکہ معظمہ مین داخل ہوئی اور اسی خواب کے
باعث باین خیال کہ اسی سال مین ہم مکہ مین داخل ہونگے صحابہ کے دلمین یہہ سرور بہری ہوے
تھے کہ کچہہ کہا نہین جاتا وہ سبکا سب حسرۃ و غم سے بدل گیا او سوقت صحابہ کا یہہ حال تہا کہ اگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعتہ نہوتی تو آب تیغ صحابہ کفار مکہ کو غرقاب فنا کردیتی پاس قرابتہ کسکا اور شفقتہ
نسبی کجا وہی مہاجرین جو مکہ والو مین سی کسیکے بہائی کسی بہتیجی تہی فقط جوش محبتہ خداوندی اور
نیازمندی رسول صلعم مین اونہین اپنی اقربا کی خون کے پیاسی نظر آتی تہی اور آیۃ ماسبق اور آیۃ محمد رسول
اللہ الخ سب باہم پیچیدگی مین دست و گریبان ہین تو یون معلوم ہوتا ہی کہ صحابہ کو یون تو ہر کافر دشمن
خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غیظ و غضب آتا تہا لیکن اس آیۃ مین زیادہ تر اوسی غیظ و غضب کے
طرف اشارہ ہی جو اونکو کفار مکہ پر اس قصہ مین پیش آیا سو اونمین سی مہاجرین اونہین کفار کے
اقربا مین سے تہی تو اونکی حق مین لفظ اشداء علی الکفار نشان اکملیتہ ایمان کا سمجہنا چاہئی اور درصورتیکہ
ادنی وصف اونکا اسبات پر گواہی دیتا ہے کہ اونکا ایمان کامل تو کیا اکمل ہے تو اعلی اوصاف تو اعلی
ہین اور چونکہ مومنان کامل الایمان گنی چنی ہوئے ہوتے ہین کچہہ ایسی سہل بات نہین کہ دخل در
معقولات کیطرح ہر کوئی کمال ایمان حاصل کرلے معہذا قرینہ اس باتکا کہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ذکر فرمایا پہر صحابہ کا اس بات پر دلالتہ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس امتہ مین اول نمبر ہے
اور صحابہ کا دوم تو ہم بالیقین سمجہتے ہین کہ صحابہ کرام اول قسم کی مخلصین مین سے تہے کہ شیطان بھی

اونکے اغوا سے کا لونپر ہاتہہ دہرتا تہا بلکہ باین نظر کہ شیطان راس ورئیس کفار ہے اور صحابہ اشداء
علے الکفار ہین تو شیطان پر اور بہی اشد ہونگے علے ہذا القیاس نفس اعداء دین مین سے بلکہ سب مین
بڑہ کر شیطان بہی اوسیکے سہارے اپنا کام کرتی ہے وہ اگر نمانی تو شیطان کیا کرے بہر حال
نفس و شیطان سی اونکی عداوۃ اور بہی زیادہ ہوگی اور ان دونونپر وہ اور بہی اشد ہونگی کیونکہ
بغض فی اللہ یعنی خدا کی دشمنون سی عداوۃ بقدر دشمنی ہوتی ہے جتنے دشمنونکی دشمنی زیادہ اوتنا ہے
بغض فی اللہ زیادہ سو اور مخلصین پر شیطان کا فقط بس نہ چلتا تہا مگر کچہہ اندیشہ بہی نہتا صحابہ
اوسکی کو رہی دیتی تہی عجب نہین کہ اون سے بہاگتا پہرتا ہو سو یہی وجہ ہوگی کہ حضرت عمر کے سایہ سے
بہی شیطان بہاگتا تہا کیونکہ وہ سب صحابہ مین کافرونکی باب مین زہر قاتل تہی اونکی حق مین اشد
علی الکفار ہونا سب مین زیادہ صادق آتا تہا بہلا شیطان جن سی خود بہاگی ہو نہین کیا گمراہ کریگا
شیطان کو ایسی جگہہ اپنی ہی پڑجاتی ہی اور نفس جن سی دبلی وہ کس سے دبین گی آدمی اورون سے
جو دبتا ہی تو اس نفس ہی کی بتی دبتا ہی اسیواسطے یہہ لازم پڑا کہ ایسی لوگون کی عبادات مین کچہہ فرق
نہ پڑی اور اونمین کسی قسم کا رلاؤ ریا وغیرہ کا نہو کیونکہ ان سب بیماریون کی جڑ یہی دو آسیب تہے
جب یہی قابو مین آگئی پہر کیا کسر باقی رہ گئی ایسی وقت اگر برا کام ہوتا ہے تو فقط بسبب غلط فہمی کے
ہوتا ہے اس لئی اوسمین بہی ثواب ملنا چاہیئے مثلاً حضرت موسی علیہ السلام نی حضرت ہارون علیہ السلام
کے جو سر کے بال غصے مین پکڑ کر کہینچے حالانکہ حضرت ہارون کے کچہہ تقصیر نتہی ہرگز بعقل سلیم کے نزدیک داخل
جرائم نہین یہہ نہین کہ اسپر کسی قسم کا مواخذہ ہو بلکہ امید ثواب ہے کیونکہ باعث اس کا فقط خدا کے
محبۃ اور بغض فی اللہ ہوا اور چونکہ یہہ دونون اوصاف محمودہ مین سے ہین بلکہ اعلے اقسام مین سے اور
ادہر اعمال کا مدار نیتہ پر ہے فقط صورۃ پر نہین ورنہ سبکے نماز دکہا برا ہے ثواب ہوتا تو ہمکو یقین کامل
ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو بہی اوسپر ثواب ملی ہان اتنی بات ضرور ہے کہ بعد اطلاع غلطی کی
بوجہ غلطی ندامتہ ہونی ضرور ہے سو اس ندامتہ سی یہہ نہین لازم کہ وہ کام ایسا برا ہو کہ انکو اوسپر عذاب آ
ہو بلکہ وجہ اسکی یہہ ہے کہ وہ کام تو حقیقتہ مین برا ہوتا ہے پر نیتہ کی غلبہ سی اچہا ہو جاتا ہے جیسے
ڈہول دہیہ اصل سے برا ہوتا ہے لیکن یاران غمگسار کا ڈہول دہپہ بہی بسبب اسکے کہ از راہ محبۃ ہوتا ہے
موجب نشاط خاطر محزون ہو ہی الغرض صحابہ کرام کی سامنی جب نفس و شیطان مغلوب ہوے تو

ادس وقت اگر کوئی کار بیموقع اون سی صادر ہوا ہو تو بوجہ غلط فہمی صادر ہوا ہوگا اس صورۃ مین
گو وہ کام برا تہا لیکن چونکہ بری طرح سی نہین ہوا اور شیطان و نفس کو جو بری کامون کی اصل اور
بنیاد مانند بنی والی ہین اوسمین دخل نہین ملا بلکہ قوۃ ایمانی ہے باعث اوس کا ہوئی ہی تو اب بوجہ غلبہ نیتہ
اور قوۃ ایمانی ان کامون کی برائی ایسی مغلوب ہو گئی ہے جیسے ماشہ دو ماشہ برابر بیٹہا نمک کا اثر کوئین
یا دریا مین سو جیسے حضرت موسے کو حضرت ہارون پر غصہ ہونے اور اون کے بال پکڑ کر کہینچنے کا
باعث فقط بغض فی اللہ تہا ایسی ہی مشاجرات صحابہ بہی بغض فی اللہ پر مبنی ہون لیکن جیسی حضرت موسے سے
یہہ غلطی ہوئی کہ اوس بغض فی اللہ کو بیموقع صرف کردیا ایسی ہی صحابہ سی بہی یہہ غلطی ہوئی ہو کہ جوش
بغض فی اللہ مین مثلاً چوک گئی اور بگاڑ بیٹہی اور حقیقۃ الامر کو نسمجہی تو اس صورۃ مین اونپر مواخذہ نہوگا
بلکہ ماجور ہونگے ہان اگر بغض فی اللہ یا کوئی اور صنف محمود باعث اوس فعل کا نہین ہوا بلکہ کوئی ایسا امر ہے
کہ اوسپر ثواب نہین ہو سکتا فقط اوس قسم کی افعال مباح ہوتی ہین تو البتہ ثواب تو مترتب نہوگا لیکن
بسبب غلط فہمی کے ماخوذ بہی نہونگی اور احتمال یہہ بہی ہی کہ گہ وبیگاہ اقل قلیل بمقتضاء بشریتہ کوئی
حرکتہ ناسزا صادر ہووی اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ ہرچند شیطان کو مخلصین پر قابو نہین رہتا اور نفس بہی
مغلوب و مقہور ہو کر اونکا اس طرح مطیع فرمان ہو لیتا ہے جیسے ہاتہی باوجود اس عداوۃ کے کہ اوسکو
آدمیون سے ہی مغلوب اور مقہور ہو کر آدمیون کی ہر طرح سے اطاعتہ کرتا ہے لیکن جیسے
ہاتہی پہر ہاتہی ہی آدمیون کے غلبہ سے آدمی نہین بن گیا کبہی نہ کبہی اپنی عادات اصلی پر آجاتا ہے
ایسی ہی نفس گو غلبہ ایمان اور صولۃ محبتہ الہی کے باعث مقہور اور مغلوب ہو گیا ہے لیکن پہر نفس ہے
وہ طبع زاد برائی اور گناہون کی رغبتہ کہان جائے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ جیسے بدن مین
چارون قسم کی کیفیات یعنے حرارۃ برودۃ یبوستہ رطوبتہ کی پائی جانی سے یہہ دریافت ہوا ہی کہ
بیشک بدن ان چارون کیفیات کی اصلون سی یعنی آگ ہوا پانی خاک سی مرکب ہی ایسی ہی بلحاظ
اس بات کے کہ آدمی کی دل مین کبہی نیکی کی طرف رغبتہ ہوتی ہی کبہی بدی کی جانب یون معلوم ہوتا ہی
کہ انسان کی حقیقتہ ان دونون کی اصلون سے مرکب ہی لیکن جیسے اربع عناصر مین سے ہر ایک
مین ایک کیفیتہ خاص ہی کہ اوسکی مخالف اوس مین نہین پائی جاتے اور اگر پائی بہی جائی تو عارضی
ہوتی ہے جیسے پانی کا گرم ہو جانا ایسی ہی نیکی اور بدی کی اصل مین بہی ان دونون مین سے

ایک ایک ہونی چاہئی اور دوسری آجائی تو وہ عارضی ہے جب یہہ بات مسلم ہوچکی تو ہم کہتے ہین کہ
نیکی کی اصل کا نام ہم روح رکہتی ہین اور بدی کی اصل کا نام نفس اور روح مین کیفیتہ اصلی نیکی ہوگی مغلوب
ہوکر اگر بدی اوس سے صادر ہو تو وہ عارضی ہے اور نفس کی اصلی خاصیتہ بدی ہوگی اور مغلوب ہوکر
نیکی کرنے لگے تو وہ عارضی سمجہی جائیگی اسجگہہ سے ہم یون قیاس کرتے ہین کہ جیسے حرارۃ غریزی کے
وسیلے سے ہم یون دریافت کرتے ہین کہ آدمی کے بدن مین ایک جزو ناری ہی ہی اور پہر اوسکو یون
کہتے ہین کہ اسکی اصل کرہ ناری ہے خدانے اپنے زور قدرت سے اوسی یہان لاکر قید کردیا ہے ایسی ہے
نیکی کے ارادہ کی وسیلے سے اول تو ہم یہہ دریافت کرتے ہین کہ آدمی مین کوئی چیز ایسی ہی ہے کہ
اوسکی اصلی خاصیتہ نیکی ہے اور دوبارہ یون سمجہتی ہین کہ اوسکے اصل طبقہ ملائکہ ہے جنکی شان مین
خداوند کریم یون ارشاد فرماتا ہے لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون یعنی خدا کی نافرمانی
کرتی ہے نہین جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہین سو اسکا ماحصل یہی ہے کہ اونکی اصلی خاصیتہ نیکی ہے ایسی
ہی انسان کے دل مین بدی کے ارادہ اور خواہش کی وسیلے سی اول تو ہم سمجہتی ہین کہ اوس مین کوئی
جزو ایسا ہے کہ اوسکی اصلی خاصیتہ بدی ہے اور پہر یون خیال مین آتا ہے کہ اوسکی اصل طبقہ شیاطین
ہے جنکے حق مین جناب باریتعالے یون ارشاد فرماتے ہین وکان الشیطان لربہ کفورا حاصل یہہ
کہ شیاطین اپنی رب کے قدیمی نافرمان ہین سو اسکا ماحصل یہی ہے کہ اونکی اصلی خاصیتہ بدی اور نافرمانی
ہے القصہ روح عالم ملکوت کی ایک چیز ہے اور نفس طبقہ شیاطین مین سی ہے خداوند کریم نے اپنی زور
قدرت سے انکو ایک جگہہ ایسا جمع کردیا ہے جیسا طوطی اور زاغ کو ایک قفس مین بند کردین پہر جیسے بدنکے
اربع عناصر مین ہر ایک کو اوسکے ہمجنس سے تقویتہ ہوتی ہے ایسی ہی روح اور نفس کو بہی اپنی اپنی ہمجنس سے
یعنے ملائکہ اور شیاطین سے تقویتہ ہوتی ہے چنانچہ بعض احادیث بہی اسپر شاہد ہین اور بزور عقل
بہی ہم یون ہی یقین کرتے ہین کہ اوقات مختلفہ مین یہہ نیکی اور بدی کے خیال کا غلبہ بوجہ ملائکہ یا بوجہ
شیاطین ہو تو ہو ورنہ جو اندازہ طبعزاد تہا وہی رہتا غرض طبعی کیفیتہ اگر جاتی ہے تو کسی خارجی
شئے کے غلبہ سے جاتی ہے سو نیکی کے خیال کا غلبہ بظاہر سامان بجز اعانتہ ملائکہ متصور نہین ہے علی ہذا القیاس
بدی کے جانب توجہ کی زیادتی بجز تاثیر شیاطین معقول نہین سو اگر کسی وقت نیکی کا خیال غالب ہو
اور اس وجہ سے اعمال صالحہ صادر ہون اور اس ترکیب سی روح کی تاثیر نفس پر ایسی طرح عارض

ہوجاوی جیسی برتن کی نیچے اگ جلانیکی ترکیب سے آگ کی تاثیر پانی پر عارض ہوجاتی ہی اور اوسکی تاثیر اصلی کو
جو ٹھنڈک ہی دبالیتی ہی تو اس صورۃ مین نفس ہی روح کی کام ایسی ہی دینی لگی گا جیسے بہت گرم پانی آگ کا کام دے
یعنی بدن کو جلادے علی ہذا القیاس اگر نفس روح پر غالب آجائیگا تو روح نفس کے تبعیت مین نفس کے کام دینی لگی گی کیونکہ ترکیب ایسی
ہوتا کبہی یہ غالب ہو یا نہو چنانچہ اجسام مین یہی حال رہتا ہی کبہی کسی خلط کا غلبہ کبہی کسی خلط کا غلبہ بہر حال اگر روح غالب ہوگی تو
ایسی وقت مین روح کو نسبتہ نفس کی اشداء علی الکفار مین سے سمجہنا چاہئے اور اسوقت مین شیطان کا بالکل اختیار اوٹھہ جاتا ہے اور ود
تسلط اور حکومتہ جو پہلی تہی باقی نہین رہتے تہے لیکن جیسی کسی شخص پر ہمین ایسا اختیار تونہو جیسی نوکر یا غلام پر ہوتا ہی مگر تاہم اپنی
طرف سے اپنی جی کی بات سوجہایا کرتی ہین وہ مانی یا نمانی ایسی شیطان بہی اپنی حسب مرضی کہنی سے یعنی وسوسہ ڈالنی سے
باز نہین آتا بہر حال جبکہ نفس مقہور اور مغلوب ہوجاتا ہی وہ روح کی تبعیت مین اچہی کام کرنی لگتا ہی لیکن پہر نفس نفس ہے
ہی جیسے پانی کتنا ہی گرم کیون نہو آخر پہر پانی ہی اول تو آگ کی بجہانی مین ویسا ہی ہے جیسا ٹھنڈا پانی دوسرے یہہ حرارۃ عارضی
ہی اور عارضی چیز کا کیا اعتبار ابہی آگ جلانی چہوڑدو یا چولہی پر سے اوتار کر ذرا رکہہ دو پہر وہی ٹہنڈا کا ٹہنڈا
ہے اسیطرح جہان نفس کی خبرداری سے ذرا غفلتہ ہوے پہر وہی اپنیون پر آجاتا ہے اور ہر
وقت ایک سا حال رہنا محالات عادی مین سے ہے خصوصا انسان سی جسکی شان مین جناب باری تعالی
یون ارشاد فرماتی ہین ولم نجد لہ عزما یعنی حضرت آدم کی شان مین یون ارشاد ہی کہ آدم بہول گئی اور ہمنی
اوسمین پختگی نپائی کیونکہ جو جو اوصاف حضرت آدم علیہ السلام مین تہے تہوڑے بہت سب بنی
آدم مین ہونی چاہئین وجہ اسکی یہہ ہے کہ توالد اور تناسل مین نوعیتہ باقی رہتی ہے اسیواسطے آدمی
کے آدمی اور گہوڑی کے گہوڑا اور گدہی کے گدہا پیدا ہوتا ہے اور جب نوعیتہ باقی رہے تو جو وجہ
نوعیتہ کے باقی رہنی مین نظر آتی ہے یعنے توالد تناسل وہی بعینہ اور اوصاف کے حق مین بہی سمجہنے
چاہئے بالجملہ سب اوصاف آدم علیہ السلام نسلاً بعد نسلاً کم وبیش سب آدمیون مین ہوتے ہین
چنانچہ مشہور بہی ہے الولد سر لابیہ اور جب یہ ثابت ہی سب آدمیون مین نہوے تو پہر ایک
حال پر رہنا کجا اس صورۃ مین لازم پڑا کہ ہمیشہ نفس کی محافظتہ یکسان نہو بلکہ کبہی کبہی اوسکی
نگاہداشت مین فرق پڑے اور نفس اپنی خاصیتہ کیطرف مائل ہو اور کوئی نکوئی قصور سرزد ہو باقی
رہے یہہ بات کہ کوئی نفس کی حقیقتہ کو بدلکر روح بنالی یہہ خود محالات مین سے ہے خداوند کریم ارشاد
فرماتا ہے لاتبدیل لخلق اللہ یعنے خدا کے پیدا کیے کو کوئی نہین بدل سکتا الغرض کوئی صورۃ

ایسی نہین کہ انسان خطا اور قصور سی بی اندیشہ ہوجاوی لیکن اسحال کا قصور اوس قصور کے برابر نہین
کہ نفس اپنی خاصیتہ اصلی پر ہو اور اوسپر روح کا ذرہ برابر اثر نہو بلکہ اولٹا اوس کا روح پر اثر ہو کیونکہ
بالصورۃ مین آدمی کا کچھہ قصور نہین اسکا کام اتنا ہی ہی روح کو غالب کردی اور نفس کو مغلوب
روح کی خاصیتہ نفس کی خاصیتہ کو دبا بیٹھی یہہ اسکے اختیار مین نہین کہ نفس کو بدل کر روح بنا دی یہہ
اسکے اختیار مین نہین کہ مدام ایکسا حال رہی پہر جب اسکی اختیار مین یہہ دونون باتین ہوین اور جس
قدر اسکا اختیار تہا اوس قدر کر گذرا تو پہر لائق اسکی ہی کہ معاف کیا جائی چنانچہ خداوند کریم خود فرماتا ہے
لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا یعنے اللہ کسیکو اوسکی طاقتہ اور وسعتہ سی زیادہ تکلیف نہین دیتا اسلئے
ہمین یقین کامل ہی کہ اسوقت کی خطائین ہرچند خطائین ہین لیکن بسبب عموم رحمتہ اور وعدہ مذکور کے
معاف کیجائین اسلئی کہ انبیا سی جو لغزشین ہوئین ہین تو شاید اس قسم کی ہون جن پر عتاب ہوا ہے
اور احتمال ہی کہ بسبب اونکے علو رتبہ کی موافق مثل مشہور نیکان را بیش بود حیرانی اونکی زلات سب
از قسم غلط فہمی ہون اور اور ونکو او سپر ثواب ملی پر اونکو اوسپر عتاب ہو لیکن صحیح اول ہی بات
معلوم ہوتی ہے بہر حال ہرچہ باد اباد انبیا کی اسرار کو خدا جانی یا انبیا پر یہان تو فقط اتنی بات سے
غرض ہے کہ یہہ وصف کہ جو اشداء علے الکفار رحماء بینہم کا خدانی معرض تعریف مین بیان کیا اور پہر
تعریف بہی ایسی وصف کی ساتہہ کہ بعد رسالہ اوسیکا رتبہ ٹہرایہہ وصف ایسا نہین کہ صدور گناہ یا
صدور خطا اوسکے ساتہہ محال ہو محال البتہ جب ہوتا کہ اس وصف والونکو حقیقتہ نفس کے تبدیل کا اختیار
ہوتا سو یہہ تو معلوم یہہ ہی اس وصف والونکو میسر نہین آسکتا کہ ایک حال پر برقرار رہین اور کیونکر
رہ سکین دو چیزین مخالف ایکدوسری کی دشمن سے اونکو پالا پڑا ایک شی ہو تو ایک حال پر رہے انکی
واسطے ہی ہے کہ شیطان کا انپر تسلط نہین ہو سکتا خداوند کریم انسے برائیونکو ہٹاتا رہتا ہے
چنانچہ حضرت یوسف سے برائی اور فحش کے ہٹانی کے وجہہ یہی بیان فرمائی ہے کہ وہ چنی ہو ونمین سے
ہین فرمایا ہے کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین یعنی یون ہی ہوا اسواسطہ کہ ہٹالوین
اوس سے برائی اور بیحیائی البتہ وہ ہی ہماری چنی ہوئی بندو تمین القصہ یہہ لازم نہین کہ جو اشداء علے
الکفار رحماء بینہم ہو اکرین اون سی لغزش کا ہونا محالات مین سے ہو ہان البتہ یہہ لازم ہے کہ عبادات
مین فتور نہو اونکی کام مین ریا کو دخل نہو طالب اگر ہون تو رضاء خداوندی کے ہون نظر ہو تو

اوسکے ایک افضال پر ہو سو اسی لئی بعد ان دونون وصفون کی بطور علامات کے اور دلائل کے یون

بیان فرمایا ترہم رکعا الخ جب یہہ بات مقرر ہو چکی تو اب ہماری عرض علماء شیعہ کی خدمت مین یہہ ہے

کہ اول تو بسا اوقات یون ہوتا ہے کہ بڑی بڑی کسی غلطی کے سبب سے بہلی بات کو بری سمجھ جاتے

ہین خضر کی کشتی توڑنے کو حضرت موسے جیسے نبی اولو العزم نے برا سمجھا اور خلاف شریعت

سمجھکر یون فرمایا لقد جئت شیئا امرا حاصل یہہ ہے کہ تو نے برا کام کیا حالانکہ اونہون نے کچھہ برا نہین

کیا تہا بلکہ بہلا کیا تہا اگر نہ توڑتے تو وہ کشتی پکڑی جاتی سو اسیطرح حضرات شیعہ بلکہ حضرات ائمہ بعض

اصحاب کی افعال کو مثلاً فدک کی نادینی کو اور سوا اسکے اور افعال کو سر دست اگر برا سمجھہ گئی ہون اور حقیقت

مین وہ بری نہون تو حضرات شیعہ ہے نقل کی روسی فرمائین کیا محال ہے اور یہہ بہی نسہی شاید

کسی کو یہہ گمان ہو کہ حضرت خضر اہل مکاشفہ مین سے تہے اونکی بات اگر سمجھہ مین نہ آئی تو بجا ہے ابوبکر

کو ہم اہل مکاشفہ مین سے نہین سمجہتی اس لیے یہہ التماس ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ہارون

علیہ السلام کے باہم جو شکر رنجی ہو گئی اور منشا اوس کا یہہ ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام حقیقۃ الامر کو

نسمجہے اور اس سبب سے دست و گریبان ہو گئی اور ایسی ہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا حقیقۃ الامر کو

سر دست نسمجہی ہون تو کیا حرج ہے حالانکہ یہان کوئی مکاشفہ کی بات ہی نتہی اس لیے کہ حضرت

ہارون نے تو کچھہ خطا کی ہی نتہی اگر معصوم ہونیکی وجہ سے اسبات کو مستبعد سمجہتے ہو تو حضرت زہرا

رضی اللہ عنہا تو فقط شیعون ہی کے نزدیک معصوم تہین حضرت موسی تو بالاتفاق معصوم ہین اور

سلسنا یہہ بہی نہین تو یہہ ناکارہ ابہی عرض کر کے آیا ہے کہ اولیا اور مخلصین سے چوک ہو ہی جاتی ہی اور

خطا کا ہونا کچھہ اون سے محال نہین جو اس وجہ سے اونکی بزرگی کی منکر ہو جئی بزرگی اور چیز اور

صدور گناہ اور چیز وہ گناہ جو مخالف ولایت ہے وہ یہہ ہے کہ نفس اپنی خاصیت اصلی پر باقی ہو اور

روح اوسکے مغلوب ہو جائی نہ یہہ کہ بمقتضاء بشریت بہی نہو ورنہ ہم تو نہین کہہ سکتے حضرت

آدم کی شان مین جو یہہ آیا ہے وعصی آدم ربہ فغوی یا حضرت یونس کیطرف تعریض ہے لا تکن

کصاحب الحوت یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہی ما کان لنبی ان یکون لہ اسری

حتی یثخن فی الارض ان سب کی کیا معنے ہونگے حالانکہ یہہ سب وقائع کلام اللہ مین مذکور مین گنجائش

انکار ہی نہین اور صحابہ کے زلات اگر زلات ہی ہون اور از قبیل غلط فہمی نہون تب وہ کچھہ کلام اللہ

مین مذکور نہین کسی حدیث متواتر مین نہین ممکن ہے کہ غلط ہو اور نہ ہی اور ہم کہتے ہین کہ غلط نہین
لیکن جو تم جواب انبیا کے طرف سے دو گی وہی صحابہ کی طرف سی سمجہہ لو بلکہ اونکی طرف سے ہی عذر
بہت ہے کہ وہ معصوم نہین نبی نہین اگر خطا ہو گئی تو بلا سے جب باینہمہ خدا نی اون کی تعریف
کر دی تو پہر کیا حاجت جواب اور عذر کے کیا ضرورت مصرع ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنراست
القصہ اس قسم کی قصور قابل گرفت نہین اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہین کرتے کہ اونپر محاسبہ اور
مواخذہ ہو بلکہ ان اوصاف کے بیان ہی مین اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا اس لئی کہ اشداء
علی الکفار رحماء بینہم ہونا کچہہ اس بات کو نہین چاہتا کہ اونسی کوئی خطا نہو ئی ہو اور جب اسباتکا
التزام ہو اور خداوند کریم نے باوجود امکان صدور خطا اونکی تعریف فرمائی تو یہہ معنے ہوئی کہ یہہ
وصف ایسی نہین کہ انکے سامنے اس قسم کی باتونکا حساب کیا جائی بلکہ یہہ خوبی فقط اسقدر ہے کہ
سبکو محو کیے دیتی ہے تو گویا ضمناً اشارہ اونکی مغفرۃ کی طرف ہوا اور جواب ہی وہ معذب ہو سکین
تو پہر کیا تعریف جہنمی سی تو سوور بلکہ پاخانہ پشاب ہی اچہی ہین چنانچہ ظاہر ہے القصہ نظر انصاف چاہئی
خدا کی تعریف کے بعد پہر کہین ہو سکتا ہے کہ صحابہ جہنم مین جائین پہر اس صورۃ مین ایک
کیا لاکہہ گناہ اونکے ذمہ لگا دو جو کریگا وہ اپنی عاقبتہ خراب کریگا اور جہنمی والے اوسیکو تعریف
سمجہین گے اور حق ہی تو ہی جب کوئی بادشاہ دانشمند جسے انتظام مملکتہ کا خیال ہو اور وہ ملازمونکی حال کا
نگران ہو اپنی چند ملازمونکو باوجود خطاؤنکی کچہہ نکہی تو ظاہر مین یہی سمجہہ مین آتا ہے کہ یہہ کوئی بہت
ہی پیارے ہین کہ اسحال پر بہی ان سے مواخذہ نہین اور جو اونٹی تعریف کرے اور اونکی غمازون
اور دشمنون سے جو اوس سے کینہ رکہتے ہون بری طرح پیش آئے اور اونکے اون کمالات
کو جو اپنی نزدیک اور اونکی دشمنون کے نزدیک اونکے خوبی مسلم الثبوت ہو اونکی دشمنون کو سنا
سنا کر کہی کہ انہین سے جسمین یہہ اوصاف پائی جائین ہمنے اوسکے سب خطائین معاف کین بلکہ
اوسکے لئے اور انعام قرار واقعی تیار کیا ہے تو اس صورۃ مین بجز اسکے اور کوئی احتمال نہین ہو سکتا
کہ بادشاہ کو ان ملازمون سی محبتہ ہے اور اوسکو اونکی پچ ہے جو اونکا دشمن ہے وہ اوسکا دشمن جو اونکا
دوست وہ اوس کا دوست ہے سو بفضلہ تعالیٰ یہہ سارا قصہ بعینہ ان آیات کے ملاحظہ سی سمجہہ مین
آتا ہے کیونکہ اول تو صحابہ کی تعریف ایسی بڑہ کر کرے کہ اوس سے زیادہ کوئی تعریف کی صورۃ اہتو نکے

حق مین بہہ مین نہین آتی پہر بعد ازان فرمایا لیغیظ بہم الکفار یعنے یہہ جو کچہہ صحابہ کے حق مین کہا گیا
تو کفار یعنے اون کے دشمنون کے جلانے اور چڑانے کے لیے کہا گیا ہے سبحان اللہ کیا علم محیط
خداوندی ہے کہ بعد کے تمام احوال کی طرف اشارہ فرما دیا خدا کو تو پہلے ہی معلوم تہا کہ شیعہ اور
نواصب اور خوارج صحابہ کے حق مین غماز یان کرینگے اور اونکی قدر و منزلت کا جو خدا کی درگاہ مین
ہے کچہہ خیال نکرینگے باقی رہے یہہ بات کہ لیغیظ بہم کے ساتہہ تو اعداہم کا لفظ ہونا چاہیئے تہا تو
اسکے وجہ یہہ ہے کہ کافرون ہی کو اون سے دشمنی ہو تو ہو مسلمانونکا کام تو یہہ نہین کہ خدا اونکی
تعریف کرے اور اونکی سب خطائین معاف کرے اور پہر بہی اون سے حسد سے کبہی جائے جنکی خدا
تعریف کرے اور خدا کی بات بات سے اونکی محبت ٹپکی پہر نکلتی ہے نہین کہ اونکے بدی کرے اور
برائیان گائے اور خدا کو اپنا دشمن بنائے یا یون کہیے کہ منکران صحابہ کو جو توبتہ کلمہ گوئی کی آئے
اور بزعم خود مسلمان ہوئے تو یہہ صحابہ ہی کی جوتیونکا صدقہ ہی نہ وہ جہاد کرتے نہ اسطرح اسلام پہیلتا
اور نہ یہہ کلام اللہ کا رواج ہوتا کہ شیعہ تک باوجودیکہ کلام اللہ کو اون سے کیا نسبتہ کلام اللہ کے
تلاوۃ سے مستفید ہوتے ہین پہر باینہمہ اگر اونکے شکر گذار نہون تو پہر کسکے ہونگے اور اونکی حق
مین گستاخی کرینگے تو پہر کسکا ادب کرینگے ان سے زیادہ بڑہکر اور کون کافر نعمتہ ہوگا اس لیئے جناب
باری تعالی نے دشمنان صحابہ کو کافر فرمایا پہر چونکہ علم غیبی مین صحابہ کی نسبت بدگوئی اور گستاخی کا ہونا
متحقق تہا تو جیسے مثال مذکور مین غمازون کی لیئے بیان کیا گیا تہا ایسی ہی غمازان صحابہ کو بہی سنا
سنا کر یہہ ارشاد فرمائی ہین کہ وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت منہم مغفرۃ و اجرا عظیما یعنے حاصل
اسکا اس صورۃ مین یہہ ہوا کہ ای منکران صحابہ یہہ جماعتہ صحابہ جنکی ہم تو تعریف کرتے ہین اور تم پہر بہی
اونکی بدگوئی سی باز نہین آتی اور تسپر بہی نہین سمجہتے اگر بالفرض ایسی ہی ہین جیسے تم کہتے ہو اور
واقعی اونسی یہہ خطائین ہوئی ہین جنکو تم گاتے پہرتے ہو تب کیا ہوگا ہمنے تو یہہ وعدہ کرلیا ہی
کہ انمین سے جو ایمان رکہتا ہوگا اور اوسنی اچہی اچہی عمل کیی ہونگے ہم اوسکے خطائین بہی معاف
کردینگے اور اونکو اجر عظیم بہی دینگے پہر جب وہ سب کے سب کافرونکی ساتہہ تیز و تند ہون اور آپس
مین محبت رکہتی ہون نماز مین ہمیشہ مشغول رہین سوا خدا کے رضامندی اور اوسکے افضال کے اور
کہین طلبگار نہون تو ہم اونکی گناہ کیونکر نہ معاف کرین اور او نہین کسی عذر سے اونکی ایمان

اور اعمال صالحہ کا اجر تدین اس سے زیادہ ایمان اور اعمال صالحہ کی اور کیا صورۃ ہے اگر یہہ شرط
ہوتی کہ ایمان اور عمل صالح کی ساتھہ گناہ بہی کسی قسم کا نکرین تب بہی ایک بات تہی اس وعدہ مین
تو یہہ شرط نہی اہل فہم اس سی سمجہہ گئی ہونگی کہ منہم جو بعد عملوا الصلحت کی بڑہایا ہے تو اوسکی یہہ
وجہ ہے کہ یہہ وعدہ حقیقتہ مین منکرون کی جواب کی لئی بیان کیا گیا ہے اور اوسکی یہہ صورۃ ہے
جیسے مرقوم ہوئے ورنہ یہہ معنی اگر ہون کہ کوئی اونمین سے ایمان لایا اور عمل صالح کیے اور کوئی
کافر ہے رہا نعوذ باللہ تو اوسکو ہم جانتی ہین شیعہ ہی باور نکرین گی اس لئی کہ خدا کی اتنی تو یہہ ہی
معتقد ہین کہ خدا جسے مومن بتلادی وہ مومن ہی ہی کافر نہین سو خدا نے اونکے ایمان اور اعمال
صالحہ کے پہلے ہی گواہی دیدی بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ مین سے بہی اول قسم کے ایمان اور
اول قسم کی اعمال صالحہ کے گواہی دی کیونکہ ایمان مین تو اس سے بڑہ کر کوئی ایمان نہین کہ خدا سے
محبتہ اس درجہ کو پہونچی کہ اوسکے دشمنون سے کسی باشد اپنا ہو یا بیگانہ عداوۃ ہوجاوی اور اوسکی
دوستون سے کسی باشد محبتہ ہوجائے کیونکہ سبکے نزدیک بالاتفاق محبتہ اعلی مقامات ایمان مین
سے ہے اور پہر وہ بہی اسقدر اور وجہ اسکی ظاہر ہے اسلیئے کہ ایمان کہتی ہین کسی چیز کے یقین کر کے
تسلیم کرلینی کو سو اصطلاح شرع مین خاص خدا کی کمالات پر یقین کرلینا اور پہر اونکو تسلیم کرلینا یعنے
مثلاً خدا احکم الحاکمین ہے تو اوسکے ایمان کی یہہ معنی ہوی کہ اول تو خدا مین اس وصف کو یقینی سمجہی
پہر تسلیم بہی کرلی سو حاکم کی حکومتہ کی تسلیم کرنیکے یہی معنی ہین کہ اوس سی منحرف نہو جا علی ہذا القیاس
سب کمالات کو سمجہو مگر یقین کی چند مرتبہ ہین ایک تو علم الیقین یہہ تو ادنی مرتبہ ہے اسکی مثال ایسی
ہے جیسے کسی معتبر آدمی سے ہم سنین کہ فلانی جگہہ فلانی چیز ہی ایسا یقین تو ہر ادنی مسلمان کو حاصل
ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بالاتفاق سچی ہین اونکی خبر سے معلوم ہوا کہ خدا مین سب
کمالات ہین اگر اتنا یقین بہی نہو تو ایمان ہی نہین دوسرا رتبہ عین الیقین یعنے جو کانون سی سنا
تہا وہ آنکہون سی دیکہہ لیا سو اس مرتبہ مین یقین پہلی مرتبہ سے زیادہ ہوتا ہی کیونکہ سنکر گو کسی چیز کا
یقین ہوجائے لیکن وہ بات نہین ہوتی جو آنکہون سی دیکہنی مین ہوتی ہی اسی واسطہ خوبصورتونکی
قصے اکثر کانون سی سنتے ہین اور محبتہ نہین ہوتی اور آنکہون سی دیکہنی مین جو کچہہ ہوتا ہی سب
جانتے ہین لیلی اور شیرین اور حضرت یوسف علیہ السلام سی اونکی مرنیکے بعد کسیکو محبتہ نہوی حالانکہ

شہرہ اونکی حسن وجمال کا جتنا اب ہے جب نہوگا بلکہ اس سی صاف یون معلوم ہوگیا کہ سننے سی کسیکو
محبتہ ہوتی ہے نہین ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کسیکو تو محبتہ ہوتی اپنی زمانہ کے خوبصورتون سے
تو محبتہ ہوجائے اور اون سے نہو وجہ اسکی اور کچہہ نہین کہ سننے سے بوجہ صورۃ محبتہ پیدا نہین
ہوسکتی ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام تو حضرت یوسف ہی تہے اور جو کہین سننے سے ہو بہی
تو وہ بہی دیکھنی ہی کا طفیل ہے یعنی آنکھون سے جو خوبصورۃ نظر آتی ہین اور اونکی دیکھنی سے
ایک کیفیتہ ہوتی ہے تو پہر اگر سنتے ہین کہ فلانا خوبصورۃ ہے تو اوسی اپنی تجربہ سابق پر قیاس
کرلیتے ہین اور اس وجہ سے گونہ اشتیاق پیدا ہوجاتا ہے ورنہ فقط سننی سی کچہہ نہین ہوتا اسی لئی
مادرزاد اندہی کو جسی شکل وصورۃ کا تصور ہے نہین ہوتا اور خوب صورۃ اور بدصورۃ کو ہرگز نہین
سمجہتا اوسکو بوجہ صورۃ کہی سی محبتہ نہین ہوسکتی چنانچہ سب جانتی ہین بالجملہ عین الیقین کے درجہ مین
اگر کوئی چیز جمیل اور مجموعہ کمال ہوتی ہے تو اوس سے بشرط مناسبتہ طبیعتہ محبتہ ہوجاتی ہے
پہر ایک مرتبہ یقین کا حق الیقین ہے وہ یہہ ہے کہ جس چیز کو آنکھون سے دیکہا ہے اوسکی استعمال اور
برتنی کا بہی اتفاق ہو جیسے پانیکا ایک تو دیکہنا پہر دیکہکر اوسی پی بہی لینا اب پینے کے بعد یہہ احتمال
ہی کہ شاید سیراب ہو یا دیکہنی مین کچہہ غلطی ہوئی ہو باقی نہین رہتا غرض یہہ مرتبہ یقین ہو نہین
عین الیقین سے بڑہ کر ہے اس مرتبہ مین وہ محبتہ جو دیکہنی سے پیدا ہوتی ہے اور بہی بڑہ جاتی ہے
بلکہ حقیقتہ مین دیکہیئی تو محبتہ اسی درجہ مین پیدا ہوتی ہی اس لئی کہ پانی سے جو محبتہ ہے تو اسی وجہ سے
ہے کہ وہ پیاس کو بجہادی ہے سو یہہ بات تو پینی ہی سی معلوم ہوئی اگر کوئی شخص ایسا فرض کرو کہ اوسنی
نہ کبہی پانی دیکہا ہو نہ سنا ہو نہ اوسکی یہہ تاثیر معلوم ہو اور نہ اوسی کبہی پانی کی ضرورۃ ہوئی ہو پہر اوسے
ایکدفعہ ہے پیاس لگے اوسوقت اوسکے سامنی اگر پانی آجائی تو وہ کیا جانے کہ اسمین یہہ تاثیر
ہے اور اس سے میری پیاس بجہہ جائیگی بجز اسکی کہ یا تو خدا اوسکی جی مین ڈالدی کہ اسی استعمال
کیجے یا کوئی اوسی بتلادی اوسی ہرگز پانی کی طرف یہہ گمان نہوگا لیکن خوبصورتونکو دیکہنا اس وجہ
سے برتنا ہی ہے کہ جیسی گلزار کے دیکہنی سے جی کو را نہ ہوتی ہے ویسی ہی اونکی دیکہنی سے جان و
دل کو آرام ہوتا ہے بالجملہ عقل سلیم یون کہتی ہے کہ محبتہ حق الیقین کے مرتبہ مین ہوتی ہے چنانچہ
واضح ہوگیا اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو انشاء اللہ تعالی اس بحث کو پورا بیان کرتا مگر ناچار ہون

فرصت کم پھر اپنا حرج اوقات ادہر جواب خط کے جلدی لہذا اتنی ہی پر اکتفا کرتا ہون بالجملہ محبتہ
مرتبہ حق الیقین مین پیدا ہوتی ہے اور یہہ اعلی قسم یقین کی ہے اور پھر محبت مین اعلی قسم یہہ
ہے کہ محبوب کی لواحق و توابع تک محبتہ پہونچ جائی اور اس سے بڑہ کر یہہ ہے کہ اوسکے دشمنون
سے عداوۃ ہو جائے سو جب جناب باریتعالی نے سب صحابہ کے حق مین اسبات پر گواہی دی کہ
اونکی دل مین ہماری دشمنون کی دشمنی اور ہمارے دوستونکی دوستی ہے تو صاف واضح ہوگیا
کہ اونکی دل مین خدا کی محبتہ پہلی ہی باقی کوئی یون کہی کہ مسلمانون سی محبتہ ہونیکو یہہ کیا لازم
ہے کہ خدا ہی کی سبب ہو محبتہ کی بہت اسباب ہین نسب کی وجہ سی ہوتی ہی احسان اور سلوک
کے دوستی اور سوا اسکے اور بہت صورتین ہین علے ہذا القیاس دشمنی کی بہت وجوہ ہین جب
تک یہہ متحقق نہو کہ وہ محبتہ اور دشمنی خدا کی سبب ہے تب تک مطلب ثابت نہین ہوتا جواب
اسکا اول تو یہہ ہے کہ جب کسی وصف کی ساتہہ محبتہ اور دشمنی کو متعلق کرتے ہین تو عرف مین وہ محبتہ اور
دشمنی اوس وصف ہی کی وجہ سے سمجھی جاتی ہے مثلاً کوئی یون کہے کہ مجھے خوبصورتون سے محبتہ ہے
یا عالمون سے محبتہ ہے علی ہذا القیاس کوئی یون کہی کہ مجھی متکبرون سے عداوۃ ہے یا کافرون سے
عداوۃ ہے تو کوئی نا انصاف ہی اسکی سمجھنے مین تامل نہین کرتا کہ یہہ محبتہ اور یہہ عداوۃ ان اوصاف
ہی کی وجہ سے ہے اور یون کسیکو احتمال ہی نہین ہوتا کہ شاید کسی اور وجہ سے ہو سو خدا نے ہی
اشداء علی الکفار کہا ہے یعنی کافرون پر بڑے تیز و تند ہین اور کافر کے ہی معنے ہین کہ خدا کا دشمن
ہو تو معلوم ہوا کہ اونکی عداوۃ بوجہ کفر ہے کسی اور وجہ سے نہین اور جب بوجہ کفر ہوے تو خدا ہے
کی محبتہ کے سبب ہوئی ایسی ہی رحماء بینھم کو سمجھی یعنے ایکدوسری کو جو آپس مین محبتہ ہے تو فقط
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معیتہ اور آپ کے زمرہ مین داخل ہو جانیکے باعث ہے اور اسکا
حاصل ہی وہی ہے کہ خدا کے متعلقون مین سے ہین اور جب یہہ سمجھکر ہوے تو وہی خدا واسطے
کے محبتہ ہوئے معہذا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا نے اسبات کو خوب ثابت کردیا اونکے ہر کام
مین خدا کے رضامندی مدنظر ہے سو کفار سے سختی کی باتین اور آپس کی عنایاتین سب خدا کی
رضامندی کے لیئے کرتے ہین اور خدا کی رضامندی کے طلبگاری عین نشان محبتہ ہے سوا محبتہ
کے اور کوئی وجہ رضا کی طلبگاری کی ممکن ہے نہین اور بہشت کی تمنا ہین جو لوگ خدا کی مرضی کے

کام کرتے ہین تو وہ حقیقتہ مین مرضی کی طلب نہین ہوتی جنتہ کے طلب ہوتی ہے جیسے فقیر روٹی
کی وجہ سے مالدارون کی خوشامد کرتے ہین تو وہ حقیقتہ مین اونکی رضا کے طالب نہین مقصود اصلی
اونکا روٹی ہی ہوتا ہے بالجملہ رضاجوئی محب ہی کا کام ہے الغرض صحابہ کرام کو جو کفار سے عداوۃ
اور اپنی لوگون سی محبتہ تہی تو وہ فقط خدا ہی کی محبتہ کا ثمرہ تہا اور چونکہ محبتہ مرتبہ حق الیقین مین ہوتی
ہے اور وہ اعلی درجہ یقین کا ہے تو لازم آیا کہ سب صحابہ کو خدا کی عظمتہ اور جاہ و جلال اور کمال
اور جمال کا اتنا یقین تہا کہ اوس سے اوپر کوئی یقین کا مرتبہ ہی نہین ادہر تسلیم اس درجہ کو تہی کہ اوسکی
آثار خود موجود تہے چنانچہ باریتعالی نی خود اوسکی خبر دی اور کہا تریہم رکعا سجدا الخ اگر تسلیم نہوتی
تو یہہ اعمال کیون کرتے اور یہی الفاظ بعینتہ جملہ یبتغون الخ اونکی اعمال صالحہ کی بہی خبر دیتی ہین تو اب لوجہ
کمال اونکا ایمان کامل اور اعمال صالحہ جن پر وعدہ مغفرۃ اور اجر عظیم تہا ثابت ہو گیا تو پہر یہہ احتمال کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمراہیون مین سی کوئی مسلمان تہا اور کوئی نہ تہا اور اس وجہ سے منہم فرمایا تو
یہہ شیعون ہی سے ہو سکتا ہے کیونکہ اونکی نزدیک اگر بدیہیات کا انکار اور محال کے تسلیم ممنوع
نہوتی تو سنیون کی مذہب سے رو گردان ہو کر مذہب شیعہ پر کیون مستقیم ہوتی اگر اندیشہ تطویل
نہوتا تو اس دعوی کی دو چار دلیلین بیان کرتا مگر سمجھنے والی اسی رسالہ مین سے اس مطلب کو
سمجہہ جاینگے اونکے لیے یہی دلیل بہت ہے باقی کوئی یون کہی کہ صحابہ کو اگر مرتبہ حق الیقین تہا اور وہ
اعلے مراتب یقین ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اونہون نی کوئی مرتبہ ہے پہر صحابہ
کیون کمتی ہو رسول کہو تو اس شبہ کا جواب یہہ ہے کہ علم الیقین مین سو آدمیون سے اگر ایک خبر سنین
اور اوسپر یقین ہو جائے تو وہ بہی علم الیقین ہی اور ہزار سے سنین تب علم الیقین ہے لیکن باایںہمہ دوسرا
یقین قوی ہی علی ہذا القیاس کوس بہر سے ایک شی دیکہی وہ بہی عین الیقین ہے اور ایک ہاتہہ کے
فاصلے سے دیکہی وہ بہی عین الیقین ہی لیکن دوسری صورتمین جو وضاحت ہے وہ پہلی صورت مین نہین
اسیطرح ایکدفعہ پانی پیجیے یا تہوڑا سا پیجیے وہ بہی حق الیقین ہے اور کئی بار پیجیے یا بہت سا پیجیے وہ
بہی حق الیقین ہے معہذا دوسری صورۃ مین جو بات ہے وہ پہلے صورۃ مین نہین ایکدفعہ مین لبسا
اوقات چندان حال معلوم نہین ہوتا ہان کئی بار مین البتہ خوب معلوم ہو جاتا ہے الغرض حق الیقین
مین شریک ہونی سے مساواۃ لازم نہین آتی باایںہمہ مدار افضیلتہ کا محبتہ پر ہی معلوم ہوتی پر نہین لبسا اوقا

ایک خوبصورۃ کو دو آدمی برابر دیکھتی ہین ایک کو محبۃ ہوئی ہے ایک کو نہین اور جو ہوتی بہی ہے تو
برابر نہین ہوتی سو صحابہ کو خدا تعالی سے وتنی محبۃ نہتی جتنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا سے
تہے اب ایکبات قابل بیان کی اور باقی ہے وہ یہہ ہے کہ شاید حضرات شیعہ کو موافق مثل مشہور ؎
خوے بدرا بہانہ ہا بسیار ؎ صحابہ کے بزرگی کی تسلیم مین یہہ حیلہ اور باقی ہو کہ صحابہ مین باہم اکثر مناقشات
ہوئے اور اون کی باہم اکثر رنج رہے اور نزاع ظہور مین آئی چنانچہ طرفین کے کتابون مین موجود ہے
پہر اونکو رحماء بینہم کیونکر ہم کہین اور جب یہہ نہین تو پہر کس وجہ سے یون کہا جاوی کہ وہ کامل الایمان
تہے بلکہ یون احتمال ہوتا ہے کہ جن سے حضرت امیر کو رنج پہونچا یا وہ اون سے لڑی نہ وہ رحماء بینہم کی
مصداق تہی نہ اونپر آمنوا وعملوا الصلحت صادق آتا تہا اور لفظ منہم جو لبعد عملوا الصلحت بڑہایا ہے
تو اونہین کی اخراج کی لیے بڑہایا ہے اس شبہہ کا جواب ہر چند فقط ہماری ہی ذمہ نہین کیونکہ بعینہ یہی
احتمال خوارج اور نواصب بہی پیش کر سکتے ہین شیعو نکو بہی اس اعتراض کا فکر جواب لازم ہے مگر بغرض
تسکین خاطر شیعہ وسنی یہہ معروض ہے کہ رنج دو وجہ سی ہوتا ہے ایک بوجہ عداوۃ ایک بوجہ محبۃ
بوجہ عداوۃ کی تو صورۃ اظہر ہے دشمنون کو جو دشمنون سے رنج ہوتی ہین وہ اسی قسم کی ہین
باقی بوجہ محبۃ کی یہہ صورۃ ہے کہ کسیکا دوست اوسکے خلاف مرضی اوخلاف توقع کرے تو یہہ رنج
بوجہ محبۃ ہے اس لئی کہ اگر اجنبی ایسی باتین کرتے ہین تو اون سی کچہہ رنج نہین ہوتا اس سی خوب معلوم
ہوتا ہے کہ یہہ رنج فقط محبۃ کا ثمرہ ہے اگر محبۃ نہوتی تو یہہ رنج نہوتا ایسی ہی اگر صحابہ کو بہی سمجہہ لو
تو بہت ہوگا تو یہی ہوگا کہ خدا کی کلام کو تعلیم کرنا پڑیگا سو نعوذ باللہ مثل زرارۃ بن اعین اور احول طاق
وغیرہ مقتدایان شیعہ جو بشہادۃ ائمہ اور کتب شیعہ جہوٹے اور کذاب ہین چنانچہ انشاء اللہ مذکور
ہوگا کچہہ خداوند کریم تو جہوٹا اور کذاب نہین جو اتنا دشوار معلوم ہو مگر جنکو جہوٹے باتون کی تسلیم
کرنیکے خو ہو وہ سچے کلام اگرچہ خدا ہی کی کیون نہو کیونکر تسلیم کرلین معہذا ہم یون پوچہتے ہین کہ
سنی تو سب اعتقاد شیعہ اس قابل ہی نہین کہ اونکی کتابون کی روایتہ کو تسلیم کیا جاوی باقی رہے
شیعون کی روایتین اونکا حال یہہ ہے کہ جن راویون سی شیعہ اپنی دین ایمان کی باتین لیتی ہین اور
مابین شیعہ اور حضرات آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ واسطہ ہین اونکا حال یہہ ہے کہ ہشام بن سالم
اور ہشمی اور صاحب طاق یعنی احول طاق وغیرہم جو انکی مقتدا اور پیشوا اور احادیث معمول بہا کی

راوی ہین اونکی جو کچھہ خوبیان اور بزرگیان ہین اور حضرات ائمہ کی اونکی فضائل بیان کیے ہین
وہ سب تو اس رسالہ مین نہین آسکتی پر بطور نمونہ کچھہ معروض یہی ہے کلینی جو اصح الکتب شیعہ ہے
اوسمین یہہ حدیث ہے عن ابراہیم بن محمد بن الخزار و محمد بن الحسین قالا دخلنا علی ابی الحسن الرضا علیہ السلام
فقلنا ان ہشام ابن سالم والمیثمی وصاحب الطاق یقولون ان اللہ تعالی اجوف الی السرۃ والباقی
صمد فخر للہ ساجدا ثم قال سبحانک ما عرفوک ولا وحدوک فمن اجل ذلک وصفوک حاصل اس روایتہ کا یہہ ہے
کہ ابراہیم بن محمد بن خزار اور محمد بن حسین بیان کرتے ہین کہ ہم امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کے پاس
گئے ہمنے کہا کہ ہشام بن سالم اور میثمی اور صاحب الطاق یون کہتے ہین کہ اللہ تعالے ناف تک
تو کہوکرا ہے اور باقی ٹہوس ہے آپ سنتے ہی سجدہ مین جا پڑے اور یہہ فرمایا کہ الہی تو پاک
ہے ان عیوب سے نہ ان لوگون نے تجھے پہچانا اور نہ انہون نے تجھی وحدہ لا شریک لہ جانا اس
سبب سے جو کچھہ انکے موہنہ مین آتا ہے بک دیتی ہین دوسری روایتہ بہی کلینی ہی کی ہے
عن علی ابن حمزۃ قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام سمعت ہشام بن الحکم یروی عنکم ان اللہ جسم صمدی
نوری معرفتہ ضروری یمن بہا علی من یشاء من عبادہ فقال سبحان من لا یعلم احد کیف ہو الا ہو لیس
کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر لا یحد ولا یحس ولا یحیط بہ شئی ولا جسم ولا صورۃ ولا تحدید حاصل اس روایتہ کا
یہہ ہے کہ ابن حمزہ کہتا ہی کہ مینے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہشام بن حکم تم سے روایتہ کری ہی
کہ خدا جسم ہے ٹہوس سو اوسکے جواب مین حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ نے کچھہ ویسا ہی فرمایا جیسا امام
ابو الحسن رضا نے فرمایا تہا مطلب قریب قریب ہی اب ان روایتون کو دیکہیئی کہ مقتدایان امامیہ
کیا کیا معرفتین تراشتی ہین پہر تبرا امامونکا حوالہ دیتی ہین علی ہذا القیاس بعضی انکی مقتدا اور پیشوا
خدا کی نسبتہ یہہ عقیدہ کہتی تہی کہ خدا ازل مین جاہل تہا جیسے زرارۃ بن اعین اور بکر بن اعین
اور سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم وغیرہم اور کہان تک بیان کرون ایسی ایسی بزرگوارون سے
دین کی باتین روایتہ کرتے ہین اور پہر اون روایتون کو صحیح سمجہتی ہین اور اونکا نام صحاح رکہتی ہین
اور یہہ افسانی انہین کے معتبر کتابون سی معلوم ہوئی ہین یقین ہی کہ علما سب تسلیم کرینگے اور اگر بموافق
عادۃ بزرگان دروغ پسندگی سنیون کی سامنی جہوٹ بولجائین اور انکار کر جائین تو اپنے دل مین
تو ضرور ہی منفعل ہونگے سبحان اللہ اسبات کی رعایتہ تو سنیون مین ہی کہ جن کتابون کا صحاح نام

رکہتے اور اونہین معتبر سمجہتے ہین اون مین بجز پارساؤن اور متقیون اور دینداروں کی اور کسی سے روایتہ نہین لاتے اور جو لاتے بہی ہین تو اس غرض سے کہ کوئی اس روایتہ کی وجہ سے دہوکا نکہا جائے اسی لئے بتلا جاتے ہین کہ یہہ حدیث ضعیف ہے یا موضوع یعنی بنائی ہوئی جہوٹی روایتہ ہی الغرض شیعون کے دین کی روایتونکا جب یہہ حال ہے تو کتب تواریخ تو نور علی نور ہے ہونگی اور سنیونکی روایتہ خود قابل اعتبار نہین تو اس صورۃ مین جو روایتین کہ نزاع صحابہ اور باہم کی چپقلش پر دلالتہ کرتے ہین کلام اللہ کے مقابلہ مین کیونکر قابل اعتبار ہون گے بہرحال کلام اللہ متواتر تو ہے جس صورۃ مین کلام اللہ مین رحماء بینہم ہو اور اوسکے تمہارے نزدیک یہی معنے ہون کہ اون مین ہرگز کبہی رنج ہوتا ہے نہین تو موافق قاعدہ اصول کے اون روایات کا اعتبار نہوگا جو کلام اللہ کے مخالف ہین اب بفضلہ تعالے جمیع امور متعلقہ آیتہ مرقومہ بالاسی فراغتہ پائی لازم یون ہے کہ ایسی آیتہ ہے جو صحابہ کے بزرگی پر ایسی دلالتہ کرے کہ اظہر من الشمس ہو اور بسہولتہ فہم مین آجائے اور اوس روایتہ سے اونکا حسن خاتمہ بہی معلوم ہوجائے بیان کی جائے شاید کوئی راہ پر آجائے

لہذا آیتہ ششم معروض خدمتہ ہے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم

حاصل اسکے معنونکا یہہ ہے کہ جو لوگ قدیم ہین پہلے وطن چہوڑنے والے اور مدد کرنیوالے اور جو اونکی پیچہے آئے نیکی سے اللہ راضی اون سے اور وہ راضی اوس سے اور تیار کر رکہی ہین اللہ نے اون کے لیے باغ جنکی نیچے بہتی ہین نہرین رہا کرین وہ اونمین ہمیشہ ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنے اس آیتہ کے بعد ہم جانتے ہین کہ اگر حق پرستی مدنظر ہوگی تو مولوی عمار علی صاحب تو کیسے گنتی مین ہین شیعہ صد سالہ بہی جسکی رگ و پے مین تشیع سما گیا ہو حق بول اوٹہی اور کیونکر نہ حق بولی جناب باریتعالی نے اس آیتہ مین منکران اکابر صحابہ کے لیے حیلہ وحجتہ کی گنجایش ہی نہین چہوڑے اگر ایمانکا ذکر ہوتا یا اعمال صالحہ کا ذکر ہوتا تو شیعہ اور خوارج اور نواصب آنکہین بند کرکے یون بہی کہہ سکتے کہ صاحب ہمین مومنون اور اچہی عمل والون کے لیے خدا کا وعدہ ہے سو ہم کہتے ہین کہ وہ دائرہ ایمان ہی سے خارج تہے سبقتہ ہجرۃ خلفاء ثلثہ اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ وغیرہم مہاجرین اولین کچہہ لگی چہپی بات نہین جو انکار کرسکین اور کہدین کہ صاحب کسینی تہمتہ لگادی ہوگی خصوصا خلیفہ اول کی ہجرۃ کہ وہ حضرت

علی کی ہجرۃ سی ہی سابق ہے اور مہاجرین اولین تو اونہین لوگونکی نسبتہ اول گنی جائین گے جو بعد
جنگ بدر کے آئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو مہاجرین اولین مین سے بہی مہاجر اول نکلے اس صورۃ
مین تو اسی آیۃ سی اونکی افضیلۃ نکل آئی کیونکہ درصورتیکہ اس آیۃ مین جتنے وعدہ ہین وہ سب سبقتہ ہجرۃ پر
مثلا موقوف ہوئی تو جو کوئی سبقتہ مین ہی سابق ہوگا وہ استحقاق وفاء وعدہ مین بہی اول نمبر
ہوگا اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو البتہ ابوبکر صدیق سی اتنا پہلی گہر چہوڑ کر آئے
کہ ابوبکر صدیق کے گہر تک پہونچی باقی سب اون سے پیچہی ہی نکلی اور ہجرۃ حبشہ اگرچہ ہجرۃ مدینہ منورہ
سے سابق ہے لیکن اوسکی وجہ سے سابق ہونا چندان موجب افضیلۃ نہین اوس ہجرۃ کی اباحت
کا باعث تہا تو فقط قلتہ صبر تہا مکہ معظمہ مین رہکر پکار رہنا اور احکام خداوندیکا بجالانا بہت دشوار
تہا ثبات ایمان اور حفظ جان کے لیے ضعفا کو رخصتہ ہوگئی تہی اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم ہجرۃ حبشہ نہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حکم نہوا نکلے اگر کوئی وجہ
بتکلف نکال بہی دیجی تو اسکا کچہہ جواب ہی نہین کہ جسنے حبشہ کیجانب ہجرۃ کی اوسپر کچہہ عتاب نہوا اور مدینہ
منورہ کے ہجرۃ بغرض امداد دین تہی اوسکو رخصتہ نہین کہہ سکتی عزیمتہ ہی کہئی تو اول درجہ کی عزیمتہ
کہیے اسلیئی اوسکی تارکین مورد عتاب رہی ہرچند ہجرۃ حبشہ کا رخصتہ ہونا اور ہجرۃ مدینہ منورہ کا عزیمتہ
ہونا قطع نظر ظاہر ہونیکے اس تقریر سے اور ہی واضح ہوگیا مگر مزید توضیح کے لیے اسقدر اور بہی
ملحوظ خاطر رہے کہ ہجرۃ مدینہ مین جان پر کہیلنا تہا اور ہجرۃ حبشہ مین جانکا بچانا اوسمین دین کا بڑہانا
تہا اسمین اپنی نماز روزہ کا بجالانا اوسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرۃ تہی اسمین رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا تنہا چہوڑ جانا اوسمین مارنا مرنا اقربا سے روسا سی جہاد کرنا اسمین اعداء کی ہاتون
سے چہوٹ کر سلامتہ گذرنا ببین تفاوۃ رہ از کجاست تا بکجا غرض ہجرۃ حبشہ کوئی فضیلتہ قابل
تعریف نہین خصوصا تعریف خداوندی اسی لیے فریقین مین سے کسینی اوس ہجرۃ کو مصداق آیات
تاکید ہجرۃ یا آیات فضائل ہجرۃ نہین سمجہا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہہ آیۃ اور نیز آیات ہجرۃ
مدینہ منورہ کی ہجرۃ کی بعد نازل فرمائی ہین وہہر اس آیۃ مین اور نیز اور آیات مین مہاجرین کی فضائل
مین انصار کو پہر فرمایا اور سورۂ حشر مین مہاجرین کی حال مین لفظ ینصرون اللہ بڑہایا تاکہ معلوم
ہو جائی کہ یہہ فضیلتہ ہے ہجرۃ کے لیے ہے جو انصار کے نصرۃ کی ہمدوش اور اونکی کام سی ہم آغوش

ہے سوالیسی ہجرۃ اگرہے تو مدینہ منورہ کی ہجرۃ ہے حبشہ کی ہجرۃ مین نہ انصار تہی نہ نصرۃ تہی بہر حال
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور زبیر
رضی اللہ عنہم وغیرہم کی سبقتہ ہجرۃ مین کچہہ کلام نہین پہر اس سبقتہ ہجرۃ ہی کے سبب خداوند کریم
یون فرماتا ہے کہ اللہ اون سے راضی ہوا سو اول تو یہی کفایتہ کرتا تہا کیونکہ رضا سے آگی کوئی مقام
ارفع نہین جب خدا اون سے راضی ہوا تو اونمین کمال ایمان بہی اس درجہ کو ہوگا کہ کہا نہین جاتا اور
اعمال صالحہ بہی اونکی قرار واقعی صالح ہونگی سو اول تو موافق آیتہ وعد اللہ الذین آمنو وعملوا
الصلحت منہم مغفرۃ واجراً عظیماً موعود بالاکی اونکی مغفرۃ مین کلام کی گنجائش نہ رہے کیونکہ بزرگان
مذکور سبکے سب غزوہ حدیبیہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تہی بعد ازان پہر یون بہی ارشاد
فرمایا کہ اونکی لیی جنتین تیار کر رکہین ہین پہر وہ بہی ہمیشہ کے لیے اسپر بہی کوئی اونکی بزرگی مین شک کری
تو بجز اسکے نہین ہوسکتا کہ بزرگی کے معنی اوسکے نزدیک یہہ ہون کہ خدا اوس سے ناخوش ہو اور اوسکی
لیے جہنم تیار کر رکہی ہو سو حضرات شیعہ جو ان بزرگوار و نکی بزرگی مین کلام کرتے ہین اور انکی دشمنو نکو
اکثر بزرگ سمجہتے ہین تو شاید اپنی اصطلاح کی موافق سمجہتے ہین لیکن اس صورۃ مین لازم آئیگا کہ حضرت
امیر سے بہی دست بردار ہون کیونکہ وہ بہی بشارۃ مین داخل ہین بہر حال ان اولیاء اللہ کے
برا کہنے والی انکو کیا کہتے ہین خدا کو جہٹلاتی ہین سو اونکا کافر یا فاسق کہنا اپنا کافر یا فاسق
کہنا ہے آفتاب کو کوئی بی نور بتلائی تو وہ آفتاب کو کیا اپنی آنکہون کو بی نور بتلاتا ہے اسکے بعد
اتنی اور گذارش ہے کہ بعضے ہٹ دہرم شاید یون تکرار کرین کہ خدا پہلے راضی ہوگیا ہو اور پہر جب
حضرت امیر سے مخالفہ کی ہو تو ناراض ہوگیا ہو اور اونکی لیے جو جنتین تیار کر رکہین ہین تو اس سے یہہ لازم
نہین آتا کہ اونکو عذاب ہوئی نہین بلکہ ہوسکی ہے کہ اول عذاب ہولی اور پہر وہ جنتون مین چلیجائین تو اسکا
جواب ہرچند قابل جواب نہین خصوصاً شیعہ کے مقابلہ مین کیونکہ خوارج بہی بعینہ حضرت امیر کے اس
قسم کے آیات مین بعینہ یہہ احتمال پیدا کر سکتے ہین یہانتک کہ جن آیات مین مغفرۃ کا ذکر آیا ہے اوسی
ہی یون کہہ سکتے ہین کہ یہہ وہ مغفرۃ ہے جو بعد عذاب کے ہوگی لیکن نقل مشہور ہے کہ حیلہ جو را تا
بدر وازہ باید رسانید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اول تو سورۂ تحریم مین یون ارشاد ہے یوم لا یخزی اللہ
النبی والذین آمنوا معہ یعنے جسروز کہ نہ رسوا کریگا اللہ نبی کو اور اون لوگون کو جو اوسکے ساتہہ

ایمان لائی ہین سواونکی ایمان ہین تو شیعہ ہی کلام نہین کر سکتے اس لئی کہ کلام اللہ موجود ہی ان اللہ

لایرضی عن القوم الکفرین یعنی اللہ راضی نہین ہوتا کافرون سی بلکہ یون ہی آیا ہے ان اللہ لایرضی

عن القوم الفسقین یعنے اللہ راضی نہین ہوتا فاسقون سے سو جب خدا اون سے راضی ہوا تو اون کے

رسول اللہ کے ساتھ ایمان لاتی ہین تو کچھ شک نہوا بلکہ اس بات مین ہی تردد نرہا کہ وہ ایک زمانہ

مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمان حیاۃ مین سے صالحین مین سے تھے فاسق تک نتھی تو

بیشک موافق وعدہ الہی کے وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیامۃ کو معزز اور محترم

رہین گے پہر عذاب آخرۃ کے کہ اوس سے بڑھ کر کوئی رسوائی نہین کیا معنے مگر شاید ان اولٹون

سمجھہارون کی نزدیک یہی معنی عذاب کے ہون دوسری یہہ کہ سورۂ انبیا مین یون ارشاد ہے

ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون لایسمعون حسیسہا وہم فی ما اشتہت انفسہم خالدون

لایحزنہم الفزع الاکبر وتتلقہم الملئکۃ ہذا یومکم الذی کنتم توعدون حاصل اسکا یہہ ہے جنکے لئے ہماری یہان عمدہ

مرتبہ مقرر ہو لئی ہین وہ اس دوزخ سی دور رہینگی نہین سننے کی اوسکی آہٹ تک اور وہ اپنی جی چاہتی چیزون مین

ہمیشہ رہین گی نہ غم ہوگا اونکو اس بڑی گہبراہٹ مین اور لینی آوینگی اونکو فرشتی یون کہتے ہوئی یہہ

دن ہے جس کا تمسے وعدہ تہا اب خیال کیجئے کہ جب خداوند کریم وعدہ فوز عظیم فرمائی اور تسلی آمیز کلام اونکو اطمینان دلائے

ایسون کو مستحق عذاب جاننا نادانون کا کام ہے اور وعدہ کا پہلے سے مقرر ہونا آپ ظاہر ہے کہ ابہی سے وعدہ ہولیا

اور دہین وعدہ کے موافق تسلیان ہولین پہر اونکی لئے عذاب کا ہونا بالی اسکے نہین ہوسکتا کہ نعوذ باللہ

خدا اپنی وعدہ سی ہٹ جائی سو خدا تعالی شیعیان علی کیطرح سی تو ہی ہے نہین نعوذ باللہ منہا کہ آج تقیہ

کرکے سب کچھہ کہہ لیا پہر وقت پر آنکہین بدل لین اس تقریر سے یہہ واضح ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے محاربہ یا شکر رنجی نہ موجب کفر ہے جیسے اکثر شیعہ کہتے ہین نہ موجب فسق نہین تو خدا ان لوگون سے

کیون راضی ہوتا اس لئی کہ وہ خود فرماتا ہی ان اللہ لایرضی عن القوم الکفرین ان اللہ لایرضی عن القوم

الفاسقین بلکہ انکار امامۃ حضرت امیر بہی موجب کفر و فسق نہین کیونکہ تمام جماعۃ مہاجرین و انصار سوا

دو چار آدمیونکے سب اونکی امامۃ کی شیعونکی نزدیک منکر تھے اور اسیکی موید نہج البلاغۃ مین جو اصح الکتب

شیعہ ہے حضرت امیر سے دربارہ محاربہ امیر معادیہ یون مروی ہی اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی

ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج یعنے ہم اپنی مسلمان بہائیون سے اس سبب سے لڑتے ہین کہ اسلام مین

کچھہ کجی کی باتین داخل ہوگئی ہین اس سی صاف ثابت ہوتا ہی کہ منکر امامۃ حضرت امیر اور اون سے
لڑنیوالی کافر نہین اور امیر معاویہ باوجود اس مخالفۃ اور انکار امامۃ کی چنانچہ سبکو معلوم ہی حضرت
امیر کے نزدیک مسلمان ہی تہی اب اگر شیعہ مذہب کا ماننا چاہین تو اون روایات کی تغلیط
اور تکذیب کرین جنسی محاربات صحابہ اور مشاجرات اونکی حضرت امیر کے ساتھہ ثابت ہوتی ہین
نہین ہی کرین کہ کلام اللہ مین سے ان آیات کو بن پڑے تو اوڑا دین آخر حضرت عثمان نے حضرت
امیر کے استحقاق امامۃ کے مخفی کرنیکے لیے گیارہ ہزار آیتون کے قریب اوڑا دین حالانکہ وجہات کا
مخفی کرنا سخت گناہ ہے شیعہ تو بزعم خود نیک ہے کام کرینگے اور جب حضرت امیر سی لڑنا اور اونکی
امامۃ کا انکار نک موجب کفر و فسق نہوا حالانکہ امامیہ کے نزدیک مثل شہادتین اقرار امامۃ حضرت امیر
ہی جز ثالث ایمان ہے تو اور گناہ جو اس سی کمتر ہین وہ کاہیکو موجب کفر و فسق ہونگی اس صورۃ
مین حضرت امیر معاویہ اور اونکی اصحاب ہی اس طعن سی شیعون کے عقائد موافق بری ہوئی چاہین
بہرحال آیتہ السابقون نے شیعون کو جواب دندان شکن سنایا نہ بن پڑی ہی کہ اصحاب ثلثہ
وغیرہم مذکورین کے نسبت یون کہین کہ وہ اس آیتہ کے نازل ہونیکے بعد مسلمان ہوئی کیونکہ یہہ آیتہ
سورہ توبہ مین ہے اور سورہ توبہ کل ایک دو برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے
نازل ہوئی ہے یہہ سب صاحب مکہ مین مسلمان ہوئی تہے نہ اسکی گنجایش کہ لفظ باحسان ہی کو ملی یا نملی
دینگا دہینگی سے مہاجرین اور انصار کے ساتھہ ملا کر کچھہ باب گفتگو کشادہ کرین کیونکہ اتبعوہم
کے متعلق ہے اور پہر وہ جملہ اور جملہ ہے موصولہ ماقبل تک کیونکر لیجائین مہذا طرفہ تماشا یہہ ہوگیا کہ
اس آیہ اور اور دو تین آیتون کے وسیلہ سے جو اس آیتہ کی ذیل مین مذکور ہوئین سنی اصحاب
ثلثہ کیا بلکہ تمام مہاجرین اور انصار کا ایمان ثابت کرکے امامیہ کے ایک اور عقیدہ کو خاک مین
رلا سکتی ہین وہ عقیدہ تو یہہ ہی کہ حضرات آئمہ سبکے سب اثنیون سی تو کیا انبیا سی افضل ہین
اور وجہ اس عقیدہ کی پامالی کی یہہ ہی کہ سورہ توبہ ہی مین اون صحابہ کی حق مین جو ایمان بہی لائی اور ہجرۃ بہی
کی اور جان و مال سے خدا کی راہ مین جہاد بہی کیا یون ارشاد فرماتی ہین کہ اونکا مرتبہ اور اثنیونسے
اعلی ہی پہر اوس مین کچھہ تخصیص امام اور غیر امام کے نہین تو معلوم ہوا کہ سوا حضرت علی کی اور
ائمہ اطہار اوس رتبہ کو بہی نہ پہونچی تہی جو اون صحابہ کا ہی نبی کا رتبہ تو درکنار تسکین خاطر کے

یہی وہ آیۃ مرقوم ہے الذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک

ہم الفائزون یبشرہم ربہم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لہم فیہا نعیم مقیم خالدین فیہا ابدا ان اللہ عندہ
اجر عظیم یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور اونہون نے وطن چھوڑ دیا اور خدا کے راہ مین مال وجان
سے جہاد کیا وہ سب مین بڑے درجہ والے ہین اور وہی لوگ مراد کے پہونچنے والے ہین بشارۃ
دیتا ہے اونکو رب اونکا اپنی رحمۃ اور اپنی رضامندی اور باغون کے جنمین اونکے لیے دوام کے
نعمۃ ہے وہ اوس مین ہمیشہ ہمیشہ کو رہین گے کیونکہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے اب حضرات شیعہ سے
بجز اسکے کچھہ نہین بن پڑتے کہ یا تو حق لول اوٹہین یا یہہ موافق مثل مشہور الضرورت تبیح المحظورات
بحکم ضرورۃ پہر مذہب قدیم کے طرف رجوع کرین اور یون کہین کہ ہمین کلام اللہ سے وہی ثابت ہوتا ہے جو
سنیون کا مطلب ہے لیکن خدا کا کیا اعتبار جیسے اور بہت سے امور مین ہمارے عقیدہ موافق آج
کوئی مانی یا نمانی خدا کو بدا واقع ہوا ہے صحابہ کے شان مین اور سنیون کے حق مین اور کلام اللہ کی
حفاظت مین بہی بدا واقع ہوا ہے اور پہلا ارادہ ہو جیسا کلام اللہ مین فرمایا تہا وہ ہو نہین اب راے بدل گئی ہو
اور یہی معنی بدا کی ہین چنانچہ نظام الدین جیلانی نے جنکو آج کل کی شیعہ شاید منافع بتلائین رسالہ
علم الہدی فی تحقیق البدا مین لکہا ہے یقال بدا لہ اذ اظہر لہ راے مخالف الرائے الاول یعنی کہا
کرتے ہین کہ فلانی کو بدا واقع ہوا جب اوسکو پہلی رائی کی مخالف کوئی دوسری رائی سوجھی ملا نظام الدین
جیلانی مذکور اوسی رسالہ مین لکہتا ہے کہ شیخ ابوجعفر طوسی اور شیخ ابو الفتح کراجکی کا بہی بدا کی معنون
مین یہی مذہب ہے اسلئے کہ شیخ طوسی نی عدۃ مین اور شیخ کراجکی نے کنز الفوائد مین یہی تحقیق کی ہے
مگر شریف مرتضی نی ذریعہ مین جو کچھہ تحقیق کر کے لکہا ہے اور طبرسی کی کلام مین سے بہی کچھہ اوسی کی
بو آتی ہے وہ اسکے خلاف ہے کیونکہ وہ لکہتی ہین معنی قولنا بدا لہ تعالی انہ ظہر لہ من الامر مالم یکن ظاہرا
یعنی ہم جو کہتی ہین کہ خدا کو بدا ہوا تو اوسکی یہہ معنی ہین کہ خدا کو کوئی ایسی بات معلوم ہوئی جو پہلی
نہ تہی پہر اسکے بعد ملا نظام الدین لکہتی لکہتی یون لکہتا ہے کہ حاصل یہہ ہے کہ خدا کو اشیاء نوپیدا کا
علم اون کے وجود کی بعد حاصل ہوتا ہے اور پہر اس کے بعد اپنی تحقیق لکہتا ہے اور وہ تحقیق دوسرے
معنون پر منطبق آتی ہے وہ یہہ ہی کہ خبر مین بہی بدا ہوتا ہے یعنی یون بہی کبہی ہوتا ہے کہ آیندہ بات
کی خبر دی کہ یون ہوگی اور وہ اسطرح نہوا اب سنیی کہ متاخرین امامیہ کو کچھہ بدا کی باب مین بہی ہوش آئی

ہے اور سنیون کے اعتراضون کو سن سنا کر کچہہ فکر آبرو ہوا ہے اسلئے بات بدل کر اس بات کی قائل ہوئی ہین
کہ یہہ بات فقط خاص اوس علم مین ہوتی ہے جسکی کسی کو خبر نہین کرتے اور جو علوم کہ انبیا کو بہیجی جاتی ہین اوس
مین خدا جہوٹ نہین بولتا سو اگر اس بات پر امامیہ جم جائین تو سنیون کے طرف سے اونکو مرحبا اور آفرین
اس صورۃ مین کلام اللہ کی بات تو باون تولی پاؤ رتی کی ہوگی پہر ہمین کیا ضرورۃ کہ بدا کی عذر کی
وجہ سے کسی اور طرح سے اثبات مدعا کرین مگر مانتی ہین ملا نظام الدین کو کہ سنیون کی طعن اوٹہائی
اور مذہب کے بٹا لگجانی سے گہبرائی مذہب کو سنبہالا اور متاخرین کی نماتی اس تخصیص مین جو
متاخرین بنسبتہ علم مخصوص کی کرتی تہی اونکی تکذیب کے اور بہت سی روایات احادیث مذہب شیعہ نقل
کرکے متاخرین کی بات کو خاک مین رلا دیا اور کیون نہ رلاوی آخر شیعون مین بڑی محقق ہین یہی وجہ ہوئی
کہ اس بات خاص مین رسالہ لکہا معہذا اوس کا کہنا ہی سچ ہے جہوٹ بولنا تو جب ہو جب خدا جان بوجہ کر
کچہہ کا کچہہ کہدی اور جب نعوذ باللہ خدا ہی کو غلط معلوم ہو تو پہر خدا کا کیا قصور جو متاخرین کہتی ہین کہ خدا
اپنے دوستون سے جہوٹ نہین بول سکتا بالجملہ اون سب روایات سے جو محقق مذکور نے اثبات
مدعا کی لیئے نقل کرین یہہ ثابت ہوتا ہے کہ بدا کی تین قسمین ہین ایک تو بدا فی العلم یعنی خدا نی پہلی سے کچہہ
جان رکہا تہا پیچہے سے حقیقۃ الامر کچہہ معلوم ہوئی دوسری بدا فی الارادہ یعنی پہلی کچہہ ارادہ تہا پہر یون
معلوم ہوا کہ یہہ ارادہ ٹہیک نہین تیسرے بدا فی الامر یعنی پہلی کچہہ حکم دیا پہر بعد ازان یون معلوم ہوا کہ
پہلے حکم مین کچہہ غلطی تہی اوس حکم کو بدل کر دوسرا ایسا حکم جسمین وہ نقصان نہو بلکہ مصلحتہ وقت معلوم
ہوتی ہو صادر فرمائین یہہ معنی آخر خوب ذہن نشین رکہنی چاہیئین ایسا نہو کہ نسخ سے مشتبہ ہو جائین
کیونکہ نسخ حقیقۃ مین اسی کہتی ہین کہ ایک حکم کا زمانہ آخر ہو جاوی اور دوسری حکم کا زمانہ آجائی مثلاً رمضان
مین روزہ رکہنی کا حکم ہے جب عید ہوئی وہ زمانہ آخر ہوا اور افطار کا زمانہ آگیا اسی یون نہین کہتی کہ
پہلے حکم مین کچہہ غلطی تہی اسلئی موقوف کیا گیا بلکہ وہ حکم اوسی زمانہ تک تہا اوسکی بعد دوسرے حکم کا زمانہ
آگیا اتنا فرق ہے کہ کہین پہلی سے زمانہ کے مقدار کی اطلاع ہو جاتی ہے جیسی مثال مذکور مین اطلاع
ہے اور کہین نہین ہوتی وقت ہی پر ہوتی ہے مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کے شریعۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تہی یہہ بات سوای خداوند کریم کے کوئی نہین جانتا تہا اور جو کوئی جانتا ہی تہا تو
یہہ نہین جانتا تہا کہ وہ زمانہ کسو وقت آئیگا القصہ بدا فی الامر جسی شیعہ بدا فی التکلیف کہتے ہین اور

ہی اور نسخ اوہی بدا کی یہہ صورۃ ہے کہ رمضان کی مثلاً روزہ رکہنی کا حکم دیا اور جب تک کوئی
نقصان اسمین معلوم نہوتا تہا اور اسیلئے جب تک یون ٹہرا یا تہا کہ یہہ حکم فلانی وقت تک
رہیگا پہر یکایک یہہ سوجہی کہ مصلحت وقت اسکی خلاف مین ہے اسلیے اسکو بدل دیا جب
یہہ بات سمجہہ مین اگئی تو اس ہیچمدان کے گذارش ہی سنیے کہ درصورۃ بدا فی
التکلیف کی واقع ہونی کے بدا فی الارادۃ ہی جسے بدا فی التکوین ہی کہتے ہین لازم ہوگا
کیونکہ بدا فی الارادۃ تو اسی ہی کہتی ہین کہ بسبب کسی مصلحۃ تازہ کی پہلی ارادہ سی پلٹ جائین تو جب
مصلحۃ ہی کی لحاظ سی حکم بدلا گیا تو پہلا ارادہ جو اوس حکم کی ہمیشگی کا تہا وہ آپ بدلا گیا اور اسیطرح بدا فی الارادہ
کو بدا فی العلم جسی بدا فی الاخبار ہی کہتی ہین لازم ہی اسلیی کہ ارادہ تو نئی مصلحۃ کی معلوم ہونی پر بدلتا ہی پہر جب مصلحۃ
تازہ معلوم ہوئی تو لاجرم یہہ بات صحیح ہوئی کہ جو علم اب حاصل ہوا وہ پہلی نہتا اور جو پہلی تہا وہ اب غلط معلوم
ہوا اسی سے بدا فی العلم کہتی ہین سو اگر شیعون مین سی کوئی بدا فی الامر اور بدا فی الارادہ کا تو قائل ہو اور سنیون کی
سامنے بدا فی الاخبار سی مکر جائی تو یہہ مکر جانا پیش نجائیگا حاصل کلام یہہ ہے کہ شیعون کی نزدیک مسئلہ بدا مجمع
علیہا ہی اگر وہ آیات مذکورہ کی دباؤ سی سنیون سی دامن چہڑانی کو یون کہنی لگین کہ اگر تم اپنی پیشواون کے
بزرگی کلام اللہ سی ثابت کرتی ہو تو ہمنی مانا کلام اللہ مین ایسا ہی ہی جیسا تم کہتی ہو لیکن کلام اللہ کا نعوذ باللہ
کیا اعتبار خدا کی رای گہڑی گہڑی بدلتی رہتی ہی اور نعوذ باللہ غلط صحیح رطب یابس سب اوسکی کلام مین ہوتا ہے
ہمارے ائمہ کو البتہ علم ماکان مایکون تہا اونکی اقوال سی اگر اونکی بزرگی ثابت ہو تو البتہ شک ہم تسکین
کرلین اس صورۃ مین ہمین ہی یون لازم ہی کہ شیعون کی اس حجۃ کو ہی ختم کردین اس لیے سامعہ خراش
اہل انصاف ہون کہ اگر یہی بدا ہے تو اول تو ہمین چاردہ معصوم کی اور مغفرۃ مین کلام ہے نعوذ باللہ
اور شیعون کا تو کیا ذکر جلیسی اصحاب کرام سے وعدہ ہای مغفرۃ کرکے بعذر بدا پہر گئے اگر حضرات
ائمہ کے ساتہہ ہی یہی صورۃ پیش آئی ہو تو فرمائی اماموں کا خدا پر کیا دباؤ ہے خاص کر یہہ بہانہ
ہی موجود ہو کہ اونکی تقیہ اور نامردہ پن لی تمام دین کا ستیاناس کردیا پہر پسر امام آخر الزمان
نے تو نعوذ باللہ یہہ ستم ڈالی ہین کہ باوجودیکہ دوست دشمن کی خبر ہی یہہ بالیقین معلوم ہے کہ
تمام ملک ایران مین مخلصان شیعہ سالہا سال سی منتظر زیارۃ اور مشتاق ملازمۃ بیٹہی ہین جان و مال
فدا کرنیکو تیار ہین ادہر ہندوستان مین روز بروز ترقی تشیع ہی امام کے انتظار مین مری جاتی

ہین اگر حسب حال اونکی یہہ شعر کہا جائی تو بجا ہی ای اشتیاق روایت لہا کتاب کردہ ٭ سیلاب اشتیاقت جا بہا خراب کردہ ٭ معہذا اپنی موت اپنی اختیار مین ہی اور تسپر یہہ معلوم کہ مین فلانی وقت سے پہلے نہ مرونگا باوجود اس فراہمی اسباب اور انتظار احباب کی خدا جانی کیا نامردہ پن ہے کہ روز بروز زیادہ ہے چہپتی جاتی ہین او رباہر نہین آتی اگر خدانخواستہ کچہہ اندیشہ ہوتا تو کیا ہوتا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ساتھہ کل تین سو تیرہ ہی آدمی مجتمع ہوئی پائی تہی جو جہاد شروع کردیا پہر وہ بہی بزعم شیعہ اکثر منافق اور منافق ہی نہین تو ایسی مخلص ہی نہتی جیسی امامیہ زمانہ امام زمان سی اخلاص و محبت رکہتی ہین اور مخلص نہتی حسب استشہادہ امامتہ حضرت اسپر چہپائی بلکہ خلافتہ اور سوا اسکی وحقوق اہل بیت وبا نمیہہ جال جائی تیرہ ہی کر باینہمہ سامان امن واطمینان غیبتہ امام کا انتہا ہی نہین کہین اماموں کا بسبب تاکان مالکون کی عالم ہونا غلط ہی یا شیعون کی دوستی غلط اور ہم جانتی ہین کہ یہی صحیح ہے ایک دوستی کی اڑمین ہزار عیب اماموںکی ذمہ لگاتی ہین چنانچہ کچہہ کچہہ تو اس رسالہ کی دیکہنی والون کو بہی واضح ہو جائیگا الحاصل امام زمان باینہمہ انتظار احباب اور فراہمی اسباب دہر بہر ہر طرح سے بی اندیشہ غار سرمن رای سی باہر تشریف نہین لاتی اور دین محمدی اور امتہ احمدی کی خبر نہین لیتی کہ کس گمرہی مین پہنسی ہوے ہی دین ابوبکر بجای دین محمدی اور بیاض عثمانی بجای کلام ربانی دوازدہ امام کے بدلے ابوحنیفہ وشافعی اور اس گمراہی سی زیادہ اور کیا گمراہی ہوگی جس کا انتظار ہوگا الغرض اماموںکو تو یہہ ہی عذر تہا کہ ہم بیبس وبیکس ہین امان زمان جو باہر تشریف نہین لاتی تو اونکو کیا عذر ہی درصورتیکہ اونکو ہم تسلیم کرلین تو تو اس بی انتظامی دین کی امامیہ کی عقائد کے موافق بجز اسکی سمجہہ مین نہین آتی کہ خدا سے دوازدہ امام کے مقرر کرنی مین بڑی چوک ہوئی ابوبکر عثمان کو مقرر کرتا تہا جو دین کو رونق دیتی اور یہ بی انتظامی نہونی دیتی القصہ امامیہ سی بجز اسکے اور کچہہ توجیہہ بن نہین پڑتی ہان اگر اسکے قایل ہو جائین کہ خدا کے ذمہ یہہ واجب نہین کہ جو بندہ کی حق مین اصلح ہو اہی کیا کری تو البتہ یون بہی کہہ سکین لایسئل عما یفعل وہم یسئلون یعنی خدا سی کوئی یون نہین پوچہہ سکتا کہ یون کیون کیا اور خدا سب سے پوچہہ سکتی ہی کہ تمنے یون کیون کیا بہر حال عجیب نہین جو بدا واقع ہوا ہو اور امام زمان کی معزولی کا حکم صادر ہو چکا ہو اور شاید یہی وجہہ ہی کہ تخمین سی زیادہ امام کو غیبتہ مین گذری اور یہہ جو امامیہ کے ذہن نشین ہے کہ ابوبکر عمر وغیرہم آخر زمانہ مین پیدا کئی جائین گی یہہ بالکل غلط ہو بلکہ امام زمان کو معزول کرکے

شاید اونکو پہر نئی سرسی پیدا کرکے مامور کرین پر امامیہ کے باتباع خداوندی اسباب مین غلطی کہائی ہوگی
وہ سزا دینی کی یہ پیدا کئی جائین گی خیر یہہ بات تو شاید شیعون کو ناگوار ہو سو بپاس خاطر شیعہ اسبات سی
اعراض کرکی یون ملتمس ہون کہ اگر خدا سی چوک ہوئی ہی تو انبیا سی تو نہوتی ہوگی اور اتنا ہم جانتے ہین
کہ شیعہ بہی نکہین کہ خدا اخبار گذشتہ مین بہی غلطی کہاتا ہی کیونکہ یہہ تو صاف جہوٹہ ہی جب یہہ بات ذہن نشین
ہوگی تو ہم کہتی ہین کہ خداوند کریم سورہ طہ مین حضرت موسی کے قصہ مین جو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم
کی زمانہ سی بہت پہلا قصہ ہے حضرت موسی کا مقولہ فرعون کے سوال کی جواب مین یون نقل فرماتا ہی لا یضل ربی
ولا ینسی یعنی حضرت موسی فرماتی ہین کہ میرا رب نہ چوکی ہی نہ بہولی ہی اس آیتہ کو غور کیجی کیا ارشاد کرتی ہی حضرت
موسی علیہ السلام کو تو ہم جانتی ہین شیعہ بہی یون نہ کہین گی کہ وہ چوک جاتی تہی یہہ بڑا ہی تو اس فرقہ کے
پیشواؤن نی خدا ہی کی لئی رکہہ چہوڑی ہی ورنہ لازم آوی گا کہ معصوم بہی خطا کری پہر یہہ طعن جو سنیون پر
کرتی ہین کہ انکی امام اور خلیفہ معصوم نہ تہی حالانکہ امام اور خلیفہ کو چاہئی کہ معصوم ہو تا خطا نکرے ورنہ
حق اور باطل کی تمیز محال ہوجاے گی اور جو غرض کہ انکی مقرر کرنی سی ہوتی ہے یعنی احکام شریعتہ معلوم
ہونا اور اونکا عمل درآمد ہونا وہ حاصل نہوگی سو اب یہہ طعن کس منہہ سے کرینگی الغرض قواعد عقائد شیعہ
سے یون ثابت ہوتا ہے کہ خدا سے گو خطا ہوجای پر معصوم سے خطا نہو سو حضرت موسی علیہ السلام
جو بالاتفاق معصوم تہی اونہون نی جو یہہ فرمایا کہ میرا رب نہ بہکتا اور چوکتا ہی اور نہ بہولتا ہے تو اوسمین
تو ہرگز احتمال غلط نہین اور خدا نی جو یہہ قصہ نقل فرمایا تو ایک قصہ گذشتہ ہے کچہہ آیندہ کی بات نہین جو
بداء فی الاخبار کی گنجائش ہو پہر کیا معنی کہ خدا بہک جائی کچہہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ مین یہہ عقل وحواس مین اختلال آگیا ابوبکر وعمر ہرچند صاحب رعب ورعب دبا ہتہ تہی مگر نہ اتنی کہ خداوند
کریم کے بہی عقل وحواس مین فرق آجای یا سوا اسکے اور کچہہ سبب ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات تعالی
اللہ عن ذلک علوا کبیرا ایک سنیون کی الزام کے لیے خدا کی عظمتہ بہی تو ہاتہہ سی دی بیٹہی فدک چہینا تہا
تو اہلبیت کی چہینا تہا اور قرطاس ودواۃ کو ٹلا دیا تو عمر نے ٹلا دیا اون پر تبرا کیا تو کیا خداوند کریم کو
جو ان برائیون مین سان لیا تو کیا اسی سبب سی کہ باوجودیکہ نصر المظلوم حق یعنی مظلوم کے مددگاری
حق ہے اور پہر مظلومون کی مددگاری نکی خیر خداوند کریم ان بیاکو نکا سیاہ موہنہ کری کہ سخت بی ادب ہین
اور جس لایق یہہ ہین نہین وہان ہی پہونچای بالجملہ کلام اللہ مین بداکو بیخ وبنیاد سی اوکہاڑ دیا ہی اور اگر شیعہ

خدا کا اتنا ہی اعتبار نکرین اور اخبار گذشتہ مین بہی غلطی فہم کے احتمال ہی نعوذ باللہ اس بات کی طالب
ہون کہ ہم کلام اللہ کی گواہی پر بدا سی انکار نہین کرتی جبتک کہ کلینی کی کوئی حدیث اس بات مین ہو تو

کلینی کی حدیث ہی لیجیے فی الکافی عن منصور بن حازم عن ابی عبد اللہ قال منصور سألتہ ہل یکون شئی لم یکن فی علم اللہ

قال لا بل قال ہذا لفا خزاہ اللہ قلت ارأیت ماکان وماہو کائن الی یوم القیمة الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق
الخلق کلینی کافی مین منصور بن حازم سی روایت کرتا ہی کہ مینی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کوئی
ایسی چیز بہی ہوئی کہ کل خدا کو معلوم نہتی اور آج ہوگئی ہو آپ نے فرمایا کہ کوئی نہین جو یہہ کہے خدا اوسی
رسوا کری پہر مینے پوچھا کہ یہہ تو بتائی جو ہولیا اور جو ہونیوالا ہی قیامت تک کیا خدا کو معلوم نتہا اونہون
نے فرمایا کیون نہین خلق کے پیدا کرنی سے پہلی معلوم تہا اس روایت سے دو فائدہ حاصل ہوی ایک
تو یہہ کہ بدا ایک عقیدہ غلط ہی کیونکہ بدا کی قسمون مین جو تحقیق گذر چکی اوس سے صاف ثابت ہی کہ بدا الٰہی کسی ہوہی نہین سکتا
جو کوئی علم نیا پیدا ہو دوسرا یہہ ہی کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بدا کے قائلون کی لیئے بد دعا فرمائی
سو حضرات شیعہ کو ہماری طرف سی ہی مبارکباد یہہ ساری خرابیان کلام کے نہ سمجھنی کے ہین اور انکا ہی کیا
قصور اپنے روایتون کی معنون کو نہین سمجھتی اگر سمجھ ہوتی ہو تو پہلی او نہین ہی سمجھتی کلام اللہ تو سنیون کا ہی اسوقت
لازم یون ہے کہ منشا اس غلطی کا بیان کیا جاتے تاکہ مزید اطمینان ہو جاوی اور ناظرین کو یہہ خلجان باقی نرہے کہ
تمہارے پیش قاضی آئی راضی محرر رسالہ کے طمطراق کی باتین فقط سنکر ہم یون کیونکر بدا سے دست بردار ہون
ہمارے علماء شیعہ ہی نو آخر کسی وجہ ہی سی کہتی ہونگے جبتک اونکی زبان سے تسلی نہین ہوتی ہر چند یہہ عذر اوس قبیل کا ہی کہ
مشہور ہے عذر گناہ بدتر از گناہ کیونکہ جب کسی آدمی کو کسی وجہ سے حق واضح ہو جاوے تو پہر اوسکا کیا انتظار کہ دوسرونکی بہی سن لون اگر
کوئی شخص قبل شام کے در و دیوار پر دہوپ دیکہی یا خود آفتاب کو بچشم خود دیکہی اور دوسرا پردہ مین بیٹہا ہوا گہڑی گہنٹی کو دیکہہ کے
یون کہی کہ دن چہپ گیا تو آفتاب یا دہوپ کا دیکہنی والا کتنا ہی جاہل کیون نہو اور گہڑی سے وقت کا بتلانیوالا
کتنا ہی علامہ روزگار اور حساب مین پرکار کیون نہو لیکن تسپر بہی آفتاب یا دہوپ کے دیکہنی والیکو دن کی یقین
ہو نہین اسکا انتظار نہوگا کہ مین اسکی تو سن لون کہ جو گہڑی کے وسیلی سے رات بتلاتا ہی اسی طرح جب یہہ بات خوب
واضح ہوگئی کہ بروی کلام اور نیز بروی احادیث شیعہ بدا غلط ہی پہر اسکا کیا انتظار ہے کہ بدا کی قائلون کی بات بہی سن
لینی چاہیے بلکہ ایسی وقت مین مناسب یون ہے کہ جیسی آفتاب کا بچشم خود دیکہنی والا باوجود جاہل ہونیکی بی تامل یون سمجہ جاتا
ہی کہ گہڑی والا ہر چند محاسب اور بڑا ہوشیار ہے اسکے علم مین کچہہ شک نہین لیکن اسمین بہی کچہہ شک نہین کہ اسکی گہڑی

بگڑی ہوئی ہے یا اسوقت اتفاق سے بمقتضاے بشریت کچہہ غلطی ہوگئی ہے ایسی ہی بداکے غلطی کا کہنے
والا ہے بی تامل مان اوٹہے کہ ہرچند قائلین بدا بڑے بڑے عالم اور فاضل ہتے لیکن تاہم آدمی
ہتے غلطی کہا گئی نہ اس آیتہ پر اونہین دہیان ہوا کان اللہ علیما حکیما یعنی اللہ ہمیشہ سے علیم ہے
اوس کا علم کچہہ اب پیدا نہین ہوتا اور نہ آیتہ مذکورہ لا یضل ربی ولا ینسی اونکی خیال مین گذری اور نہ
حدیث کلینی کا کچہہ خیال کیا بلکہ ادب کی بات تو یون ہی کہ یہ کہئی اون لوگون کو کلام اللہ تو یاد نہتا
کیونکہ یہہ تو سنیونکا کام ہے کلینی بعد مین تصنیف ہوئی معہذا اون کا کیا قصور سب جانتی ہین دروغ گورا
حافظہ نباشد القصہ یہہ عذر کہ شیعونکی دلیلین معلوم ہونی چاہئین یہہ عذر بعد کلام اللہ اور حدیث مذکور
کے جنکے معنون مین کچہہ تاویل نہین ہو سکتی اور خدا کی علم کی قدیمی ہونی پر مثل آفتاب روشن کے
گواہی دیتی ہین عقلا کی نزدیک قابل سماعت نہین مگر با اینہمہ بپاسخاطر مولوی عمار علی صاحب یہہ
معروض ہے کہ منشار غلطی شیعہ اس قسم کی آیتین ہین لیبلوکم ایکم احسن عملا حاصل یہہ کہ خدا نی موت حیوۃ
کو اس لئے پیدا کیا ہی کہ تمہین آزمائے کہ کونسا تم مین اچہی عمل والا ہے سو اس آیتہ سے اور ایسی ہے
مضمون کی اور آیتون سے علماء شیعہ کو یون دہوکا پڑا کہ امتحان اور آزمائش تو وہان ہوتی ہے
جہان حقیقت امر پہلے سے معلوم نہین ہوتے پہر تسپر یہہ تماشا ہوا کہ ایک جگہہ خداوند کریم یون
ہی ارشاد فرماتی ہین یمحو اللہ ما یشاء و یثبت یعنے اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے
باقی رکہتا ہے اس آیتہ کے مضمون کو جو پہلی آیتہ کی مضمون سی ملا کر دیکہا تو علماء شیعہ کو بجاے
خود اسبات کا یقین ہو گیا کہ خدا کو پہلی سے تو حقیقۃ الامر خوب معلوم تہی ہی نہین یونہین اٹکل اور رائے
سے ایک بات مقرر کر رکہی ہتی سو اوسمین جہان کہین کچہہ غلطی معلوم ہوتی ہے اوسی بدل دیتی ہین
اور یہی معنی بداکے ہین الحاصل اس وجہ سے شیعون کے نزدیک عقیدہ بدا مستحکم ہو گیا اور یہہ
غلطی جو اول کسی کو بوجہ کوتاہی عقل کی پڑی تہی خوب مضبوط ہو گئی اور کیون نہو لی استاد ہمیشہ
خراب رہتا ہے اگر ماہران کلام اللہ کے کفش برداری اختیار کرتے تو اس آیتہ کی معنون مین ایسی کیون بہکتی
مگر یہہ فرقہ تو ایسا کم نصیب ہی کہ کلام اللہ کے جاننی والونکی دلی دشمن ہین جناب من ہر کاری ہر مردی
صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگرد تہے کلام وہ سمجہتی تہے پہر جو اون سی مستفید ہوگا
وہ کلام اللہ کو سمجہیگا یا شیعہ سمجہین گی اگر آیتہ لیبلوکم سی یہہ بات نکالی ہے کہ خدا کو پہلے کسی چیز کے پیدا

ہونیکی علم اوس کا نہین ہوتا ہے تو اسمین تو کچھ شک نہین کہ اوسوقت تو ضرور ہے ہو جاتا ہے چنانچہ اول
تو شیعہ اسکے قائل ہی ہین معہذا کلام اللہ مین بیسون جگہہ ان اللہ بما تعملون بصیر موجود ہی یعنی خداوند
کریم جو کچھہ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہی پہلی پیدا ہونے سے تو ہمنے مانا نہین دیکھتا تھا لیکن یہہ تو فرمائیے کہ
بعد پیدا ہونیکے بہی کیا کچھہ اسمین تامل باقی ہے نور آفتاب کا خدا محتاج نہین شمع چراغ کی اوسکو ضرورة
نہین آگے پیچہے ہونا اوسکی نزدیک سب یکسان ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ان اللہ بکل شی محیط
یعنے اللہ ہر چیز کو محیط ہے القصہ بعد وجود اشیاء کے اونکی پیش نظر ہونیمین کچھہ شک نہین
اور پہر باینہمہ بہولجانیکا اندیشہ نہین کیونکہ سورہ طہٰ مین لاینسی موجود ہے یعنے خدا بہولتا نہین
پہر کیا ضرورة ہوئی کہ کرام کاتبین مقرر کئی گئے اور حساب کتاب قیامة کو ہونا ضرور پڑا اور نامہ اعمال
اور صحیفہ ہای کردار بنی آدم لکہی گئی جو علماء شیعہ اس کا جواب دینگی وہی ہماری طرف سے نوازش
فرماکر قبول فرمالین اگر یون جواب دین کہ ہر چند خداوند عالم الغیب کو ہر اگلی پچہلی بڑی چہوٹے چیز کی
خبر ہے لیکن شوکة اور عظمة اور حکمة خداوندی کی مناسب یہی ہے کہ یہہ سارا کارخانہ برپا ہو تو
ہمین تسلیم پر یہی جواب ہمارا ہے اور اگر شیعون کو نسبة نامہای اعمال اور حساب کتاب اور ہاتہہ پاٴنو
کی گواہی کی جو قیامة مین ہوگی یہہ عذر ہے کہ یہہ سب تعلیم بنی ادم کی لیی ہی تو ہم بہی یہی کہتی ہین
کہ یہہ امتحان خداوندی بہی تعلیم بنی آدم کے لیے ہے باقی کسیکو ہاتہہ پاٴنو کی گواہی اور حساب کتاب
اور وزن اعمال مین شک ہو تو یہہ کلام اللہ کی آیتین موجود ہین آیة یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم
وارجلہم بما کانو یعلمون جس کا یہہ حاصل ہے کہ فلانی لوگونکو اوس روز عذاب ہوگا جس روز اونکی
زبان ہاتہہ پاٴنو اونپر گواہی دینگے اور آیة قالوا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ یعنی قیامة
کو جب کفار کے کان آنکہین کہالین اونکے کرتوت کی گواہی دین گے تو وہ اونکو ملامة کرین گے
سو اوسکا بیان ہی کہ کہین گے کفار اپنی کہالونکو کہ تمنے کیون ہماری حق مین بری گواہی دی تو وہ
کہین گی کہ جس خدا نے سب کو بلایا تہا اور بولنا سکہایا تہا اوسینے ہمین بہی بلا دیا اور سوا اسکے اور بہت سے
آیتین وزن اعمال پر اسطرح دلالة کرتے ہین والوزن یومئذ الحق یعنی تول لوسدن ٹہیک ہی ونضع
الموازین القسط لیوم القیمة حاصل اس کا یہہ ہی کہ رکہین گی ہم ترازوین انصاف کی قیامتکی دن فمن ثقلت موازینہ
فہو فی عیشة راضیة حاصل یہہ ہی کہ جسکے اعمال تول مین بہاری ہونگی اون کی اچہی گذران ہوگی

ایسی ہی حساب کی مقدمہ مین کثرۃ سے آیتین وارد ہین منجملہ ایک دو لکھی دیتا ہون ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ
یحاسبکم بہ اللہ یعنے خواہ ظاہر کرو جو کچھہ تمہاری جی مین ہی یا چھپاؤ خدا حساب ضرور لیگا ومن یکفر
بآیات اللہ فان اللہ سریع الحساب یعنی جو کوئی منکر ہوگا اللہ کے حکمون سے تو اللہ حساب
شتاب لینے والا ہے الغرض ان باتون سے انکار نہین ہوسکتا اور ہمین کسی سے کیا کام امامیہ اور
اثنا عشریہ سے غرض ہی سو وہ منکر ہی نہین اہل سنتہ اور وہ دونون ان باتونکی ایمان مین متفق ہین
زیدیہ یا اسمعیلیہ ہوتی تو یون ہی سہی الحاصل جو کچھہ شیعہ تجویز فرمائین ہمین کچھہ دریغ نہین اگر وہ یون کہین
کہ بنی آدم کی حجتہ ختم کرنیکے لئے حساب کتاب وغیرہ ہے ورنہ کچھہ حاجتہ نہتی تو ہمارے طرف سی بہی
یہی جواب معروض خدمتہ سہی بلکہ اوسکے ساتھہ مین اولتا شکرانہ ہمسے لین کہ ہمین ان آیات
کے معنے کے تحقیق مین تخفیف ہاتھہ آئی غرض بہرحال چشم ماروشن دل ماشاد ہٗ صلاح ما ہمہ آن است
کان صلاح شما است ؎ اور کسی مثال سے سمجھانا مد نظر ہے تو ایسی مثال دیجی جسی مولوی عمار علی صاحب بہی
مان جائین الم کا پہلا سیپارہ تو شیعونکو غالبا یاد ہو نہین تو قریب یاد کی ہوگا کیونکہ اکثر دستمال
اطفال رہتا ہے چہ جائیکہ بڑی بوڑہی عالم فاضل سو پہلے سیپارہ مین رکوع واذ قال ربک مین کچھہ
یہہ بیان ہے کہ جناب باریتعالی نے فرشتون سے حضرت آدم کی زمین مین خلیفہ بنانیکی خبر دی تو فرشتون نے
یہہ اعتراض کیا کہ آپ آدم اور آدم کی اولاد کو زمین مین خلیفہ بنائی ہین جو زمین مین فساد کرین اور خونریزی مین
مچائین حالانکہ ہم اسبات کا استحقاق رکہتی ہین آپکی تسبیح ہم کرتے ہین آپکی تقدیس مین ہم مشغول رہتی ہین
تو اسکے جواب مین سردست تو جناب باریتعالی نے یہہ ارشاد فرمایا کہ جو مین جانتا ہون تم نہین جانتے
مگر اونکی حجتہ قطع کرنیکے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزونکی نام یا حقیقتہ تعلیم فرماکر پہر فرشتون سی اون
چیزونکی نام یا حقیقتہ دریافت کیے اور فرمایا کہ اگر تم دعوی استحقاق مین سچی ہو تو ہمارے سوال کا جواب دو
چونکہ فرشتونکو معلوم نہتی تو اونہین بجز یون کہی نہ بن پڑی کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم
حاصل اسکا یہہ کہ الہی تو پاک ہے ہمین تو جتنا تو نے بتلا دیا اوسکے سوا اور کچھہ معلوم نہین تو ہی اسرار کا جاننے والا
اور حکمتون والا ہی جب اون سی نہ بتلایا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تو انہین ان چیزونکی نام بتلا دے
جب حضرت آدم علیہ السلام نے اونکی نام بتلا دیے تو خداوند کریم نے فرشتون سے ارشاد فرمایا کہ میننے تمسے
کہا تہا کہ مین آسمان زمین کی سب لگی چھپی باتین جانتا ہون اور جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو وہ

سب بھی معلوم ہین برائی خدا علماء شیعہ اس قصہ مین غور فرمائین یہہ امتحان فرشتون اور حضرت آدم کا
جو لیا تو کیا اسلئے لیا تہا کہ اپنی آپکو حقیقۃ الامر معلوم ہوجاوے یا فرشتونکی ہی حجۃ قطع کرنیکے لیئے درصورتیکہ
حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے سے اپنی سوال کا جواب بتلا چکی ہون اور فرشتونکو بتلایا ہو تو کسی نادان کو بہی
یہہ شبہہ نہین ہوسکتا کہ جناب باریتعالی کو یہہ معلوم نتہا کہ کون استحقاق رکہتاہی کون نہین سو جیسی یہہ امتحان
فقط فرشتون کی حجۃ قطع کرنیکے لیئے اور اونکی اعتراض کی اپنی ذمہ سے اوٹہا دینی کی لیئے تہا ایسے ہے
یہہ امتحان جو لیبلوکم یا اور اسی مضمون کی آیتون سے ثابت ہوتاہے تو فقط اسی لیی ہی کہ بنی آدم بوجہ حسد
ایکدوسریکے درجہ بڑہانی پر خدا کے ذمہ ناانصافی کی تہمت نلگانی لگین اور انکو گنجایش گفت و شنود اور جائے
اعتراض و انکار جو انکی جبلت مین رکہی ہوئی ہی باقی نرہی اور واقعی اس حکم احکام کے قصہ اور رسولون اور انبیاؤنکی
بہیجنی کی سلسلہ کے وجہ اور حکمت بہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب ملائکہ یہہ باینہمہ عصمت اور فرمانبرداری
کہ آیتہ لایعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون سے جسکا حاصل یہہ ہے کہ فرشتی خدا کی نافرمانی نہین کرتے اور جو کچہہ
انہین حکم ہوتاہی وہی کرتے ہین ثابت ہوتی ہے خدا کی بات مین دخل دی بیٹہی اور بوجہ حسد آدم اعتراض کر گذری
بنی آدم تو بنی آدم ہین پہر باوجودیکہ گناہون سے انکا خمیر ہے انکی شان مین یہہ تعریف بہی آئی ہی وکان الانسان
اکثر شیء جدلا یعنی انسان سب مین زیادہ جہگڑالو ہے پہر اگر خداوند کریم موافق اپنی علم ازلی کی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت موسے علیہ السلام کو جنت مین اور ابوجہل اور فرعون کو دوزخ مین داخل کردیتا تو فرعون اور
ابوجہل کا ہیکو ٹہنڈی چہولی بیٹہتی اعتراض پر اعتراض کئے جاتی اور اپنے استحقاق جنت کی دعوی کیا کیا کچہہ نکرتے
اسی لیئے خداوند کریم علیم حکیم نے کلام اللہ مین اکثر مواقع مین وجہ اس سلسلہ ہدایت کی بہی بیان فرمائی ہی تسکین
خاطر ناظرین کی لیئے ایک آیت گذارش کرتاہون واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب
بغتۃ وانتم لاتشعرون ان تقول نفس یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الساخرین او تقول
لو ان اللہ ہدانی لکنت من المتقین او تقول حین تری العذاب لو ان لی کرۃ فاکون من المحسنین بلی قد جاءتک
آیاتی فکذبت بہا واستکبرت وکنت من الکافرین حاصل اس کا یہہ ہے کہ چلو بہتر بات پر جو تم پر نازل کی گئی تمہاری
رب کیطرف سے پہلے اس سے کہ پہونچی تمپر عذاب اچانک اور تمکو خبر نہو کہین کہنی لگی کوئی جان ہائے افسوس جو مینے قصور کیا
اللہ کے مقدمہ مین اور مین ہنستا ہی رہا یا کوئی کہنے لگے اگر مجکو بتاتا تو مین متقی ہوتا یا کوئی کہنے لگے جب دیکھے عذاب
کسی طرح مجکو پہر جانا ملے تو مین نیکی والون مین سے ہوجاؤن کیون نہین پہونچ چکے تہے تجکو

میری حکم پہر تو نی اونکو جہٹلایا اور غرور کیا اور تو کافرون مین سے تہا یہان تک ترجمہ تہا اب اس آیۃ کے
مطالعہ کرنیوالی فرمائین کہ یہہ جو حکم ہوا کہ خدا نی جو تمہاری طرف عمدہ بات نازل کی ہے اوس کا اتباع
کرو اور اوسپر چلو خدا نی اسکی کیا وجہ فرمائی ہے بجز اسکی اور بہی کچہہ ہے کہ یہہ اندیشہ تہا کوئی یون شہ کہنے لگے
کہ خدا اگر مجہی راہ بتلاتا تو مین متقی پرہیزگار ہوتا اور یہہ اندیشہ جب ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے پہلے
تجویز کر رکہا ہو کہ اسکو دوزخ مین بہیجائین گے اسکو جنتہ مین سو اوسی تجویز کی موافق اگر کار بند ہوتی
اور جسکو برا بہلا جیسا سمجہہ رکہا تہا اوسکے مناسب اوسی جگہہ دیتی تو بلا شک دوزخی بہی اپنا استحقاق
جتاتی اور دعوی اپنی بہلائی کا کرکے کہتے کہ ہمارا امتحان کیون نہ لیا ہمکو راہ دکہایا ہوتا ہم بلا شک
متقی اور پرہیزگار نکلتے معہذا اکنت من الکفرین فرمایا اور کفرت نفرمایا عربیتہ مین جو مہارۃ کہا ینبغی رکہتی
ہین وہ جانتی ہین کہ اگر کفرت فرماتی تو یہہ معنی ہوتی کہ جب آیات آئی اور اونکا انکار کیا تب کافر
ہو گیا پہلے سے نہتا اور اب یہہ معنی ہین کہ ازل سے تیرا چہرہ کافرون مین اور نکے اسمون مین لکہا ہوا
تہا سو تو موافق اوس لکہی ہوئی ہی کے نکلا باوجودیکہ ہماری آیات تیرے پاس آئی پہر تو نی اونہین نمانا
اور اولٹا غرور کیا ایسی ہی سورہ اعراف مین ہی ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا غافلین یعنی عہد الست
جو لیا گیا تو فقط اسی لئی کہ تم عذاب کی وقت یون نہ کہنی لگو کہ ہمین تو اسکی خبر ہی نہتی القصہ چونکہ صورۃ حال
بنی آدم کی چنانچہ مذکور ہوا اعتراض اور جہگڑا اٹہکتا تہا جناب باریتعالی نی یہہ امتحان اعمال مقرر کر دیا تاکہ اونکی
حجتہ منقطع ہو جائی اور کل کو غل نہ مچائین اور ناانصافی کی تہمتہ نلگائین اسی لئی اونکی سنانیکو فرماتی ہین
لیبلوکم ایکم احسن عملا ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم حاصل یہہ نکلا کہ اگر تمکو ہماری
بدگمانی ہی اور یون سمجہتی ہو کہ خدا کو کیا معلوم کون اچہا ہی کون برا ہی آزما کی دیکہا تو ہوتا جو اچہی بری کا
فرق معلوم ہوتا ورنہ فقط اٹکل سی کسیکو برا بہلا سمجہہ لینا اور پہر اوسکے موافق دوزخ و جنتہ مین داخل کر دینا کا
انصاف نہین تو اب ہم بہی امتحان ہی لین گی تاکہ معلوم تو ہو کون بہلا ہی کون برا ہی کون اچہا ہی کون صابر
ہی غرض یہہ امتحان قطع حجتہ بنی آدم کے لیے ہے خداوند علیم کو تحصیل علم مد نظر نہین چنانچہ دوسری آیتہ مین
جو لفظ اخبارکم ہے وہ ہی باواز بلند اسبات پر شاہد ہے کہ خداوند علیم پہلی ہی بیخبر نہین اچہی بری نیک بد
سبکے حال سی خبردار ہی کیونکہ اس صورۃ مین حاصل اس آیتہ کا یہہ ہی کہ ہمکو جو تمہاری حقیقتون کی خبر ہی اور
تمکو اوس مین شک ہی ہم بہی اوسی جانچین گی اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خدا کو پہلی ہی ہر چیز کی خبر ہی پہلی

اور بری کو جانتا ہی ایسا نہین جیسا امامیہ کہتی ہین کہ جب کوئی چیز پیدا ہوتی ہے خدا کو بھی خبر ہوتی ہے
چنانچہ ملا نظام الدین جیلانی کی حوالہ سی اوپر گذر چکا لیکن نبی آدم کی حجتہ قطع کرنیکے لیے یہہ سارا بکھیڑا کیا
جیسے فرشتونکی ساکت کرنیکے لیے سوال جواب مذکور کی نوبتہ پہونچائی ورنہ جیسے خداوند کریم پہلے سے جانتا
تہا حضرت آدم خلافتہ کی لائق ہین اور فرشتون مین وہ بات نہین جو حضرت آدم علیہ السلام مین ہے ایسی ہے
ازل ہی جنتیونکا جنتہ کی لائق ہونا اور دوزخیونکا دوزخ کی لائق ہونا خداوند کریم اس طرح جانتا تہا جس طرح
ہم تم لکڑیونکا چولہی کی لائق ہونا اور روٹی کا کہانی کی قابل ہونا سمجتے ہین سو اگر خداوند کریم علم ازلی کے
موافق جنتیونکو جنتہ مین اور دوزخیونکو دوزخ مین پہونچا دیتا تو کچہہ ظلم نتہا لیکن جی آدم کا جہگڑا اپنے
بدہنا تہا فرشتون نے تو کیا تکرار کیا تہا جو یہہ کہتے اس لئی یہہ ساری کارخانی اور امتحان مقرر کیے اب
بفضلہ تعالی وہ دہوکا جو بوجہ آیات امتحان علماء شیعہ کو واقع ہوا تہا مرتفع ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ کلام اللہ
یون سمجہا کرتے ہین نہ یہہ کہ ایک آیتہ کو پڑہ گئے اور جو کچہہ فی الفور سمجہہ مین آگیا اوس پر جم گئے اور یہہ نہ دیکہا
کہ اور آیات سی ملکر اس آیتہ کی کیا معنے ہوتی ہین اگر یہی تفسیر دانی ہے تو ہم جانتے ہین کہ علماء شیعہ
کل کو ونادی اصحاب الجنتہ اصحاب النار اور ونادی اصحاب الاعراف اور ونادی اصحاب النار وغیرہا اس قسم کی
آیات کی معنی یہی فرمانی لگین گی کہ یہہ سب قصہ ہو چکی ہین اسلئے کہ قطع نظر اون آیات اور احادیث کی جنسی قیامتہ کا
آیندہ کو ہونا ثابت ہوتا ہے سر دست ان آیات کی یہی معنے معلوم ہوتے ہین کہ یہہ باتین سب ایام
گذشتہ کے افسانی ہین کیونکہ نادی ماضی کا صیغہ ہے جب تلک یون نکہین کہ جو چیز ہونیوالی ہے اور
اوسکے ہونی مین کچہہ شک نہین ہوتا اوسی عرف مین یونہین کہا کرتے ہین کہ ہو ہی چکے چنانچہ جو شخص لب
مرگ ہوتا ہے اوسکو کہا کرتے ہین اسمین کیا رہا ہے مر ہی چکا جب تلک ان آیات کے معنے اور آیات کی
موافق نہونگی ادنی سی ادنی عربی خوان بہی یون جانتا ہی کہ باعتبار لغتہ کی ونادی اصحاب الجنتہ اصحاب النار کی
یہہ معنی ہین کہ نداکی جنتیون نی دوزخیونکو اب تلک دوزخ اور جنتہ مین گیا ہی کون ہی جو یہہ سوال و جواب ہونی
لگی البتہ یہہ سب امر گذشتین بروز قیامتہ ظہور مین آئین گی چنانچہ سیاق اور سباق سے ظاہر ہے اور نیز
امامیہ اور اثنا عشریہ بہی یہی فرماتی ہین سو جیسے ان الفاظ کو بقرینہ دیگر آیات اپنی معنی حقیقی یعنی زمانہ ماضی
سے پہیر کر معنے مجازی یعنی زمانہ مستقبل مراد لیتی ہین ایسی ہی اگر لنبلونکم وغیرہ کلمات کو جو زمانہ مستقبل پر دلالتہ
کرتے اون آیات کی قرینہ سی جنسی خداوند علیم کی علم کا قدیم ہونا ثابت ہوتا ہی اپنی معنی اصلی یعنی زمانہ مستقبل

سے پہیر کر زمانہ ماضی مراد لین تو کیا گناہ ہے اور تصحیح مجاز کیوجہ درکار ہو تو سنئے جیسے امور آیندہ مین سے اون
امور کو جنکا آئندہ کو واقع ہونا یقینی ہوتا ہی باین وجہ کہ اونکا تحقق ضروری اور یقینی ہے الفاظ ماضی سے تعبیر
کردیتے ہین ایسے ہی امور گذشتہ مین سے اون امور کو جنکا تحقیق اور وقوع اور اونکا وجود ایک نوع سے
مخفی ہوا اور باینہمہ اونکا اثر بہی ہنوز ظاہر نہوا ہو تو باین لحاظ کہ ایسی امور کا ہونا نہونا اکثر اثر کی ہونے نہونے
سے معلوم ہوتا ہے الفاظ مستقبل سے تعبیر کردیا کرتے ہین مثال کی ضرورۃ ہو تو سنئے کہ اگر کوئی بیمار
بوجہ امتداد مرض اور شدۃ بیماری صاحب فراش ہوجائی یعنی چارپائی کا سوار بن جائی اور پہر شافی مطلق
اوس بیمار کو ایکدفعہ ہی شفا عطا فرمائی تو ظاہر ہے کہ وہ طاقۃ رفتہ مرض کی جاتی ہی نہ آجائیگی بلکہ آئی گی تو
رفتہ رفتہ آئیگی سو اگر بمجرد زوال مرض عطار وغیرہ قرض خواہ اگر اپنی حقوق کا مطالبہ کرنی لگین تو وہ مرد ضعیف
ونقیہ اگر مفلس ہوتا ہے تو باوجود اطلاع اس امر کے کہ میرا مرض زائل ہوگیا اور مین اچہا ہوگیا اکثر یہی جواب
دیتا ہے کہ مین اچہا ہو جاؤن تو کہین سے فکر کرکے آپکا حق پہونچاؤن یا فرض کرو بیمار کو تو زوال مرض کے
اطلاع نہو چنانچہ اکثر ہوتا ہے پر طبیب کامل آثار و دلائل سے اوسکے صحۃ سے مطلع ہوکر خواستگار انعام ہو
اور بیمار بسبب بقاء آثار مرض مثل نقاہتہ وغیرہ کی اعطار انعام مین متردد ہو تو طبیب اکثر کہا کرتے ہین کہ اچہا
جب تم اچہی ہو جاؤگی جبہی دینا سو جیسے طبیب یا مریض مذکور باین لحاظ کہ ابتک ظہور اثر صحۃ کچہہ نہین ہوا
یعنے طاقۃ نہین آئی صحۃ کو جو واقع ہوچکی بمنزلہ غیر واقع سمجہکر صیغہ استقبال سے تعبیر کرتا ہی ایسی ہی جناب باری
بہی اپنی اس علم قدیم کو کہ صحابہ مجاہد و صابر ہین اور اعداء صحابہ فاسق و فاجر اصحاب کرام بوجہ سعادۃ ازلی اور
شرافتہ لم یزلی اور خوبی ذاتی اور کمال صفاتی اس لائق ہین کہ اون سے اچہی کام لئی جائین اور اوسکی ثمرہ مین کمالات
کسبی ولی جائین اور اعداء صحابہ بسبب شقاوۃ ازلی اور ازالۃ لم یزلی اور زبونی ذاتی اور نقصان صفاتی اس قابل ہین کہ
اون سے بری کام لئی جائین اور اوسکے پاداش مین اونکی قلوب سیاہ کیی جائین باین نظر کہ قبل تکلیف اعمال اوس علم پر کوئی
ثمرہ متفرع نہین ہوا اور اوسکا اثر یعنے اچہی بری کامونکا اون سے لینا ہنوز ظاہر نہین ہوا یا باین خیال کہ
بہت سی نابکارونکو خدا کی اس علم کے صحیح ہونی مین ایسا تردد ہی جیسا بیمار مذکور کو قول طبیب مین اگر بصیغہ
استقبال بیان فرمائی تو شیعونکو اسقدر حیرۃ کیون ہی رہی یہہ بات کہ یہہ فرق نیک و بد ازلی اور خلقی ہے کسبی
اور عارضی نہین سو یہہ ہرچند ایک امر دقیق ہے لیکن اہل فہم کی نزدیک یہہ فرق بعینہ ایسا ہی جیسا ذکی وغبی اور
حلیم و خونخوار اور بخیل و سخی اور شجاع و نامرد عالم و جاہل کا فرق ہے جیسی بادشاہان عاقل عالم سے کار علم اور

جاہل ہی کا جہل ہیتی ہین ایسی ہی جناب باری بہی ہر کسی ہی اوسکی لائق کام لیتا ہی بلکہ تحقیق تو یون ہے کہ زمانہ
بتمامہ ازل سی لیکر ابد تک ایک شی موجود ہی نہ زمانہ ماضی فنا ہوا اور نہ زمانہ آیندہ معدوم ہی وجہ اسکی یہہ ہے
کہ اگر کوئی یون کہی ان زیدا قائم یعنے زید قائم ہے تو بمجرد اس کلام کی سننی کی ہر کوئی یہہ سمجہہ جاتا ہے کہ زید
موجود ہی اور اوس کا یہہ حال ہی اور ظاہر ہی تو ہی کہ کوئی حال تو جب ہو کہ جب وہ خود پہلی ہو لی جب یہہ
بات ذہن نشین ہو چکی تو گذارش یہہ ہے کہ قیامتہ کی باہین جو وقایع آیندہ مین سے ہین خداوندکریم یون فرماتاہی
اور سب جانتی ہین کہ خدا سچا ہی کہ ان الساعتہ آتیتہ یعنی بیشک قیامتہ آنیوالی ہی یا دوسری جگہ یون فرماتاہی
ان زلزلتہ الساعتہ شیٔ عظیم یعنی بیشک قیامتہ کا زلزلہ بڑی چیز ہے سو موافق قاعدہ مذکورہ کی ہم بہی یونہین
سمجھے ہین کہ قیامتہ بالفعل موجود ہی اور اوس کا یہہ حال ہی کہ ہماری طرف آنیوالی ہے اور وہ بہت بڑی
چیز ہے اور ہم اسپر بے تکرار ایمان لاتی ہین اور چون وچرا نہین کرتی اور اگر کوئی نیم ملا یون چون وچرا ہی
کرے کہ بہت اوصاف ایسی ہین کہ اون سے اوس چیز کا وجود معلوم نہین ہوتا جس کا وہ وصف ہوتا ہے
مثلاً کوئی یون کہی کہ فلانا مر گیا یا فلانا معدوم ہو گیا تو ہر چند یہہ شبہہ قابل جواب نہین اور اس کا جواب بھے
یہہ ہے کہ یہہ باتین اوصاف نہین بلکہ اوصاف کا نہ ہونا ہی لیکن سلمنا یون کہنا کہ فلانی چیز آنیوالی ہے یا
فلانی چیز بڑی ہے یہہ تو ایسی نہین جنسے ہونا معلوم نہو بلکہ یہہ باتین تو کو دلونکی نزدیک بھے وجود ہی پر
دلالتہ کرتے ہین سو در صورتیکہ یہہ اوصاف وجود پر دلالتہ کرتی ہون ہم قیامتہ کے بجائی خود موجود ہونے مین
کیون تامل کرین اور یون جب یہہ مقرر ہو چکا تو ہم ایک اور بہی التماس کرتے ہین کہ جیسے قیامتہ آنیوالی ٹہری
اور وہ اس وصف کی قرینہ سی موجود معلوم ہوئی تو زمانہ گذشتہ بشہادۃ تمام عالم گذرنیوالا ہے اسیواسطہ
اوسکا نام گذشتہ رکہا گیا معہذا جب قیامتہ وغیرہ اخیر او زمانہ متحرک ٹہری تو ایکروز ہم تک پہونچ کر گذری جائینگی اور
یون کہنا کہ فلانا شخص جاتا ہی وجود پر دلالتہ کرنی مین کچہہ اس سی کم نہین کہ یون کہی کہ فلانا شخص آتا ہی
اور جب دونون طرفین زمانی کی گذشتہ اور آیندہ برابر بجای خود موجود نکلی تو موافق فرمودۂ باریتعالی
الحق آیتہ ان اللہ بکل شی محیط سارا زمانہ اول سی لیکر آخر تک احاطہ خداوندی مین داخل ہوا سو احاطہ
خداوندی کی جو کچہہ کوئی معنے لی ہمین کچہہ انکار نہین کم سی کم یہہ معنے تو ضرور ہونگی کہ اللہ کا علم ہر چیز کو
محیط ہے جیسا کہ دوسرے آیتہ بعینہ اسی معنی پر دلالتہ کرتی ہے وہ آیتہ یہہ ہے ان اللہ احاط بکل شیٔ علما یعنے
اللہ کا علم ہر چیز کو گہیرے ہوئی ہے اس صورۃ مین کیفیتہ ساری زمانہ کی وجود کی باوجود اس روانگی کی

کہ ایک جز آتاہی اور ایک جاتاہی ایسی ہوگی جیسے اجزاء آب روان کہ سبکے سب بجائی خود موجود ہین لیکن
جب اگلی اجزا گذر جاتی ہین تب پچھلے آتے ہین اور خدا کی پیش نظر اور معلوم ہونی کی ایسی مثال سمجھنی
جیسے کوئی لب دریا جاکر کہڑا ہو تو ادہر سے اودہر تک تمام دریا کا پانی اور جو جو اوس پانی کی
اندر ہوتا ہے حباب یا خس وخاشاک وسکے پیش نظر ہوتا ہے اور اوسکو سب ایک شی واحد نظر آتاہی
گو اجزاء آب اور جو کچہہ اوسمین ہے باہم مقدم اور موخر ہین الغرض اجزاء زمانہ اور جو کچہہ زمانہ مین واقع ہوتاہی
سبکا سب بجاہا خداوند کریم کے پیش نظر ہی اور سارا مجموعہ اوسکو بمنزلہ شی واحد معلوم ہوتا ہے اور معا
سبکے سب اوسکو یکسان نظر آتی ہین اوسکے حساب سی سب زمانہ حال کا حکم رکہتی ہین مگر آپس مین ایک دوسرے کی
نسبة مقدم اور موخر گنے جاتی ہین اور فرق حال اور استقبال اور ماضی کا بنسبتہ ایک دوسرے کی ہے سو جیسے
کوئی کسی مکان مین ہوتاہی تو اوسکے سو جو مکان کہ اوسکے سامنی ہوتا ہے اوسکو آگا کہتے ہین اور جو
اوسکے پیچھی ہوتاہی اوسی پیچہا کہتے ایسی ہی جس زمانہ مین کوئی چیز ہوتی ہی اوسکی پہلے زمانہ کو نسبتہ اوسکی ماضی کہتے
ہین اور اوسکی اگلی زمانہ کو نسبتہ وسکی مستقبل اور خاص اوس زمانہ کو جسمین وہ چیز ہوتی ہی اوسکی نسبتہ زمانہ حال کہتی
ہین سو ہرچند خداوند کریم کی پیش نظر ہونیمین اور اوسکے سامنے موجود ہونی ہین سب یکسان ہین لیکن
باہم مقدم اور موخر ہین اور ایک دوسری کی نسبتہ ماضی اور مستقبل اور حال ہی سو خداوند کریم کبہی تو موقع دیکہکر
بلحاظ اپنی معلوم ہونی اور اپنی پیش نظر ہونیکے کلام کرتا ہے اور کبہی مناسب وقت اون وقائع کی تقدم
اور تاخر کا لحاظ ہوتا ہے پہلی صورة مین تو ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے اور دوسرے
صورة مین ماضی کے موقع مین ماضی اور حال کے موقع مین حال اور استقبال کے جگہہ استقبال اور باوجود
سبکے یکسان پیش نظر ہونیکے ماضی کا صیغہ جو استعمال کرتے ہین اور حال کا لفظ نہین بولتے تو اوسکی وجہ
یہہ ہے کہ کبہی کسی فعل کے صدور اور حدوث سی خبر دینی مد نظر ہوتی ہی اور کبہی اوس فعل کی استمرار وجود کے
خبر سو جن افعال کی خبر دیتی ہین وقت خبر جو وہ حاضر ہوتی ہین تو باعتبار استمرار وجود کی حاضر اور پیش نظر
متکلم ہوتی ہین ورنہ باعتبار صدور اور حدوث کی وقت خبر حاضر نہین رہتی بلکہ غائب ہوجاتی ہین کیونکہ صدور
اور حدوث آنی ہی زمانی نہین اور قبل وجود کسی فعل کی جو اوس فعل کی خبر دیجاتی ہی تو وہ لاجرم بصیغہ
استقبال ہونی چاہئی غرض حدوث کے لئے صیغہ حال ممکن نہین یا لفظ ماضی ہوگا یا لفظ استقبال اگر قبل
حدوث کسی وجہہ سے مطلع ہوکر خبر دینگی تو بصیغہ استقبال خبر دین گے اور بعد حدوث معاینہ کرکے خبر دینگے

تو بصیغہ ماضی خبر دینگے حال جب ہو سکتا تہا کہ حدوث ہی مثل استمرار یعنے حاصل مصدر زمانی ہوتا اگر
نہوتا بہر حال بنسبتہ علم خداوندی کی سب بمنزلہ حال کی ہی سو جہان کہین وقائع آیندہ کو ماضی کے
الفاظ سے بیان کیا ہے جیسا ونادی اصحاب الجنتہ یا اور سوا اسکے تو وہان رعایتہ اسکی ہے کہ خدا کو سب
مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہان امور گذشتہ مین صیغہ استقبال کا مذکور ہے جیسا حتی نعلم المجاہدین
یا ولنبلونکم وغیرہ تو وہان یہہ مد نظر ہے کہ بنسبتہ اپنی ماقبل کی مستقبل ہی اس بحث کو اہل انصاف انصاف
سے ملاحظہ فرمائین اور پہر فرمائین کہ یہہ ہیچمدان ہر چند دیوانہ ہے لیکن کسقدر ٹہکانے کی بات کہتا ہے مگر
برای خدا ذرا سوچ سمجہکر دیکہین مبادا اپنی جلدی مین میری ذمہ یہہ تہمتہ نہ لگا دین کہ فلانی رسالہ والہ
وقائع عالم کی قدیم ہونیکا قائل ہے تنبیہ کے لیے مین ابہی سی کہی دیتا ہون کہ کسی واقعہ کی قدیم ہونیکی
لیے یہہ ضرور ہے کہ اوس کا استمرار وجود ایسا حاصل بالمصدر بقدر تمام زمانہ من اولہ الی آخرہ ہو یعنی ازل
سے لیکر ابد تک اوس کا استمرار وجود موجود ہو اس سی قدم ثابت نہین ہوتا کہ ایک زمانہ محدود الطرفین پر
منطبق ہو اگرچہ وہ زمانہ قطع نظر حرکتہ لازمہ کے بذات خود ایک شی مستقر ہو یعنی مثل حرکات ایسا نہو کہ ایک
جز حادث ہوا تو ایک فانی ہو گیا اللہم انت الہادی لاہادی الا انت اور اگر کوئی عقل کا پورا اس تقریر مین کچہہ وہمی
لگے اور اس طریق سی مطلب تک پہونچنا اوسکو دشوار معلوم ہو تو ایک دوسرا طریق جس سے بوضاحتہ خدا کی علم کا
قدیم ہونا اور ان آیات کا بہی بلا تکلف اوسپر مطابق آجانا ثابت ہوجائی جو درج اوراق ہین پر توجہ خاطر
ناظرین ضرور ہے اپنی علوم کے تجسس کرنے سے یون معلوم ہوتا ہے کہ ہمکو علم اشیا دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک
تو بے واسطہ دوسرا بواسطہ لوازم یا بواسطہ ملزومات مثلاً آفتاب کا یا دہوپ کا علم کبہی تو بلا واسطہ ہوتا ہی آنکہہ سے
دیکہا معلوم ہو گیا اور کبہی بواسطہ ہوتا ہی آفتاب کا علم دہوپ کی وسیلہ سے یا دہوپ کا علم آفتاب کے
وسیلہ سی اگر آدمی گہر مین ایسی جگہہ بیٹہا ہو جہان سے آفتاب نظر نہ آتا ہو پر دہوپ نظر آتی ہو تو دہوپ
کے وسیلہ سی معلوم ہو جائیگا کہ آفتاب آسمان پر نکلا ہوا ہے سو یہہ علم جو آفتاب کا حاصل ہوا تو بواسطہ لازم
حاصل ہوا اور اگر آفتاب کو صحن مین بیٹہی ہوئی دیکہین اور یون سمجہین کہ چہت پر دہوپ ہوگی تو یہہ دہوپ کا
علم بواسطہ ملزوم حاصل ہوا علی ہذا القیاس آگ اور دہوین کی علم کو سمجہیے کہ کبہی بے واسطہ حاصل ہوتے
ہین جیسے آگ کو یا دہوین کو خود آنکہہ سے دیکہہ لیا کبہی بواسطہ یکدیگر ہوتا ہے مثلاً دہوین کو دیوار کے
پیچہے سی دیکہہ کر آگ کو سمجہہ جانا یا دور سے جہان چراغ کا دہوان نظر نہ آتا ہو چراغ کی شعلے کو دیکہکر

دہوین کو جان لینا لیکن ایک شی کی علم بیواسطہ کو اوسکا علم بواسطہ ہی بشتر لازم ہوتا ہے اور دونون ساتھہ
ہی پیدا ہوتی ہین اور کسیطرح کا تقدم اور تاخر نہین ہوتا مثلاً آگ کو قریب سے دیکہی تو دہوان بہی
اوسکی ساتھہ ہی نظر ہی آئیگا سو اس صورۃ مین آگ کا علم دو طرح حاصل ہو سکتا ہے ایک تو بیواسطہ
کیونکہ آنکہہ سے خود نظر آئی ہے دوسرا دہوین کی واسطی سی کیونکہ اگر آگ نظر نہ آتی اور دہوان ہی نظر آتا
تو بیشک آگ کا علم حاصل ہوتا سو درصورتیکہ آگ ہی نظر آئی تو بطریق اولی آگ کا علم دہوین کے
واسطے سے ہونا چاہئے اور ظاہر ہے تو ہے اب دہوین مین کیا کمی آگئی ہے جو دلالۃ نکرے بلکہ غور
سے دیکہیے تو تلازم جس سے علم بالواسطہ حاصل ہوتاہی اسی صورۃ سے معلوم ہوتا ہے مگر آگ کا علم جو
بواسطہ دہوین کے اس صورۃ مین حاصل ہوتا ہے ہر چند علم بیواسطہ ہے کی ساتھہ حاصل ہوتاہی
لیکن علم بیواسطہ مین ایسا مضمحل اور محو ہے کہ اوسکی خبر ہی نہین ہوتی اور کسیکو اوس طرف دہیان
ہی نہین گذرتا اسکے ایسی مثال ہے کہ دن کو ستارون کا نور ہی ہوتاہی مگر آفتاب کی نور مین ایسا محو
ہے کہ معلوم ہی نہین ہوتا جب یہہ بات ذہن نشین ہو چکی کہ ایک شی کا علم بیواسطہ اور بواسطہ ایسا اوقات
دونون ساتھہ ہے پیدا ہوتی ہین ایسا ہی یہہ بہی ملحوظ خاطر رکہنا چاہئی کہ کبہی دو چیزون کا علم بیواسطہ
بہے ساتھہ ہی حاصل ہوتاہی مثلاً آگ کو اور دہوین کو ایک ساتھہ دیکہی علی ہذا القیاس ایک شی کا علم بیواسطہ
اور دوسری شی کا علم بواسطہ پہلی شی کی واسطے سی ہی اکہٹی ساتھہ ہی حاصل ہوتی ہین مثلاً دہوین کا علم بیواسطہ
اور آگ کا علم بواسطہ دہوین کے واسطہ سے اور ایسی ہی آگ کا علم بیواسطہ اور دہوین کا علم بواسطہ
آگ کے واسطہ سے دونون ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہین اور اکثر کچھہ تفاوۃ نہین ہوتا جو ایک کو یون کہین
کہ یہہ علم تو فلانی ساعتہ مین حاصل ہوا اور یہہ علم اوس سے پہلے ساعتہ مین یا اوسکے بعد کی ساعتہ مین حاصل
ہوا لیکن تاہم عقل کی نزدیک ایک ترتیب ہے کہ اوسکی رو سی مقدم موخر کہہ سکتی ہین یعنے ایک شی کی
علم بیواسطہ کو دوسری شی کی علم بالواسطہ سے جو بواسطہ پہلے شے کے حاصل ہوتاہی عقل ایک طرح سے مقدم
سمجھتے ہی یعنی ہر کوئی یون سمجہتا ہے کہ دوسری شی کا علم اس صورۃ مین پہلے شی کی علم پر موقوف ہے
سو جیسا ہاتہہ مین کسی چیز کو لیکر ہلائیی تو گو وہ چیز ہاتہہ کے ساتہہ ہی ہلتی ہی لیکن یہہ یون کہتی ہین کہ
ہاتہہ اول ہلتاہی ایسا ہی اس صورۃ مین گو دونون چیزون کا علم برابر ہی حاصل ہوتاہی لیکن جسکا علم
بیواسطہ ہی بنسبتہ اوسکے علم کی جس کا علم اسکے واسطہ سی حاصل ہوتاہی مقدم گنا جاتاہی اور جیسا یون

کہہ سکتے ہین کہ ہاتہہ کو اس لئے ہلایا تاکہ وہ چیز ہلے جو ہاتہہ مین ہی ایسا ہی لون ہی کہہ سکتے ہین کہ دہوپ
کو سلئے دیکہا تاکہ آفتاب بہی معلوم ہوجائی جب یہہ تمام مقدمات ذہن نشین ہوچکی تو اب التماس یہہ ہے
کہ خداوند کریم کی علم کو اگر قدیم کہئی تو حتی نعلم وغیرہ کے استقبال مین کچہہ فرق نہین آتا اور حتی نعلم
وغیرہ کی استقبال سے اوسکے علم کی قدیم ہونے مین کچہہ تفاوت نہین پڑتا وجہ اسکی یہہ ہے کہ خداوند علیم
کو ہر چیز کا علم دو طرح سی حاصل ہے بیواسطہ اور بواسطہ یکدیگر کیونکہ تمام موجودات کی ساتہہ لوازم لگی
ہوئی ہین سو جیسا لوازم اور ملزومات دونونکا علم بیواسطہ اوسی حاصل ہی ایسا ہی لوازم کا علم ملزومات
کے واسطہ سے ملزومات کا علم لوازم کے واسطہ سے بہی اوسی حاصل ہی اور دونون ازل سی برابر ساتہہ ہین
گو علم بالواسطہ کسی چیز کا اوسکی علم بیواسطہ مین محو اور مضمحل ہو اور ایسا ہی کسی چیز کا علم دوسری چیز کے علم کی
واسطہ سے اور اوس دوسری چیز کا علم برابر ساتہہ ہے ازل سے خداوند لم یزل کو حاصل ہین اور دونون
قدیم ہین مگر کسی چیز کے علم بالواسطہ کو نسبتہ اوس چیز کے علم کی جسکے واسطہ سی یہہ علم حاصل ہوا ہی مؤخر گنین گے
اور یہہ علم نسبتہ اوس علم کی مقدم سمجہا جائیگا سو جہان کہین علم خداوندی کی ذکر مین صیغہ استقبال کا یا معنے
استدلال کی پائی جاتی ہین وہ باعتبار علم بالواسطہ کی ہی ورنہ باعتبار زمانہ کی کچہہ تفاوت نہین اور جہان کہین ماضی
یا حال مستعمل ہی وہان علم بیواسطہ مراد ہی اور باعتبار علم بالواسطہ کی کلام کرنیکی وجہہ یہہ پیش آئی ہی کہ کلام اللہ کے مخاطب
آدمی ہین اور تمام آدمی بلکہ تمام ذوی العقول کو اکثر چیزونکا علم بالواسطہ ہی ہی بیواسطہ نہین روح بنی آدم یا بنی آدم کی کمالات نفسانی
جیسے سخاوت شجاعت خلق مروت اگر ہین تو دل مین ہین آنکہون سے یا کانون سے یا سوا اسکے اور حواس
خمسہ سی معلوم نہین ہوتے انکو اگر کوئی دوسرا معلوم کرتا ہے تو انکی آثار اور لوازم سے معلوم کرتا ہی سخاوت
ہے دینی دلانی سی جو ہاتہہ کا کام ہے شجاعت مارنے مرنے سے جو ہاتہہ پانو سی تعلق رکہتا ہی خلق شیرین زبانی
جو زبان سی متعلق ہے معلوم ہوتی ہین علی ہذا القیاس روح کا ہونا نہونا دوسرونکو حرکات سکنات سے جو
بدن ہی سی متعلق ہین معلوم ہوتا ہے اور جہان کہین جناب باری نے اپنے علم مین صیغہ استقبال استعمال
کیا ہے وہ ایسی ہی امور ہین جو بنی آدم کو بے واسطہ معلوم نہین ہوسکتے سو اون سے باعتبار علم بیواسطہ
کے اگر کلام کرتے تو اونپر کچہہ حجت نہین ہوسکتے تہے اور نہ اونکو الزام دی سکتے تہے اسلیے الزام دینی کی
موقع مین باعتبار علم بالواسطہ کی کلام کی ہی اور جہان یہہ غرض نہین وہان باعتبار علم بیواسطہ کے کلام کی
ہے اور وہان صیغہ ماضی کا یا حال کا مستعمل ہے مگر بنی آدم کو چونکہ اون اشیا کا علم بیواسطہ ہوہی نہین سکتا

اور تیسرا اون واسطون کا علم قبل اونکی وجود کی بنی آدم کی حق مین ممکن ہے نہین اور اسوجہ سے اونکی تمام علوم
بار حاصل نہین ہوتی تو وہ خدا کو اپنی اوپر قیاس کرکے صیغہ استقبال سی حدوث سمجھہ جاتے ہین اور حیران
ہوتے ہین کہ کلام اللہ مین ایک جا تو یون مذکور ہے کہ خداوند علیم کو تمام اشیاء کے علوم ازل سی حاصل
ہین جیسا کان اللہ بکل شئی علیما اور ایک سی یون معلوم ہوتا ہے کہ بعضی علوم حادث ہین جیسے الفاظ
حتی نعلم وغیرہ مگر جو لوگ فہمیدہ ہین اور نکتہ مذکورہ سے متنبہ ہو گئی ہین دونون کو مطابق یکدیگر سمجھتی
ہین اب مناسب یون ہی یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کی معنے بھی بیان کئی جائین کہ منصفان علماء
شیعہ کو شاید انتظار ہو مخدوم من اول ساری آیۃ گوش گذار ہے بعد اوسکے اپنا ما فی الضمیر بہی
معروض خدمتہ ہوگا ساری آیۃ یون ہی وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ لکل اجل کتاب
یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب حاصل اس کا یہہ ہے کہ کسی رسول سی یہہ نہین ہو سکتا
کہ کوئی معجزہ جو اوسکے نبوۃ کی نشانی ہو خدا کے بے اجازۃ لے آئے اللہ کے یہان ہر مدۃ کے
ایک جدی کتاب ہی اوس مین سی جو چاہی مٹا دی ہی جو چاہی ہے باقی رکھے ہے اور اوسکے
پاس ایک اور بڑی کتاب ہی جو سبکے اصل ہی یہہ تو اس آیۃ کا حاصل ہوا اب اہل فہم سے یہہ امید ہے
کہ بعد ملاحظہ ان دونون لفظون کی ایک تو لکل اجل کتاب اور دوسرا وعندہ ام الکتاب اور نیز بعد
لحاظ اس امر کے کہ جملہ یمحو اللہ الخ اول کے بعد واقع ہے بے تنبیہ کے آپ سمجھہ جائینگے کہ خداوند کریم
کے یہان دو دفتر مین ایک بڑا جسکے طرف ام الکتاب کا لفظ اشارہ کرتا ہے دوسرا چھوٹا دفتر جسکے
طرف جملہ لکل اجل کتاب ہدایۃ کری ہی اور محو و اثبات یعنے مٹانا مٹانا یہہ چھوٹے دفتر مین ہوتا ہی
بڑی مین نہین ہوتا سو بعینہ یہی اہل سنتہ کا مذہب ہے وہ بہی یہی کہتی ہین کہ بڑا دفتر جو علم خداوندی
کے موافق ہے یا خود علم خداوندی ہے اوسمین گھٹا و بڑھاؤ نہین ہوتا پہر شیعہ کس خوبی پر بداء کا دعوے
کرتے ہین کہ بدا کلام اللہ سے ثابت ہوتا ہے اگر اسی آیۃ کی بہروسے کودتی ہین تو یہہ بعینہ ایسا ہی استدلال
ہے جیسا کسی بانوائی کہا تہا کہ کلام اللہ مین خدانی نماز سی منع فرمایا ہی اس لئی ہم نہین پڑہتے کسینے پوچھا
کہ صاحب ہمین بہی بتلاؤ ہمنے تو آج تلک یہہ بات نہین سنے اگر یہہ حکم ہے تو کلام اللہ کے قربان جائے
بڑی آرام کی بات نکل آئی بانوانے کہا صاحب سورہ نسا مین ہے نہین کہ لا تقربوا الصلوۃ یعنی
نماز کے پاس نہ پہٹکو اوس نے کہا صاحب اسکے بعد وانتم سکاری بہی تو ہے یعنی نشی کی حالتمین

نمازمت پڑہو ساری آیتہ کے معنے پر عمل کرنا چاہئے بالنوانے کہا بابا سارے کلام پر کس سے
عمل ہوا ہی یہہ بہے غنیمہ ہے جو اتنا بہے عمل ہو جائے سو شاید علماء شیعہ نے بہے اسی قاعدہ پر
عمل کیا ہے اور میرے نزدیک ایک اور عذر شیعون کی لیے اس موقع مین خفتہ اوتارنے کے لیے بہت
عمدہ ہے وہ یہہ ہے کہ ساری کلام اللہ کی یاد نہونے مین تو شیعہ معذور ہے ہین اتفاق سی لکل اجل
کتاب یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت تک فقط اونکو یاد ہو گیا تہا بسبب کمال عبودیتہ اور سراپا بندہ
ہونے کے اسی پر اعتقاد جمائے ہی سو یہہ بات تو قابل تعریف ہے اگر وعندہ ام الکتاب بہی اون کو
معلوم ہوتا اور پہر سنیو نکی موافق اونکا اعتقاد ہوتا تب البتہ جای گرفت تہی سبحان اللہ اس تفسیر دانی
اور کلام اللہ کی محفوظ ہونی پر سنیون سے مقابلہ کا دعوی مگر موشی بخواب اندر بیرون ز شہر شد جناب من شیعونکی اکثر
استدلال تو بانوار مذکور کی سی استدلال ہین اور کلام اللہ کے یاد داشت ایسی ہے جیسے مرزا نوشہ شاعر بتقاضاء تاثیر
مذہب اپنی سرگذشت لکہتی ہین۔ لا تقربوا الصلوۃ زہیم بخاطر است۔ وز امر یاد ماند کلوا واشربوا مراد حق یون
ہی کہ علم الہی مین کچہہ تغیر نہین آتا اور کیونکر تغیر ہو سکے خداوند کریم جا بجا ایسی توہمات کی دفعیہ کے لیے فرماتا ہی
کان اللہ علیما حکیما کان اللہ بکل شئ علیما وکنا بکل شئ عالمین ان اللہ احاط بکل شئ علما کان اللہ بکل شئ محیطا حاصل
سبکا یہہ ہے کہ خداوند کریم ازل سی ہر چیز کو جانتا ہی اور ہر چیز کی حقیقتہ پہچانتا ہے اور ہر چیز ازل ہی
اوسکی احاطہ علمی اور احاطہ وجود مین ہے چنانچہ تصویر اس مضمون کی کچہہ مذکور ہی ہوی پہر جب ازل
سے ہر چیز کو محیط ہے تو بعد اسکی غلطی کا باعث اگر ہو سکی ہی تو یہہ ہو سکی ہی کہ کوئی چیز بیچ مین خدا کی
اور خدا کی معلومات کی حائل ہو جائی سو اگر یہہ احتمال ہے تو اس کا جواب تو کلام اللہ ہے مین بہت جگہ
موجود ہی نحن اقرب یعنے ہم سب سے زیادہ نزدیک ہین یا شیعہ یون تجویز فرمائین کہ نعوذ باللہ خداوند کریم
کی حواس مین فتور ہی سو اتنی جرات شیعون ہی کو ہی معہذا لا یخفی علی اللہ من شئ فی الارض و لا فی السماء یعنی اللہ پر کوئی چیز
پوشیدہ نہین رہتی زمین مین نہ آسمان مین یہہ بہے کلام اللہ ہی مین ہی کسی پنڈت کی پوتہی کی آیتہ نہین تسپر طرفہ یہہ ہے
کہ اکثر علماء شیعہ معقولات مین دخل در معقولات کہتی ہین مگر تسپر اتنا نہین سمجہتی کہ علم غلط حقیقتہ مین
علم نہین وہ اقسام جہل مین سے ہی اسیواسطہ اوسکو جہل مرکب کہتی ہین اس اصطلاح کو منطق کے چہوٹے
رسالہ پڑہنے والی تو درکنار ان پڑہی بہی سمجہتی ہین بلکہ زبان زد عام خاص ہے کہ جہل مرکب سی تو جہل
بسیط ہی بہلا بارے یہہ جو یہہ حضرات ذات والا صفات جناب کبریائی کو جہل مرکب کا بٹا لگاتی ہین تو اول

تو ان آیات مرقومہ پر خط نسخ کہنچا پڑا سبحان اللہ خدا کی کلام کو بندہ نسخ کرین اور وہ بہی اعتقادات ہین کہ بالاتفاق
شیعہ وسنی بلکہ باتفاق عالم قابل نسخ ہی نہین دوسری خدا لگا جہل مرکب لگا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات
تیسرے جمادات وغیرہ جنکو بالکل علم نہین بلکہ تمام موجودات ایک وجہ سے خدا سے افضل ٹہری کیونکہ کوئی ہو
سوا خدا کے سب مین کچہہ نہ کچہہ جہل بسیط ہی اور خدا مین جہل بسیط نہین کیونکہ کلام اللہ کے آیات سے خود
واضح ہوچکا کہ خدا کو سب چیز کی خبر ہے سو وہ خبر اور وہ علم اگر غلط ہووی تو جہل مرکب ہوگا اور جہل مرکب
سے جہل بسیط آخر افضل ہی ہی تو سب مخلوقات اسکو جہ سے خدا سے افضل نکلی واہ سبحان اللہ کیا خدا کی قدر شناسی
ہی باقی کوئی ہمسے یون پوچہی کہ وہ دفتر کونسا ہی جسمین محو اور اثبات ہوتا ہی تو گو ہمین بعد اسکی کہ یہہ معلوم ہوگیا
کہ وہ دفتر سواء علم الہی کی ہی کچہہ اسکی جواب کی حاجت نہین لیکن تسکین خاطر کردینی ہی اچہی ہوتی ہی اسلیئے معروض
خدمت ہی کہ ان امور کی حقیقت تو خدا ہی جانی یا جنکو وہ اطلاع کردی مگر بطور امکان و احتمال اس مقام مین ہمین بیان
کرنا لازم پڑا اس کم فہم کی فہم نارسا مین جو بمعونت تقاریر بعض بزرگان آتا ہی تو یہہ ہی کہ تمام عالم دفتر خداوندی
ہی مگر اوسمین سے بعض اشیا کو بمنزلہ اوراق کی اور بعض کو بمنزلہ نقوش اور حروف کی سمجہی تفہیم کی لیئے اول ایک مثال گوش گذار
ہی موم یا گارہی یا کسی اور نرم چیز کو ہم کیسی کیسی شکل مین لاسکتے ہین چاہین اوسکو گول بنالین چاہین چپٹا مگر اوس
موم پر ان اشکال مین سے ایکوقت مین ایک ہی شکل آسکتی ہی دو مجتمع نہین ہوسکتی جب دوسری شکل آئیگی پہلی
مٹ جائیگی لیکن چونکہ اشکال تو ایک قسم کی نقش و نگار ہین تو اونکو تو بمنزلہ حروف اور نقوش سمجہیے اور اوس
موم کو بمنزلہ اوراق سمجہیے جب یہہ مثال ذہن نشین ہوچکی تو اب سنیے کہ تمام اجسام مین تبدل اشکال اور کیفیات نظر
آتا ہے زمین سے جو کہیتی نکلتی ہی تو وہی اجزاء خاکی ہوتی ہین پر خدا کی نیرنگی سے اونکی شکل اول بدلجاتی ہی پہر وہ
کہیتی کی شکل کیا سے کیا ہوجاتی ہی آخر رفتہ رفتہ وہی غذا جو حقیقت مین اجزاء خاکی ہین شکل بدل کر غذا بن گئی
ہین معدہ مین جاکر کچہہ اور ہی ہوجاتی ہین اور پہر نطفہ بنکے کچہہ اور رنگ روپ پیدا کرلیتے ہین علی ہذا القیاس
اور اجسام مین دیکہیہ لیجیے گرمی سردی وغیرہ جتنی تغیرات ہین وہ سب اسی قسم کی ہین ایسی ہی ارواح مین طرح طرح
کی کیفیات کا تبدل رہتا ہی رنج خوشی خوف امن وغیرہ سو جو چیزین کہ بدلتی رہتی ہین اونکو تو اس دفتر خداوندی
کی حروف اور نقوش سمجہیے اور اجسام اور ارواح وغیرہ کو جو ان سب احوال مین بمنزلہ موم کہ ہی خود موجود رہتی ہین
اوراق اس دفتر کے سمجہیے بعد اسکے یہہ ذہن نشین کیجیے کہ جو جو اشکال معدوم ہوگئی وہ تو محو ہوگئین اور جو انکے
جگہہ قائم کی گئین وہ اثبات اور ثبت ہوگئین چنانچہ محاورہ دان فارسی اور عربی جانتی ہین کہ اثبات از ثبت

لکہنے کے موقع مین بولا کرتے ہین مگر چونکہ ہر شکل کے لیے کچھ نہ کچھ زمانہ چاہئی اور اوسکے بقا کی لئی زمانہ مین کچھ مقدار
معین ہوتی ہی تو خداوند کریم نی ارشاد فرمایا لکل اجل کتاب یعنی ہر زمانی کے لئے جدی جدی نقوش ہین جب
ایک زمانہ ہو لیتا ہی اور دوسری نقوش اور لکہای اشکال اور کیفیات کی بہار آتی ہی اور اونکی زمانہ کی آمد ہوتی ہی تب پہلے
نقوش کو مٹا دیتی ہین اور دوسری زمانہ کی مناسب نقوش ادن اوراق مین لکہی جاتے ہین مگر یہہ وہ اوراق نہین کہ پہلے
نقوش کے مٹانے سے بگڑ جائین یا آلودہ ہو جائین بلکہ جیسے دفترین یا سلیٹ کے تختی یا لکڑی کی تختی پر جو چاہا لکہدیا پہر
جب چاہا مٹا دیا اور اوسکی جگہ اور لکہدیا ایسی ہی ان اوراق مین بہی جو چاہا لکہدیا اور جب چاہا مٹا دیا لیکن پہلے پچہلے
سب نقوش کی نقل بلکہ اصل ایک بڑی دفتر اور بڑی کتاب مین ہی جیسی تحریر پڑہنی والی جس شکل کو پڑہتی جاتی ہین
سلیٹ پر کہیچ کہیچ سمجہتے جاتی ہین اور جب سمجہہ لیتے ہین اور دوسری شکل کی سمجہنے کی نوبت آتی ہی پہلی کو مٹا دیتی ہین اور دوسری
کہیچ لیتے ہین اور باینہمہ اوسکی نقل بلکہ اصل تحریر اقلیدس مین موجود ہی باقی ربط اس آیۃ کا اپنی ماقبل سی اس صورۃ
مین یہہ ہوگا کسی نبی سے کیونکر ہو سکے کہ اپنی آپ کوئی آیۃ لی آئی ہماری یہان تو ہر زمانی کی لیئے نقوش مقرر ہین گنے گنے ہوئے
رکہی ہین اوسمین کمی بیشی کب ہو سکتی ہی جو کوئی اپنی طرف سے اوس مین اپنی خواہش کی موافق اوس آیۃ
کا نقش بہی رلادی اب اس تقریر کو اہل انصاف غور فرمائین کہ کیسی برجستہ ہی اور پہر باینہمہ اسمین کہین
اسکی گنجائش نہین کہ قائلین بدا انگشت رکہہ سکین یا متمسک کر سکین پہر کوئی کیونکر کہدی کہ آیۃ مین محو اثبات
کا ذکر ہے تو علم الہی مین محو اثبات ہوتا ہوگا مگر جو بات اپنی ذہن مین جمی ہوئی ہوتی ہے اوسیکی طرف ذہن
دوڑا کرتا ہی بہوکی کے نزدیک دو اور دو چار روٹیان ہی ہوتی ہین اور اگر اس تقریر کو سنکر کسیکے
یون کان کہڑی ہون کہ مشہور تو یون سنا تہا کہ لکل اجل کتاب سے جو لکہنا نکلتا ہے تو یہی
لکہنا ہی جسے عرف مین لکہنا کہتی ہین سو وہ تو کسی کلام اور الفاظ کے مقابلہ مین جو حروف اور نقوش
ہوتی ہین اونکی سیئے ہوتا ہی تو اسکا جواب اول تو یہہ ہی کہ حق بات چاہیے مشہور ہو کہ نہو ہان اگر یہہ
معنی چسپان نہون تو جبہی کہو معہذا جیسے اور صاحبونکی مرضی ہم ہی اوسی راہ چلتے ہین دوکانداروںکے
یہان اکثرون نی دیکہا ہوگا کہ روزمرہ کی برداشت کو تختی پر لکہتی جاتے ہین بعدازان بہی مین نقل
کرکے تختی کو دہو لیتی ہین اور پہر دوسری دنکی برداشت اوسی تختی پر لکہنے شروع کر دیتی ہین سو روز یہہ لکہنا اور
مٹانا رہتا ہے اور تسپر ایک بہی وہ ایسی ہی کہ اوسمین تمام ایام کی برداشت کی تفصیل تاریخ وار درج
ہی کہ اوسمین بجز لکہنی کے مٹانی کا اتفاق نہین ہوتا سو ایسا ہی جناب باری تعالی کی کارخانہ قدسیہ مین

سمجھ لیجے جیسے یہان روزمرہ کے برداشت تختی پر لکھتی ہین وہان قرن وار کسی لوح پر ایک تحریر ہوتی ہو
اور پہر اوسکو اوس لوح سے مٹا کر بڑی کتاب مین کہ اوسکو ام الکتاب کہتی ہون درج کر دیتی ہون بعد ازان
پہر دوسرے قرن کا حساب کتاب لکہنا شروع کر دیتی ہون مثلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
قرن کا حساب کتاب ایک لوح پر لکھ کے اوسکو کسی بڑی لوح مین نقل کر دیا ہو پہر اوس لوح سے اوس
تحریر کو مٹا کر صحابہ کا قرن کا حساب کتاب لکھ کر اوسی طرح لوح کلان مین درج کر دیا ہو اسیطرح یہہ محو اثبات
ہمیشہ ہوتا ہو مگر سب جانتے ہین کہ یہہ محو اثبات بوجہ غلطی تحریر نہین کہ جس سے بدا ثابت ہو جائے اور سلمنا کہ یہہ بہی
منسہی بلکہ حکم احکام کے تبدیل و تغیر کے باعث یہہ محو اثبات ہوتا ہو تب بہی تو مقتدایان شیعہ کا دعوی ثابت
نہین ہو سکتا تصویر اگر مطلوب ہے تو اوسکی یہہ صورۃ ہی کہ بیمار اگر طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اوسکے لیے موافق
قواعد طب کے مثلا منضج تجویز کرتا ہے جب وسکے میعاد پوری ہو لیتی ہے تو اون نہین دواوئین سے بعضے
دواؤنکو کاٹ دیتا ہے اور سنا وغیرہ بڑہاتا ہی اور بعد اوسکے تبرید کا نسخہ لکہتا ہے اور پہر مقویات
تجویز کرتا ہے تو اس صورۃ مین جو کچہ طبیب تجویز کرتا ہے وہ سب موافق کتب طب کے ہوتا ہی اور منضج
اور مسہل اور تبرید اور مقویات کی جو تبدیل کرتا ہے تو وہ تبدیل اس وجہ سے نہین ہوتی کہ پہلے تجویز مین
کچھ غلطی ہو گئی تہی بلکہ عین فہم و خوبی طبابت یہی ہے کہ اپنی اپنی وقت پر منضج اور مسہل اور تبرید کا استعمال
ہوا کرے سو جیسے یہہ قصہ ہی ایسا ہی کارخانہ قدرۃ کا کارخانہ سمجہیے جناب باری تعالی کو جو حکیم مطلق ہے
بجاے طبیب حاذق خیال فرمائی اور ام الکتاب کو بجای کتب طب قرار دیجی اور اوس کتاب کو جو لکل
اجل کتاب مین ہے یعنی ہر ہر مدۃ کی جدی جدی کتاب کو بمنزلہ نسخہ منضج اور مسہل کہیی اور فرشتونکو تیماردار
اور مجموعہ عالم کو جو اصطلاح محققین مین مسمی بشخص اکبر ہی بیمار فرض کیجی اور محو اثبات کو ایسا سمجہیے جیسا منضج
کی جگہ مسہل بدلتے ہین اور مسہل کے جگہ تبرید سو اس تبدیل کو بدا مصطلح شیعہ سمجہنا کمال خوش فہمی
پر دلالۃ کرتا ہے ہان اگر یہہ تبدیل اس قسم کے ہوتے جیسی تشخیص کی غلطی سے اول کچہہ تجویز کیا تہا پہر کچہ سمجہ
مین آیا تو البتہ ایک موقع تہا لیکن لکل اجل کتاب اس بات کو چاہتا ہے کہ مدۃ وار جدی جدی تحریرین ہوتے
ہین اور وہ تبدیل بوجہ تبدیل مدۃ ہی بوجہ غلطی تجویز نہین القصہ یہہ تینون تقریرین جو مذکور ہوین ایک سے
ایک چڑہتی ہی اور بعد ملاحظہ ان تقریرات کے مدعیان بدا کا حوصلہ معلوم نہین ہوتا کہ پہر اس آیۃ کی
طرف مونہہ کر کے بہی سو دین یا اس آیۃ سے تمسک کا نام بہی لین مگر جسکے دل مین انصاف نہ ہو اوسکے آگے

حق مانکا بیان کرنا ہی لاحاصل خیر کوئی سمجھے یا نسمجھے جواسپر بھی نسمجھی اوسی خدا سمجھی اور بعض علماء شیعہ کو بدا کی
حقیقة پرایک اور نئی دلیل سوجھی ہے آیة وواعدنا موسی ثلثین لیلة واتممناها بعشر الخ بدا کی حقیقة پر استدلال لاتی
ہین تفصیل اس اجمال کی سنیئے ہم سناتے ہین حاصل اس آیة کریمہ کا اول معروض ہے وہ یہہ ہے کہ وعدہ ٹھہرایا
ہمنے موسی سے تیس ۳۰ رات کا اور پورا کیا ہمنے اس مدة کو ایک عشرہ اور بڑہا کر سو پورا ہو گیا وقت اوسکے رب کا
چالیس راتین انتہی اب تقریر استدلال سنیئے اول تو جناب باری نے تیس شب کی محنة پر توراة کو وعدہ کیا پہر
تیس رات کے مجاہدہ پر توراة عطا نہوی بلکہ فرماتی ہین کہ تیس رات کی بعد دس روز اور بڑہا دیئی سبب اس
زیادتی کا بجز اسکے اور کچہہ سمجہہ مین نہین اتا کہ تیس رات کی خلوة پر توراة کا عطا ہونا خلاف مصلحة معلوم
ہوا یہہ کثیر اجرة اس قلیل مدة پر نازیبا نظر آئے تعظیم اجرة کے لیے مدة اور بڑہائی سو اگر خدا ہی کو یہہ بات
پہلے سے سوجہی ہتی تب تو بدا کا ثبوت موافق اصطلاح متقدمین ظاہر ہے ورنہ اس سے تو کم بھی نہین کہ
خداوند علیم تو جانتا تھا پر حضرت موسی اور بنی اسرائیل کو کچہہ کا کچہہ تبلا دیا سو اس بات مین اور اوس
بات مین گو زمین و آسمان کا تفاوت ہے پر ہمارے حق مین جیسا بدا حسب اصطلاح متقدمین ویسا ہے
تو رب العالمین نہ اوس صورة مین خدا کی کلام پر اعتماد نہ اس صورة مین کلام ربانی قابل استناد
پہر اگر فضائل صحابہ وغیرہ معتقدات اہل سنة پر کلام ربانی شاید ہی ہو تو کیا ہوا ایک زبانی بات
ہے قابل التفات نہین مگر کوئی سمجہہ دار ہو تو ہم بھی اپنے جی مین اس کا جواب دیئے ہی دیتے ہین
غلطی یا غلط گوئی متکلم اور ہے اور غلط فہمی مخاطب اور حضرات شیعہ اپنی غلط فہمی سے اپنے
غلط فہمی کو غلطی یا غلط گوئی خداوندی سمجہتے ہین اور یہہ نہین سمجہتے کہ غلط فہمی اپنے سمجہہ کا
قصور ہے خداوند علیم کا اس مین کیا قصور یہہ سب جانتے ہین کہ جناب باری نے اس قصہ کو مختصر
بیان فرمایا ہے روزونکا اس مین ذکر نہین مسواک کا اس جگہہ مذکور نہین سو جیسا روزونکا ذکر نہین
فرمایا حالانکہ حدیث تفسیر سے یون معلوم ہوتا ہے کہ فقط تیس دن رات مقصود نتہی بلکہ اتنے دنون
صائم رہنا مطلوب تھا ایسا ہے ہو سکے ہے کہ بعض اور شرائط بھی ہون کہ اونکا ذکر نہین فرمایا منجملہ
اونکی مسواک کا نکرنا بھی ہو اور اگر فرض کیجیے روایات سے ثابت ہو جاے کہ توراة کی اجرة مین
فقط تیس دن کے روزی ہی ٹھہرے تھے اور سوا اسکے اور کوئی بات مشروط نہوے
تھے تو قطع نظر اسکے کہ اس امر کا ثبوت غیر ممکن معلوم ہوتا ہے فقط عدم ثبوت نکلے تو نکلے ثبوت

عدم محال نظر آتا ہی ہم کہتے ہین کہ بہت سے ایسے شرائط ہوتے ہین کہ وقت تقرر اجرۃ اون کا
مذکور نہین آتا اونکا معروف ہونا کافی ہوجاتا ہے کپڑے یا فوج کے ملازمونکو دیکہیی کہ لباس
خاص اور اکرام حکام اور تقدیم تسلیم کا وقت تقرر اون سے کوئی مذکور نہین کرتا با اینہمہ ان
امور کے ترک پر اون سے مواخذہ کیا جاتا ہے جرمانہ لیا جاتا ہے تاوان لیتے ہین سزا دیتی ہین
اور اگر ملازمان بادشاہی کی بات باین وجہ قابل قیاس نہو کہ اونسے تو اصل کار اور اجرۃ کی مقدار
کا بہی ذکر نہین آتا ایک بات معین ہوتی ہے جسے ہر عام خاص جانتا ہے علی ہذا القیاس اور
امور بالائی مثل لباس وغیرہ بہی معلوم ہوتی ہین سو اس حساب سی اونکا حال مثل اصل امر رہا تو اسکا
جواب یہہ ہی کہ یہہ بات تو ہماری اور بہی مفید مطلب ہی کیونکہ جب شہرۃ کے سامنے تمام امور کے ذکر
کے حاجۃ نہین تو بعض امور کے مذکور ہونیکی تو بشرط شہرۃ لاجرم حاجۃ نہو گی معہذا یہہ مثال ناپسند
ہے تو اور مثال لیجی گہوڑیکو کہین جانیکے لیے کرایہ کرتے ہین تو چارجامہ پوزی لگام رکاب وغیرہ
کا کوئی ذکر نہین کرتا با اینہمہ اگر گہوڑی والا گہوڑی کے ساتہہ یہہ چیزین حوالہ نہین کرتا تو کرایہ لیجانیوالا
کیسا کچھہ لڑتا جہگڑتا ہے اور بن پڑتا ہے تو کرایہ مین سی بھی کچھہ نکچھہ کتر لیتا ہے ایسی ہی اگر ماہین بندگان
خاص خداوندی خصوصا انبیاء اور جناب باری کچھہ قوانین ادب مقرر ہون اور بندگان خاص کے
نزدیک مشہور معروف ہون اور اوسکے ترک پر اگرچہ ذکر نہ آئے مواخذہ ہو تو عین حق اور عین
صواب ہی مگر اس کو برا نہین کہہ سکتے برا کہنا جب مناسب ہی کہ حضرت انبیاء علیہ السلام کو ہرگز
اوسکی اطلاع نہو اور درصورتیکہ اوسکے اطلاع ہو اور فقط بمقتضاء بشریۃ اون سے خطا
ہوجائے تو پہر برا کہا اور یہہ بھی نہی کلام اللہ سے فقط اتنا اثبات ہوتا ہے کہ تیس دن کے
مجاہدہ پر توراۃ کا عطا ہونا ٹہرا تھا اور اسکے ایسی مثال ہے جیسے ایک ماہ کا کسیکا کچھہ
مشاہرہ مقرر کردین سو جیسے ایکماہ کی تنخواہ کے یہہ معنی ہین کہ ایک مہینے کے یہہ مزدوری
ہوئی خواہ تیسوین دن سے ملے خواہ دس دن بعد ایسی ہی تیس رات دن کے مجاہدہ پر توراۃ
کے عطا ہونے کے یہہ معنی ہین کہ تیس دن کے مجاہدہ کا یہہ ثمرہ اور یہہ پہل ہی خواہ تیسوین
دن ملی ہو یا دس دن بعد باقی رہے دس روز زیادہ کی محنۃ کے وجہ اس کا بیان ہمارے
ذمہ ضرور نہین اور اگر کوئی نادان لفظ اتممناہا سے دس رات کا نسبۃ تیس رات

کے تتمہ ہونا سمجھکر الجھنی کو تیار ہو تو اس کا جواب بھی لیجئے سنن و نوافل کا بنسبۃ فرائض
کے متمم ہونا اور علی ہذا القیاس صدقۃ الفطر کا بنسبۃ صیام رمضان کے متمم ہونا احادیث
صحیحہ سی ظاہر و باہر ہے مگر کسیکے نزدیک اسکے یہہ معنے نہین کہ فرائض پنجگانہ کے مقدار
نسبۃ زمانہ سابق کے زیادہ کی گئی بلکہ یہہ معنے ہین کہ بمقتضاء بشریۃ ہر عمل مین کچھ نکچھ
قصور رہ ہی جاتا ہے کتنا ہے اہتمام کیون نکرو اس صورۃ مین مقدار اصلے خدا کے
نزدیک یہی اور بندونکے علم مین بھی وہی رہے اور یہہ سب اوپر کا بکھیڑا از قبیل قضاء
مافات اور جبر نقصان اور مکافات تقصیرات ہی سو ایسی ہی ان دس دن کو سمجھئے بلکہ لفظ
اتممنا ہے خود اس بات پر شاہد ہے کہ یہہ دس دن کی محنۃ از قبیل جبر نقصان ہے ورنہ میعاد
اصلی وہی تیس دن تھے اگر ان تیس راتکا مجاہدہ بہمہ وجوہ قابل پسند ہوتا اور بمقتضائی
بشریۃ جس سی سب ناچار ہین نبی ہو یا ولی ہو چنانچہ واقف کار واقف ہین کوئی قصور فتور
عارض حال موسوی نہوتا تو جناب باری تعالی کی طرف سے اور دس دنکا مطالبہ نہوتا باقی
رہا لفظ میقات ربہ کا اس بات پر دلالۃ کرنا کہ میعاد اصلی چالیس راتین تہین سو اسکا جواب
یہہ ہے کہ بازار خداوندی مین ہر عمل کی ایک اجرۃ ہے اور ہر اجرۃ کے لیئے ایک محنۃ
معین ہی کلام اللہ حدیث اسکی گواہ ہین فضائل عظیمہ مثل حصول توراۃ وغیرہ کا نرخ
چالیس رات کی محنۃ اصل سے مقرر ہو مگر کمال جود اور عموم رحمۃ کے باعث حضرت موسی
علیہ وعلی نبینا السلام کے لیے دس دن یعنی تہائی محنۃ کے تخفیف کی گئی ہو جیسے اس
امۃ کے عوام کے لیے نو حصے محنۃ کی تخفیف کی گئی ہے باور نہو تو اس آیۃ کو دیکہئی من
جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا یعنے جو ایک نیکی لائیگا دس گنا ثواب پائیگا سو دس گنا تو
جبھی کہہ سکتے ہین کہ ایک نیکی کے عوض دس نیکیونکا ثواب ملے پہر جب ایک ہی نیکی
پر دس نیکیونکا ثواب ملا تو نو حصے محنۃ کے تخفیف آپ نکل آئے آیات اور احادیث مین
اس مضمون کی اور بھی بہت شواہد ہین پہر بعضے آیات و احادیث تو ایسی ہین جنسے
اس سے زیادہ تخفیف بھی بعض بعض افراد کے لیئے ثابت ہوتے ہے باندیشہ تطویل
تفصیل سے معذور ہون غرض یہہ ہی کہ حضرت موسی کے لیے بحکم عنایۃ قدیمانہ

دس دن کی تخفیف ہوی ہو پر بمقتضاء بشریۃ حضرت موسی علے نبینا و علیہ السلام
سے یہہ عمل ایسا کامل نبن پڑا جیسا توراۃ کے معاوضہ کے لیے بکار تھا بلکہ کچھہ نقصان
نکلا جسکے مکافاۃ اور دس دن کے خلوۃ و مجاہدہ سے ہو سکے اس لئے بنظر رحمۃ مخاصہ حضرت
موسے کے تیس دن کے محنۃ کو رد تو نکیا اگرچہ رد کرنیکا موقع تھا ہان دس دن کے
اور ہدایۃ فرمائے تاکہ کامیاب جائین اور غیرون کے سامنے ندامۃ نہ اوٹھائین
جب اس طریقہ سے وہی چالیس دن آپڑے تو جناب باری سے نے بہی یہہ ارشاد فرمایا
فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ یعنے پس تمام ہوگئی وہی چالیس راتین جو اوسکے ربکا
میقات تھا یعنے وہ وقت جو ایسی نعمتون کے لیے اوسنے مقرر کر رکہا تہا سو انجام
کارو ہے پورا ہوا یا یون کہیے کہ بہت سے باتین ایسی ہوتی ہین کہ بذات خود قابل
اہتمام اور شایان تاکید ملک علام نہین ہوتے پر کسی بندہ خاص سے جو ایک وقت
خاص اور ساعۃ اخلاص مین بضرورۃ کسی امر عارضی کے ظاہر ہوتے ہین تو جناب باری
بروی کمال بندہ پروری اور غلام نوازی اوس عمل کو ایسا قبول کرتا ہے کہ اوس کو
داخل عبادات خاصہ کر دیتا ہے اور پہر ہر خاص و عام سے اوسکے کرنے نکرنے
کا حساب لیتا ہے تاکہ خدا کی قدر شناسی اور اوس بندہ کے رفعۃ قدر معلوم ہو جائی
مثال اسکی اگر مطلوب ہے تو حضرت ہاجرہ کا صفا مروہ کے بیچ دوڑنا اور اسی سبب سے
اس سعی کا داخل سنن یا واجبات حج ہو جانا حالانکہ عقل سلیم کو اس فعل مین کوئی
مضمون تعبد کا نظر نہین آتا سبکا سنا ہوا قصہ ہے علی ہذا القیاس اگر چالیس رات
کے مقدار اول سے خداوند علیم کے نزدیک قابل اہتمام نہو بلکہ اوس وقت تک
وہی تیس رات کے مقدار مہتم بالشان ہو مگر چونکہ بندہ خاص سراپا اختصاص حضرت
موسی علیہ و علی نبینا الصلوۃ والسلام سے ایک وقت خاص مین جس کا مذکور ہے چالیس
رات کا مجاہدہ بضرورۃ معلوم ظہور مین آیا تو بوجہ کمال اخلاص حضرت موسے
علیہ السلام جناب باری نے اس عمل کو ایسا قبول فرمایا کہ آئندہ سے فضائل
جلیلہ کی تحصیل کے لیے عدد اربعین ہے مقرر ہو گیا اور جب اس وجہ سے یہہ عدد

وہتم بالشان ٹہرا توجناب باری عزاسمہ کے اس قول کے فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ
یہہ معنے ہوئے کہ ہرچند ایسی نعمتون کے لیئے اصل مین وہی تیس راتین تہین لیکن
چونکہ حضرت موسی علیہ السلام سے بضرورۃ معلوم حالت اخلاص مین چالیس رات
کا مجاہدہ ظہور مین آیا توخداوندکریم نے اس عمل کو اونکے اخلاص کے باعث ایسا قبول
فرمایا کہ اب سے تقرب بارگاہ خداوندی کے لیے پوری چالیس شب وروز کے
خلوۃ مقرر ہوگئی چونکہ پہلے تقریر اور اس تقریر مین فرق ظاہر ہے ان دونون
کے بیان فرق سے معذور ہون ہان نتیجہ اس طول بیانی کا عرض کرنا پڑا اس لیئے
سامع خراشی اہل انصاف ہون کہ بدا کا ثبوت اس آیۃ سے جب ہوسکتا ہے
کہ یا تو خود جناب علام الغیوب ہی نے پہلے سے یہہ ارادہ کر کہا تہا کہ بعد مرور
تیس شب کے حضرت موسی علیہ السلام کو توراۃ عطا کرینگے اور جب تک ہرگز چالیس
رات کی تاخیر کا دہیان نتہا اتفاق سے کسی مصلحۃ تازہ کے باعث ارادہ سابق سے
پلٹ گئے اور تیس رات کے بدلے چالیس رات کے بعد عطا فرمائے یا جناب
باری عالم الغیب والشہادہ کے علم وارادہ مین تو یہی تہا کہ بعد انقضاء مدۃ چہل
شب عطاء توراۃ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مشرف ہون مگر عمدا حضرت موسی علیہ السلام
کو تیس شب کے بعد توراۃ کی عطا ہونیکے خبر دے حضرت موسے علیہ السلام باعتماد
صدق خبر خداوندی یہے سمجہتے رہے کہ لاجرم بعد مرور تیس شب کے توراۃ
عطا ہوگی مگر چونکہ مدنظر خداوندی کچہہ اور تہا توراۃ کی بابت چالیس رات
پر جا پڑے اس صورۃ مین گو صفۃ علم خداوندی اور صفت ارادہ عیب و نقصان
سے منزہ رہے پر کلام خداوندی مین دروغ کا بنا لگا پہر اس واسطے جتلایا کہ بعض
محققان شیعہ بپاس عصمۃ صفۃ علم وارادہ بدا کی تقریر کچہہ ایسی ہی کرتے ہین
جس سے نقصان و عیب جو کچہہ ہو اخبار تک رہے علم وارادہ تک نہ پہونچے پر جو
لوگ خدا کے عظمۃ و جلال کو کسیقدر سمجہتے ہین وہ خوب سمجہتے ہین کہ خداوند عظیم
الشان کے کوئی صفۃ کیون ہو عیب و نقصان سے مبرا ہے محقق مذکور نے بزعم

خود اچھی روش اختیار کے تھے اور صفۃ علم وارادہ کو نقصان سے بچا کر یون خوش
تھے کہ اہل سنۃ سے دامن چھڑا لیا پر یہہ نسمجھی کہ یہہ صفتین اگر منزّہ رہین تو کیا ہوا ایک اور
صفۃ مین نقصان لازم آیا آری دروغ گورا حافظہ نباشد بہر حال یہہ دو صورتین بدا کی
ثبوت کی تہین اور در صورتیکہ یہہ دونون صورتین نہون بلکہ بشکل عقد اجارہ اور تعلیق
شرط وجزا ہو تو اگر بوجہ عدم وقوع شرط جزا ظہور مین نہ آئے اور بسبب ناپسندی
عمل اجرۃ نملے تو اس مین خدا کی جانب کونسا قصور عائد ہوتا ہے جو بدا کی ثبوت کے
گنجائش ملے ہان حضرت موسی علیہ السلام غلطی فہم کے باعث جس سے انبیا معصومین
بھی معصوم نہین اگر کچھہ کا کچھہ سمجھہ جائین تو ہم تو نہین کہہ سکتے یہہ اونکا قصور ہے مگر اسکو
بدا سے کیا علاقہ ایسی بدا کے تو خود اہل سنۃ جو بدا کے بغایۃ منکر ہین بکثرۃ قائل ہین
اختلاف ائمہ جو لاجرم ایک نہ ایک کی غلط فہمی کو مستلزم ہے اونکی نزدیک رحمۃ عظمی ہے
بالجملہ بدا کے حقیقۃ یہہ ہے کہ متکلم یعنے جناب باری خود غلط سمجھی جیسے متقدمین شیعہ
کے رای معلوم ہوتے ہے یا عمدًا غلط کہدے جیسے بعض محققین زمانہ تاویل کرتے ہین
نہ یہہ کہ مخاطب یعنے انبیا یا علما وغیرہ ہم اپنی قصور فہم سے کچھہ کا کچھہ سمجھہ جائین اسکو
غلطی اجتہاد اور غلطی فہم اور قصور فہم کہتے ہین بدا کو اس سے کچھہ علاقہ نہین ہان
کوئے قاصر الفہم اگر اسکو بدا سمجھہ جائے تو تا دم وضوح حق گو نہ معذور ہے گو ایسی باتون
مین عذر جہل مقبول نہین اور بعد وضوح حق اور اتمام حجۃ پہر یہہ قصور اعلی درجہ کا قصور
ہے نعوذ باللہ من سوء الفہم مگر ناظرین تقریر ہذا کو اس قدر یاد رہے کہ غلطی اجتہاد کے
گنجائش اگر ہے تو ماسوا محکم اور عبارۃ النص ہے عبارۃ النص اور محکم مین اہل فہم
نہین بہکتے جو اس مین بھی خطا کرے وہ جاہل ہے عالم نہین سو تلاوۃ کرنے والے
کلام اللہ کے خود جانتے ہین کہ آیات فضائل صحابہ در باب فضیلۃ صحابہ محکم اور عبارۃ
النص ہین کہ نہین اور اگر کوئی اب بھی نسمجھی تو اوسکو خدا سمجھے پر نقل مشہور ہے جیسے کو تیسا ایسے
نادانون کا یہہ علاج ہے کہ یون کہا جائے ثلثین لیلۃ یا مفعول بہ ہے چنانچہ ظاہر ہے
یا مفعول فیہ اگر مفعول بہ ہے تو قدر موعود تو وہی تیس راتین تہین اور مطلب یہہ

لڑی ہین سو جہادون مین جو تکلیفین اونکو پیش آئین تو اون تکلیفون کی سبب وہ کچھ ڈہیلی ہوے
سست ہوی نہ کفار سی کچھ دب نکلی او واللہ صابرون سی محبت رکھی ہی ان دونون آیتون کو
خدا را بنظر غور اور بچشم انصاف دیکھی اور بے روی وریا فرمائی کہ مرضی جناب باری کسطرف
ہے در صورتیکہ عوام مومنین کے حق مین یون کہا بتائی تو امام اور پیغمبر تو امام اور پیغمبر ہین وہ تو
دین کی باتون مین عوام سے بڑہ کر ہوتی ہین پہلی آیۃ کے روسی تو تقیہ کی صورۃ مین جنت سی امید ہے
منقطع ہی پہر اس سی زیادہ اور تقیہ کو کیونکر وضع کرینگی باقی سنیون کی بی بسی اور بیکسی کا عذر ہو تو جناب
باریتعالی نے پہلے اوسکا دفعیہ فرمادیا ہی الا ان نصر اللہ قریب یعنی گہبراؤ مت ہماری مدد پاس آ
لگی ہوی ہی اور دوسری آیۃ مین تقیہ تو تقیہ کفار کی خوف سی سست ہو جانی اور ضعیف ہو جانے پر تنبیہ کرتے
ہین کیونکہ تقیہ کی برائی کی طرف تو اشارہ ما استکانو مین آگیا تہا اسلئی کہ اسکی معنی یہی ہین کہ اون لوگون نے
کفار کی آگی باوجود تکلیفات کی بہر ظاہر کی چاپلوسی نکی اور یہی تقیہ ہی تقیہ کے اور کیا سرسینگ ہین بہر جو دو
باتین اور فرمائین کہ سست ہوی نہ ضعیف ہوی تقیہ سی دو لمبر اور ادہر کو پہنچا ہے تا کہ اس سے
دور رہین اور اس مین گرفتار نہو جائین سبحان اللہ خدا ہی کیا منتظم اور مدبر ہی یہہ وہی قصہ ہے
بمرگش گیر تا بہ تپ راضی شود لیکن آفرین ہے شیعون کی ہٹ دہرمی پر کہ تپ پر بہی راضی نہین موت
تو درکنار اور کیون راضی ہون جہاد کو کیون سر دہرین اور جہاد تو جب ہوگا جب ہوگا سنیون کی گہر و نگے
پلاو اور قورمی کیون ہاتہہ سی کہوئی اور کیون اونکی تیر ملامۃ کی نشانی ہو کر اپنی نصیبونکو روئی جنت گئی
بلا سی گئے نقد را بنسیہ گذاشتن کار خردمندان نیست اور مین نے جو یہہ عرض کیا کہ اس آیۃ مین تقیہ
وغیرہ سی روکتی ہین ہر چند اہل فہم کی نزدیک محتاج بیان نہین لیکن باندیشہ خوش فہمی شیعہ گذارش
ہے لازم ہی اس آیۃ کی سیاق و سباق سی واضح ہی جسی تامل ہو دیکہہ لی کہ جناب باریتعالی اس امت کے
لوگونکو خاص کر صحابہ کو پہلی امتونکی حال سنا سنا کر سست ہونی اور ضعیف ہونی اور تقیہ کرنی سی روکتے
ہین اب اہل انصاف سی التماس ہی کہ باوجود ان تنبیہات کی اگر کوئی نمانی اوسکو کیا کہئی وہ ناکارہ
لوگونمین سی ہوگا یا عمدہ اور عمدہ بہی اسقدر کہ مستحق ثواب ہو جیسا اہل تقیہ فرماتی ہین حق تو یون ہے
کہ تقیہ والی مورد عتاب ہین چنانچہ ان آیات سی ظاہر و باہر ہے ثواب کجا اور تقیہ کر کے منصب پیغمبری
اور منصب امامت پر مامور رہنا تو درکنار ویسی بہی خیر نہین خاص کر ایسی تقیہ کی ساتہہ کہ بزعم شیعہ

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ کرتی تہی صحابہ معلومین کے ساتہہ کہ جو اونکے عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ ابلیس سے بہی بڑہ کر تھے چنانچہ اسکے طرف اشارہ ہو چکا ہمیشہ ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہی اور ہمیشہ اونکی رضا جوئی مین عمر عزیز کو بسر کیا خداوند کریم تو ارشاد فرمائے

ولئن اتبعت اہوا رہم من بعد ماجاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر یعنے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو بعد حق و ناحق کے معلوم کرنیکی اونکی خواہشونکی موافق کچہہ بہی کریگا تو تیرا کہین ٹہکانا نہین نہ تیرا کوئی دوست تجہی چہڑا سکے گا نہ کوئی تیرے مدد کرنیوالا ہے جو خدا سے بچا لیگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باانہمہ ممانعت و تہدید پہر بہی اونکی دلجوئی سے باز نہ آئی خدا کی خواہش پر اونکی خواہش کو مقدم رکہا القصہ خداوند کریم تو عوام تک کو تقیہ کے کرنیسی روکے اور شیعہ خواص کو بہی تقیہ کرنیوالا اور وہ بہی دائم التقیہ سمجہین حالانکہ خاص امانۃ رسالۃ کی پہونچانے والونکی جو شیعونکی نزدیک یہی پیغمبر اور امام ہین جناب باری علامہ ہے یہہ فرماتا ہے کہ وہ کسی سے ڈرتی نہین اور اللہ کے پیام کے پہونچانی مین دریغ نہین کرتے سورہ احزاب کی پانچوین رکوع مین یہہ آیۃ موجود ہے انبیا کی حق مین فرماتی ہین الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ یعنی انبیا کے اوصاف یہہ ہین کہ پہونچاتے ہین اللہ کے پیام اور اوسی سے ڈرتی ہین اور سوا اللہ کی اور کسی سے نہین ڈرتے اس آیۃ کو دیکہی کہ فقط انبیا کا نڈر نا ہے اسمین نہین جو کوئی شیعہ یون کہی لگے کہ تقیہ دین کے چہپانے کو کہتی ہین کیا ضرور ہے کہ ڈر ہی کے سبب چہپاتی ہون بلکہ کچہہ اور مصلحۃ ہو سو یہہ احتمال اول تو انکا جی جانتا ہے کہ کیسا نامعقول ہے پہر باانہمہ شاید کوئی اسبات مین کچہہ زبان زوری بہی کرتا لیکن جناب باری تعالی تو علام الغیوب ہی شیعون کی ہٹ دہرمی تو پہلی ہی سی جانتا تہا اسی لیئے پہلی ہی یہہ پچر لگا دی۔

الذین یبلغون رسالات اللہ پہر انبیا مین سے بہی خاص کر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا خاص کر حکم جدا گانہ سنایا تاکہ مزید تاکید ہو اور کوئی کسی قسم کی سستی اور مداہنۃ ظہور مین نہ آجائے چنانچہ سورہ حجر مین فرماتی ہین فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین یعنی سُنا دی کہول کر دین کی بات اور مشرکین کا کچہہ دہیان نکر اور پہر اسکے آگی برابر تاکید پر تاکید اسی بات کی چلی جاتی ہی کہ کہنی مین قصور نکر جیسے شک ہو دیکہہ لے اور پہر باانہمہ سورہ احزاب ہی مین یون فرماتی ہین لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر حاصل یہہ ہے تمہاری حق مین رسول ہی کا

اقتدا اونہین کی چال ڈہال اور راہ روش پر رہنا اچھا ہے جیسی اللہ کے اور پچھلی دن کی امید ہی
اس آیۃ نے ساری امۃ کے ذمہ یہہ بات واجب کر دے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق بات
کے کہنے اور اظہار دین مین دریغ نہین کرتی تہی تم بھی نکرو پہر خاص کر ائمہ تو ائمہ ہین وہ تو تبلیغ
دین اور اظہار حق ہے کی لیے بہیجی گئی ہین بلکہ شیعونکی نزدیک رسولون سے زیادہ نہین تو
برابری مین تو حرف ہی نہین اور برابری نہی جب ایک کام پر مامور ہوئی تو اونہین اوروں سے
تو زیادہ ہی کنج و کاو چاہئی معہذا خداوند کریم فرماتی ہین وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین
یعنی ہم نہین بہیجتی مرسلین کو مگر فقط بشارۃ دینی اور ڈرانی کے لیئے اور مرسلین کلام اللہ کے اصطلاح
کے موافق فقط پیغمبر ہے کو نہین کہتی بلکہ جو خدا کے احکام پہونچائی پیغمبر ہو یا نایب پیغمبر چنانچہ سورہ یسین
مین جو انا الیکم مرسلون ہی اوس سے نائبان حضرت عیسی مراد ہین حالانکہ وہ نبی نتھے نایب نبی تہی اور
امام کی تو خود یہی معنی ہین شیعونکی نزدیک کہ نایب نبی ہو باقی کوئی یون کہی کہ حضرت کی یارونکو جو رسول
کہا تو بایںمعنی کہ وہ حضرت عیسی کے بہیجی ہوی تہی اور آیۃ وما نرسل المرسلین مین وہ مراد ہین جو خدا کے
بہیجی ہوی ہون تو اسکا جواب یہہ ہے کہ حضرت عیسی کے نائبونکی بہیجنی کو بہی خداوند کریم نے اپنی طرف
نسبۃ کیا اور یون فرمایا ہے اذ ارسلنا الیہم اثنین یعنی ہمنے بہیجا اور یون نہین فرمایا کہ عیسی نے
بہیجا جب حضرت عیسی کے نائبونکو خداوند کریم اپنا بہیجا ہوا مرسل کہے تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے
نایب تو اوسکی بہیجی ہوی کیون نہونگے اور جب وسکی بہیجی ہوی اور مرسل ہوئی تو موافق آیۃ مذکورہ
وما نرسل المرسلین اونکا کام بہی یہے بشارۃ اور ڈرانا چاہئی پہر اب فرمائی کہ تقیہ کہان سے آگیا
ہم سی تو نہین ہو سکتا کہ موںہہ الال کر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اطہار کی نسبۃ یون گمان بہی
کرین کہ وہ فرمودہ الہی مین سرمو بہی تفاوۃ کرتے ہون ہمہ تن اظہار دین مین مشغول تہی اور کیون
نہون اول تو آیۃ مذکورہ سی خود مترشح ہی کہ پیغمبر تبلیغ رسالۃ مین قصور نہین کرتے پہر نائب کیونکر اخفاء
کرین گی نہین تو پہر نایب ہی کیا ہوئی اور مخالف ہوئی جیسی لکھی کی مثانی والی دوسرے جناب باری تعالی
رسول اللہ صلعم کے بہیجنی کی غرض یہی بیان فرماتی ہین کہ اظہار دین کے لیئے اونکو بہیجا ہے سورۂ فتح
اور سورہ صفا اور سورہ توبہ مین ہی ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ مطلب
یہہ ہے کہ خدا ہی نے بہیجا ہے اپنی رسول کو ہدایۃ اور دین حق دیکر تاکہ ساری دینون پر غالب اور ظاہر

کردی اب سینی کہ اظہار دین اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف اس آیۃ مین منسوب ہی تب تو مطلب ظاہر ہے
اور اگر یہہ مطلب ہے کہ اظہار دین خدا ہی کو کرنا مد نظر تہا پس اس طور پر اور اس سامان سی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
بہیجا سو جو کچہہ دین کی ترقی اون کی سبب ہوی وہ سب خدا ہی نی کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیچ مین
ایسی تہی جیسی کاریگر اور کار کی بیچ مین آلات ہوتی ہین تو اس صورۃ مین مطلب ظاہر کیا اظہر ہی کیونکہ خدا کا ارادہ
اظہار کا ہوگا تو پہر کون چہپا سکی گا بلکہ اس آیۃ مین ایک دلیل کامل ہی سنیونکی مذہب کے حقیقۃ کی کیونکہ درصورۃ
تقیہ کی شیعہ جو سنی بن جاتی ہین تو ظاہر مین دین اہل سنت ہوتا ہی اور باطن مین مذہب شیعہ تو مذہب اہل سنۃ
تو دین حق ٹہرا اسلیئی کہ لیظہرہ مین جو ضمیر ہی تو دین الحق کی طرف راجع ہی اور مذہب شیعہ علی الدین کلہ مین داخل ہی
اور ظاہر ہی کہ سوا دین حق کی سب دین باطل ہین اور اس سے یہہ بہی معلوم ہوگیا کہ یہہ اظہار جو اس آیۃ سی مقصود ہے
وہ حضرت امام مہدی کی زمانی سی پہلی ہونا چاہیئی وجہ اسکی یہہ ہی کہ غالب ہونی کی لیئی دو چیزین ہونی چاہیئین
ایک غالب ایک مغلوب ایسی ہی ایک چیز جو ایک چیز سی ظاہر ہو تو وہ دوسری ہی ہونی چاہیئی سو اس آیۃ مین ظاہر ہے
علی الدین کلہ بہی لیظہرہ کی ساتہہ ہی اور اسکی ملنی سی یہہ معنی ہوگئی ہین کہ اور دینو نسے یہہ دین ظاہر ہوگا
نہ یہہ کہ اور دین باقی ہی نرہین گی سو حضرت امام کی وقت مین شیعہ سے فرما دین کہ اور دین رہیگا یا نہین معہذا
لیظہرہ ارسل سی متعلق ہی تو وہ اظہار ارسال کی متصل ہی چاہیئی سوا ایسا اظہار سوا مذہب اہل سنۃ کے اور
کسی دین کو اب تک میسر نہین آیا شیعہ ہی فرمائین کہ مین جہوٹ کہتا ہون یا سچ ہی اسکی بعد ہر چند اب کچہہ
ضرورت نہین کہ منقولات مین سے ابطال تقیہ کے کوئی سند اور بیان کی جائی لیکن مزید توضیح کے لیئے اتنا
اور معروض ہی کہ جب کوئی نبی مبعوث ہوتا ہی تو اول دفعہ تو وہ اکیلا ہی ہوتا ہی اگر وہ اظہار حق نکرے اور
بالکل چہپا بیٹہہ رہی تو فرض تبلیغ احکام اونکی ذمہ رہ جائی اور فرضیۃ تبلیغ احکام کے انبیا اور درویشوں اور
علما کی ذمہ سبکے نزدیک مسلم ہی اور کسی اور پر نہو ہماری پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ احکام
کے فرضیۃ اس آیۃ سی منکشف ہی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ
یعنی اے رسول پہونچا دی جو کچہہ تیری طرف نازل کیا گیا ہی تیرے رب کی طرف سی اور اگر یہہ کیا تو تو نی کچہہ نہ پہونچایا
اوسکا پیغام اسیطرح اور لوگونکو فرماتی ہین ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر
یعنی اور چاہیئی کہ رہین تم مین ایک جماعۃ بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسندیدہ باتکو اور منع کرتی ناپسند کو سو یہہ حکم ظاہر
ہی کہ معروف اور منکر کی جاننی والونکو ہی سو اسیکا نام عالم اور درویش ہے جتنا کوئی زیادہ جانی وتنی ہی اوسکے

ذمہ فریضۂ زیادہ ہوگی سوا اماموں سی زیادہ اس باب مین اور کون ہوگا بالجملہ اگر انبیا مُہر سکوت
مونہہ پر لگا کر بیٹھہ رہین اور سری مونہہ کہولین ہے نہین تب تو انبیا کا گنہ گار ہونا لازم آئیگا اور اگر
احکام الٰہی پہونچائین تو ظاہر ہے کہ احکام الٰہی تو نفس کے خلاف ہی ہونگی اسیواسطی مطیع و فرمان بردار
کوئی کوئی ہوتا ہی ورنہ پہر بدبخت کوئی کوئی ہوتا اور جب نفس کی خلاف کوئی بات کہتا ہی تو لاکہہ مین سے
ایک تو مثل ابوبکر صدیق کی بی کہٹکی مانتا ہے ورنہ سو سو حجتین نکالتی ہین بلکہ اولٹی دشمن ہو جاتی ہین
پہر اوسوقت اگر آدمی لوگونکی بدگوئی اور ایذا رسانی سی ہٹ جاوے تو اوسمین اور دنیادارونمین کیا فرق رہا
ہر کوئی اوسکو مطلب کا یار سمجھ کر دونی تکذیب پر کمر باندہی گا اور جو ساتہہ ہو گئی تہی وہ ہٹ رہین گے
سو دین کی خیریت ہوئی اور نبوت ہی ختم ہولی اور اگر ایسی وقت مین پکارا اور لوگونکی بدگوئی اور نقصان
جان و مال سی نہ ڈرا تو آگی پہر آسانی کا وقت ہی اللہ کا وعدہ ہے کہ بعد شدت او کلفت کے نصرت بہیجتا ہے
چنانچہ آیۂ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الخ کی آخر مین جو الا ان نصر اللہ قریب ہے اپنی ماقبل سے مل کر یہی
کہتا ہے اور جب آسانی ہوی اور خدا کی مدد آپہونچی تو پہر تقیہ کس مرض کی دوا ہی الغرض انبیا کی حق
مین کوئی صورۃ تقیہ کی روا ہونیکی معلوم نہین ہوتے اور چونکہ ائمہ ہدی بہی نائبان پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم ہین اور نائب کا وہی کام ہوتا ہے جسکام کے لیئے منیب ہوا کرتا ہی تو بلاشک تبلیغ احکام
اونکی ذمہ مین فرض ہوگی اور اونکی کیا تخصیص ہے سب ہی پر فرض ہی چنانچہ اوپر مرقوم ہوا لیکن یہہ خاص
اسی کام کی لیئے ہوتی ہین اور پہر ائمہ ہدی معصوم بہی ہین صدور گناہ کا احتمال نہین تو اونسی بہی تقیہ
کا ہونا ممکن نہین جیسی کہ انبیا سی ممکن نہین سو بفضلہ تعالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا کی
احوال کی مطابق کرنی سی یونہین معلوم ہوتا ہی کہ حق گوئی مین اونہون نی ذرہ برابر دریغ نہین کیا
بلکہ اس سبب سے جان و مال عزۃ و آبرو سبکو برباد کیا ہی اور اپنی بات سی نہین ہٹی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا حال تو ظاہر ہی سب اہل اسلام نے سنا ہوگا آپ کی ایذاؤنکی نوبت یہانتک پہونچی ہے
کہ سالہا سال تک کفار نی ذات برادری سی ڈالی رکہا مکہ سے باہر پڑی رہے یہہ عہد کر لیا تہا
کہ انسی نہ کوئی بیع و شرا کری نہ انکا کوئی کام مزدوری غیر مزدوری سے کردی اور زبانی طعن و تشنیع
اور دشنام اور دست درازی مین تو حد ہی رہین آخر یہہ ہوا کہ قتل کا ارادہ ہوا اور آپ چہپکر مدینہ منورہ
کو تشریف لیگئی اگر تقیہ فرض کیا درست بہی ہوتا تو آپ کیون اتنی مصائب اوٹہاتی اور کیون بیت اللہ

جیسے اشرف چیز کو چہوڑ کر آئی ابو لہب اور ابو جہل کیون دشمن ہوتی برای خدا کوئی بتلای تو سہی کہ
ان ملعونونکو سوا ر حق گوئی کے آپ نے اور کیا ستایا تہا زمین مالک اونکی نہین دبالی تہی ملک و دولت اونکی
نہین چہین لے تہی علی ہذا القیاس حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آگ مین ڈالی گئے اور ہجرۃ کرکے وطن سے
چلی آئی تو آپ نے سوا ر حق گوئی اور اظہار حق کے اور کیا گناہ کیا تہا بالجملہ مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ انبیا
نے نہ تقیہ کیا اور نہ اونسے تقیہ ہو سکی علی ہذا القیاس جو اونکی نائب ہین نہ اونہون نے تقیہ کیا نہ اونسے
ہو سکی چنانچہ حضرت امام حسین سید الشہدا ر کی جان نازنین پر جو کچہہ گذرا وہ سب جانتی ہین باعث
اوسکا فقط حق گوئی تہا ورنہ یزید کا کلمہ کہہ دیتی تو جان کی جان بچتی اور اولٹی مال دولت اور اعزاز اور
اکرام ہوتا اور حضرت امام الائمہ حضرت امیر کا امیر معاویہ سی لڑنا سب پر روشن ہی سوا اونکی اور اماموںکا
حال بہی سنا ہو گا کہ سلاطین سفاک کے ہاتہہ سے کیا کیا ایذائین اونکی نصیب ہوئین قید خانون مین محبوس
رہی اگر تقیہ کر لیتے تو کیون یہہ ذلت اور خواری اور کیون یہہ محنت دو شواری اوٹہاتی ہان عوام
مومنین کے نسبت اگر کوئی کہی تو فرضیت تو در کنار البتہ جواز معلوم ہوتا ہی اگر عذر قرار واقعی ہو مثلا لڑکے
اور عورتین اور اندہی اور لنگڑی اور اپاہج اور قیدی اور سوا اوسکے جو کوئی ایسا ہی ناچار ہو تو اوسکو
بقدر ضرورۃ کفار سے موافقت جائز ہے بشرطیکہ جان کا یا کسی عضو کا اندیشہ ہو اپنی یا اپنی اولاد
یا ماں باپ وغیرہ کا اور اگر کچہہ یونہین تکلیف کا اندیشہ ہو جسکی تحمل کر سکے تو پہر کفار سے موافقت کرنی
ہرگز جایز نہین اور باایہمہ پہر ثواب اسمین ہی کہ تقیہ نکرے کیونکہ صبر کے جو جا بجا تعریفین کتاب اللہ
مین آئی ہین تو ایسون ہی کی واسطے ہین نہین تو تقیہ مین کیا ایذا ہتی جو صبر کی ضرورۃ ہوتی اونمین اور
بلاؤ اور محنتین میسر آتی ہین اور حضرت اور قبلہ بن جاتی ہین اسی لیئے کلام اللہ مین جتنی صبر کی تاکید ہے
اتنی کسی اور چیز کے نہین ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنو و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر یعنی سب انسان
ٹوٹی مین ہین مگر جو ایمان لائے اور اچہی عمل کیئے اور اسمین ایک دوسرکو حق گوئی اور حق پر قایم رہے اور صبر کی نصیحت کی شیعونکی مذہب
مین حق گوئی تو کہاں حق کی دبا لینے کی تاکید ہے ابوبکر صدیق کو تو ایک فدک کے دبا لینے مین اسقدر
برا کہتے ہین یہہ جو تمام حق خداوندی یعنی دین حق کے دبا لینے کی فرضیت کے قایل ہین ان پر کتنی
ہزار لعنت چاہیئی اور سوا اسکے ان اللہ مع الصابرین ان اللہ یحب الصابرین واصبروا وغیرہ آیات
صبر سے کلام اللہ بہرا ہوا ہے اگر تقیہ فرض ہوتا صبر کوڑی کے کام کا ہی نتہا منہہ دا کہین ایک جگہہ

گو اوسکا حکم آیا بالجملہ اگر تقیہ کہین ہے بہی تو عوام کے واسطے ہی اور اونمین بہی معذور ونکی لیے نہ ہر کسیکی لیے اور اونکی واسطے بہی جان کے خوف مین اور وہ بہی جایز ہے واجب نہین بلکہ ثواب کی بات یہی ہے کہ نکری اور کرے بہی تو واجب ہے کہ بقدر ضرورۃ کرے اور عین حالۃ تقیہ ہجرۃ کی فکر مین رہے اور جب قدرۃ پائی انکہہ بچاکر کہین ایسی جگہہ بہاگ جائی جہان اظہار حق سی کوئی مانع نہو کیونکہ کلام اللہ مین ہجرۃ کی برابر تاکیدین بہری ہوی ہین ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون یعنی میرے زمین واسعہ ہے گہر کے کیا تخصیص ہے جہان بن پڑی وہان ہی چلی جاؤ اور میری ہی عبادۃ کرو دوسرے ان الذین توفہم الملائکۃ ظالمی انفسہم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا فاولئک ماواہم جہنم وساءت مصیرا یعنے جو لوگ ملائکہ اونکی جانین قبض کرتی ہین اور وہ ہجرۃ کے مقدمہ مین تقصیروار تہی تو فرشتی اونسی کہتی ہین تم کس کام مین تہی وہ کہتی ہین کہ ہم ضعیف تہی بی بس ایک زمین مین پڑی تہی فرشتی کہتی ہین کیا اللہ کے زمین واسع نہ تہی جو تم ہجرۃ کر لیتی سو ایسی لوگونکا ٹہکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے انجام کے اور سوا ان آیات کے اور بہت آیات مین ہجرۃ کا حکم ہے سو ہجرۃ کا حکم اسی اندیشہ سے ہوتا ہے کہ احکام دینی ظاہر نہین ہوسکا کرتے بالجملہ عوام کو یہ بشرائط مذکورہ جایز ہے واجب نہین ورنہ ایسی ہی ہیٹے کٹہونکو جو زمین مین لات مارین تو پانی نکل آئے ہرگز اخفاء حق جایز نہین اونکو یہ لازم ہے کہ اگر وطن مین یا جہان کہین وہ ہون اظہار حق نکر سکین تو وطن چہوڑ کر چلی جائین چنانچہ آیۃ لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئی الا ان تتقوا منہم تقۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر فقط اتنی ہی اجازۃ پر دلالۃ کرتی ہے کہ اپنا بچاؤ کرلو پر کفار سے موافقۃ اور دوستی مت کرو سو بچاؤ تو یون بہی ہوسکتا ہے کہ آدمی اوسجگہہ سے چلدی تسکین خاطر کے لیئے معنی ساری آیۃ کے لکہی دیتا ہون حاصل یہہ ہے کہ مومن کافرونکو اپنا دوست نہ بنائین اور اونسی موافقۃ اور صلح نکرین مومنونکو سوا ر خدا کے اور کسیکی موافقۃ اور دوستی نہین چاہئی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے حساب سے کسی شمار مین نہین مگر ہان یہہ تمہین اختیار رہے کہ کچہہ اپنا بچاؤ کرلو اور پہر یہہ ہے کہ اللہ اپنی آپ سے ڈرائی ہے اور پہر اللہ کیطرف سبکا ٹہکانا ہے یعنے مجہسے ڈرنا چاہئی کہ میری طرف آنا ہے کافرون سے کیا ڈرتے ہو اونسی موافقۃ تو جب کرتی جب اونکی طرف تمہین جانا ہوتا فقط ہان اگر آدمی اونکی پنجہ مین پہنس جای محبوس ہو

یا مثل محبوسون کی جیسی اندہی اپاہج لنگڑے لولے لڑکی بچی عورتین بیمار اور پہر تسپر کفار زبردستی
ہی کرین اور وہ زبردستی بہی ایسی ہو کہ عادۃ کی موافق اوسکو اوٹہا نہین سکتا جیسے قید و قتل یا
تو خیر اختیار ہے اگرچہ ثواب اسمین ہی کہ کہل کہلی کیونکہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان سی فقط اجازۃ ہی
معلوم ہوتی ہی کہ اکراہ کی صورۃ مین فقط بظاہر موافقۃ کرے سو اکراہ اسی ہی کہتے ہین جو مذکور ہوا لیکن
اون آیات سی جو خدا کی راہ مین مارے جانیکی فضائل اونمین بیان ہین یون معلوم ہوتا ہی کہ ثواب
اظہار ہی مین ہے باقی حضرت ابراہیم کا جہوٹ بولنا کوئی زبان پر لائی تو کمال بیحیائی کی بات ہی انہون
نے بظاہر جہوٹ بولا حقیقۃ مین جہوٹ نہین بولا قصہ اونکا معروض ہی معلوم ہو جائی کا حسب حضرت ابراہیم
نے اپنی قوم کو سمجہانا شروع کیا اور بت پرستی سی منع کیا اور بتون کی ہجو کرنی شروع کرے تو حضرت کے
باپ ہی اول تو مخالف ہوگئی اور انکا کہنا ماننا تو درکنار انکو دہمکانا شروع کیا یہہ اس فکر مین تہے
کہ کسیطرح انکی بتونکو توڑی اتفاقاً کفار کے عید کا دن آگیا لوگ انکی پاس بہی آئی کہ چلو انہون نے
ستارون کی طرف دیکہہ کے یا کتاب نجوم کی دیکہہ کے یون فرمایا کہ مین بیمار ہونے والا ہون
کفار نے سمجہا کہ جیسی ہم نجوم کا اعتبار کرتی ہین یہہ بہی نجوم کو مانتی ہین سو انہین نجوم کی راہ سے
کچہہ یون معلوم ہوا ہی کہ مین جاونگا تو بیمار ہو جاونگا اور یہان حقیقۃ مین ستارونکو یا کتاب کو برائے
نام سے دیکہا تہا اور یہہ جو کہا تہا کہ مین بیمار ہو جاونگا یا تو کچہہ آثار بیماری کی ہونگی یا آدمی
بیمار ہوا ہی کرتے ہین اور یہہ اونسی کہا ہے تہا کہ مجہی ستارونکی حساب سی معلوم ہوتا ہی کہ مین
بیمار ہو جاونگا جو جہوٹ ہوتا ہان وہ یہی سمجہہ گئے کہ انہین نجوم سی یہہ بات معلوم ہوئی جب وہ اپنے
عید مین چلی گئی تو انہون نی اونکی سب بتونکو ٹکڑی ٹکڑی کر ڈالا پر ایک بڑی بت کو کچہہ نکہا آخر جب
کفار ہٹ کر آئی تو انہین خبر ہوئی انہین ہی اپنی بتونکا دشمن سمجہتی تہی سو انہین ہی پکڑا اونسے جو
پوچہا تو اونہون نی استہزا کے طور پر کہا کہ صاحب اس بڑی بت نی یہہ کام کیا ہی سو یہہ دوسرا جہوٹ ہے
کہ جیسی کوئی دیوانہ بہی یون نکہی کہ یہہ ایسا جہوٹ ہی جیسی ہم جہوٹ سمجہتی ہین بلکہ ایسی بات ہماری
محاورہ مین بڑا سچ گنا جاتا ہے ان دونون قصونکو برای خدا غور کیجی اور پہر فرمای کہ یہہ اخفاء حق
ہی یا اظہار حق ہی اس سی زیادہ کیا ہوگا کہ اسی کام کی بدولت آگ مین ڈالی گئی خاص کر یون کہنا کہ بڑی
نے کیا ہی یہہ جہوٹ کیا سچ سی بہی زیادہ اصلی مطلب پر دلالۃ کرے ہے سب جانتی ہین کہ یہہ جواب کیا تہا

ایک چہڑانا تہا ایسی مین تو اونکو غصہ نہ آتا تب آتا اور حقیقۃ مین چہپاتی تو دین کو اسوقت چہپاتی سو چہپاتا تو
درکنار حضرت نی اول تو اونکو چہڑایا اور پہر اونسی کیا کیا سوال جواب کیی کہ رستم کا حوصلہ نہین جو ایسی
وقت مین ایسی بات کہی اور اول مرتبہ جو اونکو نجوم کی طرف دیکہہ کر دہوکا دیا تو کچہہ جان کا بچاو آپکو مد نظر
نہتا مال کا بچاو آپکو مد نظر نہتا آبرو کا پاس آپکو نہتا بلکہ اپنی جان کی کہونیکا شوق لگا تہا فقط مطلب اتنا
تہا کہ یہہ جا ئین تو تنہائی مین ان کی بت ٹکڑے کئی جائین سو یہہ کام کرنا جان پر کہیلنا تہا ہان اسکے
ساتہہ یہہ بہی ہو کہ رسوم کفار اور اونکی عبادۃ اور شعار سے بہی یکسو رہین بہرحال یہہ جانبازی کا سامان
تہا اور جانبازی کو تقیہ کہنا الیسون ہی کا کام ہے کہ جنکو دم کے اور ناک کے تمیز نہو باری رہا تیسرا جہوٹ
وہ یہہ ہی کہ حضرت اپنی بیوی سارہ کو لئی ہوی ہجرۃ کئی ہوی جاتی تہی ایک بستی مین جا کر پہونچی جہان
کا حاکم بڑا ظالم اور نہایۃ زانی تہا اوسکے شیطانی لشکر مین سے کسینے حضرت سارہ کی حسن و جمال کی خبر
کردی اوس مردودنی اونکو بلوا بہیجا تب حضرت ابراہیم نے باین خیال کہ اگر اس مردود کو حضرت سارہ کا
کچہہ زیادہ خیال ہوا تو یون سمجہہ کر کہ خاوند کو سب سے زیادہ غیرۃ ہوتی ہے ایسا نہو پیچہا کرین مجکو مار ڈالے
جب حضرت سارہ کی لیجانیکو اوسکی پیادہ آگئی تو یون فرمایا کہ ای سارہ اگر وہ ظالم تجہسے پوچہی تو یون
کہنا کہ مین ابراہیم کی بہن ہون کیونکہ مین تو دونون دینی بہن بہائی ہین معہذا حضرت سارہ حضرت ابراہیم
کے چچا کی بیٹی بہی تہین تو یہہ بہی حقیقت مین جہوٹ نہتا اور اگر بالفرض والتقدیر یہہ کہنا جہوٹ ہے
تہا تب دین کا اخفا رتو نہتا اگر اخفار تہا تو علاقہ زوجیۃ کا اخفار تہا اور وہ بہی باین غرض کہ یہہ جان
جو حق گوئی مین جانی کے لایق ہے ایسا نہو کہ ایسی قصہ مین جای اور خدا کی راہ مین جان نثاری کا
ارمان دل کا دل مین رہ جای غرض اس جگہ جان کا بچانا بہی اسی لئی تہا کہ کل کو اظہار حق کرون
اور خدا کی کام مین جان دون ایسی قصہ مین نمرون بالجملہ حضرت ابراہیم کے معاملات سی تقیہ کا ثابت
کرنا کمال دانشمندی اور خوش فہمی پر دلالۃ کرتا ہے علی ہذا القیاس جناب سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہجرۃ کر جانا اور غار ثور مین چہپنا یہہ سبکا سب اظہار حق کے باعث تہا ورنہ ابوجہل اور
اشرار مکہ کے موافقۃ مین تو کچہہ زبان ہی نہتا اسکو تقیہ کہنا اس سی بہی بڑہ کر ہے ایسا تقیہ تو یہہ بہی ہے کہ آدمی
دشمن کے وار کو ڈہال سی روکتا ہی اگر بچاو کر لینی کے معنی تقیہ ہے تو یہہ تو عین اظہار حق ہی انکو بچاو کے تو
بہی ضرورۃ پڑتی ہے کہ دوسرا کوئی درپئے ایذا ہو اس مقام پر پہر کسینے غالبا تقیہ شیعہ اور بچاؤ مین

فرق سمجھہ لیا ہوگا پر مزید توضیح کی لیئے مین بہی کچھہ عرض کیے دیتا ہون تقیہ مصطلح شیعہ مین دشمن کے دلسے
خیال ایذا ہی نکل جاہی کیونکہ تقیہ مین تو اپنی مذہب کا فقط بدل لینا دراپنی آپ کو ہم مذہب دشمن بنا لینا ہوتا
ہی سو چونکہ اختلاف مذہب مین دشمنی دینی کے باعث تقیہ کی ضرورۃ ہوتی ہی تو در صورۃ تبدیل مذہب
وہ دشمنی ہی نہ رہیگی بلکہ برعکس دوستی بن جائیگی اور بچاؤ کی صورۃ مین دشمنی اور بڑہ جاتی ہی اور خیال
ایذا رسانی دو بالا ہو جاتا ہی کیونکہ آدمی کا قاعدہ ہی کہ جب تک دشمن اپنی قابو مین رہتا ہی اور ایسا موقع
ہوتا ہے کہ اوسکو ایذا دی سکین تو اوسکا اول تو کچھہ چندان رشک نہین ہوتا دوسرے یون ہی فکر ے
ہوتی ہی کہ جب چاہین گی اسی ذلیل وخوار کر دینگی پر جب وہ کچھہ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے تو پہر اپنا ہی اندیشہ
ہوتا ہی کہ مبادا اب یہہ ہم پر وار نکری تو ان وجوہ سی اعدار کو خیال ایذا رسانی تامقدور زیادہ ہوتا
ہی ایسی مین جو کچھہ اونسی بن پڑا کرتا ہے دریغ نہین کیا کرتے تو اس صورۃ مین مقربان آلہی کو سخت مصیبۃ
پیش آیا کرتی ہی بالجملہ یہہ فرق لطیف یاد رکہنا چاہئی کہ بہت کار آمد ہی جب یہہ بات مقرر ہو چکی تو اب اہل
انصاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کو جو ہنگام قیام مکہ معظمہ او راثنار ہجرۃ مین پیش آئی حضرت
امیر کے احوال سی جو بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیش آئی ملا کر دیکھین اگر اصحاب کرام مرتد ہو گئی تہی تو بیشک
حضرت امیر بہی بحکم متابعۃ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اونکی ساتہہ ویسی ہی پیش آتی جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل
او رامیۃ بن خلف وغیرہم سی پیش آئی اور آپ پر بہی وہ سانحی گذرتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گذرے
آخر کو ایکدن نہ ایکدن نوبۃ ہجرۃ پہونچتی اور سنتہ احمدی اور سنتہ ابراہیمی اور سنتہ موسوی کی تکمیل ہو جاتی لیکن شکایت
تو یہہ ہے کہ حضرات امیر نے کبہی مونہہ کہولکر ایک دفعہ بہی یون نہ فرمایا کہ مین دین حق پر ہون اور تم دین باطل پر اور اگر
اپنی اظہار حق کیا تو دو حال سی خالی نہین کہ یا اصحاب نے انکا فرمانا تسلیم کر لیا تب تو تقیہ کی کیا ضرورۃ اور اوپر کیا
اعتراض ہے بلکہ جو کچھہ اونہون نی کیا وہ عین موافق مرضی مرتضوی ہوا اور نہ مانا تو کیا سبب ایسی دشمن کو کسی قسم
کی ایذا نہ دی اور اگر یون کہیی کہ بسبب شجاعۃ مرتضوی یا امداد خداوندی کی وہ کچھہ ایذا نہ پہونچا سکی تو اول تو یہہ خلاف معقول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی حضرت امیر سی کم تہی جو آپ پر یہہ آفتین آئین حاشا وکلا جو حضرت امیر نے کبہی تقیہ کیا ہو
اگر تقیہ کرتے تو مکہ معظمہ ہی مین کرتے اور کبہی کیا ہوتا تو امیر معاویہ کے ساتہہ ضرور کر لیتی بہت ہوتا تو یہہ ہوتا کہ قاتلان عثمان
ماری جاتی وہ کونسی آپکو ایسی عزیز تہی کہ جنکی پاس ولحاظ مین اتنی کچھہ شر وفساد کی دین مین روادار ہوئی حضرت سید الشہدا
نی تو بیگناہونکو اور وہ بیگناہ بہی کیسی کہ اپنی قوۃ بازو اور اپنی لخت جگر اس دین ہی کی بابت قتل کر دایا اور اپنی آپ بہی

جان بحق ہوی اور زن و فرزند ننگ و ناموس کا بہی کچھہ لحاظ نفرمایا حالانکہ یہہ سب کشت و خون بظاہر لاحاصل تہا
تیس ہزار آدمیونکی مقابلہ مین اتنی آدمیون اور اس بے سروسامانی پر کیا امید کامیابی تھی بخلاف حضرت امیر کی کہ وہ
اگر قاتلان عثمان غنی کو امیر معاویہ کے حوالہ کردیتی تو خلافہ کے خلافہ ہی رہتی ایک باغی جو مفسد دین تہا اپنا
مطیع و منقاد ہوجاتا دین کی ترقی ہوتی اور پہر باینہمہ کچھہ بیجا بہی تہا آخر قاتلان حضرت عثمان ظالم تھے
مظلوم نتھے اور نہی ہمراہیان امام الشہداء کی برابر تو بیگناہ بہی تہی حق یون ہی کہ یہہ سب تہمت اخفاء حق
اور عیب نامردہ ہین ان حضرات شیعہ کا لگایا ہوا ہی سبحانک ہذا بہتان عظیم اور طرفہ تر شیعونکا گوزشتر اور سنیے سید
مرتضی جو بڑی محقق مذہب شیعہ ہین وہ اسبات کی بہی قائل ہین کہ حضرت امیر پر اپنی خلافہ اور حکومتہ کی زمانی مین
ہی تقیہ باقی تہا اگر یہ تقیہ نہوا ایک جانکا وبال ہوگیا راہ حضرت امیر کا پیچہا چہوٹتا ہی نہین مگر کوئی انسی پوچھے
کہ اگر اوسوقت بہی تقیہ اون پر واجب تہا تو امیر معاویہ کو کیون معزول کیا حضرت تو پہلی سی اونسی بدظن تہی اور
فرمایا کرتے تہی کہ اس شخص کا مکر بہت بڑا ہے حالانکہ مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس کی صلاح بہی یہی تہی کہ ابہی معزول
نفرمائیی بعد استقامۃ معزول فرمائی گا مگر آپنے نہ مانا اور یہہ نماننا آخر کو موجب کیا کیا خرابیونکا ہوا یہہ سب
شیعون ہی کی کتابون مین ہی سید مرتضی صاحب کی دلیل سنیے وہ فرماتی ہین کہ خلافہ مرتضوی برای نام تہی امیر معاویہ
ہمیشہ اونسی لڑتے رہی معہذا آپکی فوج اور آپکے ساتھی اکثر اولاد صحابہ تہی جو آپکی دشمن جان گذری مین اور انکی
دلمین خلیفہ اول اور ثانی کا عدل اور فضل جما ہوا تہا اگر حضرت امیر اوسوقت کما ینبغی اظہار حق کرتی تو بہت دشواری
ہوجاتی گمان غالب تہا کہ فوج بہی پہر جاتی اس سبب عالم خلافہ مین بہی انپر تقیہ واجب تہا اور اظہار حق حرام اس اعتقاد
مین چند سید مرتضی نے تمام امامیونکا خلاف کیا ہی کیونکہ وہ سب اسباتکی قائل ہین کہ قبل خلافہ آپ پر تقیہ واجب تہا اور بعد
خلافہ آپ پر بہی حرام تہا لیکن بزعم خود بڑی دور اندیشی اور کمال چالاکی کری تہی پر خدائی چلنی ندی انہون نے اپنی عندیہ
اسکا بچاو کیا تہا کہ مبادا کوئی سنی حضرت کی ایام خلافہ کے خطبون اور ملفوظات کو جنمین اصحاب کرام خصوصا خلیفہ
اول اور ثانی کی تعریف ہی دیکھہ کر ناک مین دم کردی یا یہہ گرفت کر بیٹھی کہ دین شیعہ حق ہے تو حضرت امیر کی
خلافہ تو سب مین اخیر تہی آپنے کیون نہ اوسکو شائع ذائع کیا اگر آپ دین شیعہ کو رواج دیتی اور اسی مشہور کرتی تو روئی زمین
مین یہی دین ہوتا اور سنیونکا دین نیست و نابود ہوجاتا جیسی ابوبکر اور عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
دین کو تمہاری گمان کی موافق نیست و نابود کردیا اور اپنا ساختہ پرداختہ مروج کردیا اور انکی بعد سنی دین
کی باب مین چندان گنجایش نہین کی سو آپ ہی کا دین باقی رہنا چاہئی تہا القصہ حضرت امیر آخر مین خلیفہ ہوئی تہے

یہہ بات دین کی ترقی کی لئی ایسی مفید ہوئی تہی کہ درصورۃ برعکسی ترتیب کی ہرگز متصور نہین پہر کیا سبب کہ دین اہل سنۃ وجماعۃ ہی مشہور رہا اس سی یون معلوم ہوتا ہی کہ آپکو ہی دین اہل سنۃ ہی پسند تہا الغرض اس اندیشہ سی سید مرتضی حسن صاحب نی یہہ چلکر کہا یا اور یہہ پلٹی لی تہی لیکن یہہ نسوجہی کہ خلافۃ اور ولایۃ اسی کہتی ہین کہ ملک مین تصرف ہو حکم احکام چلتی ہون محصول وخراج رعیت سی وصول کرسکی چور قزاق کو سزا دی سکی سو یہہ بات ستواہ شام کی اور کونسی ملک مین حاصل تہی خصوصا حجاز اور حرمین ور عمان اور بحرین اور آذربیجان ور عراقین اور فارس اور خراسان مین بے کہٹکی آپکی حکومۃ تہی پہر یہہ تہوڑی سلطنۃ تہی امیر معاویہ کی پاس تو اتنا ملک تہا بہی نہین وہ اپنی ملک مین جو حکم چاہتی تہی جاری کرتی تہی ادہر ابوبکر صدیق کو دیکہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط ملک عرب مین حکومۃ چہوڑ کر اس عالم سی تشریف لیگئی تہی اور پہر تسپر چارطرف معاندین زور پر تہی مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ ملک یمامہ مین ایکطرف اور سجاح متنبیہ بنی تمیم مین کہ اوسنی بڑہ کر عرب مین کوئی قبیلہ ہی نہ تہا جدی ہی بر سر پرخاش منکرین زکوۃ اپنی ہی طرف کو کہیچ رہی تہی بنو غسفان جامہ سی باہر جدی نکلی جاتی تہی ادہر گرد و نواح مدینہ کی مرتدین کا جدا زور و شور تہا آپکی ساتھی گنی چنی مکہ مدینہ والی ہی تہی اور پہر باانہمہ کسی بات مین کسی سی نہ دبی اور کسی حکم مین مداہنۃ کی اگر زکوۃ نہ دینی والون کو اونکی طور پر راضی کردیتی اور اور ونکو اونکی طور پر تو کچہہ مشقۃ نہوتی ابوبکر صدیق باوجود اس قلت سامان اور عدم شجاعۃ کی اتنی دشمنون سی بہی نہ گہبرائی حالانکہ اکثر اونکی دشمن لڑائی کی مشتاق تہی اور بعضی بعضی تو چہوٹی سی بادشاہ تہی اور حضرت علی باانہمہ شجاعۃ وکرامۃ اور زور و قدرۃ اور شوکۃ اور سلطنۃ اور امامۃ وولایۃ کہ ابوبکر کو ایک بہی ان اوصاف جزئیہ مین سی نصیب نہ تہا اظہار حق مین اور بہی کہین مین نہین اتی سنتی فرماتین اگر ابوبکر صدیق کو یہہ اوصاف کہین سی ملجاتی پہر کافر نام کوئی پہونس کا آدمی بہی دنیا مین رہتا تو ہمارا ذمہ تہا باقی یہہ کہنا کہ آپکی فوج اکثر اولاد صحابہ تہی اگر کوئی سنی کہتا تو زیب بہی دیتا سید مرتضی صاحب کس موہنہ سی کہتی ہین قاضی نوراللہ صاحب کی نہین سنتی وہ کیا فرماتی ہین کہ حضرت علی کی ساتہہ قریش مین سی کل پانچ ہی آدمی تہی باقی تیرہ قبیلہ معاذ کے ساتہہ اسلئی اپکو فتح میسر نہوی بالجملہ شیعونکی قرار سی آپکی ہمراہی کو فیان جان نثار تہی جو مقتدایان شیعہ ہین اور اگر وہ نہوتی اور صحابہ کی اولاد ہی ہوتی تو جیسی اونکو عدل اور فضل شیخین کا دیکہی بہالی اعتقاد تہا اور اسکی باعث اونکی راہ وروش پسندیدہ تہی ایسی ہی اپنی ماباپ سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بہی سنی سنائی یاد تہا معہذا اگر پہر جاتی تو کیا تہا آخر دین مرتضوی مین وہ وہ آسائشین اور سہولتین ہین کہ منکر بہی معتقد ہوجاتی متعہ کا آوازہ سنکر امیر معاویہ کی ہمراہی بہی ہمراہ ہوجاتی بلکہ جس اہل مذہب کے کان مین یہہ بشارہ پہونچتی کہ جیتنی جی یہہ

ہین اور مرکر بہیہ مرتبی کیسی ہی دین کے پکّے کیون نہوتی حضرت امیر کی ہمرکابی اختیار کرتی علاوہ برین غسل علیہ
کی تخفیف تراویح سی بی کہنگی ایسا دین اور ایسا ایمان تو قسمت ہی سی ملتا ہی اگر اظہار دین خود کرتی تو تمام ملک عرب
اور طوائف عجم ممد و معاون ہوتی سبحان اللہ سنیونسی تو مقابلہ اور پہر بہیہ سامان اتنا ہی سوچا ہوتا کہ ابتدا سی لیکر
آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممد و معاون وہی لوگ تہی جو آپکی دشمنان جانی کی بہائی برادر یا اولاد
تہی خالد بن الولید عکرمہ بن ابی جہل بلکہ خود حضرت عمر کہ ابوجہل کی بہانجی اور ابوبکر صدیق ابو قحافہ کی بیٹی
حضرت عثمان ابوسفیان کی قرابتی علی ہذا القیاس اور لوگ ایسی ہی تہی اب بس کیجی اور ایک دو آیۃ لکہہ بہی
جس سی یہہ معلوم ہو جای کہ مقربان الٰہی کا کام ہمیشہ سی ستم کشی اعداء دین رہا ہی اور مدام اچہی لوگون نے
اونکی ہاتہہ سی ایذائین اوٹہائین ہین اور خداوند کریم کو دین کی مقدمہ مین سختی اور پختگی پسندیدہ ہی
نہ سستی اور مداہنتہ ان الذین یقتلون النبیین بغیر حق والذین یامرون بالقسط من الناس فبشرہم بعذاب
الیم یعنی جو لوگ انبیا کو ناحق قتل کرتی ہین اور ایسی لوگون کو جو حق بات کہتی ہین اونکو سخت عذاب کی
بشارۃ سنادی اس سے معلوم ہوا کہ انبیا اور اچہی لوگ تقیہ نہین کیا کرتی بلکہ حق گوئی مین دریغ نہین کرتی
اور اسی سبب سی اونکو قتل کر دیتی تہی یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ
بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک
فضل اللہ یوتیہ من یشاء یعنی ای ایمان والو جو تم مین سی مرتد ہو جائیگا تو بلا سی اللہ اور ایسی لوگون کو لی
آئیگا جنسی خدا کو محبت ہوگی اور خدا سی اونکو محبت ہوگی مومنون کے سامنے تو ذلیل نظر آئینگی اور کافرون
کی سامنی بڑی سخت ہونگی خدا کی راہ مین جہاد کرینگی اور کسیکی بہلا اور برا کہنی سی نڈرینگی اس سے
معلوم ہوا کہ خدا کی محب و محبوب وہی لوگ ہین جو کافرونکی سامنی دب کر نہین اور اونکی خوشامد نکرین بلکہ اونسی کہچی
رہین اور کسیکی ملامۃ سی نڈرین اب فرمائی کہ تقیہ مین سوا کفار کی خوشامد اور اونکی موافقۃ اور اندیشہ ملامۃ کی اور کیا
ہوتا ہی اس سی صاف معلوم ہوتا ہی کہ تقیہ محبوبون اور محبون کا کام نہین بلکہ دشمنان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کا کام ہی اب الحمد للہ کہ عاقلان منصف کی لئی خوبی تقیہ عقل و نقل سی خوب واضح ہو گئی مناسب تہی تو یون
ہی کر رفت اور دستور خلائق پر بہی اسکو منطبق کرکی کچہہ اسکی بزرگی بتلا دیجی جملہ آفاق مین پسندیدہ خلائق
پختگی اور استقامۃ ہی اور ملون کو سب لوگ ناپسند کرتی ہین خاص کر دین کی مقدمات مین اور وہ بہی
بہر اتنا کہ ایک دفعہ شعار اشعری علی ور پہر بالکل بی نکلی سو پیغمبران دین اور ائمہ ہدی اگر ایک دفعہ احکام دین سنا کر

پہر خوف جان یا خوف آبروسی ہم کاسہ کفار ہوجائین تو سبکی نزدیک یہہ ذہن نشین ہوجائی کہ یہہ لوگ
خام طمع دنیا طلب ہین پہر وہ معجزات کا عطا ہونا جو محض حسن اعتقاد خلائق کی لئی ہی سب رایگان ہوجای
اور جو لوگ کہ آمادہ ہدایۃ ہون وہ منحرف ہوجائین اور جو راہ پر آلئی ہون وہ اس حب جاہ کو دیکہکر بی اعتقاد
ہوکر پلٹ جائین بلکہ ایسی لوگون کو سخت دنیا دار سمجہین معہذا ظاہر ہی کہ نصیحۃ کی تاثیر کی لیی خود عمل کرنا
رکن اعظم ہی جب تقیہ ہوا تو عمل کجا لاجرم اسصورت مین ہدایۃ کی کوئی صورت نہین بالجملہ تقیہ کی بطلان
پر عقل اور نقل اور عرف تینون متفق ہین پر جسکی چشم الضاف کور ہو اوسکو کیا نظر آئی اور نقل مشہور ہے
بلکہ حدیث شریف ہی حبک الشئی یعمی ویصم یعنی تجہی اگر کسی چیز سے محبتہ ہوجائی تو اوسکی عیوب اور نقصانات
کی دیکہنی سنی مین وہ محبتہ تجکو اندہا بنادیتی ہی اگر محبتہ مذہب دسی ایکطرف کرکی ان تقریرون اور نہایات
تقیہ کی تقریرونکو موازنہ کرین تو انشاء اللہ مولوی عمار علی صاحب ہی توبہ کر اوٹہین میر نادر علی کو تو شیعہ
کیا بنائین اور اب ہمکو اسکی ضرورۃ نہین رہی کہ بعد اسکی ہی کچہہ بیان کرین لیکن اتمام حجۃ کی لیی اتنا اور
معروض خدمۃ علماء شیعہ ہی کہ اگر بالفرض والتقدیر فرض محال تقیہ ثابت ہی ہوجائی تو موافق جمہور شیعہ
حضرت امیر پر ہنگام خلافۃ تقیہ حرام تہا پہر تعریف صحابہ کو تقیہ پر کیون محمول کیا جاوے اور سلمنا کہ ہنگام خلافۃ
ہی اون پر تقیہ فرض تہا تو قطع نظر اسکی کہ یہہ تعصب ہی تعصب ہی اور اس قول کی قائل نی عقل کے
ہی ناک کترلی ہی اس مین کیا عذر کرین گی کہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ ہی ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتی ہین حالانکہ موافق مذہب شیعہ وہ خدا کی طرف سی تقیہ کرنیسی ممنوع
تہی اور تقیہ اون پر حرام تہا علی بن عیسی اردبیلی امامی اثنا عشری اپنی کتاب کشف الغمہ عن معرفت
الائمہ مین نقل کرتی ہین سئل الامام ابوجعفر عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ
فقال الراوی اتقول ہکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق
فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ یعنی حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سی جن اباءہ الکرام
سی کسینی پوچہا کہ تروار کی قبضہ پر چاندی سونی کا کچہہ نقش ونگار یا بوٹے وغیرہ ہی درست ہی یا نہین
آپ نی فرمایا ہان درست ہی اسلئی کہ ابوبکر صدیق نی اپنی تروار پر چاندی کا جہول کرایا تہا راوی نی کہا
کیا آپ ابوبکر کو صدیق فرماتی ہین آپ غصہ مین اپنی جگہہ سی اچک بیٹہی اور فرمانی لگی ہان صدیق ہان صدیق
ہان صدیق جو اونہین صدیق نکہی اللہ اوسکی بات کو دنیا اور آخرۃ مین سچی مت کیجو فقط آب گوش گذار اہل

انصاف یہہ ہی کہ سب امامیہ اسبات پر متفق ہین کہ علی بن عیسی اردبیلی علم وفضل مین یکتا اور نقل اور روایۃ مین
بڑی معتمد علیہ ہین اونکی روایۃ پر کوئی سقم نہین پکڑسکتا باقی رہی یہہ بات کہ حضرت امام محمد باقر پر تقیہ کی حرام
ہونیکی کیا دلیل ہی سو یہہ وجہ معقول اسکا جواب بہی ایسی معقول ہی سینی کلینی مین روایۃ ہی عن معاذ بن
کثیر عن ابی عبد اللہ قال ان اللہ عز وجل انزل علی نبیہ کتابا فقال یا محمد ہذہ وصیتک الی النجباء فقال ومن
النجباء یا جبریل فقال علی بن ابی طالب وولدہ کان علی الکتاب خواتیم من ذہب فدفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی علی وامرہ ان یفک خاتما منہ فیعمل بما فیہ ثم دفعہ الی الحسن ع ففک عنہ خاتما فعمل بما فیہ ثم دفعہ الی
الحسین ع ففک خاتما فوجد فیہ اخرج بقوم الی الشہادۃ فلا شہادۃ لہم الا معک واشتر نفسک للہ ففعل ثم دفعہ
الی علی بن الحسین ع ففک خاتما فوجد فیہ ان اطرق واصمت والزم منزلک واعبد ربک حتی یاتیک الیقین
ففعل ثم دفعہ الی ابنہ محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتہم وانشر علوم
اہل بیتک وصدق اباءک الصالحین ولا تخافن احدا الا اللہ فانہ لا سبیل لاحد علیک ثم دفعہ الی جعفر الصادق
ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتہم ولا تخافن احدا الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق اباءک الصالحین
فانک فی حرز وامان ففعل ثم دفعہ الی ابنہ موسی علیہ السلام وہکذا الی قیام المہدی علیہ السلام ورواہ
من طریق آخر عن معاذ بن کثیر ایضا عن ابی عبد اللہ رح وفیہ فی الخاتم الخامس وقل الحق فی الامن والخوف
ولا تخشن الا اللہ انتہی حاصل روایۃ کا یہہ ہی کہ کلینی مین معاذ بن کثیر سی روایۃ ہی وہ حضرت امام محمد باقر
سی روایۃ کرتی ہین کہ تحقیق اللہ تعالی نی نازل کی اپنی نبی پر ایک کتاب اور فرمایا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہہ
تیری وصیت ہی نجباء کو آپ نی فرمایا جبرئیل نجباء کون ہین جبرئیل نی کہا علی ابن ابیطالب اور اونکی اولاد اور اوس کتاب پر
سونیکے مہرین لگی ہوی تہین یعنی جیسی خطون پر لاکہہ لگا کر مہر لگا دیتی ہین ایسی ہی اوس خط پر لاکہہ کی جگہہ سونی کی
مہرین لگی ہوئی تہین سو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اوس وصیۃ نامہ کو حضرت علی کو دیا اور یہہ فرمایا کہ ایک
مہر کو توڑین اور جو اوسکی نیچی سی نکلی اوسپر عمل کرین پہر اونہون نی حضرت امام حسن کو دیا اونہون نی بہی
ایک مہر توڑ کر اوسکی نیچی جو کچہہ نکلا اوسپر عمل کیا پہر اونہون نی حضرت سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ کو
دیا اونہون نی مہر توڑی تو اوسکی نیچی سی یہہ نکلا کہ ایک قوم کو شہادت کیطرف لیجا اسلئی کہ اونکی شہادت
تیری ہی ساتہہ ہی اور اپنی جان کو اللہ کیواسطی خرید لی سو اونہون نی ویسا ہی کیا بعد اوسکے اونہون نی
حضرت امام زین العابدین کو وہ وصیۃ نامہ دیا اونہون نے مہر کو توڑا تو اوسمین نکلا کہ سر جہکا کر بیٹھ رہ

اور اپنی گھرہی مین رہ اور اپنی ربکی عبادۃ کیی جایہانتک کہ موت آجای سو اونہون نے ویساہی کیا پہر
اونہون نی وہ وصیۃ نامہ اپنی بیٹی امام محمد باقرکو دیا اونہون نی جو مہر کو توڑا اوسمین یہہ پایا کہ لوگو نسے
حدیثین بیان کر اور فتوی دی اور اپنی اہلبیت کی علوم کو پہیلا اور اپنی ابا و اجداد صلحا کو سچا کر اور سوا خدا کی
کسی سی مت ڈر اسلیئے کہ کوئی تجہپر قادر نہو سکیگا پہر اونہون نی اپنی بیٹی امام جعفر صادق علیہ السلام کو وہ
وصیۃ حوالہ کی اونہون نی جو مہر توڑی تو اوسمین ہی یہہ پایا کہ حدیثین بیان کر لوگون سی اور فتوی دی
اور کسی سی سوای خدا کی مت ڈر اور اپنی اہلبیت کی علوم کو پہیلا اور اپنی ابا و اجداد صالحین کی تصدیق
کر اسلیئی کہ تو خدا کی حفظ و امان مین ہی سو اونہون نی بہی ویساہی کیا پہر اونہون نی اپنی بیٹی امام موسی علیہ السلام
کو وہ وصیۃ دی اور اسیطرح حضرت امام مہدی ع تک ہوتا چلا گیا اور دوسری سندسی کلینی ہی معاذ بن
کثیر مذکور کیواسطی سی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سی روایۃ کرتا ہی اور اوس روایۃ مین پانچوین مہر مین یعنے
حضرت امام باقر رض کی نوبۃ مین یہہ تہا اور کہتا رہ حق بات امن مین اور خوف مین اور سوا خدا کی کسی
سی مت ڈر فقط اس روایۃ مین غور فرمایئی کہ حضرت امام محمد باقر کو کس تاکید سی تقیہ کی ممانعت ہی پہر بہی حضرت
امام محمد باقر رض جنکو یہہ وصیت تہی کہ حق کی سوا کبہی کچہہ اور مت کہیو حضرت ابوبکر صدیق کی اتنی کچہہ تعریف
فرماتی ہین کہ اوس سی بڑہ کر اور کوئی مرتبہ بجز نبوۃ کی نہین اسلیئی کہ بعد انبیا کی کلام اللہ مین صدیقین ہی کو ذکر فرماتی
ہین اور یہہ تعریف بہی اس تاکید سی کہ بددعا فرماتی ہین اون لوگونکی حق مین جو اونہین صدیق نکہین اب اگر کہنیکا تو کچہ
ٹہکانا ہی نہین ہین اس روایہ سی فقط یہی فائدہ نہین ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا بے غل و غش ثابت ہو گیا اور کسیکو
تقیہ کے احتمال کی گنجایش نرہی بلکہ شیعونکی مذہب کا بطلان اور سنیونکی مذہب کی حقانیۃ بہی تحقیق معلوم ہو گئی تفصیل
اس اجمال کی یہہ ہی کہ حضرات شیعہ قاطبۃ خواہ امامیہ خواہ غیر امامیہ خواہ اثنا عشریہ خواہ غیر اثنا عشریہ اس بددعا کی
اندر داخل ہین جو حضرت امام معصوم مستجاب الدعوات امام محمد باقر کی زبان مبارک سی صادر ہی ہمکو تو ہمکو شیعونکو بہی
اوسکی قبول ہونیمین تامل نہین سو اس سبب سے ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کہ اونکی دعوی محبۃ اہلبیت اور دعوی اسلام اور
دعوی ایمان سب خداوند کریم کی نزدیک جہوٹا ہی اور آخرۃ مین بہی خداوند کریم انکی تکذیب فرمایگا سو اس سے زیادہ
اور کونسا مرتبہ باطل ہونیکا ہوگا دوسری حضرت علی رض نی جو کیا سب حسب فرمان الہی اور موافق وصیۃ پیغمبری تہا حضرت ابوبکر
صدیق رض اور حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض سی جو بیعۃ کی علی ہذا القیاس حضرت امام حسن نے جو خلافۃ امیر معاویہ کی حوالہ فرمای سب حسب ایما
خداوندی اور ارشاد پیغمبری تہا بوجہ تقیہ نتہا اور جب ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذی النورین سی

حضرت علی نی بہیہ موافق ارشاد خداوندی کی تہی معلوم ہوا کہ یہہ لوگ قابل اسیکی تہی علی ہذا القیاس دختر مطہرہ حضرت ام کلثوم
کا نکاح جو حضرت عمر سے ہوا تو وہ نکاح بہی خدا کی حکم کی موافق ہوئی ہین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نکاح سی
کچہہ کم نہین جیسی اونکا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سی موافق ارشاد خداوندی ہوا تہا ویسی ہی حضرت ام کلثوم
کا نکاح بہی حضرت عمر سی حسب فرمان الہی تہا وہو المراد الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سب حیلہ وحجۃ امامیہ کا جواب دندان شکن
بن پڑا یہہ اوسی خداوند نعمت کا کرم ہی کہ حق کر دکہایا اور باطل کو باطل مگر یہان اتنا کہنا باقی ہی کہ شاید فرقہ
امامیہ اہل سنۃ کی ضد مین اگر یہہ حجۃ کرین کہ واقعی کلام اللہ اور اقوال عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینوں کے
برحق ہونی اور شیعون کی باطل پر ہونی کی دو گواہ عادل ہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی خود فرمایا ہی انی
تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الاخر کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہین کہ مین تم مین دو چیزین بہاری چہوڑی جاتا ہون جبتک تم اون دونون کو پکڑی
رہوگی گمراہ نہوگی ایک دونمین دوسریسی بڑا ہی وہ دونون کیا ہین ایک تو کلام اللہ دوسری میری اہل بیت فقط
اور اس حدیث کو سنی شیعہ دونون فریق باتفاق برسرو چشم رکہتی ہین اور اسکی حدیث ہونیکی قائل ہین القصہ
شیعہ اب اگر یہین پانچ کہین تو یون کرین کہ موافق حدیث مسطور کلام اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سنیون کی برحق ہونی اور شیعون کی باطل پر ہونی کی دو گواہ عادل بہت ہین لیکن اسبات کو کیا کیجے
اور اقوال عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہم تلک پہونچین ہین تو وہ سب کے سب امام معصوم
مستجاب الدعوات یعنی امام محمد باقر علیہ السلام کی بد دعا مین جسکا ابہی مذکور ہوا داخل ہین کیونکہ ہماری ساری
پیشوا ابو بکر صدیق کی صدیق ہونی کی منکر ہین اون سبکا قول ہرچہ بادا باد قابل التسلیم نرہا کیونکہ بد دعا تو
یہی ہی کہ خدا اون لوگونکی بات سچی نکری پہر جب اونکی بات ہی سچی نہوئی تو اونکی روایات کا کیا اعتبار
معہذا اکثر پیشوایان مذہب شیعہ اور راویان اخبار صحیحہ مذہب مذکور کافر مطلق اور بد دین محض تہی کہ فتوای
شیعہ بہی اونکی حق مین بجز تکفیر اور نہین ہوسکتا چنانچہ بعض بعض کا احوال کچہہ اوپر آیۃ محمد رسول اللہ الآیۃ کے
ترجمہ اور متعلقات مین گذر چکا اور اوروں کا حال کچہہ نہ پوچہئی کہ پردہ ہی مین بہتر ہی زرارۃ بن اعین کی باب
مین تو امام جعفر صادق نی اس بات کی گواہی دی کہ وہ اہل نار سی ہی چنانچہ کتب معتبرہ مین ابن سماعۃ سے
موجود ہے اور قاضی نور اللہ صاحب تتمہ فرماتی ہین کہ زرارۃ بن اعین کی چار بہائی حمران عبد الملک بکیر عبد الرحمن
اور زرارۃ کی دو بیٹی حسن حسین اور بہتیجی یعنے چارون بہائیون کی بیٹی حمزہ محمد حریش عبد اللہ جہم عبد الحمید

عبداللہ علی عمر سبکی سب زرارۃ بن اعین کاسا عقیدہ رکہتی تہی یعنی مثل زرارۃ سب اسبات کے قائل تہی
کہ خداوند کریم ازل مین جاہل تہا معوذ باللہ منہا تو اس صورت مین کنا بکل شئی عالمین کے مضمونکی منکر تہی اور ایسی
جانتی ہی ہین کہ کلام اللہ کا منکر کون ہوتا ہی علی ہذا القیاس اورونکو سمجہیئی یہہ تو بڑی مقتداؤن اور بڑی
حاملان اخبار کا ذکر ہی اور ضعفاء اور مجاہیل کا کچہہ حساب ہی نہین پہر ہم اپنی روایات کا کسطرح اعتبار کرین
اسصورت مین ایک گواہ کی گواہی تو ہماری نزدیک مسلم یعنی کلام اللہ کا فرمانا تو خیر جگر گوشہ سر کیونکہ ہر قرن
مین بتواتر منقول ہوتا رہا ہی پر دوسری گواہ کی گواہی یعنی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی
جب قابل اعتبار ہو کہ وہ بہی ایسی ہی طرح منقول ہو اور یہہ بہی نہین تو سند ایسی تو ہو کہ اوسکی راوی دیندار
مومن ہون کافر تو نہون سو چونکہ ہماری روایات کی ایسی راوی نہین اور سنیون کا ہمین پہلی سی اعتبار
نہین تو فقط ایک گواہ باقی رہ گیا اور شریعۃ مین ایک گواہ کا اعتبار نہین اسلئی ہم صحابہ کے معتقد
نہین ہو سکتی گو اسمین ہماری مذہب کی ہی بیخ و بنیاد اوکہڑ جای اور سبکو یہہ معلوم ہو جای کہ شیعون کے
دین اور روایات کا یہہ حال ہی ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی گو مشت خاک
ما ہم برباد رفتہ باشد ٭ سو اسکا جواب ہماری پاس ہر چند بوجہ عقل بہت کچہہ ہی لیکن اب یہی بہتر ہی
کہ یون کہا جای کہ اگر تم ہماری قصہ مین اپنی مذہب سی ہی دست بردار ہوئی تو صاحب ہم ہاری تم جیتی
خیر اب بفضلہ تعالی یہہ بات ثابت ہوگئی کہ بشہادت ثقلین یعنی کلام اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مذہب شیعہ غلط ہی اور یہی فقط مقصود تہا تو اب مناسب یون ہے کہ بقدر مناسب اور باندازہ فرصۃ مولوی
عمار علی صاحب کی خط کی بہی خبر لیجی مگر مناسب یون ہی کہ اول اوس خط کو لفظا لفظا نقل کیجی تا کہ
ناظران جواب کو لذت کامل نصیب ہو اسلئی اول وہ خط ہی پیش نظر کرتا ہون وہ خط یہہ ہے

نقل خط مولوی عمار علی

میر صاحب مظہر عنایت و کرم مجمع محامد شیم زاد فضلہ و کرمہ بعد سلام کی واضح خدمت عالی ہو کہ عنایت نامہ
تمہارا پہونچا جو کچہہ آپ نی لکہا تہا معلوم ہوا آپ نی لکہا تہا کہ مجہی صحت علمار شیعہ سی فدک کی غصب ہونی مین نہین
ہوئی صورت اوسکی یہہ ہی کہ آپکی ملاقات کسی عالم واقف اور خبردار سی آج تک حاصل نہین ہوی اگر مجہسی آپکی
ملاقات ہووی اور میری زبانی آپ سنین تو آپ پر واضح ہو جاوی کہ اہل سنت بالکل غلطی پر ہین اور ہٹ دہرمی

کرتی ہین اور جسپر لپینا لیبیتی ہین اور تین سوال جو آپنی عبدالحق کیطرفسی لکہی تہی اونکا جواب مختصر یہہ ہی کہ سوال
اول مین آپ نے لکہا تہا کہ رسول خداؐ کی بیٹیونکا نکاح کس سی ہوا یہہ سوال مجمل ہی اسواسطہ کہ جناب رسول خداؐ کے
نطفہ سے ایک بیٹی تہی فاطمہ زہرا سو حضرت علی سی منسوب تہین اور دو بیٹیان جو اور آنحضرتؐ کی اہل سنت مشہور
کرتی ہین وہ دونون حضرت کی نطفہ سی نہ تہین بلکہ وہ حضرت خدیجہ کی پہلی شوہر کے نطفہ سی تہین ہمراہ حضرتؐ
خدیجہ کی آئین تہین اور نام اون دونو صاحبزادیونکا رقیہ اور ام کلثوم تہا ابن حجر محدث اہل سنت نی کتاب
اصابہ مین لکہا ہی کہ ایک کا نکاح تو ان مین سی عتبہ بن ابی لہب سی ہوا تہا اور دوسری کا نکاح ابو العاص ابن
الربیع سی اور یہہ دونون کافر تہی انتہی بعد اسکی نکاح اون دونون کا عثمان سی ہو جس وقت کہ باوجود قوت
اسلام کے کافرون کی نکاح مین رہی ہین اور پیغمبر خدا نے اون سی علاحدہ نہ کیا اگر عثمان کے نکاح
مین آئے تو کیا قباحت ہی عثمان تو خود مسلمان تہا حضرتؐ کے روبرو اور وہ اون کافرون سے بدرجہ
بہتر تہا البتہ بعد وفات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسی بدعتین عثمان نے کین
کہ عائشہ اوس کے حق مین کہتی تہی اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا حراق المصاحف یعنے
قتل کرو اس ریش دراز کو لعنت کرو اس ریش دراز پر قتل کرو اس قرآن کی جلانیوالیکو چنانچہ
استیعاب مین لکہا ہی یہان تک بدعتین کین کہ صحابہ رسولؐ نے تنگ ہوکر اوسے قتل کیا یہہ سب
ماجرا اہل سنت کی کتابونمین مذکور ہے اگر سند اسکی مطلوب ہوگی تو روانہ کردیجائیگی اور اگر یہہ
دونو صاحبزادیان بہی رسولؐ خدا کے نطفہ سے ہوتے تو انکی فضائل کچہہ مذکور ہوتے جیسے کہ
حضرت فاطمہ کے فضائل سنے شیعہ کی کتابون مین مذکور ہین سیدة النساء العالمین سیدة النساء اہل الجنۃ
الفاطمۃ بضعۃ منی اور سوا اسکے فضائل فاطمہ کے صدہا کتابون مین مذکور ہین اور اون دونون
کے فضائل ایسے مذکور نہین ہین اگر آنحضرتؐ کے نطفہ سے ہوتی تو البتہ مذکور ہوتے سوال دوسرا
علی نے عائشہ سے بہتر جنگ کئے اگر باغ فدک اصحاب ثلثہ نے غصب کیا تہا تو علی نے اونپر جہاد
کیون نکیا جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ سوال بہی غلط ہے اس واسطہ علیؑ نے عائشہ سے بہتر جنگ
نہین کئے بلکہ ایک جنگ کی تہی سو عائشہ کو شکست ہوئی چنانچہ اہل سنت کی کتابون مین
لکہا ہے اور فدک کے غصب کرنے سے جہاد لازم نہوا تہا اسواسطی کہ جہاد مال دنیا کے غصب
کرنے سے واجب نہین ہے بلکہ پیغمبر اور امام واسطہ ترقی دین کے جہاد کرتے ہین نہ واسطے

مال دنیا کی اور علی کے پاس جہاد کرنیکو انصار کب تہے کہ وہ جہاد کرتے جہاد کرنیکا حکم تہا کیواسطے
نہین ہے بلکہ جسوقت انصار و مددگار بہم پہونچین اوسوقت جہاد کرنا چاہیے جیسے کہ رسول خدا
جبتک مکہ مین رہی بسبب نہونے انصار کے حکم جہاد کا نہوا جب مدینہ گئے کافرون کے خوف سے
ہجرت کر کے اور انصار بہم پہونچی تو جہاد کفار پر کیا اور جب تک مکہ مین رہے کچہہ نہو سکا بلکہ کچہہ
کچہہ مددگار بہی وہان موجود تہے اون مددگارون مین ایک علی بہی تہے اون سے بہی کچہہ نہوسکا
آخر کفار کے خوف سے سب نے اپنا وطن اصلی چہوڑ دیا مگر ایسے ہی حال علی کا بعد رسول خدا کے تہا
کہ خلفاء ثلثہ کے زمانہ مین اونکو انصار و مددگار بہم نہ پہونچی تو جہاد نکیا اور جب بہم پہونچی تو عائشہ پربہی
جہاد کیا اور معاویہ پربہی اور سوال تیسرا یہہ کہ علی کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا تہا جواب اوسکا
یہہ ہے کہ فاطمہ کی پیٹ سے علی کی دو بیٹیان تہین بڑی بیٹی زینب کہ جسکا نکاح عبد اللہ بن جعفر طیار کے
سے ہوا تہا اور دوسرے بیٹی کلثوم تہی کہ جس کا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا تہا فقط یہی سوال تہا جسکا جواب
ہوا اگر کچہہ زیادہ لکہتی تو زیادہ لکہا جاتا اور فدک کا غصب ہونا جو آپ نے دریافت کیا تہا اوسکو ایک
دفعہ چاہیے لیکن کچہہ مختصر تہوڑا سا آپ کی خدمت مین تحریر کرتا ہون اگر آپ کی طبیعت مین انصاف
ہے تو اسی قدر کفایت کرتا ہے اور جو کچہہ لکہتا ہون یہہ سب اہل سنت کی معتبر کتابون سے
ہے جس شخص کو کچہہ تردد ہو مطابق کر لیوی اور بعد اوسکے انصاف کرے کہ یہہ ظلم ہے یا نہین
جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور مین اور شیخ علی متقی نے کنز العمال مین اور ابو علی موصلی نے
اپنی مسند مین اور صاحب معارج النبوة نے معارج النبوة مین اور سوا اسکے اور علماء اہل سنت نے
روایت کی ہے کہ جس وقت نازل ہوئی آیہ وآت ذالقربی حقہ یعنی دی تو ای محمد قریبونکو حق اونکا
تو اوس وقت پیغمبر خدا نے جبرئیل سے پوچہا کہ قریب میرے کون ہین اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل ع
نے عرض کی کہ قریب تمہاری فاطمہ ہے اور حق اوسکا فدک ہے فدک اوسکو دیدو اوسوقت رسول خدا نے
فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علماء کی ثابت ہوا کہ رسول خدا نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ
مالک فدک کے تہے جب رسول خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابو بکر رض خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ
سے چہین لیا اور اونکا قبضہ اوٹہا دیا اب فرمائی کہ یہہ غصب نہین تو کیا ہے اور تفصیل اسکی
یہہ ہے کہ تاریخ آل عباس کہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ہے اوسمین لکہا ہی کہ جسوقت اولاد حسنین نے

مامون رشید خلیفہ عباسی سے دعوی فدک کا کیا تو اوس نے دو صد علماء اہل سنت جمع کر کے
کہا کہ حال فدک کا راست راست بیان کرو اونہون نے بروایت واقدی اور بشر بن ولید بیان
کیا کہ بعد فتح خیبر آیۃ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول خدا نے جبرئیل سے پوچھا کہ ذو القربی
میرے کون ہین اور حق اونکا کیا ہے جبرئیلؑ نے عرض کی کہ فاطمہ زہرا تمہارے قریب ہی اور حق
اوسکا فدک ہے اوس وقت رسول خدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا جب ابوبکر نے اپنی خلافت مین فاطمہ
کو فدک سے منع کیا تو فاطمہ نے فرمایا کہ فدک مجہکو میرے باپ نے دیا ہے ابوبکر نے قبول کیا اور
چاہا کہ فاطمہ کو کاغذ معافی کا لکہدے اور فدک فاطمہ کو پہیر دے اوس وقت عمر نے کہا کہ فاطمہ سے
گواہ طلب کر کہ پیغمبر خدا نے اوسکو کب دیا ہے اوسوقت فاطمہ زہرا حضرت علی اور امّ ایمن کہ
ایک بی بی تہی اور حسنین علیہم السلام کو گواہ اپنا لائی اور اونہون نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فاطمہ کو
فدک دیا ہی تو اوسوقت ابوبکر نے فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکہدیا کہ اپنی حق پر قابض ہووی عمر نے
وہ کاغذ ابوبکر سے لیکر پہاڑ ڈالا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے اور علیؓ اوسکا شوہر ہے اپنے
نفع کے لیئے کہتا ہے ابوبکر نے بھی قبول کیا اور یہہ دعوی کرنا فاطمہ کا ابوبکر سے ہبہ فدک کا
اور گواہی دینا علی اور حسنین کا اور ام ایمن کا اور رد کرنا اور نامنظور کرنا ابوبکر کا اونکی گواہی
کو اہل سنت کی بہت کتابون مین لکہا ہے مثل صواعق محرقہ اور فصل الخطاب در معجم البلدان
اور ریاض النضرہ اور کنز العمال اور تاریخ حاکم اور جمع الجوامع اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور
سوا اسکے بہت کتابون مین ہے لیکن ابوبکر نے فاطمہ کو اور اوسکے گواہون کو اس دعوی مین جہوٹا
جانا اور سوائے فاطمہ کے جس کسینے ابوبکر سے دعوی کیا اوسکو ابوبکر نے سچا جانا اور گواہ اوس
سے طلب نہ کیئے جو کچہہ اوسنے مانگا دیدیا چنانچہ صحیح بخاری مین جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے
کہ مین ابوبکر کے پاس گیا اور مینے کہا کہ پیغمبر خدا نے اپنی زندگی مین مجہہ سے وعدہ کیا تہا کہ مال
بحرین کا آویگا تو مین تجہکو اوس مین سے اس قدر مال دونگا اور مال بحرین کا حضرتؐ کی زندگی
مین نہ آیا لیکن اب تمہارے پاس آیا ہے تم اوس مین سی مجہکو دو کہ حضرت نے مجہہ سے وعدہ
کیا تہا ابوبکر نے یہہ بات سنکر اوسیوقت تین مٹہی مال کے مجہے بہر کر دی اور گواہ مجہہ سے
پیغمبر خدا کے وعدہ کرنیکے طلب نہ کیئے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری مین موجہ اسکی اس طرح

سے لکھی ہے کہ ابوبکر نے جو جابر سے گواہ طلب نکئے اور دعوی کرتے ہی مال اوسکو دیدیا
سبب اوسکا یہہ ہے کہ جابر سا صحابی معاذ اللہ پیغمبر خدا پر جہوٹا دعوی کرے کہ اونہون نے
مجھسے وعدہ کیا تھا ایسا نہین ہو سکتا اگر جابر سچا نہو تو پہر کون سچا ہو سکتا ہے اسواسطے
ابوبکر نے اوس سے گواہ طلب نکئے اور بدون گواہی اوسکو مال دیدیا اب کہتا ہون کہ وای بر دین
اہل سنت کہ فاطمہ کو جو کہ پارہ جگر رسول خدا ہے جابر کی برابر بہی نجانا کہ ادنی صحابی تہا اور اونکے
نزدیک فاطمہ کا مرتبہ جابر کے برابر بہی نہوا کہ جابر کو تو بدون گواہون کے مال دیدیا اور اوسکو
جہوٹ سے بچایا اور کہا کہ جابر سچا نہو گا تو کون سچا ہو گا اور فاطمہ کو جہوٹا سمجہہ کر اوس سے
گواہ طلب کئے جب گواہون نے اوسکی گواہی دی تو اونکی گواہی کو رد کیا علی کو تو کہا کہ یہہ شوہر
اوسکا ہی اپنی نفع کے لیئے کہتا ہے علی کو بہی جہوٹا جانا ہر چند علی بہی صحابی تھے لیکن جابر کی
برابر سچے نہ تھے اور حسنین کو کہا کہ یہہ فرزند اوسکے ہین اور لڑکے ہین اور ام ایمن جو باقی رہی
وہ ایک عورت ہے اوسکے گواہی کیسی درست ہووے اب فرمائیے کہ یہہ غصب نہین تو کیا
ہے سوا اسکے اور غصب کسکو کہتے ہین اور یہہ عداوت ہی یا دوستی اور مروت اور رعایت
حق رسول و ور حق اور سچ تو یہہ ہے کہ اہل بیت کی دشمنی مین حق رسول کی بہی رعایت نکی آپنے
لکہا تھا کہ مجہی غصب فدک کے کسی سے صحت نہین ہوتے اب آپکو چاہیئے کہ میرے صحت علماء
سنت سے کرائی اور میری بالونکا جواب لکہوا کر بہجوائی کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ
کو جہوٹا سمجہا اور اوس مظلومہ کی گواہون کو بہی رد کیا اور یہی سننا چاہیئے کہ جب فاطمہ نے
جانا کہ ابوبکر نے مجہی ہبہ فدک مین جہوٹا سمجہا تو اوس معصومہ نے دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر
سے کہا کہ مین پیغمبر خدا کی بیٹی ہون مجہے اون حضرت کا مال ارث مین پہونچتا ہے اور فدک میرے
باپکا مال ہے مجہے دیدو اوسوقت ابوبکر نے ایک جہوٹی روایت قرآن کی خلاف بناکر کہا کہ مینے
پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیا کا مال سب صدقہ ہے کسیکو اونکی
وارثون مین سے نہین پہونچتا اول تو یہہ روایت خلاف قرآن کی ہی دوسرے یہہ کہ پیغمبر خدا
نے اپنی وارثون مین سے نہ بیٹی سی نہ اپنی بیبیون سی کسی سے نکہا کہ میرا مال صدقہ ہی تمکو نہین پہونچتا تم
دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو کچہہ اونکے واسطہ تھا اوسکو اون سی چہپا کر کہا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اوسکو

کسی طرح کا دخل پیغمبر خدا کی وراثت مین نتہا اوسکے کان مین کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بہی
نکہا لیکن باوجود اسکے پہر ایکمرتبہ فاطمہ ابوبکر کے پاس گئی اور اوسوقت ابوبکر منبر پر تہا کہا کہ ای ابوبکر تیری
بیٹی تو تیرا ترکہ پاوی اور مین اپنی باپکا ترکہ نہ پاؤن اوسوقت ابوبکر منبر سے نیچے اوترا اور کہا کہ لی مین تجہکو
فدک دیتا ہون یہہ کہکر فاطمہ کو کاغذ لکہدیا اتنی مین عمر آیا اور ابوبکر سے پوچہا کہ یہہ کیسا کاغذ ہے
کہا مینے فاطمہ کو فدک لکہدیا ہے عمر نے وہ کاغذ ابوبکر کے ہاتہہ سے لیکر پہاڑ ڈالا اور کہا کہ لوگونکو
کیا دیگا عربون سے لڑائی ہورہی ہی چنانچہ یہہ روایت سبط ابن جوزی نے اپنی سیرۃ مین
تحریر کی ہی اور واقدی محدث اہل سنت اور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی سیر مین لکہا ہے
فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا کہ فدک میرا ہے میرے باپ نی مجہکو دیا تہا اوسوقت
ابوبکر نے فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکہدیا جب فاطمہ وہ کاغذ لیکر وہان سے پہری تو رستہ مین عمر سی
ملاقات ہوئی عمر نے فاطمہ سے پوچہا کہ یہہ کیسا کاغذ ہی فاطمہ نے کہا کہ ابوبکر نے مجہکو فدک لکہدیا
ہے عمر نے وہ کاغذ ہاتہہ فاطمہ سے چہین کر پہاڑ ڈالا اگر کوئی کہی کہ ابوبکر کا اسمین کیا قصور ہے
اوسنے تو لکہدیا تہا جواب اس کا یہہ ہے کہ ابوبکر حاکم تہا اوسکو اس امر مین تابعداری عمر کے
نچاہئی تہی عمر کو اس شر سے باز رکہتا اور اوسکے کہی پر عمل نکرتا لیکن وہ تو اوسکا ہر امر مین
شریک تہا اوسکے مشورہ بدون کچہہ نہین کرسکتا تہا اور مین کہتا ہون کہ اگر صحابہ ابوبکر
کو اس امر مین سچا جانتے تہے اور علی بہی ابوبکر کو سچا جانتے تہے کہ ابوبکر صحیح کہتا ہے پیغمبر خدا
کا سب ترکہ صدقہ ہے کسیکو نہین پہونچتا تو پہر علی اور عباس نے عمر کے خلافت مین عمر سے
جاکر کیون دعوی کیا پیغمبر کے ترکہ کا اوسوقت عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب
اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تہے اور مجہی بہی تم دونون کاذب اور خائن اور غادر اور آثم
جانتے ہو اور مین وہی کرونگا جو کہ ابوبکر کرتا تہا یہہ روایت صحیح مسلم مین لکہی ہے اور مسند احمد
بن حنبل مین لکہا ہے کہ عثمان کی خلافت مین عثمان سے بہی پہر دعوی کیا تہا پس اگر ابوبکر سچا
ہوتا تو انکی زمانہ مین دعوی ہرگز نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس روایت مین بالکل جہوٹا تہا
از راہ عداوت کی روایت بناکر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی اور عباس سے اقرار کرتا ہی
کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تہے اور مجہی بہی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جسوقت علی

نی اونکو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم بھی کاذب اور خائن اونکو جانینگے اور یہی مطلب غضب سے ہے اور صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کے دینے سے انکار کیا تو فاطمہ زہرا اوسپر غضب ناک ہوئی اور تمام عمر پھر کبھی اوس سے کلام نکیا اور صحیح مسلم مین لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنیکے وصیت کی کہ ابوبکر اور عمر میرے جنازہ پہ نہ آنے پاوین فقط۔

جواب خط یہانتک خط مذکور کی عبارت تھی بلکہ بلاکم وکاست لفظاً لفظاً نقل کر دیا ہے لیکن اب ہماری بات سننے کے لیے بھی تیار ہوجیئے تاکہ مولویصاحب کی اس طمطراق کی حقیقة اور مولویصاحب کے قابلیت اور علماء شیعہ کے فہم وفراست بخوبی معلوم ہوجائے اور معلوم ہوجائے کہ یہہ خط ہر چند عبارة مین تو زیادہ لیکن مثل عذار قلیل الکیموس کہ باوجود قلة کیموس کی سیئی الکیموس بھی ہو خلاصہ نکالیے تو کل دو چار ہی باتین ہین پہر وہ بھی غلط اگر اعتبار نہ آئے تو دیکھئیے اول مولوی صاحب یہہ ارشاد فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نطفہ سے فقط ایک ہی بیٹی ہتی جنکا نام حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تہا اور اہل سنت جو دو بیٹیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مشہور کرتے ہین وہ آپکے نطفہ سے نتہین بلکہ حضرت خدیجة الکبرا رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کے نطفہ سے تہین خیر غنیمة ہے کہ جناب مولوی عمار علی صاحب نے اتنا تو لحاظ رکہا کہ حضرت خدیجة الکبری کی اولاد ہونے سے تو اونکو خارج نہین کیا ہم ایسی ناانصافی پر اسکی بہی شکر گذار ہین ورنہ جہان مولویصاحبنے جراة کرکے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اونکا نسب منقطع کیا تہا اگر حضرت خدیجة الکبری سے بہی اونکا نسب منقطع کردیتے جیسے بعضے ایسی ہی دشمنان نہانی اہل بیت نی کیا ہی تو کون مانع تہا یہہ ہی کہ اسجگہ تو مولویصاحب نے غیرة کی ناک ہی کترلی ہی اور موافق مثل مشہور دروغ گویم برروے تو یہہ ستم کیے ہین کہ سنیون کی ضد مین اہل بیت پر جفا کرکے سو کی اپنے ایمان پر بہی تو قلم پہیر گئے نہ کلام اللہ کے سنے نہ اپنی معتبر کتابون کا لحاظ کیا آفرین ہے کیون نہون مولوی عمار علی

این کار از تو آید و مردان چنین کنند • برای خدا اہل انصاف بی روی وریا ہو کہ میری گذارش کو سنین اگر بیجا ہو جہی کہین کلام اللہ موجود ہی اگر مولوی عمار علی صاحب کو یہہ عذر ہو کہ شیعو نکو کلام اللہ یاد نہین ہو تاہم کلام اللہ کے حوالونکے کیونکر تصدیق کرین تو مین پتی وار بتلاتا ہون سورہ احزاب مین بائیسوین سیپارہ مین قریب ربع کے آخر کے رکوع سے پہلے رکوع کی شروع ہی مین یون

ص ۱۵۱

ارشاد فرماتے ہین یا ایہا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین یدنین علیہن من جلابیبہن
یعنے کہدی ای محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیبیون اور بیٹیون کو اور مومنونکی عورتون کو کہ اپنی
اوپر اپنی چادرین ڈال لیا کرین فقط اب گذارش یہہ ہے کہ اتنی بات تو مولوی عمار علی صاحب
ہی سمجھتے ہونگے کہ بنات جمع ہے اور جمع کم سے کم تین پر بولی جاتی ہے اور اگر کبھی توسع کر کے دو پر
بھی اطلاق کر دین تب بھی ایک سے تو زیادہ ہی ہوگا بہر حال یہہ کہنا کہ حضرت فاطمہ کے سوا اور کوئی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹی ہی نہتی تب بھی غلط ہوگا افسوس مولوی صاحب کو اتنی شرم
بہی تو نہ آئی کہ کوئی سنیگا تو کیا ہوگا مگر مولوی صاحب نے ہم جانے یہہ سن رکہا ہے الحیاء
یمنع الرزق یعنے حیا رزق روک دیتی ہے اس لئی شاید اسے ہی دہیان نفرمایا الحیاء شعبة من
الایمان کیونکہ ایمان کا ثمرہ بالفرض کچھ ہوا بہی تو آخرة مین ہوگا رزق تو آج ہاتھہ لے جاتی ہے
اور پہلی لوگ فرما گئی ہین نقد را بنسیہ گذاشتن کار خردمندان نیست بالجملہ یا تو مولوی صاحب
یہہ تسلیم فرمائین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بیٹیان تہی پہر یہہ آپ تسلیم کرینگے کہ وہ حضرت
رقیہ وغیرہا ہین کیونکہ سوا انکی اور کسی کی نسبت تو کسینے یہہ دعوی کیا ہی نہین ورنہ آیات ربانی
کے منکرین کے لیے یہہ تازیانہ موجود ہے وما یجحد بایاتنا الا الکافرون یعنی نہین انکار کرتے
ہماری آیات سے مگر کافر اور اگر کافر بنجانا گوارا کرین اور اسبات کو نہ مانین کہ سوا حضرت زہرا رضی اللہ
عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بہی کوئی بیٹی تہے تو ناچار پہر ہمین شیعون ہی کی کتابون
کی سند دینی لازم ہوگی اونہین تو جہوٹا نہین بنائینگے اور اگر ہمارے ضد مین اونسی بہی دست بردار
ہون تو سبحان اللہ چشم ما روشن دل ما شاد بہر حال اس امید پہ اس باب مین روایات کتب
معتبرہ شیعہ ہی نقل کرتے ہین نہج البلاغة مین جو شیعونکی نزدیک مثل صحیفہ آسمانی اور آیات قرآنی
کی ہے اور اوسکے مرویات کو سب اثنا عشریہ متواتر سمجھتے ہین علامہ رضی جو اوسکے جامع ہین
حضرت امیر کا قول حضرت عثمان کے خطاب مین یون نقل فرماتی ہین قد بلغت من صہر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم مالم ینالا یعنی الشیخین حاصل اس کا یہہ ہوا کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان
ذی النورین کو کسی مقام مین یون فرماتے ہین کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دامادی کا
وہ شرف میسر آیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بہی میسر نہین آیا اور شیخو

الطائفہ ابوجعفر طوسے تہذیب مین جو صحاح اربعہ شیعہ مین سے ہے اور ہمسنگ کافی کلینی ہی امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ سے یون روایۃ کرتے ہین کان یقول فی دعائہ اللہم صل علی رقیۃ بنت نبیک
اللہم صل علی ام کلثوم بنت نبیک یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دعا مین یون کہا کرتے
تھے کہ یا اللہ رحمۃ بہیج حضرت رقیہ پر جو تیری نبی کی بیٹی ہین یا اللہ رحمۃ بہیج حضرت ام کلثوم پر جو تیری
نبی کی بیٹی ہین اور اسپر بہے تسکین خاطر نہوا ور جناب مولوی صاحب و قبلہ اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی جاینگی
اور اسکی یون تاویل کرنے لگین کہ عرف کی رو سے یہ دونہین بیٹیان کہدیا ہو ورنہ مالک کو سارا جہان بیٹا بیٹی کہا کرتے ہین
ورنہ حقیقۃ مین حضرت فاطمہ ہی بیٹی تہین تو ہین بہی انشاء اللہ مولوی صاحب سے تسلیم ہی کرا کر چہوڑونگا کلینی مین روایۃ
موجود ہے تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وہو ابن بضع وعشرین سنۃ فولد لہ منہا قبل بعثۃ علیہ السلام
القاسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاہر وفاطمۃ حاصل اس روایۃ کا یہہ ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبری سے جب نکاح کیا تو اوس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے عمر شریف کچہہ اوپر بیس برس کی تھے سو حضرت خدیجہ سے آپکی نطفہ سے پہلے نبوۃ کی تو حضرت قاسم
اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا ہوئی اور بعد نبوۃ کی حضرت طیب اور حضرت
طاہر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوے اس روایۃ مین شیعونکو کچہہ تین پانچ کرنیکی
گنجائش نہین ہے یا لکۃ بعونیکی احتمال کو بہی پیش نہین کر سکتے اور اس روایۃ سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادیان تہین ایکتو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور تین اور حضرت زینب حضرت
رقیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن اور یہی سنیونکا دعوی ہے پر مولوی صاحب نے کمال تورع کی باعث تین
کے عدد کو مونہہ پر لانا بہی گوارا نکیا اور اہل سنت کی طرف دو ہی صاحبزادیونکا سوا حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا کی دعوی کرنا بیان کیا معہذا انہونے سمجہا حریف کی باتکو جتنا گہٹا یا جائی مناسب ہے سبحان اللہ
اس تبحر پر اہل سنت کے بیسیون کتابون کی نام گناتی چلے جاتی ہین کوئی جانے مولوی صاحب کے
نظر مین کو سب گذری ہوی ہین حضور کو اوس بات کی تو خبر ہی نہین جو زبان زد عام وخاص اہل سنت
ہی اہل سنت کی کتابونکو دیکہنا تو کہان نصیب مین جانون کسی سنی طالبعلم سے کتابونکا نام سن بہاگی ہین
ورنہ بعضی بعضی کتابین جو حضور نے رقیمہ کریمہ مین اونکی حوالی سی غصب فدک بیان فرماتی ہین شاید خواب
مین بھی نہ دیکہین ہون جیسے صاحب جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل علی ہذا القیاس اور کتابین بہی ایسی ہی ہین اسپر چند بعد

تحریر کے مجھکو کچھہ ضرورۃ تحریر نہین اہل فہم اور اہل انصاف کی نزدیک دو ٹوک بات ہو گئی لیکن مولوی صاحب کے
خوش فہمی کی تعریف ہی ہماری ذمہ واجب ہی جناب مولوی صاحب اس دعوی کی دلیل کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی
اللہ عنہا کے سوا حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی صاحبزادی نتھی یون رقم فرماتی ہین کہ اگر
حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیان ہوتی تو اونکے فضائل
بہی مذکور ہوتے جیسے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل طرفین کی کتابون مین موجود ہین کیا دلیل
ہے کیسے ایسون ہی کی تعریف مین کہا ہی کہ ع برین فہم و دانش بباید گریست ع اگر مولوی صاحب کو قواعد
استدلال کی خبر نتہی تو کسی سے پوچہہ لینا تہا آخر اتنا ہی اور ون ہی کی قی حشتی کی بہروسی ہی جہہی تو یون
بی تحقیق جوچاہا لکھہ دیا جناب مولوی صاحب معقولات کی طور پر تو اسکا اتنا ہی جواب بہت ہی کہ عدم الاطلاع
یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالۃ نہین کرتا لیکن آپکے سامنے تو بی نقل کام نہین چلتا کیونکہ کمال تورع سی معقولات
کے ذکر کو تو آپ حرام ہی جانتی ہونگی جناب باری تعالی سورۂ النساء کی آخر مین ارشاد فرماتا ہی ورسلا
قد قصصناہم علیک من قبل ورسلا لم نقصصہم علیک یعنی بہت رسول تو ایسی ہین کہ اونکا قصہ
ہمنے تجہہ سے کہلایا ہی پہلے سے اور بہت سی رسول ایسی ہین کہ اونکا قصہ اور احوال ہمنے تجہہ سے بیان ہی
نہین کیا غرض اگر کسی کا ذکر نکرنا اوسکے عدم کی دلیل ہوا کری تو لازم آئی کہ سوا اون رسولونکے
جنکا کلام اللہ مین مذکور ہے نعوذ باللہ منہ کوئی اور رسول پیدا ہے نہوا ہو معہذا یہہ کچہہ لازم ہی کہ
کسی بزرگ کی اولاد سبکے سب برابر ہوا کرین اور اگر ایسا تکو مانئین تو مولوی صاحب سنبہل کر مائین
پہر حضرت امام محمد باقر اور زید شہید کو جو اونکی بہائی تہے برابر کہنا پڑیگا یہہ تو مولوی صاحب نے
فرمایا ہوتا کہ اہل سنت حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم کو برابر سمجہتے ہون حاشا وکلا حضرت فاطمہ کو
جو شرف ہی وہ اور کے لیئے نہین ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء باقی یہہ جو مولوی صاحب رقم فرماتی ہین کہ حضرت
رقیہ اور حضرت ام کلثوم مین سی ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تہا یہہ مولوی صاحب کی قوۃ حافظہ کی دلیل ہے
آری دروغ گورا حافظہ نباشد جناب من ابو العاص سی حضرت زینب کا نکاح ہوا تہا اور وہ دونون صاحبزادیان
جنکا نام آپ نے لکہا ہی ابو لہب کی دو بیٹیون سی منسوب ہوئین تہین اور حافظ ابن حجر کا نام کیون بدنام
کرتے ہین خطا تو اپنی ہی اور لگاتی ہین اور ونکی ذمہ اور یہہ جو مولوی صاحب ارشاد فرماتے ہین کہ باوجود
قوۃ اسلام کی وہ کافرونکی نکاح مین رہین یہہ مولوی صاحب ہی کی جراۃ ہی سبحان اللہ وہ حضرت

۱۵۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیان تہین تو حضرت خدیجہ کی بیٹیان تو تہین اور ہم جانین کہ شیعہ
بہی ام الاطہار حضرت خدیجۃ الکبری کی اتنی تو پاسداری ضرور کرتی ہونگی کہ اونکے بیٹیونکو مسلمان
تو سمجہتے ہونگے اور خیر کوئی سمجہی یا نسمجہی مولویصاحب تو اونکو مسلمان ہی سمجہتے ہین کیونکہ اگر وہ دونون
کافرہ ہوتین تو اسکے کہنے کی کیا حاجۃ تہی جس وقت کہ باوجود قوہ اسلام کے کافرون کے نکاح
مین رہین اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اون سے علاحدہ نکیا اگر عثمان کی نکاح مین آئین تو کیا قباحۃ
ہے عثمان تو خود مسلمان تہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور اون کافرون سے، بدرجہا بہتر تہا
انتہی پہر کسی مسلمان کی خیال مین آسکے ہی کہ باوجود قوۃ اسلام اور شوکۃ اہل اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ادنی مسلمان عورۃ کو بہی چہ جائیکہ حضرت خدیجہ کی بیٹیان کفار کے قید مین رہنے دیتے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم تو ہر عام خاص کو اسکی تاکید فرماتا ہے کہ مسلمان عورتونکو
کفار کی قید سے چہڑاؤ یقین نہو تو سورہ نسا کی یہہ آیۃ موجود ہے وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین
من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا واجعل لنا من
لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا یعنے خداوند کریم مسلمانونکو یون ارشاد فرماتا ہے کہ تمہین کیا ہوگیا
ہے جو تم خدا کی راہ مین قتال نہین کرتے اور ضعیفونکی چہوڑانیکی لیئے نہین لڑتے یعنے واسطے ناتوانونکے
مردونسے اور عورتونسے اور بچونسے جو یون کہہ رہی ہین کہ ای اللہ ہمین اس بستی سے نکال جسکے رہنے
والے ظالم ہین اور اپنی طرف سے کوئی ہمارا خبرگیران اور مددگار بنا دے معہذا شیعون کو
بہی معلوم ہوگا کہ ان آیات کا نزول قبل فتح مکہ ہی اور فتح مکہ سے پہلے ایسی شوکۃ اسلام نتہی آپ
ملک عرب مین جو چاہین سو کرلین سو اگر مولوی صاحب کا یہہ مطلب ہے کہ اس آیۃ کے نزول تک
وہ مکہ معظمہ ہی مین تہین تب تو قطع نظر جہوٹ کے اونکا کفار کے پنجہ مین رہنے کا قائل ہونا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس پردہ مین طعن کرنا ہی اور اگر اس آیۃ کے نزول سے پہلے ہی وہ تشریف
لے آئین تہین سو شوکۃ ہی آپکو کونسی تہی جو باوجود اوسکے آپ نے اونکا کافرونکی نکاح مین رہنا گوارا کیا
اور اگر ہمسے پوچہی تو حق یون ہی کہ قبل بعثت نبوی کی دونون صاحبزادیونکا نکاح ابولہب کی دو بیٹیون
عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تہا بعد بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جب ابولہب برسر پرخاش حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہوا تو عداوۃ کی باعث اپنی بیٹون سے کہہ کے اپکی صاحبزادیونکو طلاق دلوادی

۱۵۵ ص

سو وہ دونون اول سال ہجرۃ ہی مین مدینہ منورہ اگئین تہین یہان تک غزوہ بدر مین جو پہلے ہی سال
ہجرۃ مین واقع ہوا ہے ایک صاحبزادی تو حضرت عثمان کی نکاح مین تہین اور اونہین کی بیماری
کے باعث حضرت عثمان کو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ مین رہنے کی اجازہ
دی تہی مگر تاریخ دانی اور راست بیانی مولویصاحب پر ختم ہے جو چاہین فرمادین باقی حضرت
عثمان کے باب مین جو کچہہ مولویصاحب نے لکہہ کر اپنی عاقبۃ خراب کی ہے اوسکا جواب ہمسے نہین
ہوسکتا ہم کسکو کہین ہمین حضرت علی اور حضرت عثمان دونون بمنزلہ دو آنکہون کے ہین بجز اسکے کہ یون
کہین کہ مولویصاحب کو خدا سمجہی اور کیا کہین اور یہہ جو ارشاد ہے کہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عثمان رضی اللہ عنہ نے بدعتین کین اسکا جواب تو جب لکہا جاتا جب اونکو لکہتے معہذا آیۃ وعد اللہ
الذین امنوا اور اوسکے مابعد کے آیات کی ترجمون مین بزرگی اصحاب ثلثہ بالخصوص اور باقے اصحاب
بالعموم مذکور ہولی ہی اس لیئے اس گورشتہ پر نکتہ گیری مناسب نہین اور باقی حضرت عائشہ کا حضرت
عثمان کی نسبت اقتلوا نعثلا یا لعن اللہ نعثلا یا اقتلوا احراق المصاحف کہنا یہہ سب ابن قتیبہ اور
ابن اعثم کوفی سمساطی کی گہڑی ہوئی باتین ہین اور یہہ جماعۃ کی جماعۃ کذاب مشہور ہین اور شیعہ غالی
ہین انکے کہنے کو سنیونکی طرف منسوب کرنا اوسی مثل مشہور کا مصداق بننا ہی پادی آپ لگادی
اور ونکو مولویصاحب کو شرم نہین آتی کہ ان افسانہ ہائی دروغگو سنیونکی کتابونکی طرف منسوب کرکے
یکدوسرا جہوٹ اپنی گردن پر رکہتے ہین خیر جو صاحب کہ ان کتب پر عبور رکہتے ہین وے تو حقیقۃ الامر کو آپ
جانتے ہین اور جو نہین جانتے اونکی اطمینان کے لیے اتنی بات بہت ہی کہ اقتلوا جو جمع ہی اوسکے
ترجمہ مین تو قتل کر جو واحد کا ترجمہ ہے رقم فرماتی ہین چنانچہ ملاحظہ نقل خط مولوی صاحب سے معلوم
ہوجائیگا اسمین تو خیر یہہ بہی احتمال ہے کہ کر دو کے واو بہا نہ سہو مولویصاحب کے قلم سے رہ گئی
ہو مگر اسمین تو سہو کی بہی گنجایش نہین کہ لعن اللہ کا ترجمہ لعنۃ کرو زیب رقم ہی کجا ماضی کجا معنی امر
باانیہمہ لفظ اللہ کے ترجمہ مین ضمیر جمع غائب مخاطب کی معنی نہ معلوم یہہ کون سے محاورہ کے موافق مولویصاحب
نے ترجمہ کیا ہے ادنی ادنی طالب علم جانتا ہے کہ کسی طفل میزان خوان کو مصدر کے معنے بتلادیجے
تو اگر اوسمین پایۂ فہم ہو گا تو وہ صحیح صحیح اقتلوا اور لعن کے معنے بتلاسکتا ہے مگر جناب مولویصاحب
اس تحریر کی مقتدار شیعہ اور امام امامیہ اسے سبب سے ہو گئی ہین ہنوز جمع اور واحد اور ماضی اور امر کے

فرق کو نہین سمجہتی بجز اسکے اور کچہہ نہین کہا جاتا کہ یا تو حضور کو میزان تک کا سلیقہ نہین اور یہہ عمامہ بندی
اور کرتہ پوشی اور دعوی علم و امانۃ فقط اتنی بات پر ہے کہ دو چار باتین کہین سی سن بہاگی ہین اور
بوجہ جعل سازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیان مروڑتی پہرتے ہین یا قدر قلیل مایۂ علم تو ہے
پر خداوند کریم نے موافق وعدہ واللہ لایہدی القوم الظالمین مولوی صاحب کو بوجہ شامتہ بد اعتقادی
اور بدگوئی مقربان الہی صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولوی صاحب
کے لیئے اتنی بہی تو ہدایۃ نہین کرتا کہ ترجمہ ہی ٹہیک کرلین بہرحال اس سلیقہ اور اس استعداد پر ایسی ایسی مقابین
عالی مین گفتگو کرنے کو طیار ہین اور اہل سنۃ سے کہ اونکا طریقہ ہو بہو سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہے اور اومین ہرگز گنجائش حرف گیری نہین اوجہنی کو موجود ہین اور بانیہہ ایسی ایسی کتب کا حوالہ دیتی
ہین کہ بجز ادیب کامل اونکا مطلب صحیح نہین سمجہہ سکتا اس استعداد کو دیکہکر تو ہر کوئی سمجہہ سکتا ہی کہ اگر بالفرض
کچہہ فریب نہین تب غلطی فہمی سی تو مولوی صاحب کی باتین خالی نہونگی مگر ایک توجیہ ہوسکتی ہی یعنی یون
کہیئے کہ مولوی صاحب بہی سچ فرماتے ہین بیشک اہل سنۃ کی معتبر کتابون مین ان روایات کو لکہکر یون
لکہہ دیا ہی کہ یہہ روایات موضوع اور افتراہی شیعون کی گہڑی ہوی ہین وہان کچہہ اور مطلب تھا
مولوی صاحب بکمال فطانتہ سے اپنا مطلب سمجہہ گئے سو اس قاعدہ پر اگر مولوی صاحب جمی رہین تو ہمین
یقین ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے کتاب اللہ سی مال کے ندینی کی مضمون نکال کر مالدارون سی بہت سا
کچہہ کمالین گے کیونکہ کلام اللہ مین لایحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ کے بعد ہو خیر الہم لکہا
ہوا ہے تو کل کو مولوی صاحب عزمانی لگین گے زکوۃ کا ندینا بہتر ہے ادہر فرعون کی حق مین ربکم
الاعلی مذکور ہے تو فرعون کو رب اعلی بتائین گے علی ہذا القیاس مولوی صاحب کا یون رقم فرمانا کہ
استیعاب مین لکہا ہے یہانتک بدعتین کے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ ہوکر اوسی قتل
کیا سراسر دروغ اور بہتان صاف ہے اتنی بات تو عوام اور نادان بہی جانتے ہین کہ اہل سنۃ مین سے
کوئی شخص حضرت عثمان کی نسبۃ حرف گیر نہین دل و جان سے ہر کوئی اونکا معتقد خالص ہے اور مبتدع
اور اہل بدعۃ کو اہل سنۃ سراسر گمراہ سمجہتی ہین اور کلی مخالفۃ اون سے رکہتی ہین اور کیونکر مخالفۃ نرکہین بدعۃ
تو خلاف سنۃ ہی کو کہتی ہین سو اگر ایسی معتبر کتابون مین حضرت عثمان کی نسبۃ مبتدع ہونا مذکور ہوتا تو اہل سنۃ
مین سے اونکا کوئی نام بہی نلیتا چہ جائیکہ یہہ اعتقاد یہہ سب مولوی عمار علی صاحب کی جعل سازی ہی مگر موافق

نقل مشہور حق برزبان جاری شود مولوی صاحب. بلکہ پیشوایان مولویصاحب اس جھوٹ مین بھی بسبب ختم
حق کہہ گذری اتنا تو معلوم ہوا کہ اہل بدعة قابل قتل ہین سو اہل سنة کو سمجھنا چاہیی کہ وہ کس وجہ کو مقبول ہوئے
اور جب اہل سنة مقبول ہوئے تو لاجرم شیعی مردود اور داخل زمرہ اہل بدعة اور قابل قتل ہونگی القصہ اگر آدمی فہمیدہ
ہو اور مولوی صاحب کی ان فریب بازیون کو دیکھی تو بلا تامل دجال نہین تو کوچک ابدال دجال سمجھی اللہ ایسی فریب بازی
ہمنی ہی نہ دیکھی تھی نہ سنی تہی اپنی کتابونکی روایات کو جو حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی بنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہونی پر دلالة کرتے ہین چہپا کر اگر جھوٹ بولدیا تو بظاہر یہہ احتمال تھا کہ اہل سنة کو شیعون
کی روایة کی کیا خبر ہوگی پر اس بیحیائی کو دیکہنا کہ اہل سنة کی سامنی اہل سنة ہی کی کتابونکی حوالہ سی جھوٹ
بولتی ہین دروغ گویم برروی تو خیر مولوی صاحب کو تو اس شرمانی سی کب شرم آتی ہی حیا تو حیا والون ہی کو
آتی ہی اسلیئے لازم یون ہے کہ صحابہ کا اور اہل بیت کا بدل وجان حضرت عثمان کی بچانی کی تدبیر ونمین مصروف رہنا اور
منتمنی اجازة حضرت عثمان در باب قتال اہل ہوا ہونا روایات صحیحہ اور تواریخ طرفین سی ثابت کیجیی تاکہ مسلمانان
سادہ لوح مولوی عمار علی صاحب کے ان ابلہ فریبیونسی فریب مین نہ آجائین اور شاید مولوی صاحب کی بھی اس
خواب غفلت سی آنکھہ کہل جائی اور اس نشہ ضلالة سے چونکا ٹھین بغور سلیئی کہ جو کچھہ مولوی صاحب نی رقم فرمایا ہی
محض افترا اور سراسر بہتان لڑکے اور دیوانی بھے ہون تو سمجھہ جائین کہ یہہ فقط مولوی صاحب کے شرارہ ہے
اسلیے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص جو حضرت امیر سے
لڑے تہی تو حضرت عثمان کے قصاص ہی کی لیی تو لڑتے تہی چونکہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
حضرت امیر کے ساتھ ہولئی تہی اور حضرت امیر بنا چاری اونہین کچھہ نہین کہہ سکتی تہی کیونکہ وہ بسبب کثرة اون
شورہ پشتی کی کسی سے دبتی نتہی اور بجا خود یون سمجھتی تہی کہ جب ہمنی بنی بنائی خلافة کو درہم برہم کردیا اور ونکی تو
کیا ہستی ہی تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر وغیرہم کو اس قسم کی توہمات تہی کہ حضرت علی دربارہ قصاص مداہنة
کرتی ہین اور امیر معاویہ اور اونکی ذیل کے لوگ یون سمجھتی تھے کہ حضرت عثمان حضرت علی ہی کی اشارونسی قتل
ہوئی ہین خیر تواریخ طرفین شیعہ وسنی کی حاضر ہین صحابہ نے بلوائیان قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی دبانی مین اپنی طرف
سے کچھہ قصور نہین کیا پر مقدر یون ہی تہا تا مقدور کلمہ کلام سی بلوائیونکو سمجھایا جب کچھہ اونکی سمجھہ مین نہ آئے
تو حضرت عثمان سے قتل قتال کی اجازة چاہی پر حضرت عثمان ہی قتل قتال اور جنگ جدال کی روادار نہوی بلکہ بکمال
تاکید سے مانع آئی لاچار ہوکی صحابہ خاموش ہوکر بیٹھہ رہی با اینہمہ پانی کی پہونچانی اور بلوائیونکی ہٹانی مین آخر تک

تدبیر وںمین مشغول رہے حضرت زید بن ثابت الضمار تمام انصار یونکو لیکر آئی اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ
تو دوبارہ انصار خدا ہنین عبد اللہ بن عمر تمام مہاجرین کے ساتہہ آئی اور یہہ کہا جنہون نی تم پر بلوا کر رکہا ہی وہی
لوگ ہین جو ہماری ہی تلواروںسی مسلمان ہوئی ہین اور اب تک دن صد مونکی ڈرسے پاجامہ مین ہگے دیتے ہین یہی
ساری بڑہ بڑہ کی باتین کرنے اونکے اس سبب سے ہین کہ کلمہ گو ہین اور تم کلمہ گوئی کا لحاظ کرتے ہو اگر فرماؤ تو
اونہین اونکی حقیقۃ دیکہلا دین اور وہ بہولے دن پہر اونہین یاد دلا دین حضرت عثمان نے فرمایا یہی بات
مت کہو اکب میری جان کے لیئے اتنا ہنگامہ اسلام مین برپا مت کرو مگر با اینہمہ حضرت حسنین عبد اللہ بن عمر عبد اللہ
بن زبیر ابو ہریرہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اور سوا انکی اور صحابہ حضرت عثمان کے ساتہہ اونکی گہر مین تہی اور
جب بلوائی ہجوم کرتے تہی تو یہہ سب صاحب پتہر لاٹہی مار مار ہٹاتی تہی اور دروازہ بند کر دیتی تہی اور حضرت
عثمان کے غلام جو ایک فوج کی فوج تہی یہانتک کہ اگر اونکو آپ حکم دی دیتی تو اہل بلوا کو حقیقۃ معلوم ہو جاتی ہتیار
اور لڑائی کا سامان لیکر حاضر ہوی اور کمال زاری اور بیقراری سے کہا کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خراسان سے
افریقہ تک کوئی ہماری تلوار کے سامنے نہین ٹہرا اگر حکم ہو تو ان لوگونکا گہمنڈ نکالدین اور تماشا دیکہلا دین
کیونکہ سمجہانے سی تو انکی اصلاح نہین ہوتے انہون نے دیکہا کہ کلمہ گوئی کے باعث ہین کوئی چہیڑ نہین سکتا اسلیئے
رو براہ نہین ہوتی اور تمہارے اور سوا تمہارے اور بڑی بڑی صحابہ کی بات نہین سنتے حضرت عثمان
یہی فرمائی جاتی تہی کہ اگر میری خوشی منظور ہے اور میرا حق نماک ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتیار الگ کر کے اپنی گہر دیرتمین
بیٹہے رہو اور جو ہتیار الگ کر دیگا اوسی مین نی آزاد کیا واللہ خونریزی خلایق سی پہلے اگر مین مقتول ہو جاؤن
تو یہہ مجہے اچہا معلوم ہوتا ہے اس بات سی کہ خونریزی کی بعد مارا جاؤن یعنی میری شہادۃ تو لکہی ہوے ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہسے فرمادیا تہا تم لڑو یا نہ لڑو مین مقتول ہونگا سو کیا فائدہ کہ لوگ بہی مارے جائین
اور مطلب بہی حاصل نہو اور تواریخ فریقین مین موجود ہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادون
اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنی چیلہ قنبر کو حضرت عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکہا تہا اور حضرت طلحہ اور
حضرت زبیر نے بہی اپنی بیٹونکو دروازہ پر بٹہلا دیا تہا تا کہ بلوائیونکو دہکی دیتے رہین سو جب اہل بلوا ہجوم
کرتے آتی تہی یہہ سب صاحب لاٹہی لکڑی سے جو ہاتہہ مین آجاتا تہا لڑتی تہی یہانتک کہ حضرت سبط اکبر امام ہمام
امام حسن رضی اللہ عنہ خون آلودہ ہوگئی محمد بن طلحہ اور قنبر کے سر پر زخم لگا جب دروازہ کی راہ سی اہل بلوا کو آنے
کی کوئی صورۃ نظر نہ آئی اور اندر گہسنے کے کوئی تدبیر نہ بنی تو پیچہی سی بعض انصاریونکی گہر مین نقب دیکر اندر

س گئے اور حضرت عثمان کو شہید کر دیا نہج البلاغۃ جو اصح الکتب شیعہ ہے اس بات کی گواہی حضرت امیر سے
اوسمین روایۃ ہی کہ انہون نے یہہ فرمایا واللہ قد دفعت عنہ یعنی حضرت علی قسم کہا کر فرماتی ہین کہ واللہ مین نے
حضرت عثمان سے اس بلا اور اس بلوا کو بہت ہی ہٹایا اسکے شرح مین تمام شراح نہج البلاغۃ نے روایۃ کیا ہے
کہ حضرت امیر بلوا کی دنون مین جب حضرت عثمان کی گہر مین آتی تہی تو بلوائیونکو چابک مار مار دفع کرتے تھے
اور برا بہلا کہتی تہے اور لعنت کرتی تہی ابن اعثم کوفی یعنی شیعونکا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ اصحاب کرام کا دشمن جان ہے
وہی اپنی فتوح مین نقل کرتا ہے کہ حضرت امیر نے فرزند ارجمند سبط اکبر امام حسن رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ
حضرت عثمان کے پاس جاؤ اور کہیو میری والد کا دل تمہاری ہی طرف لگا ہوا ہی فرماتی ہین مین سنتا ہون
ہون کہ یہہ لوگ تمہارے مقدمہ مین کچہہ بہت غل شور کر رہی ہین اور کسیکی نصیحۃ نہین سنتے اور تمہارے
قتل کا مصمم ارادہ کئی بیٹہی ہین اسلیئے تمہاری طرف سے مجہے بہت اندیشہ ہو رہا ہی اگر فرماؤ تو مین بہی آکر تمہارا
مددگار ہون اور ان لوگونسے لڑون اور جسطرح بن پڑی ان لوگون کو تمہارے دروازہ سی ہٹاؤن حضرت
امام حسن حسب ارشاد والد ماجد حضرت عثمان کے پاس آئی اور یہہ پیام پہونچایا اونہون نے فرمایا مجہے یہہ منظور
نہین کہ آپ تکلیف اوٹہائین اور ان لوگونسے لڑین مینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکہا
ہے یون فرماتے ہین اگر ان لوگون سے لڑو تو لڑو فتح ہوگی اور نہ لڑو روزہ ہمارے پاس کہولیو
اب یہی تمنا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جا کر روزہ کہولیئے حضرت حسن چپ ہو کر چلے
آئے اب سنیئے کہ اہل ایمان کا تو یہہ کام نہین کہ حضرت امیر کے تمام معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول
کری شیعہ اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ حضرت امیر اور صاحبزادونکی ان معاملات اور تمام ان گفتگوونکو منافقانہ
سمجہین تو اونہین اہل ایمان ہی کون سمجہتا ہے معاذ اللہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور نفاق چہ کفر از
کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی اور اگر بالفرض محال نفاق ہی تہا تو اوسی وقت ہوگا اپنی خلافۃ مین کوفہ مین
جب خطبہ مین اس بات پر قسم کہائی کہ مین نے قاتلان عثمان کو بہت ہٹایا تو اوس وقت کیا دباو تہا جب تو حضرت
عثمان بہی شہید ہوئی تہی اور قطع نظر شجاعۃ کی کارفرمای خلافۃ بہی آپ ہی تہی مری ہوئی بہی تو نامردی
نہین ڈرتے اور بے سروسامان کو ہراس نہین ہوتا حضرت علی کو اس شجاعۃ اور اس شوکت پر کیا ہوا کہ
ابتک بہی عثمان کا خوف لگیا اگر بزعم شیعہ اسمین کچہہ نفاق ہے ہوتا تو حضرت عثمان کی شہادہ کی بعد باواز
بلند یون کیون فرماتی ادہر حضرت عبد اللہ بن سلام ہر صبح کو بلوائیونکی پاس جاتی تہی اور فرماتے تھے

کہ حضرت عثمان کو قتل مت کرو ورنہ انکی قتل کی بعد بہت سی فتنی فساد اوٹھینگے اور حضرت حذیفہ بن الیمان
جنکو منافقین کا علم تہا اور حضرت امیر نے بہی اونکے حق مین اس علم کی گواہی دی چنانچہ شیعونکی کتابونمین
موجود ہی بلوائیونکو حضرت عثمان کے قتل سے بتاکید منع کرتے تہی اور یہہ فرماتی تہی کہ انکا مارا جانا باعث
فتنونکا باعث ہو جائیگا اب کوئی مولوی صاحب سے پوچہی کہ یہہ لوگ جنکا مذکور ہوا صحابہ نہین تو اور کون ہین
پہر اونمین سی حضرت علی تو وہ ہین کہ وہ اکیلے لاکہون کے برابر ہین خصوصاً شیعونکی نزدیک تو اگر بالفرض و التقدیر
صحابہ ہی نی اونکو قتل کیا ہوتا تو حضرت علی تو مانع ہی تہی پہر مولوی صاحب نے کس خوبی پر ہجو کی موقع مین کہدیا
کہ صحابہ رسول نے تنگ ہو کر اوسی قتل کیا مگر مین ہی جو کا مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام شیعہ حضرت امیر اور
بزرگان مستور الاسم کو صحابہ نہین سمجہتی یہہ تو اوباش کوفہ اور بدمعاشان مصر اور منافقان امۃ کو
صحابہ سمجہتے ہین سو یہی لوگ ہین جو حضرت عثمان کی قتل کے لیے اکہٹی ہو کر آئی تہی سو مولوی صاحب نی اپنی عقد
کی موافق سچ ہی کہا ہی زدف ہی اس عقل ناہنجار پر کہ اپنی مذہب کے پابند ہی تو نہین بہر حال یہہ جو مولوی
صاحب نے لکہا ہی کہ صحابہ نے تنگ ہو کر قتل کیا سراسر بہتان اور دروغ صریح ہی پر جسبی نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی
شرم وہ جو چاہے سو کری مگر ہم تو اس بیحیائی اور اس جراۃ پر غش ہین کہ کس دلاوری سے فرماتی ہین
اگر سند مطلوب ہو تو نقد روانہ کردی جاے ع چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد ** اور یہہ جو کچہہ جناب
مولوی صاحب حضرت عائشہ اور حضرت علی کی جنگ کے باب مین رقم فرماتی ہین کہ اونکی باہم ہر چند جنگ نہین ہوئی
ہین اور جہاد بال منہا کی واسطے نہین ہوتا یہہ بجا و درست مگر تعجب ہے کہ اس بات مین مولوی صاحب نے
کچہہ جہوٹ کیون نہین بولا ہم جانین یہہ مثل سچی ہی الکذوب قد یصدق یعنی جہوٹا کبہی سچ بہی بول جاتا
ہی لیکن تاہم ہی چشم پوشی حق سی کرہے گئی حضرت علی کی صحابہ ثلثہ سی جہاد نکرنیکو اس وجہ پر محمول کرتے
ہین کہ حضرت علی کی پاس انصار اور مددگار کب تہی کوئی مولوی صاحب سے پوچہی کہ انصار اور مددگار کے
ضرورۃ جہاد مین فقط اسی وجہ سی ہوتی ہے کہ تن تنہا آدمی مجمع کثیر کے مقابلہ مین کیا کریگا سو جناب
سر در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بوجہ نہونی انصار کے قبل مدینہ منورہ کو آنیکے جہاد نکیا تو بجا ہی خود تنہا
کہ آپ مین تن تنہا تاب مقابلہ کفار نہی حضرت امیر کو کیا عذر تہا جو اونہون نے تن تنہا جہاد نکیا دیکہو تو وہ خود
اپنی حال مین کیا فرماتی ہین نہج البلاغۃ مین جو اصح الکتب شیعہ ہے علامہ رضی نقل کرتی ہین قال

امیر المومنین انی واللہ لو لقیتہم واحدا وہم طلاع الارض کلہا ما بالیت ولا استوحشت انی من ضلالہم

التی ہم فیہا والہدی الذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللہ وحسن ثوابہ
لمنتظر وراج یعنی فرمایا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کہ تحقیق قسم اللہ کے اگر مین اونسے تن تنہا
ملون اور وہ اس کثرت سی ہون کہ تمام روی زمین کو ڈہکی ہون تو مین کچہہ پرواہ نکرون اور نہ گہبراؤن
اور مجہی اونکی گمراہی اور اپنی ہدایت جانو انکہون سی نظر آرہی ہے اور خدا کی طرف سی اوسکا یقین
ہو گیا ہی اور مین اللہ تعالی کے ملنے اور اوسکے اچہی ثواب کا منتظر اور امیدوار ہون فقط جو
شخص کہ تمام روی زمین کے آدمیون بلکہ اتنی آدمیون سی بہی جو زمین کو ڈہک لے تن تنہا لڑے
اوسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہان اماموں کی موت اپنی اختیار مین نہوتی تو یون ہی
کہہ سکتے کہ نگہبانی اوپر وانکرنے سے یہہ لازم نہین آتا کہ آدمی مارا ہی نجاوی شاید اس سبب سے جہاد
نکیا ہو آپ نے سمجہا مین تن تنہا لڑونگا تو فتح تو معلوم مارا ہی جاؤنگا پہر کیا حاصل جہاد اعلاء دین
کے لیے ہی جب وہ تو حاصل نہوا اور فقط جان ہی جاتی رہی پہر جہاد کاہیکے لیے کیجے کچہہ خدا کو
فقط جان گنوانا تو مطلوب نہین اور بصورتیکہ امام کا انتقال اوسکے اختیار مین ہو چنانچہ کلینی
نی اسکو ثابت کیا اور تمام امامیہ اسپر متفق ہین تو پہر تن تنہا جہاد مین وہ ترقی دین ہوتی کہ مجمع
کی صورۃ مین ہرگز ممکن نہین مددگارونکی وجہ سے اگر آدمی مارا جاوی تو کرشمی کے بات نہین ہان
تن تنہا ہو کہ پہر تمام جہان جسکو نمار سکے اس سی زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا ہندو جو عجائب پرست ہین اگر
ایسا معجزہ کسی سے دیکہ لین تو بیشک پکار اوٹہین لا الہ الا ہو ایک دو دفعہ ہی اگر ایسی لڑائی لڑ لیتی تو
بہت سی بہت تکلیف ہوتی تو اتنی ہی ہوتی کہ آپ زخمی ہو جاتی یا بیہوش ہو جاتی لیکن عموماً یہہ اعتقاد
لوگونکی دلمین بیٹہہ جاتا کہ چیرتے تو نہ نکلتا اور مخالف موافق سب حلقہ بگوش حضرت امیر رضی ہو جاتی اور
دین کی ایسی ترقی ہوتی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کرات مرات کثیرا نہو سے جہاد کر
نے مین وہ ترقی نہوئی تہی کیونکہ کفار غلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ جمعیۃ سمجہکر [illegible] نہوی تہی اسیواسطے
اپنی غلبہ کی بہی امید رکہتی تہے اور لڑنی سی دریغ نکرتی تہی اگر حضرت امیر تن تنہا لڑتی تو جو مطلب کے حضرت
امام ہمام امام مہدی کی آنی پر موقوف تہا وہ ابہی حاصل ہو جاتا اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر جو کچہہ گذرا وہ ظہور مین نہ آتا لیکن افسوس تو یہہ ہی کہ لڑنا تو کجا دیگر حضرت امیر تو اصحاب ثلثہ کی سامنی کبہی اتنا
بہی نہ بولی جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل اور امیہ بن خلف اور ابولہب اور ولید بن عقبہ وغیرہم

کے سامنے بول سکتے تھی طرفہ تماشا ہی کہ جناب سرور کائنات کے اس زور اور بل اور قوۃ اور شجاعت کے
باب مین کوئی رعایہ نہو اور وہ تو حق گوئی کی بدولت کفار نگونسار کے ہاتھہ سی عالم تنہائی مین کیا کیا جفائین
اوٹھائین یہان تک کہ علاوہ دشنام ہای نافرجام اور دست درازیہای بی اندازہ کی نوبۃ یہہ پہونچی
کہ گہر باہر سبکو الوداع کیا حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی یہہ نوبۃ نہ آئی کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کرین
اور جفائین اوٹھائین یا مدینہ منورہ سی ہجرۃ کرکے شرف ہجرۃ کو اضعاف مضاعف فرماتی بلکہ ہم نوالہ اور
ہم پیالہ اونہین کے پیچھی نمازین پڑھتے عید جمعہ مین اونہین کی خطبہ سنتی اونہین سے رشتہ پیوند قرابۃ
پیدا کرنے تمام عمر یون ہی گذاری اور بھی کچھہ نہین ہو سکی تہا تو جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے تقیہ نکیا تہا آپ بھی نکرتے **القصہ** حضرت امیر کے جھانہ کرنے کو اسبات پر محمول کرنا کہ آپکی ساتھہ انصار
اور مددگار نتھی کمال سفاہۃ ہی بلکہ در پردہ حضرت امیر کے تکذیب کرنی ہی تو حضرت امیر تو یون ارشاد
فرماتے ہین کہ میرے مقابلہ مین سارا جہان بھی آجای تو کچھہ اندیشہ نہین اور پھر بوجہ اختیاری ہونے
موت کی تنہائی کی صورۃ مین اور امید بہبودی تھی اور مولوی صاحب یون ارشاد فرمائین کہ حضرت امیر
انصار کی محتاج تہی معہذا اور کتابونکو تو پلٹ کر دیکھین انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزعم
شیعہ سب انصار اور مددگار حضرت امیر نتھے اولاد انصار آپکی مددگار رہے آپکے ایام خلافۃ مین اکثر اولاد
انصار آپ کی ساتھہ تھی پھر کیا وجہ کہ آپ نے اصحاب ثلثہ کے زمانہ مین جہاد نکیا انصاف یون ہی کہ حضرت
امیر بدل معین و مددگار خلفاء ثلثہ رہی خصوصاً شیخین کہ آپ نے اونکی تعریفین اپنی خلافۃ مین بھی
کے ہین اور ظاہر ہے کہ وہ زمانہ تقیہ کا نتہا باعتقاد جمہور امامیہ اوس زمانہ مین آپ پر تقیہ حرام تھا
چنانچہ پہلے مرقوم ہو چکا اور نیز اوس زمانہ مین اونکا انتقال ہو چکا تھا مبری ہوئی سی تو نامردونکو بھی خوف نہین
ہوتا چہ جائیکہ حضرت علی پھر ان سب وقایع کی ملاحظہ کے بعد اور حضرت علی کی شجاعۃ اور کمالات اور قوۃ ایمانی
کو خیال کرکر اہل فہم کو تو بجز اسکے خیال مین نہین آسکتا کہ حضرت علی کا سکوت فقط اسی وجہ سی تہا کہ اونکو
خلیفہ برحق سمجھتے تھے باقی جناب مولوی صاحب کا یہہ ارشاد کہ جہاد مال دینا کی لیئے ہوتا ہی اہر چند درست
ہے لیکن ہم پوچھتے ہین کہ مظلوم کی نصرۃ دین مین سی ہی یا دنیا مین سی اور مظلوم بھی کون جگر گوشہ
جناب سید الاولین والآخرین اگر ایسے مظلومونکی نصرۃ داخل دین ہی تو حضرت علی نی باوجود اتنی استطاعت
کی کہ اکیلی سارے جہان کا مقابلہ کر سکتے تہی اور اپنی جان کا کچھہ زیان بھی نتہا معہذا انصار اونکی انصار تھی

کیون حضرت زہرا کی مدد نکی اگر حضرت زہرا رضہ معاف کردیتی جب بہی ایک بات تہی حسب ارشاد مولویصاحب
موصوف تادم واپسین ابوبکر صدیق کا ظلم اونکی پیش نظر تہا اور اگر یون کہئی کہ نصرۃ مظلوم کار دنیاوی
ہی تو دنیا کی خوبی اور بزرگی تو سب ہی جانتے ہین اس صورۃ مین نصرۃ مظلوم اگر ممنوع بہی نہوگی تو موجب
ثواب بہی نہوگی واجب تو درکنا پہر بانیمہ ترک نصرۃ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے جو سنیہا رشیعہ لبریز شکایۃ
صحابہ اور اولاد صحابہ ہی محض بیجا ہوا لیکن ہم جانتے ہین کہ مولویصاحب نصرۃ مظلوم کو منجملہ دین بلکہ
واجب ہے قرار دینگے کیونکہ اول تو کلام اللہ اور احادیث طرفین اس مضمون سی مشحون ہین دوسری صحابہ
کی مطاعن کے کوئی بات چاہیئے مولویصاحب تو اس پر غش ہین بلاسی حضرت امیر پر بہی حرف آجائی مگر
ہمین خدا کی ذات سی یقین ہے کہ ہمنے جو کچہہ تقیہ کے باب مین اوپر لکہا ہے اگر مولوی صاحب بغور دیکہین
تو زبان سی بہی نکہین گے تو دلسے تو بیشک اسبات کی معتقد ہوجائینگے کہ حضرت امیر کا اصحاب ثلثہ سی بیعۃ
کرنا اور فدک کے ندینی پر سکوت کرنا سبب بوجہ حقانیۃ اصحاب ثلثہ نہتا نہ بوجہ تقیہ اور آگی جو کچہہ آتا ہے انشاء اللہ
وہ اور تقریر ماسبق کی تاکید کریگا اس مجموعہ کو دیکہہ کر سبکو معلوم ہوجائیگا کہ حضرت امیر کے وہ لوگ زیادہ
قدر کرتے ہین جو یون کہتی ہین کہ آپ کسی سے ہاری ہوی نتہی اور بسبب ضعف اور ناتوانی کی خلفاء کے
ساتہہ موافقۃ نرکہتی تہی بلکہ محض خدا واسطی یا وہ لوگ جو یون کہتی ہین کہ آپ ذلیل وخوار بے سروسامان ناتوان
ناچاری کے باعث اطاعۃ کرتی تہی ورنہ آپکے دلمین کچہہ تہا زبانپر کچہہ تہا تمام عمر اخفاء حق اور کتمان دین مین
مصروف رہے اور باوجودیکہ آیہ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون جسکا یہہ مضمون ہے کہ خلط ملط
مت کرو حق کو باطل کے ساتہہ اور مت چہپاو حق کو جان بوجہہ کر آپکو یاد تہی پہر بہی حضرت اصحاب کی ساتہہ
ایسی ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوی کہ بظاہر حق و باطل کی تمیز دشواری ہوگئی چنانچہ گروہ اعظم اہل سنۃ اسی وہم کے
مین اصحاب ثلثہ کی حد سے زیادہ توقیر کرنے لگی اور معاملہ سب برعکس ہوگیا دین اصلی بہت ضعیف اور مخفی رہ گیا
تیسرا مطلب حضور کی قریمہ مین یہہ ہے کہ حضرت ام کلثوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جو حضرت علی کے
صلب اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شکم سی تہین اونکا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیار سے ہوا تہا
ہرچند یہہ جواب سوال سائل پر بظاہر منطبق ہے لیکن حقیقۃ مین دیکہیئی کہ یہ جواب سوال سائل سی ایسی ہے
نسبۃ رکہتی ہی جیسے کہ کسی گاہک کی اس سوال کے ساتہہ کہ لالہ تیل بہی ہی لالہ کا یہہ جواب کہ ان میان الو بہی
ہی اتنا تو مولویصاحب بہی سمجہتے ہونگے کہ سائل کے غرض اسبات کی پوچہنے سے کہ حضرت علی کی بیٹیون کا نکاح کس

کس سے ہوا ہی یہی ہے کو یہ خوب مشہور ہے کہ حضرت ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح
حضرت عمر سے ہوا یہہ صحیح ہے یا غلط ہے اور یہہ بہی احتمال ہی کہ مولوی صاحب نسمجھی ہون
اسلیے کہ بات ہی تو بہت مشکل ہے بہرحال جناب مولوی صاحب نے اس جواب مین طرفہ چالاکی کی ہی کہ جواب
کا جواب دیدیا اور بات کی بات رکھ لی مگر نہ معلوم اس جواب مین بہلے چالاکیون بہول گئی یا اور کوئی مصلحت
عمدہ نظر آئی یہہ تو حضرت ام کلثوم کے مولوی صاحب کی طرف شکایت ہی رہ گئی کہ اونکی خالاؤن کو تو
مولوی صاحب نے جفا و قطع نسب سے مستحق اجر عظیم کیا اونہون نے کیا قصور کیا تھا جو مولوی صاحب نے اس
عنایت سے محروم رکھا کیا وہ اہل بیت مین سے نتہی جو اس جفا سے دریغ کیا مگر مولوی صاحب کی طرف سے مین
جواب بہی دیتا ہون الفضل للمتقدم یعنی بزرگی پہلون ہی کے لئی ہے اس مثل کے خلاف کیونکر کرین شاید
بلا زمان مولوی صاحب کو یہہ گمان ہوا ہو کہ حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کی تزویج کا قصہ حضرت عمر
سے بنسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادیون کے نکاح کی جو حضرت عثمان سے ہوا تھا ایک
جدید ہی اور تازی بات ہے مبادا اس کا کوئی جاننے والا ہو اور قلعی کہل جائی مگر مین خوش ہون اہل
سنت ان دونون قصونکو یکسان بیانا سمجھتے ہین اور اس فرق کو کچھ فرق نہین سمجھتے ایکی جناب
مولوی صاحب اگر امیر نادر علی صاحب کو یہہ مضمون لکھ کر کہ حضرت ام کلثوم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے
بیٹی ہی نتہین اصلاح تحریر متقدم کر دین اور اندیشہ بدظنی سنیان ہو تو عذر بدا موجود ہی آپ کچھہ خدا کی طرح
زیادہ نہین جب خداوند کریم کو باوجود علم غیب بدا واقع ہوتا تو آپ تو آدمی ہی ہین القصہ مصلحۃ یون ہی کہ
اسماء بنت عمیس کی طرف منسوب کر دیجی اور جہوٹ ہی تو بلا سے جو آپ نے سرگذشت جہہ یک نیزہ جہہ یکدست جہار بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیون کی نسبت مین تصرف کیا ہی نواسی کی نسبت مین بہی سہی معہذا اور ابناء روزگار
فقط دنیا کی لیئ سیکڑون جہوٹ بولتے ہین آپنے اگر دو جہوٹ حفظ دین کے لیئ بولدیئ تو کیا غضب ہے بلکہ بنظر پاس
ننگ و ناموس دین اور متابعۃ بزرگان اور ائمہ اطہار امید ثواب عظیم ہی کیونکہ یہہ بہی ایک قسم کا تقیہ ہے
لیکن جناب مولوی صاحب کے لوازم رای زنی اور مشورہ گوئی مین سے ہے کہ جملہ مراتب نفع و نقصان سے اطلاع کر دیجی اسلیے
معروض ہے کہ باوجود منافع ایک اسمین نقصان بہی ہی کہ جناب باری تعالی یون بہی فرماتا ہی ولا تلبسوا الحق
بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون یعنی حق باطل کو مت رلاؤ اور نہ چہپاؤ حق کو جان بوجہہ کر دوسرے
یون بہی فرماتا ہے ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ یعنی نہ چہپاؤ گواہی اور جو چہپائی گواہی تو اوسکا

دل گنہ گار ہی ان دونون آیات پر نظر کیجیے مگر مجھسے غلطی ہوئی آپ نے اب کوبشی حق باطل کے رلا دی اور
شہادہ حق کی چہپانے مین بکی کی ہے جو اسکا اندیشہ ہوا حق سے زیادہ اور کیا رلانا ہو گا کہ حضرت عمر کے نکاح
کا نام ہی نلیا بلکہ اصل رلانا تو یہی ہی اگر صاف انکار کر دیتی اور کہدیتی کہ حضرت زہرا کے یا حضرت علی کی کوئی
بیٹی ہی نہتی تو یہ رلانا تہا اسی انکار کہتے ہین اور عربی زبان مین اسی جحود کہتی ہین اور یہہ جو الکو آتا ہی
دیا بجد بابا یا تنا تو اسی مقام مین آتا ہے اور یہہ انداز کہ جواب کا جواب ہو جای اور پہر بات ہاتھ سے نہ جای جیسے کہ
صاحب نے اس مقام مین کیا ہی تو یہہ عین حق باطل کا رلا دینا ہی معہذا حق باطل کے خلط ملط کر دینی مین جو برا
ہی تو فقط اسی سبب سے ہی کہ دوسرا کوئی دہوکا نکھائی درصورتیکہ اہل سنت جماعت نے شیعونکی روایات سی یہہ ثابت
کر دیا ہو کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تو پھر کیا اندیشہ وہ دہوکی کے باعث ہی نہی جس سے
ڈرتی اور اگر آپکو یقین نہ آئی تو یہہ دیکہئی آپکے یہان کی روایتین اس باب مین ہماری پاس موجود ہین آپنا
اپنی عادت سلف دغا و فریب کیے چہوڑے قاضی نور اللہ صاحب شہید رابع حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے احوال مین رقم فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس سی بہت محبت تہی
اور اونکی حق مین یون فرماتی تہے کہ عباس میری باپکی جگہ ہے اور سوا اسکے بہت ہی کچہہ اونکی فضائل لکہے
اوسکی بعد لکہتی ہین کہ حضرت عباس نے حضرت عمر کے کہنی کے موافق حضرت امیر سے حضرت ام کلثوم کی نکاح کی
خواستگاری کی حضرت امیر نے اول بار انکار فرمایا دوسری دفعہ سکوت فرمایا بعد ازان حضرت عباس نے خود حضرت
ام کلثوم کا حضرت عمر سی نکاح کر دیا حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نکر سکے اسلیے چپکی ہو رہی یہہ ہی قاضی صاحب
کا بیان ہی اپنی اعتقاد کے موافق حضرت عباس اور حضرت کی نام پر فقط حضرت لگا دیا ہی ورنہ قاضی صاحب
اس تعظیم کے کسی ہینگے اسلیئے کہ حضرت عمر تو اونکی نزدیک حضرت عمر ہین وہ حضرت عباس کے حق مین بہی اسی
پس و پیش مین یون لکہتی ہین بلکہ یہہ تقریر بہی بطور دلیل ہے بیان کی ہی اور مطلب اصلی اونکا یہہ ہی کہ وہ
اعراف مین ہونگی لیکن حق بات چہپی نہین رہتے عاقل خود جانتی ہین کہ جو ایسی محبوب رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ہون وہ اعراف مین کیونکر رہین گے اونکی تو نیاز مند بہی اگر جنت مین چلے جائین تو کچہہ بعید نہین
حیف صد حیف محبان حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا تو یہہ رتبہ ہو کہ اونکی محبونکو کوئی گناہ ضرر نکری بلکہ گناہ تو
گناہ کفر بہی ضرر نکری چنانچہ رضی الدین لغوی نی زنبیا ابن اسحق نصرانی کی جنتی ہونی کا فقط چند بیتون کی
تصنیف کی باعث جنکی مضمون سی محبت حضرت علی ٹپکتی ہے حکم کر دیا ہی حالانکہ اونہین ابیات سی او

شعر ابن اسحق النصرانی
عدي وتيم لا احاول ذكرهم ... ولكنني ...
يقولون ما بال النصارى تحبهم ... واهل النهى من اعرب واعاجم
فقلت لهم اني لاحسب حبهم ... سرى في قلوب الخلق حتى البهائم

نصرانی ہونا ثابت ہی اور ایسی ہی ابن فضلون یہودی کو سب علماء اسفرقہ کی بزرگ سمجھتے ہین اوسکا باعث بہی یہی دو تین بیتین ہین القصہ حضرت علی کا تو یہہ رتبہ کہ اونکی محب بھی اگرچہ کافر ہے کیون نہون جنت مین جائین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بھی جنت مین نجانے پائین اعراف سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہوا در پھر محبوب بھی کون چچا جان اور وہ بھی مسلمان کیون کہ اگر کافر ہوتے تو اعراف تک کی نوبت میسر کہان آتی کیون کہ کفار کے لیئے تو سعیر تیار ہے فرماتے ہین انا اعتدنا للکافرین سلاسل واغلالا وسعیرا یعنی ہمنے کافرونکے لیئے تیار کر رکھی ہین زنجیرین اور طوق اور سعیر دوسری آیۃ والذین کفروا لہم نار جہنم یعنی جو لوگ کافر ہوے اونکا ٹھکانا بجز جہنم کے اور کچھہ نہین بھرحال قاضی صاحب کی تحقیق کی خوبی دیکھنی چاہئیے کہ کس دعوی کو کس دلیل سے ثابت کرتی ہین اس سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی بھی اونکو بجاے پدر بزرگوار ہی سمجھتے تھے اگر بالفرض اپنا جی نہین بھی چاہتا تھا تب اس وجہ سے کہ حضرت عباس کا فرمانا اس قابل نہین کہ نمانیئے اونکا فرمانا قبول کرلیا نہ کہ تقیہ کی وجہ سی جیسے ہو رہے مگر حق گمراہ کرے ہی تو اولٹی ہی سمجھہ مین آتی ہے بھرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا ہے باقی رہا عذر تقیہ سو اہل عقل آپ پہچانتے ہین کہ یہہ خیال خام اہل تشیع ہے ورنہ یہہ روایۃ خود ہی تکذیب وسکے کری ہی کہ یہہ سانحہ بوجہ تقیہ حضرت امیر پر گذرا ہو کوئی مسلمان سمجھہ سکتا ہے کہ اول تو حضرت امیر اور پھر تقیہ یہہ ایسی بات ہی کہ جیسے کوئی یون کہے کہ شیر ہو کر گیدڑون سے ڈرے ہی اور پھر حضرت امیر کا تقیہ بھی ایسی قصہ مین کہ کوئی کافر بیدین اور بے غیرۃ اور بے تمکین بھی گوارا نکرے معہذا یہہ بھی منجملہ محالات عادی ہے کہ محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سے آپ ہی کے خاندان کے ساتھہ ایسی جفا ظہور مین آئی اسلیئے کہ محبۃ نبوی تو میزان حق و باطل ہونے چاہئے جسطرف کو آپ کی محبۃ جہکی وہ حق ہو دوسرے جانب باطل الغرض محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاریب اہل حق مین سے ہونگے پھر اہل حق سے کہین ہو سکے ہی کہ آپ کے نواسے کو ایک کافر بیدین کے حوالہ کردی معہذا ہمنے مانا کہ بوجہ تقیہ ہے حضرت امیر نے یہہ نکاح حضرت عمر سے کردیا لیکن تاہم یہہ عذر تقیہ بدتر از گناہ ہے حضرت عمر کے ساتھہ حضرت علی کو بھی کیون سانتی ہو بالجملہ یہہ نکتہ محفوظ خاطر رکھنا چاہئیے کہ اگر حضرت علی مسلمان ہین اور کامل الایمان ہین تو حضرت عمر ضرور باایمان ہین کہ اونکے ساتھہ اپنی لڑکی کا نکاح کردیا اور حضرت عمر اگر نعوذ باللہ کافر ہین تو حضرت علی رض

نعوذ باللہ پہلی ہین کافر نہین فاجر سہی کہ اپنی بیٹی کا نکاح اونسی کردیا اپنی آپ کیا تو کفر مین کچھہ شک
نہین اور زبردستی کردیا تو باوجود اس استطاعۃ کی اتنی بیغیرتی نعوذ باللہ کہ ادنی چمار بہی
گوارا نکری حضرت علی تو در کنار آہی تو خوب جانی ہے کہ مین اس عقیدہ سی بدل و جان ناخوش ہون
اور حضرت زہرا کی صاحبزادی کا یہہ قصہ بناچاری لکہتا ہون کہ کسیطرح مولوی عمار علی صاحب
حضرت علی کی طرف سی بدظن نرہین اور خیر یہہ بہی نسہی ہم بہی ہونگے تو انشاء اللہ تعالی قاضی صاحب
کو اماموں کی اقوال سی جہوٹا کرین گی کتب امامیہ مین صحیح صحیح روایتین اس مضمون کی موجود ہین کہ حضرت
امیر نے حضرت عمر کو لائق فائق سمجھکر اپنی صاحبزادی مطہرہ کا نکاح کیا نہ کہ جبرًا کرہا سئل الامام محمد بن
علی الباقر عن تزویجہا فقال لولا انہ راہ اہلا لما کان یزوجہا ایاہ وکانت اشرف نساء العالمین
جدہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخوہا الحسن والحسین علیہما السلام سید اشباب اہل الجنۃ وابوہا
علی ذو الشرف والمنقبۃ فی الاسلام وامہا فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجدتہا خدیجۃ بنت خویلد
رضی اللہ عنہا حاصل اسکا یہہ ہی کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کی حضرت عمر سی
نکاح کی وجہ پوچھی گئی اونہوں نے فرمایا کہ اگر حضرت علی حضرت عمر کو حضرت ام کلثوم کی لائق نسمجھتی ہرگز اونکا
نکاح اونسی نکرتی وہ ساری جہان کی عورتوں سے زیادہ شرافۃ والی تہین اسلیئے کہ نانا تو اونکی جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور دو بہائی اونکی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جو جوانان
جنۃ کے سردار ہین باپ اونکی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اسلام مین شرف اور منقبۃ رکہتی ہین اور اماں اونکی
حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹی اور نانی اونکی خدیجۃ الکبری خویلد
کی بیٹی رضی اللہ عنہا فقط اس روایۃ کو دیکہئی اور حضرت قاضی صاحب کی بناوٹ کو دیکہئی زور اس دعوے
محبۃ پر کہ اس پردہ مین کیا کہتی ہین مشہور تو یوں کرتے ہین کہ ہمکو اہل بیت سی محبۃ ہی اور اسلیئے صحابہ سے
عداوۃ ہی اور ہماری تشخیص مین یون آتا ہی کہ آپکو اصل صحابہ سے عداوۃ ہی اور اس سبب سے
اہل بیت کو اپنی طرف کہینچتی ہین سو اہل بیت کب اسطرح کہنچتے ہین بلکہ اسطرف سی کہینچتی ہین اور کیونکر نہ کہینچین امام
محمد باقر رضی اللہ عنہ پر تقیہ حرام تہا چنانچہ بحث تقیہ مین اسکی سند گذر چکی اونکی فرمانی کے بعد ہی حضرت
علی اور حسنین کیا اونکی ساتہہ بنی ہاشم زمانہ کو بیغیرۃ اور بیحیا بتلائی جاتی ہین اور طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اسکے بشارۃ

تطہیر مین داخل ہے بدشنام وزنا نعوذ باللہ پیش آتی ہین خدا ان خبیثونکو سمجھی پھر اہل بیت کا ان
پر غصہ نہو تو اور کیا ہو جسکے دل مین ایمان ہی وہ ایسی واہیات کو سنکے کانپ اوٹھتی ہین پر خدا
جانے ان تیرہ درونون کو کیا ہوا کہ اپنی اس عیب قبیح کے ہنر بنانی کے لیے اماموں پر بھی بہتان
باندہتی ہین یہہ بے ایمان کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندہتی ہین اور اپنا
گناہ اونکی سر دہرتی ہین اور اس نکاح کے عذر مین یہہ ناپاک الفاظ نقل کرتی ہین کہ جنکی نقل سے
بھی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہہ ہین ہو اول فرج غصب منا الخ خداوند عالم الغیب تجھپر
روشن ہی کہ مین بدل وزبان اس خیال ناپاک سی بری ہون اور یون سمجھہ کر کہ نقل کفر کفر نباشد
باین خیال نقل کرتا ہون کہ شاید کوئی بیخبر ان دغابازونکی دام مین پھنسا ہوا یہہ انکی کفریات
سنکر شاید راہ راست پر آجائے افسوس ایک حضرت عمر کی عداوۃ کی سبب خاندان نبوی کو تو اتنا
بٹا لگا دیا پر یہہ نہو سکا کہ بتصدق اہل بیت حضرت عمر ہے کو شامل رحمۃ اور مغفرۃ خداوندی سمجھہ لیتے
کیا یہہ نسبۃ تزویج زینبا بن اسحق النصرانی اور ابن مغفلون یہودی کسی اشعار سی بھی گئی جب علی رضی اللہ عنہ مین
یہہ تاثیر ہے کہ ایمان کی بھی ضرورۃ نہین حالانکہ کلام اللہ سے کفار کا ٹہکانا جہنم ہے معلوم ہوتا ہی چنانچہ مرقوم
ہو چکا پھر کیا اتنی بہی تاثیر نہو گی کہ اپنی واسطہ دارونکو بخشوالین بہر حال علماء شیعہ حضرت ام کلثوم کے
حضرت عمر سے نکاح ہونی مین متفق ہین پر بعضے بہول چوک حق بات بول جاتی ہین اور بعضی بری طرح ادا
کرتے ہین سو ہمارا تو مذہب یہہ ہی کہ خذ ما صفا ودع ما کدر لیکن مولوی عمار علی صاحب سب سی بڑہتے رہے
انہون نے سمجھا حق حق کہیے تو مذہب کی خیر نہین بلکہ مذہب تو مذہب سنیو نسی ہزار مرتبہ زیادہ حضرت عمر کا معتقد
ہونا پڑے گا کہ وہ اہل بیت مین داخل ہو جائینگے اور تقیہ کے صورۃ مین بہی باوجود جہوٹ بولنی کے
وہی خرابی کی خرابی برسر بلکہ اوس سے زیادہ کیونکہ بطفیل اہل بیت حضرت عمر کے ناحق مین اتنی خرابی
نہین جتنا بطفیل عمر اہل بیت کی نمانی مین خرابی ہی خصوصاً حضرت امیر کے اور در صورۃ تقیہ ظاہر
ہی کہ کمال بے غیرتی اور بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی اور حدود دادر احکام مین مداہنۃ اور مداہنۃ
بہی اسقدر لازم آتی ہے سو مولوی صاحب نے ہمارے نزدیک بہت اچھا سمجھا کیونکہ جب جہوٹ بولنا ہی ٹہرا تو
تو معقول ہے کیون نہ بولیی گو کچھہ زیادہ ہی سہی چو آب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست چونکہ مولوی صاحب
کے اس جعل سی فی الجملہ ہوشیاری ٹپکتی ہے تو عجب نہین کہ اگر ہتے کی بات کہی جای تو اونکو دل مین لگ جاے

اور شاید اوس سبب سر دست نہین تو رفتہ رفتہ حق کو حق سمجھ جائین ہمین بہی لازم پڑا کہ کوئی اور روایۃ بہی
بیان کرین کہ اسمین ایک تو مولوی صاحب کا حضرت عمر پر غیظ و غضب کم ہو جائیگا دوسری کثرۃ روایات سے
شرماکر شادان اور فرحان نہین تو ملتے ہی زبان سی شاید مان جائین وہ روایۃ یہہ ہے روی ابن
ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ فی قصۃ تزویج ام کلثوم فجاء عمر الی مجلس المہاجرین بالروضۃ وقال رفئونی
رفئونی قالوا بماذا یا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ حاصل یہہ
ہی کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ حضرت ام کلثوم کے نکاح کی قصہ مین بیان کرتا ہی کہ جس جگہہ مہاجرین
روضہ مین بیٹھی ہوئی تہی حضرت عمر آئی اور یہہ فرمایا کہ مجہی مبارکباد دو مجہی مبارکباد دو اونہون نے
کہا یا امیر المؤمنین کاہیکی مبارکباد حضرت عمر نے فرمایا کہ مین نے حضرت ام کلثوم علی ابن ابی طالب رضی اللہ
عنہ کی بیٹی سی نکاح کیا ہی فقط اس روایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اس نکاح سی بڑا افتخار تھا اہل انصاف کے
نزدیک تو یہہ بات کفایۃ کرتی ہی کہ حضرت عمر کے معتقد ہو جائی کیونکہ بظاہر افتخار اسیوجہ سی ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابۃ حاصل ہو گئی اور یون کوئی نہ سمجھی تو ہم کونسی گلی پر چھری رکھی ہوئی اہین
اب مناسب یون ہے کہ اس بات کا خاتمہ کیجی پر بطور تنبیہ ایک اور امر معروض خدمت ہی بعضے امامیون نے سینون کے
سامنی شرم اوتارنے کے لیئے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ مین سے اخذ کر کے
یون بات بنائی ہی کہ حضرت عمر حضرت ام کلثوم پر قادر نہوی اور وجہ یہہ ہوئی کہ ایک جن بیچ مین حائل
ہو جاتا تھا سو ہر چند اس جا جہوٹا ہونا اوس روایۃ نا معقول ہی بہی نکلتا ہی کہ جو حضرت امام جعفر صادق
کی طرف سے بنالی ہے مگر با اینہمہ بتواتر ثابت ہی کہ حضرت ام کلثوم کی شکم مبارک سی حضرت عمر کے ایک بیٹا پیدا
ہوا اونکا نام زید رکہا وہ جوان ہوے آخر کو بیس برس کے عمر مین بنی عدی کی باہم کے خانہ جنگی مین شہید ہوے
انا للہ وانا الیہ راجعون اور اونکی والدہ بھی اوسی روز بیماری مین انتقال کر گئین تھین اور دونو جنازے اونکو ایک دفعہ
نکلا اور حضرت امام حسین اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے جنازہ کی نماز پڑہ کی دفن کر دیا اور یہہ بہی نہی
یہہ کیا تھوڑی بات ہی کہ مدۃ العمر حضرت عمر کے پاس ہین حضرت سارہ کسی ایسی کے نواسی تہین جیسی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب اونکو ایکدم مین چہوڑا دیا تو حضرت ام کلثوم کے تو زیادہ ہی قدر کرنی چاہئی الحمد للہ
کہ مولوی عمار علی صاحب کے تمام افترا پردازیون کی جواب سے فراغۃ پائی مگر جو کچھ اونہون نے دربارہ
فدک زبان درازیان اور افترا پردازیان کین ہین اوسکے مکافاۃ مین حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا او

جواب ترکی تبرکی مناسب تو یون تہا کہ ہم ہی کچہہ نظم و نثر سے پیش آتی اور مولویصاحب کی مہملات کی جواب مین
مولوی صاحب کو بی نقط سناتی مگر چونکہ ایسی خرافات کا بکنا پاجیونکا کام ہی ہمکو کیا زیبا ہی کہ ایسی ناز یبا
باتون مین مولویصاحب کے ہمصفیر ہون اور اپنی زبانکو گندہ کرین اور اہل عقل ودار ارباب حیاسی شرمندہ
ہون معہذا اصحاب ثلثہ کی اہانتہ کی انتقام مین مولوی عمار علیصاحب سی دست و گریبان ہونا تو ایسا ہی ہے
جیسا چاند سورج پر تہوکنی کی سزا مین کتی کی کوئی تپہر لگائی یا آسمان کی طرف تہوکنی کی عوض مین کسی کم
عقل ناہنجار کے موںہہ مین کوئی پیشاب کی دہار لگائی ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشائستہ
سی کیا نقصان بلکہ عقلا کی نزدیک اور ذلیل رفعۃ مکان ہی دویم کجا شمس و قمر کجا سگ و کم عقل سگ نژاد
مساواۃ ہو تو ایک بات بہی ہی ورنہ سگ اور سگ مزاجون کی اتنی بہی کچہہ عزۃ نہین جاتی ہان اپنی اوقات
البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہی سو ایسی ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علیصاحب جیسونکی اہانتہ یا برا کہنی سے
کیا نقصان بلکہ اولٹا باعث رفعۃ شان ہی چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوئی تو کتی اونپر بہونکی اور اور ون
پر کیون نہ بہونکی دویم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال مولوی عمار علی جو اونکے برا کہنی کے عوض مین انکو برا کہہ کے جی
ٹہنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہان تو یہی نسبتہ مذکور ہی سو مولوی عمار علیصاحب جیسونکی برا کہنی مین اونکی تو کچہہ
عزۃ نہین جاتی جو قصاص تبرا یا اہانتہ اصحاب ہو ہان اپنی اوقات خرافات مین صرف ہوگی سوہم کو نسی مجتہد
زمانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کی چیلی چانٹون مین سی ہین جو عقل کی بیچ شہادۃ دوبارہ دشنام نشنیدن
دشنام بمذہبی کہ طاعۃ باشد مذہب معلوم واہل مذہب معلوم اور دشنام کو عبادۃ نہ سمجہکر مولوی عمار علیصاحب
کو گالیان دیکر اونکی عزۃ بڑہائین اور مولوی عمار علیصاحب یا امثال مولوی عمار علیصاحب کو چہوڑ کر کسی
بری کو برا کہین تو کسکو کہین اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری حق مین چشم و چراغ ہین ہمارے
نزدیک اعتقاد اصحاب و حب اہل بیت دونون کی دونون ایمان کے لیے بمنزلہ دو پر کے ہین دونون
ہی سی کام چلی ہی جیسے ایک پر سی طایر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بہی نہین اوڑ سکتا ایسی ہے
ایمان بہی بی ان دو پرونکی سہاری کی موجب فوز مقصود جسکی طرف اولئک ہم الفائزون یا فاز فوزا عظیما وغیرہ
مین اشارہ ہی نہین ہو سکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہی جسکا آیۃ لا ینفع نفسا ایمانہا مین بیان ہے
ہان اگر ہم قدم بقدم حضرات شیعہ ہوتی تو جیسے اونہون نے موافق مثل مشہور غیرونکی بدشگنی کی لیئ اپنی ناک
کاٹ لی سنیونکی ضد مین اصحاب کرام کو برا کہہ کے اپنی ایمانکا زیان کیا ہم بہی شیعونکی ضد مین نعوذ باللہ اہلبیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہہ کر مثل خوارج و نواصب اپنی ایمان کو خراب کرتی لیکن ہمکو تو پابندی
عقل و نقل سی ناچاری ہی شیعہ تو نہین کہ مثل شتر بے مہار پراگندہ رفتار جائین راہ کی بات تو یہی کہ ہمکو
دونون فریق بمنزلہ دو آنکہونکی ہین کہ کسکو چہوڑ دین جسکو چہوڑین اپنا ہی نقصان ہی بلکہ جیسے کوئی
حسین متناسب الاعضا ہو کہ اوسکی آنکہہ ناک سبکی سب مناسب اور متناسب ہون اور پہر اوسکی ایک آنکہ
بیٹہہ جاوی تو دوسری آنکہہ کی زیب ہی جاتی رہیگی اور تسپر اگر بیٹہی ہوی آنکہہ کے حصہ کی فراخی بھی دوسری
ہی آنکہہ مین آجاوی اور اوسمین بجای سپیدی بھی سیاہی ہی چہا جاوی بجای حسن ایسا قبیح المنظر ہو جاوے
کہ دلدادگان قدیمی اور عاشقان صمیمی بھی اوسکی صورۃ پر لاحول پڑہنے لگین خاص کر دوسری آنکہہ جو
باقی رہی ہی بسبب اسکی کہ اپنی اندازہ سی زیادہ فراخ اور کشادہ اور سفیدی کے جا بہی سیاہی ہی ہوگئی ہے
ایسی بری اور بدشکل ہو جاوی گی کہ کچہہ نہ پوچہو بلکہ چشم باقی ماندہ کو شعور اور اختیار ہو تو اپنی اوسی
حالۃ اصلی پر آجاوی اور دوسری آنکہ کو بھی بدستور قایم کر دیکہلائی کیونکہ اپنا حسن بہی اصلی کیفیۃ اور دوسرے
آنکہہ کی معیۃ مین ہی سو بعینہ یہی قصہ حضرات شیعہ کی ایمان کی ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی اعتقاد صحابہ
اور حب اہل بیت جو بمقتضار شہادات کلام اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی لیے بمنزلہ دو
آنکہونکی ہین چنانچہ رسالہ ہذا کی ملاحظہ کرنے والون پر پوشیدہ نرہیگا ان دونو آنکہونمین سی شیعون نے
ایک آنکہہ کو پہوڑ دیا اور اوسکی حصہ کی فراخی اور کشادگی ہی بلکہ اوس سی بہی زیادہ دوسری آنکہہ کو
دیکر اوسکو خراب کر دیا یعنی اعتقاد صحابہ کو جو بمنزلہ چشم ایمان ہی اپنی ہاتون کہو کر دوسری آنکہہ یعنے حب
اہل بیت کو اسقدر بڑہایا کہ صحابہ کی حصہ کی محبۃ بہی اونہین کی لیے صرف کر دی پہر جیسی کہ آنکہہ مین سفید کی
جا بہی سیاہی آجاوی ان حضرات بزرگوار فرقہ مسمی شیعہ نے بہی ایسا ہی کیا وجہ اسکی یہہ ہی کہ جیسے آنکہہ مین
تل اور سیاہی اور سفیدی غرض چند قسمین ہوتی ہین ایسی ہی عترۃ مین بہی چند قسمین تہی اولاد اور
ازواج اور سوا اونکی اور اقربا کیونکہ باتفاق اہل لغۃ عترۃ کی معنی خویش اور اقربا کے ہین سو ان سب
مین سی حضرات شیعہ نے فقط اولاد کو اور اولاد مین سی بہی فقط دس بارہ کو اور سوا اولاد ایک آدہی کسی اور کو تو
مخدوم و مکرم سمجہا باقی سبکی لیئ تبرا ہی پر جنکو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا اور مخدوم و مکرم ٹہرایا اونکے حق مین
محبۃ کو کچہہ ایسا حد سے بڑہایا کہ گویا صحابہ باقیماندگان عترۃ کے حصہ کے محبۃ بہی اونہین کے نثار کے سو یہہ
بعینہ وہی مثل ہے کہ آنکہہ اپنی اندازہ سی زیادہ کشادہ تو ہوئی تہی پر سفیدی کی عوض بھی سیاہ ہے

ہوگئی شاید اس اجمال مین نا واقفان شیعہ کو بحکم مثل مشہور المرء یقیس علی نفسہ کے احتمال جعل و تلبیس کا ہو اسلیے تفصیل اس اجمال کی کرنی ضرور پڑی تاکہ اپنی کتاب اور اہل کتاب کی طرف مراجعت کر کے باسانی تحقیق کر کے بعد تطبیق اس ہیچمدان کی تصدیق کرین سو تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حضرات شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیان ہی نہین سمجھتے یہانتک کر زبان زد خاص شیعہ یہہ بات ہوگئی ہے عام تو درکنار یا خاص بہی اس حساب سے عام ہی ہین بلکہ عام سے بہی پرے اور تو کیا کہون حالانکہ اونہین کی کتب معتبرہ سے ان دونون مطہرات کا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیان ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ قریب ہی اسباب کی شرح مرقوم ہوچکی اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی اولاد اور ایسی ہے حضرت زبیر بن العوام کو بہی داخل عترۃ نہین سمجھتے اور اس قرابۃ قریبہ پر بہی لحاظ نہین کرتے حضرت عباس کی قرابۃ تو مشہور و معروف ہی ہے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بہی بسبب کثرۃ علاقہا رقرابۃ گویا بمنزلہ برادر حقیقی کی تہی اول تو اونکی والدہ حضرت صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمہ اور اونکی دادی ہالہ بنت وہب بن عبد مناف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خالا اور اونکی باپکی پہوپہی ام حبیبہ بنت اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادی اور اونکی حقیقی پہوپہی حضرت ام المومنین خدیجہ الکبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ پہر ان سبکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمزلف اونکی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت ام المومنین عایشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ماسوا ان سب کی پانچوین پشت یعنی قصی بن کلاب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتے مین علماء نسب نے لکہا ہی کہ اتنی کثرۃ سے قرابۃ کے علاقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسیکو نصیب نہین ہوئی لیکن آفرین ہی حضرات شیعہ کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کی دشمن ہون تو ایسے ہون کہ حضرت زبیر جیسے قریب عزیز کو تو باوجودیکہ وہ مہاجرین اولین مین اور مجاہدین سابقین مین سے ہین اور سیکڑون بشارات فوقانی اور وعدہای قرانی ان لوگونکی بزرگی پر گواہ ہی از جملہ کفار نگونسار اور منافقین بدکردار سمجہتے ہین باقی رہی ازواج مطہرات جو امہات مومنین یعنی سب مسلمانونکی مان ہین اونکی نسبۃ جو کچہہ حضرات شیعہ ثناخوان ہین سب ہی جانتے ہین حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہین کیونکہ اول تو اہل بیت کی معنی بعینہ اہل خانہ ہے اتنی بات تو گو کچہہ

نہ جانتی ہون مولوی عمار علی صاحب بہی جانتے ہونگی دوسری لفظ اہل بیت جو کلام اللہ مین واقع ہوا ہے
تو ازواج مطہرات ہی کی شان مین وارد ہوا ہی کہ حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین بہی بوجہ
عموم لفظ یا بسبب التماس حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت ہونی کی فضیلت مین داخل
ہوگئی ہین مزید تسکین کے لیے جس آیت مین یہہ لفظ واقع ہی ماقبل اور مابعد بہمیت لکھکر اوسکا ترجمہ لکھے دیتا
ہون تاکہ سب شیعہ و سنی متنبہ ہوجائین یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول
فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ
واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا واذکرن مایتلی
فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفا خبیرا یعنی ای نبی کے عورتو تم نہین ہو جیسے ہر کوئی
عورتین اگر تم ڈر رکہو تو دب کر نہ کہو بات پہر لالچ کری کوئی جسکے دلمین روگ ہی اور کہو بات معقول اور
قرار پکڑو اپنی گہرونمین اور دکہاتی نہ پہرو جیسا دکہانا دستور تہا پہلی نادانی کے وقت مین اور کہڑی
رکہو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور اطاعت مین رہو اللہ کی اور اوسکی رسول ؐ کے اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کری
تم سے گندی باتین ای گہر والو اور ستہرا کری تمکو ایک ستہرای سے اور یاد کرو ای پیغمبر کے بیٹیو جو پڑہی جاتی
ہین تمہاری گہرونمین اللہ کی باتین اور عقلمندی مقرر اللہ ہی بہید جانتا خبردار یہان تک ترجمہ تہا اب
عرض یہہ ہی کہ شیعہ ہی اپنی علماسی پوچہین کہ مینے ترجمہ صحیح کیا یا غلط بہرحال ان آیات سی اول یہی
سمجہہ مین آتا ہی کہ اہل بیت ازواج ہی ہین اسیواسطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت
زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک عبا مین لیکر یہہ دعا کی کہ الٰہی یہہ میری اہل بیت ہین تا
کہ وہ بہی اس فضیلت مین داخل ہوجائین یہہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ قدرشناس چشم پوش
اپنی وزیر سی یون کہی کہ تمہاری گہر کے لوگونکو سبکو ہم جلدی جلدی جاگیر دینگی تو وہ وزیر موافق محاورہ
کی یون سمجہکر کہ ایسی موقع مین بی بی اور بیٹا مراد ہوا کرتے ہین اور بیٹے اور نواسی مراد نہین ہوتی کیونکہ
وہ دوسرے گہر کے ہوتی ہین کچہہ اپنی جی مین سوچ کر وقت دیکہکر بیٹے اور داماد اور نواسونکو بہی پیش
کری وہ بادشاہ اگر پوچہہ بیٹہی کہ یہہ کون ہین تو باین لحاظ کہ بیٹی اور نواسی اور داماد بہی قرابت
مین کچہہ بیٹے اور پوتی اور بی بی سی کم نہین یہہ کہی کہ حضور میری گہر کے لوگ ہین تو اوس بادشاہ کو گو
یہہ معلوم ہوجائی کہ یہہ داماد اور نواسی اور بیٹیان ہین اسکے گہر کے لوگ نہین پر بمقتضائی چشم

صہ ۱۷۵

پوشی ذاتی کے اونکو بھی جا کر دیگا یا لفظ اہل بیت اصل سے عام ہے ازواج اور حضرت علی اور
حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم سبکو شامل ہے گو فقط ازواج ہی کی شان مین نازل
ہوا ہو جیسے دلّی والا ایک لفظ عام ہے سب دلّی والونکی نسبت بول سکتی ہین اگر کوئی وو دلی کی
رہنی والونکو یون کہی کہ یہہ دلّی والی ہین تو اوس سی کوئی کودن گنوار تک بھی یہہ نہین سمجھتا کہ دلّی والی
فقط یہی ہین انکی سوا اور کوئی دلّی والا نہین اس تقریر سی سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سی جو ازواج
کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم
اجمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے سب صحیح اور درست ہی اگرچہ شیعون کی سمجھ مین نہ آتا ہو
بالجملہ ازواج مطہرات کو باوجودیکہ وہ اصلی اہل بیت ہین اور کلام اللہ مین اونکی شان مین یون
آیا ہے وازواجہ امہاتہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیان مومنون کی مائین ہین پھر بھی
حضرات شیعہ اپنی زبان نہین سنبھالتی اور لگام نہین دیتی اگر دوسری آیۃ کا یون جواب دین کہ
وہ مومنونکی مائین ہین ہماری تو نہین تو سلمنا پر آیۃ اول کا یعنی جس سے اونکا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے
کیا جواب دینگی بالجملہ ازواج مطہرات کی اعتقاد اور محبۃ کا اس مذہب مین یہہ حال ہے باقی رہی اولاد
سو اونکا حال بھی سینی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اکثر اولاد کے حضرات شیعہ دشمن جانی
ہین اور برا کہتی ہین منجملہ اونکی حضرت زید شہید فرزند ارجمند حضرت امام ہمام امام زین العابدین
رضی اللہ عنہما جو عالم اور متقی اور متورع تھے اور مروانیونکی ہاتھ سی شہید ہوی اور اونکے بیٹی یحیی بن
زید ہین جو بزعم اثنا عشریہ مرتد ہین اور ایسی ہے ابراہیم بن امام موسی کاظم اور جعفر بن امام موسی کاظم
جنکا لقب شیعون نی کذاب رکھ چھوڑا ہے حالانکہ وہ کبار اولیاء اللہ مین سے ہین اور بایزید بسطامی
اونہین کی مرید ہین اور جعفر بن علی برادر امام حسن عسکری کہ شیعونکی عرف مین اونکا بھی لقب کذاب ہے
اور حسن بن حسن مثنی اور اونکی فرزند عبد اللہ محض اور اونکی فرزند محمد نام جنکا لقب نفس زکیہ ہین
کافر اور مرتد سمجھتی ہین اور ابراہیم بن عبد اللہ کو اور زکریا بن محمد باقر کو اور محمد بن عبد اللہ بن الحسین
بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر کو بھی جو حضرت زید شہید کے پوتون مین سی تہی کافر اور
مرتد جانتی ہین اور جماعۃ کی جماعۃ سادات حسنیہ اور حسینیہ کو جو حضرت زید شہید کی امامۃ اور بزرگی
کے قائل ہین گمراہ اور اہل ضلالۃ مین سی سمجھتی ہین حالانکہ کتب انساب اور کتب تواریخ سادات اسہاق پر

صہ ۱۶۶

شاہد ہین کہ اکثر سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامتہ اور فضیلتہ کی معتقد تہی حاصل یہہ کہ اکثر اثنا
عشریہ ان بزرگوارونکو کافر اور مرتد سمجہتے ہین اور بزعم خود یون بکتی ہین کہ یہہ سب جگر گوشہ حضرت رسول
صلے اللہ علیہ والہ وسلم اور لخت جگر حضرت بتول ہمیشہ ہمیشہ ابد الاباد تک جہنم مین رہین گے اور اسکی وجہہ یہہ
ظاہر ہے کیونکہ انکی نزدیک دوازدہ امام مین سے کسی امام کے امامتہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کسی نبی کی
نبوۃ کا منکر اور سب جانتی ہین کہ کافر ابد الاباد تک جہنم مین رہینگی الغرض قول اکثر اثنا عشریہ کا یہی ہے اور یہی
انکی قواعد پر منطبق ہے کہ یہہ بزرگواران مذکور کافر ہین اور انکی نہ کبہی نجاۃ ہوگی اگرچہ بعضی اسبات کی
قائل ہین کہ یہہ گروہ مثل حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اعراف مین رہینگے اور
بعضے کہتی ہین کہ بعد عذاب شدید کی اپنی اباؤ اجداد کی شفاعتہ سے نجاۃ پائینگی لیکن ظاہر ہے کہ یہہ دونون
قول پوچ ہین کیونکہ جب منکر امامتہ کافر ہوا تو شفاعتہ کے ہونی اور اعراف مین رہنی کی کیا معنی شفاعتہ بالاجماع
کافرونکی حق مین نہ کوئی کرسکے اور نہ مقبول ہو اور اعراف مین کافرون کا جانا خلاف قران ہے ان الذین
کفروا وماتوا وہم کفار اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب
ولا ہم ینظرون یعنی مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئی اور کفر ہی پر مری اونپر اللہ کی اور فرشتون کی اور لوگون
کی سبکی لعنتہی ہمیشہ اوسمین رہین گے نہ اونسی عذاب کم کیا جائیگا اور نہ اونکو مہلتہ ملی گی الحاصل حضرات
شیعہ کے دعوی محبتہ تو اسقدر اور پہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اولاد اور اقربا اور ازواج رضوان اللہ
علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور اونکی بہائیونکی ساتہہ یہہ سلوک خاک پڑی اس محبتہ پر امین اور ناصبیونمین دس
بارہ ہی تیس کا فرق ہی فقط اتنا ہی تو ہی کہ شیعہ دوازدہ امام اور اونکی بعض اقربا کی بزرگی کی معتقد ہین اور
ناصبی معتقد نہین سو اس اعتقاد سی تو اونکے بی اعتقادی سے بہلے کیونکہ اول تو یہہ فرقہ محبتہ کے پردہ
مین حضرات ائمہ کی ذمہ صدہا عیب لگاتی ہین اور پہر ادن کفریات کو ہر کس و ناکس اپنی بیگانی کے سامنے
گاتی ہین چنانچہ کچہہ کچہہ تو اس رسالہ کی دیکہنی والونکو بہی معلوم ہوگیا ہوگا یہان ہرچند اس بات کے
مفصل لکہنی کا موقع ہے لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہین اسلئے بطور نمونہ اشارہ کیے جاتا ہون حضرت
امام الائمہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے احوال کچہہ ایسی تراش رکہی ہین کہ جس سے ہر کوئی یہہ سمجہہ جائے
کہ نعوذ باللہ وہ بڑی بیغیرت نامرد جہوٹی کذاب ہتی کہ اپنی بیٹی کافرونکی حوالہ کردی اور بخوف جان نہ
اس منفعہ پر مین کچہہ چون وچرا کی نہ کسی اوربات مین دم مارا کافرونکی پیچہی سا ہی عمر نمازین پڑہیں اور

ہمیشہ اونسی ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہی اور اونکی تعریفین بارہا ایسی کرین کہ مومنان با اخلاص کی اونکی عشر
عشیر کبھی ایک دفعہ بھی نکی جب اونکا یہ حال ہی تو اور ونکا تو کیا ذکر ہے ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا
خارجی اور ناصبی ہر چند حضرت علی کو برا سمجھتی ہین پر اتنا نہین سمجھتی دوسری پھر اس محبت نامعقول کو
اتنا حد سی بڑھایا کہ انبیا اور مرسلین علیہم السلام کو بھی اماموں سی گھٹایا چنانچہ مذہب امامیہ نسبت تمام
ائمہ ہدی کی یہی ہی کہ وہ سب تمام انبیا سی افضل ہین حالانکہ کلام اللہ اور خود اونکی کتابین اسبابت پر شاہد ہین کہ
انبیا سب سے افضل ہین کلام اللہ مین برابر انبیا کی نسبت اصطفا اور اجتبا جو بمعنی چھانٹ لینی کی ہی مستعمل ہے اور ظاہر ہے
کہ چھانٹی ہوئی چیز باقی سی افضل ہوتی ہی معہذا کل چار فرقونکی خداوند کریم تعریف فرماتا ہے انبیا اور صدیقین اور
شہدا اور صالحین سو ہر جگہہ انبیا ہی کو مقدم کیا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی باقی تین فرقونسی افضل اور رتبہ مین
مقدم ہین اور یہ بھی ظاہر ہے ائمہ ہدی نبی تو تھی ہے نہین پھر ان تینون فرقون مین سی جونسی کو شیعہ پسند
کرین اختیار ہی بہت سی بہت اماموں کو صدیق کہہ جائینگے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہی تب بھی انبیا سی بعد ہی
مین رہی لیکن ہم جانتی ہین کہ شیعہ کلام اللہ کی کاہیکو سنین گی اسلیے مناسب ہے کہ انہین کی کتابون
سے انکو جھوٹا کیجی اور جتا دیجی کہ یہ جو مثل مشہور ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد اور ایسی ہی یہ مثل کہ حق بر زبان
جاری شود دونون سچی ہین پیشوایان شیعہ نے ہر چند اس روایات کی تراشنے مین جہد بلیغ کیا جیسے اماموں کا
انبیا سے افضل ہونا ثابت ہو جائی لیکن بمقتضاء مثل اول جو کچھ کہ بمقتضاء مفہوم مثل ثانی حق بات کہی گئی

روی الکلینی عن ہشام الاحول عن زید بن علی ان الانبیاء افضل من الائمة وان من قال غیر ذلک فہو ضال
یعنی کلینی بواسطہ ہشام احول کے زید بن علی سی روایۃ کرتا ہے کہ مقرر انبیا اماموںسی افضل ہین اور بیشک جو
اسکے سوا کہی وہ گمراہ ہی فقط ادہر ابن بابویہ کتاب الامالی مین بروایۃ صحیح ایک حدیث طویل کے ضمن مین حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی نکاح کا قصہ مندرج ہی اسطرح روایت

فرماتی ہین عن الصادق عن آبائہ علیہم السلام ان اللہ تعالی قال لسکان الجنة من الملائکة وارواح
الرسل ومن فیہا الا انی زوجت احب النساء الی من احب الرجال الی بعد النبیین یعنی حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ اپنی باپ دادونسی روایۃ کرتی ہین کہ مقرر اللہ تعالے نے فرمایا ہے جنۃ کی رہنی والون سے
یعنی فرشتون سی اور رسولون کے ارواح سی اور جو سوا انکی جنۃ مین تھی اونسی خداوند کریم نے فرمایا کہ
خبردار رہو کہ مینی اوس عورۃ کا نکاح جو سب عورتونسی زیادہ مجھی محبوب ہے اوس مرد سی کر دیا ہی کہ جو

سب مردونسی زیادہ مجھی محبوب ہے انبیا کی بعد غور فرمانی کی جاہی یہہ روایتین باواز بلند یہی کہتی ہین
کہ حضرت امیر کا رتبہ بعد انبیا کی ہے مگر ستم یہہ ہے کہ باوجود ان روایات کی پھر ائمہ کو انبیا سی افضل ہے
بتلائی جاتی ہین ظاہرا اس کا سبب یہی ہی کہ صحابہ کی حصہ کی محبتہ اور نیز اکثر اہل بیت کی حصہ کا اعتقاد فقط
انہین چند اشخاص معدود کی حق مین صرف کرتی ہین سو بسبب ادغام اور اجتماع محبتہای کثیرہ کی محبتہ دوازدہ
امام اپنی حد سے باہر نکل گئی اور فی المثل شیعونکی وہی مثل ہوگئی جو نصرانیونکی ہے کہ حضرت عیسی کے ساتھ
اسقدر محبتہ کو بڑہایا کہ اونکو عبودیتہ سی نکال کر معبودیتہ تک پہونچایا چونکہ یہہ قصہ بعینہ انکھہ کی مثال کا ساہی
یعنی جیسی کسی حسین متناسب الاعضا متناسق الاطراف کی ایک آنکھہ بالکل پٹ ہوجای اور اوسکی حصہ کی مردمک
بہی دوسری انکھہ مین آجائی اور اوس ایک ہی کی مساحتہ دونون کی مساحتہ کی برابر ہوجائی اور پھر
اوس آنکھہ مین بھی بجای سفیدی سیاہی ہے چھا جای ایسی ہی حضرات شیعہ نی حب اہل بیت اور حب صحابہ
مین سے ایک کو رکھا اور ایک کو کھو دیا اور جسکو رکھا اوسکو ایسا بڑہایا کہ دونونکی برابر اوس ایک ہی کو کر دیا اور
جیسی انکھہ مین سفیدی کی جا بہی سیاہی ہے چھا جائی تو اونہون نی بہی تمام اہل بیت مین سی چند اشخاص
معدود کو بزرگ سمجھا اور باقیونکو مردود اور مرتد قرار دیا اور باین وجہ کہ جنکی ساتھہ شیعہ محبتہ کرتی ہین
اونکی محبتہ حد سی بڑہی ہوئی ہے یون سمجھہ مین آتا ہی کہ باقیونکی حصہ کی محبتہ بہی انہین چند اشخاص معلوم
کی لئی ہے تو اس صورة مین جیسے انکھہ کور خود نا زیبا معلوم ہوگی اور تمام چہرہ کو بی زیب کر دیگی ایسی ہی
حب اہل بیت اور حب صحابہ جو بمنزلہ دو آنکھون ایمان کی ہین انمین سے اگر ایک جاتی رہے اور دوسری بڑہ جاے
تو دوسری بہی نا زیبا ہوجائیگی اور ایمان کی حسن کو بہی بی زیب کر دیگی اسلیے بالیقین یون سمجھہ مین آتا ہے
کہ دوازدہ امام بہی اس محبتہ سی خوش نہون بلکہ متنفر ہون اور ہمیشہ اسکی خواستگار ہون کہ اونکی محبتہ اپنی
اندازہ پر آجائی تا کہ بری نہ معلوم ہو اور اوسکی ساتھہ اصحاب سی بہی اعتقاد اور محبتہ دلمین جمایا جاے
تا کہ جیسی ایک آنکھہ سے دوسری کی زیب و زینتہ ہوتی ہی سی چہرہ پر حسن آتا ہے ایسی ہی حب اصحاب سے
حب اہل بیت کو زینت ہو اور دونون ہی سی ایمان اور اسلام کی خوبصورتی ظاہر ہو سو چونکہ اہل سنتہ
رضاء اہل بیت ہی مین اپنی سعادة سمجھتی ہین تو یہہ خاکپای غلامان اہل بیت کی طرف سی نیابتہ تمام شیعونکو
عموما اور مولوی عمار علی صاحب کی خصوصا کان کھولتا ہی کہ ای مدعیان محبتہ اہل بیت یہہ محبتہ نا معقول جب تلک
مقبول نہوگی جب تک کہ حب اصحاب اوسکی برابر نہو ورنہ اونکی برا کہنی مین تمہارا ہی برا ہوگا خصوصا رفیق غار جان نثار

سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق جنکے صحابی ہونیکا خدا خود گواہ ہے چنانچہ مرقوم ہوچکا
اور جنکی صدیق ہونیکی اماموں نی شہادة دی ہے اور بمبالغہ اونکی تعریف کی ہے چنانچہ معلوم ہوچکا اونکا
برا کہنا خدا اور ائمہ کو جہٹلانا ہی ایسی صورة مین تو ہزار عیب ہے اگر انکہونسی نظر آئی تو یون سمجہی کہ ہو نہو ہماری
نظر اور فہم کا قصور ہے خدا کا فرمایا اور ائمہ ہدی کا کہا غلط نہین ہوسکتا جنکو ہم عیب سمجہتی ہین وہ
ہنر ہے ہونگی ہماری سمجہہ مین نہین آتی تو مت آوہم تو ہم حضرت موسی علیہ السلام نے باوجود اس علالتہ قدر اور کمال علم
وفضل اور نور نبوة اور وفور عقل کی حضرت خضر کی کشتی کی توڑنی اور لڑکی کے قتل کرنیکو کہ وہ ظلم ہرگز نتہا عین
مطابق مرضی خداوندی تہا ظلم عظیم سمجہا حالانکہ خداوند کریم کی ہدایتہ کی موافق گئے تھے اور جناب باری
تعالی نے پہلے ہی حضرت خضر کی علم اور بزرگی کی اطلاع کردی تہی چنانچہ یہہ تمام قصہ سورہ کہف مین
رکوع واذ قال موسی لفتاہ سی لیکر رکوع ویسئلونک عن ذی القرنین تک مذکور ہے پہر جب حضرت موسے
علیہ السلام جیسے رسول جو مرسلین اولوالعزم مین سے ہی اکثرون سے زیادہ ہین آدہی قرآن کے قریب اونہین کے
ذکر سے پر ہوگا حضرت خضر کی افعال کی حقیقتہ کو نسمجہین حالانکہ حضرت خضر محققین کی نزدیک ولی ہین نبی نہین
اور اگر نبی ہی ہین تو بالاتفاق اس رتبہ کی ہرگز نہین جو رتبہ کہ حضرت موسی علیہ والسلام کو نصیب ہوا
تو حضرات شیعہ تو نہ نبی ہین نہ ولی نہ عقل و دانش ہی انکو کچہہ بہرہ چنانچہ اسلیے یہہ مثل ہی ہوگئی ہے کہ الشیعتہ
نسوان ہذہ الامتہ یعنی شیعہ اس امتہ کی عورتین ہین ایسی نادان اگر امتہ مصطفوی کے سید الاولیا کی کسی
فعل کی حقیقتہ نہ سمجہین تو کیا بعید ہے بلکہ عین مقتضار قیاس ہی کیونکہ یہہ امتہ اور امتون سے افضل اس
امتہ کی اولیا پہلے امتون کی اولیا سی افضل اور یہی نہین تو جو اس امتہ مین ایسا ہو کہ خدا اور ائمہ ہدی دونون
اوس کی تعریف کرین وہ تو بیشک پہلے امتونکی اولیا سی افضل ہوگا ایسی شخص کے افعال کے حقیقتہ تو
اگر ائمہ ہدی ہی نہ سمجہین اور ظلم و ستم کا گمان کرین تب بہی اہل عقل کے نزدیک کچہہ حرج نہین بہت ہو تو شیعونکو یہہ
تلجان ہو کہ ائمہ ہدی ہماری عقیدہ کی موافق افضل الخلایق مین ابوبکر اگر بزرگ ہی ہون تب اونسی افضل یا
اونکی برابر نہین ہوسکتے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ پہلے تم خداوند کریم اور ائمہ ہدی کی گواہی ابوبکر صدیق رض
کی بزرگی کے باب مین قبول کر لو پہر اسکا جواب بہی سنو اگر بالفرض والتقدیر ائمہ ہدی ابوبکر صدیق سے
افضل ہی ہون اور خدا کا مہاجرین کو علی العموم باقی امتہ سے صراحتہ افضل تبلانا پہر اونمین سے ابوبکر صدیق رض
کو انما ة سب سے افضل کہنا چنانچہ اول مفصل مرقوم ہوچکا تمہاری عقیدہ غلط کی موافق غلط ہو تب بہی تو کچہہ

دشوار نہین حضرت موسی ہی تو حضرت خضر سے افضل تہی پہر اونکی افعال کی حقیقتہ نہ سمجھی اور احسان کو نقصان
اور عدل کو ظلم سمجھکر ایسی مغلوب الغضب ہوئی کہ اپنی سب عہد و پیمان بہول گئی القصہ مقتضاء ایمان خدا اور
ادب ائمہ ہدی تو یون تہا کہ اگر بالفرض و التقدیر حضرت ابو بکر صدیق بظاہر ملحد و زندیق ہے شیعون کو نظر
آتی تو خدا کی گواہی اور ائمہ کے شہادۃ کی بعد جو اونکے بزرگی کی نسبتہ اول مین اور اوسط مین اس
رسالہ کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی نہ سنتے اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسی اور حضرت خضر
علیہما السلام کی قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلے طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باریتعالی نے
اس قصہ کو ایسی ہے دلون کی واسطے بیان فرمایا ہے حضرات شیعہ جیسی عقل کی دشمن اپنے کج فہمی کے باعث
خدا کی مقربون اور دوستون سے بدگمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنالین قربان جائی خدا علیم کے کتنے دور کی
سوجہتی ہے مگر آفرین ہے شیعون کی ہی عقل پر کہ اسپر ہی نہ سمجھی خیر خدا اونہین سمجھی۔ القصہ مقتضاء ایمان
و ادب تو یہہ تہا اور اگر بحکم چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہہ بات اونکو دشوار ہی
تہی تو یہہ تو شیعہ بہی خواہ مخواہ مانین ہی گے کہ قیامتہ کو بعضے گنہگارون کی اعمال بد کو حسنہ بنا دین گے
کیونکہ کلام اللہ موجود ہے دیکہو کیا فرماتی ہین الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم
حسنات یعنی مگر جسنی توبہ کی اور ایمان لایا اور اچہی عمل کیئے تو اونکی گناہونکو ہی خدا نیکیان بنا دیگا
فقط اور اگر خوردہ بینان مذہب شیعہ کو یہہ خلجان ہو کہ اس آیتہ مین جن گناہونکی نیکیان بنانے کیطرف
اشارہ ہے ظاہر مین وہی گناہ معلوم ہوتے ہین جنکا سیاق مین ذکر ہے اور وہ ظاہر ایام کفر کے گناہ ہین
سو اگر ابو بکر صدیق کا کوئی گناہ نیکی بنیگا بہی تو وہی بنیگا جو ایام جاہلیتہ کے گناہون مین کا ہوگا
ہمین تو بہت سی ایسی باتون مین کلام ہے جو بعد زمان ایمان اونسی صادر ہوئی مثلاً غصب فدک کہ وہ
بعد وفاۃ سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوات و التسلیمات اونسی ظہور مین آیا تو اسکا جواب اول تو یہہ ہے
کہ ایسا شیوہ اونہین لوگونکا کام ہے کہ جنکا دل شبہہ مین پڑا ہوا ہی اور اب تک درجہ یقین اور ایمان تک نہین
پہونچا اگر سابق مین گناہان زمانہ کفر ہے کا ذکر ہوا اور اونہین کے نسبتہ تبدیل کا یعنی نیکی بنا دینی کا اشارہ
ہو تب ہی اتنی بات ثابت ہو گئی کہ خدا کو گناہونکا نیکے بنا دینا آتا ہے پہر جب کفر کے زمانہ کی گناہونکو کہ
وہ نسبتہ گناہان ایام ایمان کے گناہ مومنین زیادہ ہے ہوتی ہین خدا کو نیکی بنا دینا آتا ہو تو ایام ایمان کے
گناہونکا نیکی بنا دینا تو سہل ہے ہوگا پہر جسکے خدا اور ائمہ ہدی تعریف فرمائین اوسکے ایمان کیا بزرگی

مین اوسی ہے شک ہو سکتا ہی جسکو خدا اور ائمہ ہدی کی بات مین شک ہو غرض حسب ایمان و صلاحیۃ عمل
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادۃ خداوندی اور بگواہی ائمہ ہدی ثابت ہو گئی تو اسبات مین کیون
تامل ہے کہ اونکی گناہ نیکیان ہو جائین اور اگر یون کہی کہ گناہونکا نیکیان بنجانا توبہ کی ساتھ معلق ہے
ابوبکر صدیق کا ہیسی معلوم ہو کہ توبہ کر کر مری ہین تو اس کا جواب اول تو یہہ ہے کہ اگر معلق ہو بہی تو گناہونکے
نیکیان بنا دینی کا وعدہ معلق ہو گا کچہہ امکان تو معلق نہین پہر جب خداوند کریم اور ائمہ دین اونکے
تعریف فرمائین تو اگر اونسی یہہ خطا ہوئی بہی تہی تب بجز اسکے اونکی تعریف اور کوئی صورۃ نہین ہو سکتے
کہ اونکی خطا کو بہی جناب باری تعالی نے نیکے بنا دیا ہو گو اونہون نی توبہ نکی ہو دوسرا جواب یہہ ہی کہ اگر توبہ
ہی پر تبدیل سئیات بحسنات موقوف ہی تو خداوند متین اور ائمہ دین کی تعریف خود اسبات کی گواہ ہے
کہ وہ توبہ کر کے اس عالم سی تشریف لیگئی نہین تو وہ قابل تعریف تو کجا البتہ لایق ہجو اور مستوجب سزا تہی
ہان اگر شیعہ یہہ گرفت کرین کہ خداوند علیم نے تو تعریف پہلی کے ہتی یہہ خطا اونسی بعد مین سرزد ہوئی تو اسکا
جواب ہماری پاس بجز اسکے کچہہ نہین کہ البتہ شیعونکا خدا ایسا ہی ہو گا جسی چار دن کے بعد کے بہی خبر نہو ہمارا
خدا عالم الغیب ہی ازل سی ابد تک سب اوسکی پیش نظر ہی اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب گمان
بد شیعہ تبری ہے ہوتی تو خداوند کریم ہرگز تعریف نہ فرماتا اوسکو کیا ضرورۃ ہتی کہ ایک غلط بات کہہ کے
آج شیعون سی شرماتا اگر خدا کی نہین مانتی تو نعوذ باللہ ائمہ ہدی تو بزعم شیعہ خدا سی بہی بڑہ کر ہین خدا
کو تو بدا بہی واقع ہوئی ائمہ کو تو بدا ہی نہین ہوتا پہر اوسپر علم ماکان اور علم مایکون اونکو حاصل اونکی تعریف کا تو
بجز اسکے کچہہ جواب ہے نہین کہ حضرت صدیق اکبر کے گناہ بہی نیکیان ہی بن گئی ہون اور یہہ بہی نہی ہم اور جواب
رکہتی ہین وہ یہہ ہے کہ روایات شیعہ اسبات کی شاہد ہین کہ ابوبکر صدیق گناہ غصب فدک سے تائب ہو کر مرے
ہین چنانچہ انشاء اللہ تعالی قریب ہی بحوالہ روایات کتب شیعہ یہہ مضمون مرقوم ہو گا کہ ابوبکر صدیق نی گو
فدک غصب کر لیا تہا لیکن پہر حضرت فاطمہ رضی عنہا ہی کی حوالہ کر دیا اور نیز یہہ بہی مرقوم ہو گا کہ حضرت فاطمہ
اونسی راضی ہو گئی اب فرمایئی توبہ اور کسی کہتی ہین اسیکا نام توبہ ہے اور اگر اسپر بہی شیعونکی دلکا کفر نجاتا
تو اوسکی اور بہی تدبیر تہی آخر شیعونکی نزدیک بہی اتنی بات مسلم تہی کہ قیامۃ کو حساب کتاب کی بعد جسکے اچہی
عمل زیادہ نکلین گے وہ جنۃ مین جائیگا جسکے بری عمل زیادہ ہونگی وہ دوزخ مین اور اگر بنظر دور اندیشی اسوقت
اس عقیدہ مین کچہہ شک بہی آجائی تو لیجی یہہ کلام اللہ کی آیت موجود ہی اور کلام اللہ مین سی عم ہے کی بدیار

کی اونمین سے ہی اول ہی کی سورتو مین کے جو شیعونکی یاد ہی نہین مثل یاد تو ضرور ہی ہونگی وہ آیۃ یہہ ہے
فاما من ثقلت موازینہ فہو فی عیشۃ راضیۃ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ وما ادراک ماھیہ نار حامیۃ یعنے
جنکے عمل تولات مین بہاری ہونگی تو وہ اچہی آرام کی زندگی مین ہونگے اور جنکے عمل ہلکی نکلینگے اونکا ٹہکانہ ہاویہ ہے اور تجکو کیا معلوم وہ کیا ہے
وہ ایک آگ ہی گرم دہکتی فقط اب تو کچہہ تکرار کی بات باقی نہین سو اس صورۃ مین خداوند علیم اور ائمہ تعلیم
جسکے تعریف فرمائین وہ اگر خطا ہمارے بہی تہا تب معلوم ہوا کہ اوسکے اچہی عمل زیادہ تہی پہر اون خطاونکے
باعث اوسنے رنجیدہ رہنا ویسا ہی ہے جیسا کسیلنے کہا ہی مدعی سست گواہ چست یا عربی کی مثل ہے
رضی الخصمان وما رضی القاضی یعنی مدعی مدعا علیہ تو راضی ہوگئی پر قاضی جی راضی نہوی خداوند کریم اور ائمہ
دین تو راضی ہو جائین پر شیعی راضی نہون اور اپنے سر ہی خاک ڈالو ابوبکر صدیق کی اچہی عملونکا زیادہ
ہونا ہی شیعونکو ناگوار ہو تو اس مین تو کچہہ دہوکا ہی نہین کہ وہ مہاجرین اولین اور مصاحبان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سی تہی سو مہاجرین اولین اور ہمراہیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کا حال آیۃ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار اور آیۃ محمد رسول اللہ الایۃ کی شرح کی ذیل
مین بیان ہو چکا ہے کہ خدا اونسی راضی ہے اور وہ خدا سی راضی اور اللہ تعالی نے اونکی لیے جنت عدن تیار
کر رکہی ہین اور اللہ نے اونسی وعدہ مغفرۃ گناہان اور وعدہ اجر عظیم کا کر لیا ہی سو اگر بالفرض والتقدیر
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گناہ ہی زیادہ تہی یا فرض کرو کہ وہ سراپا گناہ اور ہمہ تن ظلم و جفا ہے
تہی تب اس صورۃ مین جای طعن باقی نرہی کیونکہ خداوند کریم اپنی وعدہ کا سچا اور بات کا پکا ہے
مثل حضرات شیعہ نہین جنکے دین کی بات تو مین بہی جہل ہے دنیا کا تو کیا ذکر سو ہمکو یقین ہے کہ خدا اونسی
راضی ہے گو شیعہ ناراض ہون وہ ناراض ہونگی خدا کو ناراض اور اہل بیت کو رنجیدہ دیکہینگے کیونکہ
اہل بیت تو ایسی نہین کہ گوشہ عنایۃ خداوندی کیطرف کو دیکہین پہر اوسطرف کو نہ جہکین بلکہ اونکے
سعادۃ ازلی اور ہدایۃ لم یزلی سی یون یقین کامل ہے کہ اگر بفرض محال حسب مقال شیعہ ابوبکر صدیق نے
کچہہ اونپر ظلم اور تعدی بہی کی ہو تب اپنی حقوق سی درگذرین اور بلحاظ رضاء خداوندی حسب مثل مشہور
ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است ❊ اپنی اوپر جفا کو وفا سمجہین نقل مشہور ہے جد بہر رب دہر سب اوداہل
بیت اپنی حقوق سی آپہی درگذرینگی اور کیا راضی ہونگی خداوند کریم جب راضی ہوگا سب کو راضی کر دیگا آخر
کلام اللہ مین موجود ہی ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی خداوند کریم بعد جنت مین

کی حق مین فرماتی ہین ور نکال ڈالی ہمنی جو کچھہ اونکی دلونمین رنج تہی بہائی ہوگئی تختون پر بیٹہی ہوئی فقط اس سے
صاف معلوم ہوگیا کہ بعضی جنتی ایسی بہی ہونگی کہ اونکی باہم دنیا مین رنج و عداوتین تہی پر جب خداوند کریم اونکو
جنت مین داخل کریگا اون رنجون کو اونکی دلونسی نکال ڈالیگا سو اسیطرح یہان بہی تصور فرمالینا چاہیے
آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بشہادۃ کلام خدا اور کلام ائمہ ہدی شیعون کو جبراً کرہاً تسلیم کرنا
تو پڑا ہی اور اہلبیت کی جنتی ہونیکا پہلے ہی سنیون شیعون کو باتفاق یقین ہے اور اگر شیعہ سنیون کی
ضد مین اونکی جنتی ہونیمین کلام کرنے لگین تو اونکی ہٹ دہرمی سی کچھہ بعید بہی نہین غرض جب دونون فریق
جنتی ہوئی تو اونکی کینی اور عداوتین خداوند کریم آپ نکال دیگا اور اگر با اینہمہ فہمایش بلیغ متبعان عبداللہ
بن سبا کو کچھہ اثر نہو اور جیسی سامری کی ایک کرشمی پر بنی اسرائیل بہک گئی اور حضرت موسی علیہ السلام کے ہزار
معجزون پر بہی ڈہیٹ راہ پر نہ آئی اوس دغاباز کے سحر نے سر دیا پر ایسی جمین کہ ہیران دلائل محکم اور مستحکم
سی بہی اوکہڑ جائین تو جیسی حضرت موسی علیہ السلام نے دستاویز ضلالۃ آمیز سامری کو باطل کر دیا یعنی اوس
سونیکی بچہڑیکو جو بہ برکت خاک پائی حضرت جبرئیل علیہ السلام بولنے لگا تہا اور بنی اسرائیل اوسی پوجنی لگی تہی حضرت
موسی علیہ السلام نے جلا کر دریا مین ریزہ ریزہ کر کے بکہیر دیا تاکہ ہر کس و ناکس سمجہہ جائے کہ اگر یہہ معبود بحق
اور خدا برحق ہوتا تو بندونکی ہاتونسی یون کیون ذلیل ہوتا اسیطرح مین بہی جلکہا محبۃ نمائی مولوی عمار علی
صاحب کو کہ ہو بہو طرز و انداز مین عبداللہ بن سبا ثانی اور دغا ہائی تازہ کی بانی مبانی ہین بلکہ انکی حجتین اوسے
سرگروہ شقاوۃ پژوہ کی تراشی ہوئی باتین ہین اور اوسی کے پرانی خرافاتین ہین سو ان دلائل قاطعہ سے قطع کر کے
مولویصاحب کے ہاتھہ کاٹی دیتا ہون تاکہ ہر کوئی جان جائی کہ سخنان پریشان مولویصاحب اگر قابل پذیرائی
اہل انصاف ہوتی تو یون مثل گوز شتر ہوا کی سہاری نہ اوڑ جاتی سو گوش گذاران مولوی صاحب کو یہہ
بات یاد رہی کہ دربارہ غصب فدک جو کچھہ مولوی صاحب نے مکاری کرکے زیب رقم فرمایا ہی بزعم خود بہت ہی چالاکی
کی تہی لیکن جنکا خدا حافظ ہو اونکو ایسی دہوکونسی کیا اندیشہ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان پر ہان
ایسی عقل کی اندہی جیسی گستاخی معاف بلا زمان مولویصاحب البتہ اس جال مین پہنس جاتی ہین تفصیل اس اجمال کی
یہہ ہے مولویصاحب اپنی نامہ موسومہ میر نادر علیصاحب ہین کہ مثل نامہ سیاہ مولویصاحب کی خوبی کا اوسمین
نام و نشان نہین یون رقم فرماتی ہین کہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور مین اور شیخ علی متقی نے کنز العمال
مین اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند مین اور صاحب معارج النبوۃ نے اور سوا اسکے اور علما اہل سنت نے

روایة کی ہی کہ جسوقت نازل ہوی آیة وآت ذالقربی حقہ یعنی دی تو ای محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریبونکو
حق اونکا تو اوسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچہا کہ قریب میری کون ہین اور حق انکا
کیا ہی جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہاری فاطمہ ہی اور حق اوسکا فدک ہی فدک اوسکو دیدو اوسوقت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علما کی ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تہی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی
اور ابو بکر خلیفہ ہوئی تو فدک کو فاطمہ سے چہین لیا اور اونکا قبضہ اوٹہا دیا اب فرمائیے کہ یہہ غصب نہین تو
کیا ہی اتنہی یہانتک مولویصاحب کی عبارت تہی اب ہماری سنیے کہ یہہ اعتراض غصب فدک ایک پرانی بات
ہی کچہہ ملا زمان مولویصاحب ہی کو نہین سوجہی ساری شیعہ اسی ہی گاتی رہی ہین القصہ مولویصاحب وہی
پرانی قی چاٹتی ہین جو اگلی اگلتی چلی آئی ہین پر افسوس یہہ ہے کہ ابتدا مین کسی نے یہہ دروغ بیفروغ اگر
زبان سے نکالا تہا تو نکالا تہا جبتک علماء اہل سنة کو اسکی خبر ہی نتہی لیکن جسوقت علماء اہل سنة نے
جوابات دندان شکن سے شیعونکی دانت توڑدی ہون تب تو غیرت کی بات یہہ تہی کہ اس بات کو مونہہ پر بہی نلاتی
اگر صواقع اور صواعق کمیاب تہی تو بفضلہ تعالی تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ
اور منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مناظر بی بدل مولوی حیدر علی سلمہ کہ علماء لکہنو بہی انکی سامنی بول
گئی ہین کثرة سے موجود ہین اونمین اس دروغ بیفروغ کی جو کچہہ جواب لکہی ہین پہلے اونکو رد کرنا تہا جب کہین
اس بات کو زبان پر لانا تہا کیا اگر شرم خدا سے نہتی غیرة دنیاوی کو بہی طاق مین اوٹہا دہرا کیسا ہی کوئی نامعقول
کیون نہو پر اپنی بات کا جواب معقول سنکر ایکدفعہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہی ہان نامرد بیحیا کا یہہ کام ہے کہ
اگر دلاوران شجاعة نژاد کسی نا سزا کی سزا مین کچہہ سرزنش کرتی ہین اور ہاتہہ پانو سی معقول کرتی ہین
تو وہ چونکہ ہاتہہ پائی سے مارا ہوا ہوتا ہی اپنی زبان چلانی سے باز نہین آتا اور اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ
گائی جایا کرتا ہی مثل مشہور ہی مردکی ہاتہہ چلین نامرد کی زبان سو یہی وتیرہ حضرات شیعہ کا ہی کہ اہل سنة
کی جوابات دندان شکن سن کر بہی مونہہ بند نہین کرتے اور وہی بکی جاتی ہین اس موقع مین مناسب تو یون
تہا کہ ہم ہی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتی لیکن چونکہ مولوی عمار علیصاحب نے اپنی عندیہ مین میدان خالی دیکہکر
یہہ ہاتہہ پانو ہلائے ہین تو ہمکو بہی لازم ہی کہ اونکو اونکی حقیقة دیکہلا دیجی سو عرض یہہ ہی کہ ملا زمان مولویصاحب
کو تو کلام اللہ نہ یاد ہی نہ یاد ہوا اگر یقین نہو تو کوئی صاحب بہی پوچہہ دیکہین کہ یہہ آیة کونسی سیپارہ مین ہے

بالجملہ اگر مولوی صاحب اور ہم مذہبان مولوی صاحب کو کلام اللہ یاد ہوتا تو اس آیۃ کو فدک کی باب مین باہر
ہی نلاتی بلکہ اگر ہم ہی کہتی جب ہی نمانتی وجہ اس سخن کی یہہ ہی کہ یہہ آیۃ کل دو جا کلام اللہ مین آئی ہی
ایک سورہ بنی اسرائیل مین دوسری سورہ روم مین سو دونون کی دونون خیر سی مکہ مین نازل ہوئین تہے
علما تو اسبات کو جانتی ہی ہین پر عوام کی تفہیم اور تسکین کے لیے اتنا اشارہ بہت ہی کہ دنیا مین ہزارون کلام اللہ
موجود ہین کہول کر دیکہہ لین ان دونون سورتونکی اول مین مکیۃ لکہا ہوا ہوگا اور اگر کوئی اولٹی کا سمجہہ
کر مصاحف کا باین وجہ اعتبار نکری کہ کلام تو سنیون ہی کے ہی کہیگا تو لیجی شیعون ہی کی گواہی موجود ہے
طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین لکہا ہی سورۃ الروم مکیۃ الا قولہ فسبحان اللہ الخ یعنی علامہ طبرسی جسکی حوالہ سے
یہہ مذکور ہوگا کہ جب آیۃ فآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ
عطا فرمایا وہی تفسیر مجمع البیان مین رقم فرماتی ہین کہ سورہ روم سوا آیۃ فسبحان اللہ الخ سب مکے ہی اب کوئی
مولوی صاحب سی پوچہی کہ مکہ مین فدک کہان تہا فدک تو ہجرۃ سی چہٹی ساتوین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قبضہ مین آیا تہا اس صورۃ مین تو سنیونکی معتبر کتابونمین ہی اگر تصریح یون لکہہ دیتی کہ یہہ آیۃ بعد
خیبر کے فتح کی نازل ہوی ہی تب ہی اعتبار نکرنا تہا بالجملہ پیشوایان مذہب شیعہ نی بات تو بنائی تہی لیکن کیا کرین
کلیہ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد تقدیر سی چوک گئی باقی کسیکو یہہ شبہ ہو کہ مکی اسی ہی کہتی ہین کہ مکہ معظمہ یا نواح
مکہ معظمہ مین نازل ہوی ہو خواہ قبل ہجرۃ ہو یا بعد ہجرۃ سو ہو سکتی ہی کہ غزوہ فتح مین مثلا یہہ سورتین نازل ہوی
ہون اور اس سبب انکو مکی کہتی ہون تو اسکا جواب یہہ ہی کہ اول تو سورہ بنی اسرائیل کی اس آیۃ ولا تجہر بصلاتک الخ
اور سورہ روم کی پہلی آیۃ کی شان نزول خود اسبات پر شاہد ہی کہ انکا نزول ہجرۃ سی پیشتر ہی علاوہ برین
مولوی دلدار علی صاحب رسالہ ضیغمیہ مین سنیونکی اس استدلال پر کہ آیۃ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم حرمۃ
متعہ پر دلالت کرتی ہی جو اعتراض کرتے ہین تو یہہ کہتے ہین کہ یہہ آیۃ مکی ہی سو یہہ اعتراض جبہی وارد ہو سکتا ہے
کہ مکی مدنی سی یہی مشہور اصطلاح مراد ہو یعنی مکی وہ ہی جو قبل ہجرۃ نازل ہوئی ہو اور مدنی وہ جو بعد ہجرۃ نازل ہوئی ہو اور
مولوی دلدار علی صاحب سب اسباب مین ہماری موافق ہون مگر ظاہر ہے کہ اس صورۃ مین آیۃ و آت ذا القربی کی
تفسیر جو مولوی عمار علی صاحب اور رسوا او نکی اور شیعہ کرتے ہین سراسر غلط ہوگی ماسوا اسکی اہل فہم و دانش
سی یہہ التماس ہے کہ خدارا میری رو رعایۃ نکرین پر انصاف کرنا ہی تو کچہہ اہل بیت پر ظلم کے برابر نہین جو
اتنا پرہیز ہے کیا ذا القربی کی یہی معنی ہین اور حقہ کا یہی ترجمہ ہے جو اس دو آیۃ مین مذکور ہے بہلا سنیونکو اول تو

پاس ایمان دوسری یہہ خبر بہی ہی کہ یہہ روایہ مساختہ وپرداختہ حضرات شیعہ ہی جیسی یہودی نصرانی ہنود عربی
خوان کہ نہ اونکو یہہ خبر ہے کہ یہہ خبر سراسر غلط ہی اور نہ کچہہ پاس عزة وعظمة رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ
وسلم اگر اس آیہ کو دیکہین گے تو کیا کہین گے سو بدولة عنایات حضرات شیعہ بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ دشمنان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تہمة دینا طلبی اور حیلہ پردازی متہم کرکے یون کہین کہ یہہ خبر جبرئیل کا حوالہ فقط
اسلیے گہڑ لیا تہا کہ اپنی بیٹی کے دینی مین کوئی تکرار نکری ورنہ کلام اللہ کی الفاظ سی اس تفسیر کو کچہہ مساس نہین
ذا القربی ایک لفظ کلی ہے بمعنی قریب فقط حضرت فاطمہ مین کیونکر منحصر ہوجائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
قرابتی کچہہ ایک دو نہی ہزارون تہی خاص کر حضرت زینب اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم جو شہادہ قرآن
اور اصح الکتب شیعہ کافی کلینی قرابة مین حضرت فاطمہ ہے کی برابر تہین کچہہ کم نتہین چنانچہ سند اسکا اوپر قوم ہو چکی
اور اگر یون کہی کہ یہہ دونون صاحبزادیان اس آیہ کے نزول سی پہلے وفاة پاچکی تہین تو یہہ تو غلط کیونکہ
پہر بہی ہی اور ادن دونون کا مدینہ مین انتقال ہوا اور سلمنا حضرت علی اور حضرت عباس اور حسنین اور
حضرت جعفر وغیرہ تو فدک کے قبضہ مین آنی کے وقت موجود تہی اور یہہ سب باتفاق عالم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قرابتی ہین تو اس صورة مین حضرت فاطمہ کو حق کیا دیا اور سب قرابتیونکا حق تلف کردیا اور
اگر ہمارا یقین نہو تو ان معنونکی تصدیق کریبے ہم مولوی صاحب یعنی مولوی عمار علی صاحب کو ہی شاہد لاتی ہین دیکہو
یہی وہ خود اس آیہ کی معنی یہی لکہتی ہین کہ دی تو ای محمد قریبونکو حق ادنکا دوسری حقہ کی تفسیر مین فدک کا
کہنا بعینہ ایسا ہی مہمل جواب ہی جیسا کسی نے اپنا نام ہجون سی بتلایا تہا ف زبر عف غ ث زبر غف میرا نام
محمد یوسف بہلا ایسی بیچ پوچ باتین اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف نسبة کرنے مین انہین اتنا ہی خیال نہین
اتاکہ ہمین کیسنے کہہ لیا تو کہہ لیا پر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی کیا کہی گا شاید ان افترا
پردازیون سی یہہ غرض ہو کہ ہمسی اگر خدا اور رسول کی موافق نہین ہوا جاتا تا او جتنا ہوسکی خدا اور
رسول ہی کو اپنی موافق کرلین سبحان اللہ ان تیرہ دردنسی یہہ تو نہوا اگر اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو آب وتاب دین اور ظاہر کر دیکہلائین پر ایسی باتین کرکے دونون کو چہپا لیا بلکہ
ایسی باتین تراشین کہ جنکو سنکر نادو قفونکی تو ایک دفعہ کو کان کہڑے ہوجائین اور جی مین متردد ہون کہ
یہہ بلاغة اور فصاحة کلام اللہ شہرہ اسی خوبی پر ہی تو بلاغة اور فصاحة معلوم اس چیستان لا حل کو اپنے
سی کیا حاصل تہا اگر وآت فاطمہ فدک فرمادیتی تو لفظ مختصر اور معنی واضح ہوجاتی ہان اگر اس آیہ کی نازل

ہونی سی پہلی ہبہ یا ہبہ وغیرہ سی حضرت فاطمہ زہرا کی ملکیۃ فدک مین ثابت ہوجاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی اوسکی دینی مین کسیوجہ سی نعوذ باللہ کچہہ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورۃ مین فدک کی جگہہ حقہ کہنا موقع ہی تہا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی چیز خاص دبالیتا ہی تو اوسکو کہا کرتے ہین کہ فلانی کا حق دیدو القصہ جہان مخاطب کی پاس کوئی کسیکے خاص چیز دبی ہوتی ہی یا کسیکے ذمہ کوئی حق معلوم ہوتا ہے تو وہان البتہ اوس چیز کا یا اوس حق کا لفظ حقہ سی تعبیر کرنا بجای خود ہوتا ہے چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہین کم فہم نسمجہین تو بلا سی نسمجہین سو اگر مولویصاحب کا کہنا سچ ہی ہو اور پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یہہ احتمال محال ہو ہی سکے تب بہی کام نہین چلتا کیونکہ اس صورۃ مین لازم آتا ہی کہ فدک اس آیۃ کی نازل ہونیسی پہلے حضرت فاطمہ کی ملک مین ہو حالانکہ یہہ بات خلاف مزعوم شیعہ ہی کیونکہ یہہ کی اعتقاد ہے تو شیعونکو ہی انکار ہی باقی رہا ہبہ سو وہ اونکی اعتقاد موافق بعد نزول اس آیۃ ہی کے واقع ہوا اسلیئے کہ وہ اس آیۃ ہی کو قبالہ ہبہ سمجہتے ہین چنانچہ اس آیۃ مذکورہ سی صاف ظاہر ہی اور ظاہر ہی کہ شی موہوب قبل از ہبہ واہب ہی کے ملک مین ہوتی ہی تو پہر فدک کو حقہ کی تفسیر مین کہنا روایۃ کی بنانی والی کی کمال خوش فہمی پر دلالہ کرتا ہی کسینے سچ کہا ہی عیب کرنیکو ہنر چاہی اور اگر ہم بپاس خاطر حضرات شیعہ مولوی صاحب کے بات کی بنانی کی لیی موافق نقل مشہور دروغ گوے را حافظہ نباشد کی ہم بہی یون کہنے لگین کہ ہان سچ ہی یہہ روایۃ سچی ہی اور ذا القربی سی مراد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا اور حقہ کی معنی فدک ہی ہین تو مولویصاحب اسکا کیا جواب دینگی کہ اس صورۃ مین جہان کہین کلام اللہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقربا کا ذکر بلفظ ذا القربی ہوگا تو لازم ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہون اور جب یہہ قرار پایا تو بعد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کسی اور کو بنی ہاشم مین سی خمس کا حصہ لینا درست نہو اور وجہ اس نادرستی کی درصورۃ مرقومہ یہہ ہے

کہ آیۃ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل کا یہہ ترجمہ ہے اور جان رکہو کہ جو کچہہ تم غنیمت لاؤ کچہہ چیز سو اللہ کی واسطی ہی اوسمین سی پانچوان حصہ اور رسول کی واسطی اور قرابۃ والی کی واسطی اور محتاج کے لیے اور مسافر کے لیے فقط اب یہہ خمس کے تقسیم جو اس آیۃ مین مذکور ہی ہماری تمہاری مقرر کی ہوئی نہین خدا کی مقرر کی ہوئی ہے اسمین کمی بیشی مسلمانونسی تو ہو ہی نہین سکتی پہر جب کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ٹہرین تو بعد اونکی اور کسیکو اولاد مین سی یا بنی ہاشم مین سے اونکی خمس مین سی لینا درست نہو حالانکہ مذہب شیعہ اس باب مین یہہ ہے کہ نصف خمس امام وقت کا اور نصف باقی

صد ١٨٨

تیامی اور مساکین اور ابن سبیل کی لیئی اور ظاہر ہی کہ امام شیعون کی نزدیک سوا ر دوازدہ ائمہ کے اور
کوئی نہین سو وہ سب کے سب باتفاق شیعہ معصوم ہین سو شیعونکی تقسیم کی موافق جو کچھہ حضرت علی نے اپنی خلافت
مین خمس مین سی لیا یا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ لینگے بقول روایہ مرقومہ بالا ظلم اور حرام ہوگا اور
اگر کوئی شیعہ مذہب جودۂ طبع کو کار فرما کر یون کہین کہ ہر چند ذوالقربی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی ہین
اور خمس اصل مین اونہین کی لئی ہے لیکن ائمہ کو بوجہ میراث خمس کا لینا جائز ہے تو میری یہہ عرض ہے
کہ اول تو میراث بقدر حصہ وارث چاہئی سو کیا بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اماموں کی وقت مین سوا امامونکی
سادات مین سی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا اور کوئی وارث ہی نتہا جو نصف خمس سارا کا سارا امام
کے لیئے تجویز ہوا اور مسلمنا کہ حضرت زہرا کی مال کی وراثت انہین اشخاص معدودہ کی لیئے ہی لیکن جو چیز کہ حضرت
امیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی زمانہ مین غنیمت آئی یا آئی گی وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہے
ہی نہین مالک ہونی کی لیئے حیاۃ ضروریات ہی تو اس صورۃ مین اول تو خداوند علیم حکیم کے اس فرمانی کے کیا معنی
ہون کہ جو کچھہ غنیمۃ لاؤ اوسکا خمس ذوالقربی یعنی حضرت فاطمہ اور تیامی وغیرہ کی لیئی ہی دوسری جب وہ حضرت
فاطمہ کے ملک ہی نہوی تو بوجہ وراثۃ اماموں نے کیون لیا اور پھر یہی نسہی خمس وراثۃ مین نہ آیا ہو بلکہ
استحقاق خمس وراثۃ مین نہ آیا ہو لیکن یہہ کیا انصاف ہی کہ ذوالقربی یعنی حضرت فاطمہ کا استحقاق خمس تو بطور
وراثۃ اولاد مین منتقل ہوجائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی یتیمون اور مساکین اور مسافرونکا
کا استحقاق خمس بطور وراثۃ اونکی اولاد مین منتقل نہو اگر یہی توریث ہی تو اوس زمانہ کی یتامی اور
مساکین اور ابناء سبیل کی اولاد ہی ہر چہ باد اباد یتیم ہون کہ نہون اور مساکین ہون کہ غنی مسافر ہون
یا مقیم مصرف خمس ہون اور امامونکی زمانہ کی یتیم اور مسکین اور ابناء سبیل کو اوسمین سی دینا درست نہو
وہ یون ہی خاک پھانکتی پھرین معہذا جو سخن شناس ہین وہ اس لفظ فات ذالقربی حقہ سی یون سمجھتی
ہین کہ جناب باری کا حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یون ارشاد ہوا ہی کہ ذوالقربی
کا حق پورا پورا ادا کرد و سو اگر ذوالقربی حضرت فاطمہ ہوئین اور اونکا حق فدک ٹھہرا تو اس صورۃ مین
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
سی تو ادا ہوگئی باقی جو کچھہ بچا اور جو کچھہ سوا اسکے بطور فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ مین
آیا یا اسکی بعد غنیمتوں مین سے خمس مین آیا یا اس سے پہلے غنیمۃ مین سی خمس مین آیا تھا یا سوا اسکی جو کچھہ اس

(۱۸۹)

ایة کا مقسوم قرار دیجی وہ سب مساکین اور ابن سبیل کا رہا اور ظاہر ہے کہ فدک اس قدر مجموعہ کے ساتھ
ہزار دین کی حصہ کی نسبتہ بہی نہین رکہتی سو موافق گفتار شیعان قدر شناسی عالم بالاعلوم اس تقسیم مین
خدا سی بہی بڑی افراط تفریط ہوی کہ حضرت فاطمہ سیدة النساء جگر گوشہ سید المرسلین صلوات اللہ
علیہ و علی آلہ اجمعین کے لیے تو فقط فدک اور باقی ساری دولة اغیار کے لیے اگر دنیا سے بچانا تھا تو اسقدر
کی بہی کچہہ ضرورة نہ تہی قوة لایموت تو فدک سی پہلے بھی ملی تہا نعوذ باللہ منہا خداوند کریم عادل کجا
اور یہہ تقسیم ناموزون کجا یہہ بعینہ ایسی ہی تقسیم ہی جیسا کہ مشہور ہے از صحن خانہ تا لب بام از آن من
وز بام کاخ تا بہ ثریا از آن تو سنیونکی طور پر تو اس تقسیم کے جواز کے ایک صورة بہی ہے وہ کہہ سکتی ہین
کہ خدا کی شان وہی ہے جیسی کلام اللہ مین ہی ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ یرزق من یشاء
لیکن شیعہ تو خداوند احکم الحاکمین کے ذمہ عدل بمعنی معلوم ایسی امور مین واجب بتلاتی ہین سو بڑے
حیف کی بات ہی کہ نعوذ باللہ خدا ہو کر ایسی ناانصافی کہ زیادہ استحقاق والونکو کم اور کم استحقاق والونکو
زیادہ اور اگر کوئی صاحب یون ارشاد فرمائین کہ یہہ روایة سنیونکی کتابونکی حوالونسی مولوی صاحب نے
بیان فرمائی ہی اگر غلط ہو تو شیعونکو کیا نقصان سنیونکے الزام کی لیئے اتنا ہی بہت ہی کہ اونکی کتابونمین
یہہ روایة موجود ہی تو اسکا جواب ہمسی سنیی اول تو یہی غلط کہ روایت شیعونکی نہین کیونکہ مجمع
البیان طبرسی مین حضرت ابو سعید خدری اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق کی حوالہ سے
یہہ روایة موجود ہے کہ جب یہہ ایة نازل ہوی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا
فرمایا اور اوسکو اونکی سپرد کر دیا باقی رہا یہہ سنیونکی کتابون مین یہہ روایة پائی جاتی ہے تو اسکا جواب
معقول ہمسی سنیی جناب من یہہ روایة سراسر دروغ ساختہ پرداختہ حضرات شیعہ ہی چنانچہ تقریر ماسبق مین
بخوبی اسبات کی تحقیق مندرج ہو چکی ہے لیکن مزید تسکین کے لیئے اتنا اور بھی سنیی کہ سنی اول تو ایسی بے
عقل نہین کہ جہوٹ سچ کی تمیز اونکو نہ آتی ہو تسپر کلام اللہ کی حرف حرف کی اکثر سنی حافظ اور حافظ اونکو
ہر آیة کی سیاق سباق پر نظر رہتی ہی اور ایک مضمون کی جتنی آیتین ہوتی ہین اون سبکی خبر رکہتی ہین جیسی شیعہ
بسبب اپنی تیرہ درونی اور کج عقلی اور کلام اللہ کے محفوظ نہونی اور موقع استدلال کے سیاق سباق کے
یاد نہونی کے باعث صحیح مطلب کی جگہ غلط سمجھہ جاتی ہین سنی غلط نہین سمجہہ سکتی کیونکہ وہ بفضلہ تعالی ان
عیوب سے پاک ہین بلکہ جیسے کسوٹی پر چاندی سونی کو لگا کر کہرا کہوٹا پرکہہ لیتی ہین سنی روایات کو کلام اللہ

پر مطابق کرکے صحیح ضعیف کو دریافت کرلیتی ہین سو وہ کیونکر ایسی روایت بیسند کو کہ قطع نظر بی سند
ہونی کی اس آیۃ کا سیاق اور سباق بلکہ خود اوس روایۃ کے لفظ اور معنی اوسکی غلط ہونی کی گواہ ہون
اپنی کتب مین درج کرین یہہ سب مقتدایان شیعہ کے چالاکی ہے تا عوام اہل سنۃ کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ
مستقیم سی برطرف کردین اول سیاق سباق آیۃ کی مخالفۃ تفسیر مذکور سی گوش گذار اہل انصاف ہی خدا را
غور سی سنین مین نہین کہتا کہ میری رو و رعایۃ کرین ہان البتہ انصاف کا خواہان ہون سورہ بنی
اسرائیل مین دوسری رکوع وقضی ربک سی لیکر مابعد تک آیۃ وآت ذا القربی حقہ کے ملاحظہ فرماکر دیکہین کہ حروف
خطاب سے مقصود حضرۃ نفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین یا تمام امۃ سے اہل فہم جانتی ہین کہ مقصود
خطاب سے تمام امۃ کا خطاب ہی کیونکہ لاتعبدوا اور ربکم اعلم بما فی نفوسکم الخ اور لاتقتلوا اولادکم
وغیرہ مین تو ضمائر جمع ہی کی ہین باقی رہا اما یبلغن عندک الکبر وآت ذا القربی وغیرہ مین ہرچند بظاہر
بوجہ وحدۃ خطاب اور بقرینہ وقضی ربک جسمین ظاہرا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب معلوم
ہوتا ہی یون معلوم ہوتا ہے کہ وآت ذا القربی وغیرہ مین خطاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
طرف ہی مگر نظر بعموم حکم و بلحاظ قرینہ لاتعبدوا وغیرہ یون معلوم ہوتا ہی کہ یہہ خطاب ہر شخص کے لئی ہے اور اسکا
مخاطب ہر عام و خاص ہی اسمین اور لاتعبدوا مین اگر فرق ہی تو یہی ہی کہ وہان یعنی لاتعبدوا وغیرہ
مین مخاطب متعدد پر خطاب ایک اور یہان دونون متعدد ہین جتنی مخاطب ووتنی ہی خطاب ہی یہہ بات کہ
بقرینہ وقضی ربک خطاب بجانب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام وعلی آلہ الکرام معلوم ہوتا ہی تو
اسکا جواب یہہ ہی کہ جملہ وقضی ربک اس امر کے لیے جبھی قرینہ ہوسکتا ہی کہ جملہ وآت ذا القربی وغیرہ اوپر معطوف
ہون سو اسبات کو اہل معانی و بیان سی دریافت کرنا چاہیئی کہ انشا کا عطف خبر پر اور ماضی کا عطف امر
پر درست ہی کہ نہین حق یہی ہے کہ جملہ وآت ذا القربی اگر معطوف ہی تو لاتعبدوا پر معطوف ہی اور اگر یون
کہی کہ وقضی ربک اگرچہ بظاہر خبر ہے پر حقیقۃ مین بمعنی امر ہے قرینہ لاتعبدوا موجود ہے تو اسکا جواب یہہ ہے
کہ اس صورۃ مین بھی لاتعبدوا کا قرینہ اس بات پر بہی شاہد ہے کہ اگر یہہ جملہ خبر بمعنی امر ہے تو خطاب بھی عام ہے
ہان یہہ بات اس صورۃ مین قابل استفسار ہے کہ جب دونون جا مین مخاطب تمام امۃ ہی تہی تو نظم و نسق عبارۃ
یون مختلف کیون ہوا یا دونون جا مین ضمیر جمع ہوتی یا دونون جگہ ضمیر واحد آتی سو وجہ اس تغیر و تبدیل
کی بظاہر یہہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی حکم احکام متعددہ مین سی جو ایک ساتھ صادر فرمائی جائین ہر بندہ اور

احکام کی زیادہ تر عظیم الشان ہوتا ہی یا بنسبت کسی حکم خاص کے مخاطبون کی طرف سے تقاعد اور تکاسل کا
گمان ہوتا ہے تو ایسی صورۃ مین حکام والا شان بنظر مزید تاکید ہر ہر فرد بشر کے طرف خطاب کی حکم کیا کرتی
ہین سو یہان بھی باین لحاظ کہ شرک کی برائی اور بر والدین کے بھلائی ہر عاقل کی عقل مین خود بخود جمی ہوئی ہے
اسکی ضرورۃ نہ دیکھی کہ بتہدید منع فرمائین اور بتاکید راہ پر لائین فقط تقدیم ذکر ہے پر کہ یہہ بہی ایک قسم کی
تاکید ہی اکتفا فرمایا ہان ادا ر حقوق ذوی القربی علی ہذا القیاس لحاظ صرف بیجا مین اکثر بشر قاصر اور غافل
نظر آئی مناسب مقام یہہ ہوا کہ زیادہ تر اہتمام کیا جای علاوہ برین امر و نہی در بارۂ توحید و شرک سے یہہ
مطلب ہوتا ہے کہ خالق سی کیونکر معاملہ رکہنا چاہیے ادہر اوامر ادا ر حقوق اہل حقوق اور نواہی اسراف
تبذیری یہہ غرض ہوتی ہی کہ خلایق کے ساتہہ کیونکر رہنا چاہیی غرض معاملات کی دو قسمین ہین ایک خالق کی ساتہہ
ایک مخلوق کی ساتہہ علی ہذا القیاس اوامر و نواہی بھی منقسم بدو قسم ہین اصلاح معاملات منظور ہے اور
ہر معاملہ دو ہی شخصو نسی تمام ہوتا ہے سو معاملہ خالق مین تو تمام مخلوق برابر ہین ایک ہی خالق اور پھر سبکے
ساتہہ ایک ہی نسبت اسلیئے ادسکو تو ایک ہی معاملہ تصور کیجی اور معاملہ مخلوق مین ہر شخص کا حال جدا ایکہ اول
تو ہر ایک کے اقربا جدی پھر اقربا مین سی بھی ہر شخص سے جدی قرابۃ اسلیئے ہر قرابتی کے ساتہہ ایک جدا ہی معاملہ ہوگا جب
یہہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ اول صورۃ مین تو بلحاظ وحدۃ معاملہ ایک ہی خطاب مناسب ہے اور صورۃ
ثانی مین بنظر تعدد معاملہ خطاب بھی جدا جدا چاہیی اور اگر اب بھی کسی کے دل سی خلجان نجای تو بہر بجز اسکی اور کیا
کہا جای کہ یہہ تعصب بیجا ہی مگر تاہم ہمارا مطلب کہیں نگیا اگر خطاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے
طرف ہو گا تب ہی صحیح یہہ ہی کہ مخاطب ساری ہی امتہ رہی گی وجہ اسکی یہہ ہے کہ اما یبلغن عندک الکبر احدہما اُخ
کی معنی بھی ہین اگر پہونچ جائین تیرے سامنی بڑہاپی کو مان باپ مین سی ایک یا دونون تو نہ کہہ اونکو ہون
اور نہ جہڑک اونکو اور کہہ اونکو بات ادب کی الیٰ فقط اب مین پوچہتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد
چالیس برس کے کلام اللہ نازل ہونا شروع ہوا اور والدین آپ کی چہٹپن ہی مین گذر گئی تہی پھر جو آپکو
یہہ حکم سنایا گیا تو بجز اسکی اور بھی کچھہ معنی ہین کہ امتیونکو سنا سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
باتین کرتے ہین سو اسیطرح لفظ آت ذا القربی کو سمجھنا چاہیے اور بیشتر اس قسم کی خطاب کسب سے بڑیکو
مونہہ پر دہر لینا وہان کیا کرتے ہین کہ کسی وجہ سی اوس کام کا زیادہ تر اہتمام ہو اور عوام کی طرف سے
اوسمین کسیطرح کا تقاعد ظہور مین آیا ہو یا تقاعد کا گمان ہو تو ایسی مین بڑی محبوبون اور مقربون

اور افسرون کو ہو بہو پڑہ کے کہا کرتے ہین تاکہ سب سمجہہ جائین کہ جب ایسی محبوب اور مقرب کو اس حکم کی یہہ
تاکیدین ہین تو ہمارا تو کیا ذکر ہے ہمکو بدرجہ اولی اوس حکم کی رعایت چاہیے بالجملہ اما یبلغن کے قرینہ سے مثل
آفتاب روشن ہی کہ گو مخاطب خاص ہے پر خطاب عام ہے چنانچہ لا تبذر تبذیرا بہی فی الجملہ اسکے طرف اشارہ
کرے ہے کیونکہ تبذیر سے منع کرنا کچہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ساتہہ مخصوص نہین اور نیز یہہ بات
بہی قرینہ مذکورہ سے واضح ہوگئی کہ ماں باپ بہی ذا القربے مین داخل ہین بلکہ اس آیۃ مین زیادہ تر لحاظ
اونہین کیطرف ہے لیکن خطاب عام جبہی ہو سکتا ہی کہ لفظ حقہ سے مطلقا صلہ رحمی مراد ہو چنانچہ ظاہر اور متبادر
بہی یہی ہے ورنہ حقہ کا مصداق اگر فدک ہی ہو تو پہر کس کس مومن مسلمان کے پاس فدک ہی جو اقربا کے حوالہ
کرے بالجملہ سیاق سباق آیۃ آت ذا القربے الخ مندرجہ سورہ بنی اسرائیل تو بشہادۃ وجوہ مذکورہ اس تفسیر
سے انکار کرتا ہے علی ہذا القیاس سورہ روم کو خیال فرمایئے کیونکہ اللہ یبسط الرزق سے لفظ آت ذا القربے
کی مابعد تک اگر بغور تامل کیا جائے تو صاف واضح ہو جاوے کہ یہان بہی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہین لیکن خطاب عام ہے کیونکہ پہلے تو یہ مضمون ہی کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہی روزی فراخ دی جسپر
چاہی تنگ کردی اہی پر تفریع کرکے فرماتی ہین کہ تو قرابتیون اور مسکینون اور مسافرون کو اونکا حق دیتا رہ
یعنی تمہنی اپنی بے نیازی ہی کسی کسی کو مفلس اور تنگدست بنادیا ہو تو اونکی ہے اس ترتیب کے موافق خبر لیتا رہ
پہر اسکے بعد یہہ مضمون ہے کہ یہہ بات بہتر ہے اون لوگونکی لیے جو ایمان لائی اور وہی لوگ فلاح کی پہونچنے
والی ہین اور اور اسکے بعد اور بہی ایسی ہے مضمون عام ہین الغرض یہہ جو لفظ ذلک کا اشارہ ہے یعنی یہہ جو
ارشاد ہوا کہ یہہ بات بہتر ہے یہہ اوسی قرابتیونکی حقوق اور مساکین اور ابناء سبیل کے حقوق کے ادا کرنیکی
طرف اشارہ ہے سو اسطرح سے اشارہ فرما کر کہنا کہ یہہ بات بہتر ہے ایمان والونکی لیے جبہی صحیح ہو سکتا تہا
کہ کوئی حکم عام ہو سو در صورتیکہ فدک مراد ہو تو اس تفسیر کا حال ہمتو نہین کہہ سکتے ایسا ہو جائیگا جیسے
نعوذ باللہ مشہور ہے من چہ گویم و طنبور من چہ میگوید الغرض دستاویز ہبہ فدک و فرمان عطاء فدک شیعونکی
نزدیک سورہ روم کی آیۃ تہے سو اوسکے سیاق سباق کا ہی حال معلوم ہوگیا معہذا حقہ کی تفسیر فدک ہی ہو
تو دو حال سے خالی نہین یا معنے حقیقی ہو یا معنے ایک کا فرد ہو اور جیسے کوئی شخص گہوڑے کو نجانتا ہو اور
وہ کسی سے پوچہے گہوڑا کیا شئی ہوتا ہے اور اتفاق سے کوئی گہوڑا اوسوقت سامنے آجائے تو وہ دوسرا کہنے لگی
کہ دیکہو یہہ ہی گہوڑا تو یہہ جواب بیان معنی اور تفسیر حقیقۃ نہین بلکہ حقیقۃ اسی کے ایک فرد کو بتا کر گویا یون

ص ۱۹۳

سوجہا دینا ہے کہ باقی افراد بھی اسی پر قیاس کر کی حقیقۃ مشترکہ کو سمجہہ لو ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حقیقۃ حق ذی القربی کو نہ جانتی ہوں اور حضرت جبرئیل نی ایک فرد کو افراد حقوق ذی القربی میں سے بتلا کر
مطلب کا راہ نکال دیا ہو یا یوں کہی کہ نہ یہہ معنی لغوی ہیں اور نہ کوئی فرد معین منجملہ افراد کے بلکہ جناب سرور
کائنات فقط مقدار حق ذی القربی کو نجانتی ہوں سو اوسیکا سوال کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام
نی اوس مقدار ہے کا بیان فرمایا بالجملہ ان تین احتمال سی زیادہ اور کوئی احتمال نہیں جسکو غرض اصلی
تفسیر مذکورہ کی قرار دیجی اور حقیقۃ میں دیکہیئے تو ایک بھی احتمال نہیں مطلب آیۃ کا ظاہر ہے تفسیر کی کچہہ
حاجۃ نہیں سو خیر اگر اس معنی کو معنی لغوی قرار دیجیے تو یہہ تو ظاہر ہی کہ ظاہر البطلان ہی کونسا کودن کو
کہہ دیگا کہ اس لفظ کی معنی لغوی اور موضوع لہ مطابقی یہہ معنی ہیں اور اگر یوں کہیئے کہ مدینۃ العلم اور معدن حکمۃ
یعنی سرور کائنات علیہ وعلی افضل الصلوات والتسلیمات حقیقۃ حق ذا القربی کو نجانتی تہی اور حضرت جبرئیل
نی ایک فرد کا بیان فرما کر حقیقۃ الامر سے مطلع فرمایا تو یہہ جراۃ بہی مولوی عمار علی صاحب جیسے صاحبوں
سی ہو سکتی ہے اہل فہم کی زبان تو ایسی باتونکی لیے نہیں اوٹہتی عاقل چہوڑ دیوانی بھی اتنا تو جانتی ہیں کہ حقیقۃ
حق ذی القربی یہی دنیا دلانا ہے چنانچہ لفظ آت خود صاف یہی کہتا ہی پہر جب کبھی کچہہ دینا دلانیکا اتفاق
ہوگا وہی ایک فرد اس حقیقۃ کا ہو جائیگا باقی رہا تیسرا احتمال بادی النظر میں البتہ فی الجملہ کچہہ آیت
مذکورہ کی پاس پاس کو پہرتا ہی لیکن بغور دیکہیے تو جواب خیر سی بھی بعید ہی کیونکہ اول تو اقربا کی
حق کی کوئی حد نہیں شیعہ سنیونکا سب کا اسپر اتفاق ہی کہ جتنا کری وتنا تھوڑا دوسری اس صورۃ میں لازم
تھا کہ بیگہوں سی یا جریبونسی مثلا یا باعتبار ربع یا ثلث مال کی تعیین مقدار بیان فرماتی اس صورۃ
میں اس سوال جواب کی وہی مثل ہو جائیگی سوال از آسمان جواب از ریسمان نعوذ باللہ اگر اس احتمال پر
حضرات امامیہ جمیں تو غرابیہ کی اس عقیدہ کو بہی منظور فرمالیں کہ خداوندکریم کی طرف سی حکم حضرت علی کے
پاس وحی کی لیجانی کا ہوا تہا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کے باعث حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو وحی پہونچادی کیونکہ اس جواب سی بہی حضرت جبرئیل کی خوش فہمی کچہہ اوس خوش فہمی سے جو غرابیہ
کے طور پر در بارہ وحی رسانی اون سی ظہور میں ائی ہی کم نہیں القصہ یہہ تینوں احتمال اس تفسیر کے ابطال
سی مالامال ہیں ہاں اگر فدک پہلی سی مملوک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہوتا اور بوجہ غلطی مثلا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہہ تفسیر باعتبار ظاہر ٹہیک ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجے

۱۹۵

کر اتنی باتکی سنی تو ورکنار شیعہ بھی قائل نہین بلکہ باتفاق شیعہ فدک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم تھا پر بعد نزول اس آیۃ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے
حوالہ کردیا علی ہذا القیاس ذوالقربی کی تفسیر مین جو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نام ہے اوسمین بھی ان
تینون احتمالونکا بطلان آنجہی اور ان سب باتونکو جانے دیجے اگر ذوالقربی اور حقہ کے معنے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے تو لفظ مسکین اور ابن سبیل بھی اسطرح کی اشکال او رخفا معنی مین کچھ ذوالقربی
اور حقہ سی کم نتھا علی الخصوص تعین مقدار حق مسکین اور حق ابن سبیل کہ ان دونونکا عرف مین بھی کوئی
قانون نہین بخلاف قرابتیونکی کہ اونکی دینی لینی کا ہر قوم مین ایک دستور بندھا ہوتا ہی پھر کیا وجہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اقربا اور اقربا کی حقوق کو تو حضرت جبرئیل سی پوچھا اور مسکین اور ابن سبیل
بیچارونکی بات ہی نہ پوچھی اگر یہہ عذر ہے کہ اس روایۃ مین نہی کسی اور روایۃ مین ہوگا تو مسلم لیکن کسی
دوسری ہے روایۃ سے مثل ذوالقربی کی مسکین اور ابن سبیل کے اشخاص معین کیجی اور تعین مقدار
حق مسکین اور ابن سبیل بیان فرمائی اور قطع نظر اس بات کی جناب باری تعالی اس آیۃ مین ایک ساتھ
تینونکو ذکر فرماتا ہے آیۃ واعلموا انما غنمتم وغیرہ کے ملاحظہ سے بہی یون سمجھ مین آتا ہے کہ مسکین اور
ابن سبیل استحقاق مین ذوالقربی کی ہم پلہ ہین جیسا اونکا دینا ضروری ہے ویسا ہی اونکا پھر کیا وجہ
ہوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالقربی کی حق کی ادا کرنیکا تو فکر ہوا اور اسباب مین کنج کاو اور
تفتیش اور استفسار فرمایا اور دربارہ مسکین مسکین اور بیچارہ ذلیل ابن سبیل کچھہ لب کشا نہوی باقی
رہے روایات طرفین کے جو درباب فضیلۃ خدمت گذاری مساکین اور ابنا سبیل کی وارد ہین سو ایسے
روایتین صلہ رحمی کے فضائل مین بھی صدہا مشہور معروف ہین اگر مساکین اور ابن سبیل اور اونکی حقوق
کی تفصیل اور تحقیق کا پہلے سے معلوم ہونا اس قسم کی روایات سی معلوم ہوتا ہے تو ذوالقربی اور اونکی
حقوق کی تفصیل اور تحقیق کا معلوم ہونا ہی صلہ رحمی کے فضایل کی روایات سی معلوم ہوتا ہی مسکین اور
ابن سبیل کی باب مین اگر پوچھنی کے حاجۃ نتھی تو یہان بھی نتھی اور اگر احادیث فضایل صلہ رحمی مین بھی
احتمال ہی کہ شاید بعد اس آیۃ کے نزول کی لب مبارک نبوی سی صادر ہوئی ہون تو یہان بھی وہی احتمال اونکے
لیکے پاس تاریخ لکھی ہوی نہ اونکی یہہ سب روکد تو اوس صورۃ مین ہے کہ جیسا تمام اہلسنۃ خاص کر شیعہ اس آیۃ
کو فدک کی بابت مین کہتے ہین اور اگر ساری جہان کی برخلاف جیسی مولوی صاحب نے واقدی اور بشیر بن ولید

کی جو ایسی اس آیتہ کا مدنی کیا بعد خیبر کے نازل ہونا بیان فرمایا ہے ہم بہی اُسکے بعد خیبر کی فتح کے قایل ہون
تب ایک بات مین جہگڑا ہو چکتا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر یہہ آیتہ بعد خیبر کے نازل ہوئی تو آیتہ واعلموا انما غنمتم پہلے
نازل ہوئی ہے کیونکہ یہہ تقسیم آیتہ واعلموا مین ہے اوسی تقسیم کے موافق فتح خیبر سے پہلے ہمیشہ غنیمتین تقسیم ہوتی
رہین سو اس صورۃ مین کیا حاجتہ تہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچہا کیونکہ ظاہر ہے
کہ اس تقدیر پر آیتہ آت ذا القربے حقہ مین تقسیم مذکور کے طرف اشارہ ہوگا اور چونکہ اس تقدیر پر ذوی القربے
اور مسکین اور ابن سبیل تینونکی حق سے تشرح مشرح معلوم ہو جائیگی تو جو جو خرابیان بر تقدیر صحتہ روایتہ معلومہ
معلوم ہوتی تہین سبکے طرف سے اطمینان حاصل ہو جائیگا بہر حال چار طرف وجوہات متعددہ اور قرائن
داخلی خارجی اسبات پر شاہد ہین کہ یہہ روایتہ محض دروغ اور سراسر بہتان ہے بالجملہ باعتبار روایتہ کے
تو سنیونکو اس روایتہ کے غیر معتبر ہونی مین ان وجوہ سے تامل نہین اور بے تامل یہہ سمجہتی ہین کہ مطلب اس آیتہ کا یہہ ہے
کہ مومنو قرابا اور مساکین اور مسافرون سے سلوک کرتے رہو اور اقربا مین سے ہر ایک کی ساتھ درجہ بدرجہ احسان
اور محبتہ اور ادب اور تواضع سے پیش آؤ ماں باپ کے ساتھ ادب اور خدمتگزاری اور اولاد کے ساتھ محبتہ اور خبر داری
اور بہائی بندے کے ساتھ حسن اخلاق اور مددگاری سے ملتی رہو القصہ علی العموم سب مومنونکو یہہ حکم ہے گو مخاطب
فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہین نہ یہہ کہ فقط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک حضرت فاطمہ زہرا رضی
کو فقط فدک حوالہ کرکے اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال ہو جائین باقی رہا بطور قواعد روایتہ کے اس
روایتہ کا غلط ہونا سو اول تو اس روایتہ کے غلط ہونی مین اسوجہ سے شک و شبہہ نہین کہ مولوی عمار علی صاحب
اس بات کی ناقل ہین کہ یہہ روایتہ سنیونکی معتبر کتابون مین ہی اس سے زیادہ اس روایتہ کی غلط ہونیکی اور کیا نشانی
ہوگی کیونکہ مولوی صاحب کا صدق مقال اور راستی گفتار دربارہ نقلیات اون تحریرونسے جو قریب ہے
حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام کلثوم
جگر گوشہ حضرت بتول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدمہ مین گذرین ہین بلکہ سوا اسکے اور تحریرونسے
بہی واضح ہو چکا ہے پہر جب مولوی صاحب روایتہ مین ایسی امانت دار ٹہری کہ شیعونکی ضد مین اپنی علما اور اپنی
معتبر کتابونکو طرف جہوٹ کی نسبتہ کردی ہو اور اپنی سب دین و آئین کا اعتبار کہو دیا ہو سنیونکی ذمہ
ایک بہتان باندہنی ہوئی اونکو کیا اندیشہ رہ گیا ایسی باتونمین یا خدا کا ڈر ہوتا ہے یا دنیا کی شرم ہوتی ہے
سو قربان جائی تقیہ کے اوسکی صدمہ سے دونونکو بغل مین مار اگر با اینہمہ منتظرون کی اطمینان خاطر اور

ناظرین کی دفع خلجان کے لئے لازم ہے کہ کچھہ مفصل بہی بیان کیا جای تاکہ یہہ جو بالاجمال مولوی صاحب کا
جہوٹا ہونا ثابت ہوا ہے خوب دلنشین ہو کر اہل فہم کو اہل سنتہ کی حقانیت اور شیعون کا بطلان کالعیان
ہو جای مگر شاید مولویصاحب کو اپنی اہانتہ کی شکایت ہو سو ملازبان مولویصاحب کیخدمت مین یہہ التماس ہے
کہ معاذاللہ ہمسے ایسا کب ہو سکتا ہے آپکی دین کو تو دروغ ہی سے فروغ ہے سو فروغ کی باتون مین اگر
آپکی استقامتہ ہماری تقریر یا تحریر سے ثابت ہو جائی تو ہمارا ممنون احسان ہونا چاہئے بالجملہ مزید اطمینا نکے لئے
اسباب مین کچھہ دل لبریز تو گریز قلم ہے مگر اول بطور تنبیہ یہہ گذارش ہے کہ کتابین آدمیون ہی کی تصنیف ہوتی
ہین جیسے آدمی سبطرح کی ہوتی ہین چہوٹے بڑے معتبر غیر معتبر فہمیدہ غیر فہمیدہ ایسی ہی کتابین بہی سبطرح کے
ہوتی ہین ملحدان بیدین نے بہت سی کتابین تصنیف کر کے اچہی اچہی بزرگون کے نام لگا دی ہین اور اوسمین
اپنی واہیات سیکڑون بہر دی ہین اور جو کتابین کہ کبرا اہل سنتہ کی تصنیف ہین اوسمین سے بہی اکثر ایسے
ہین کہ وہ لوگونکی فیضرسانیکی لئے تصنیف نہین ہوین بلکہ بطور بیاض کے جمع کی گئین تاکہ نظر ثانی کر کی اوسکے روایات
کا حال معلوم کرین اور اتفاق سے نظر ثانی کا اتفاق نہوا یا ہوا اور کسیوجہ سی وہ بیاضین لوگونکی ہاتھہ پلپڑ گئین
اور بعضی کتابین ایسی ہین کہ وہ بہت کمیاب اور بدرجہ غایت نادرالوجود بلکہ بمنزلہ مفقود ہین اور ملحدون اور
مبتدعونکے وہ ہاتھہ لگ گئین ہین اونہون نے اپنی گہڑی ہوئی روائتین اوسمین داخل کر دین ہین یا اہل سنتہ کی
مقابلہ کے وقت کسی روایتہ کو اون کتابونکی طرف منسوب کر دیتی ہین تاکہ اہل سنتہ خاموش ہو جائین سو اہل
تشیع اکثر ایسا ہی کرتے ہین اور ایسی ہی کتابونکا حوالہ دیا کرتے ہین اسلئے اہل حق کو لازم ہے کہ جب کسی شیعہ سے
کسی کتابکا حوالہ سنی تو اول تو یہہ دریافت کرے کہ یہہ روایتہ اس کتاب مین ہے کہ نہین دوسرے اوس کتاب کا
حال تحقیق کرے کہ معتبر ہے کہ نہین اور معتبر ہونیکی یہہ صورت ہی کہ کسی کتاب کے روایات کی معتبر ہونے مین چند
باتین ضروری ہین اول تو یہہ کہ اوس کتاب کے مصنف کو تفریح طبائع محزونہ کے لئے فقط قصہ گوئی اور افسانہ
خوانی مدنظر نہو بلکہ واقعات واقعی کی مشتاقونکی تسکین کے لیے اوس کتاب کو تصنیف کیا ہو ورنہ چاہئے کہ
بہار دانش اور بوستان خیال کے افسانی اور چار درویش اور بکاولی کی کہانین اور فسانہ عجائب اور افسانہ
خواب کے طوفان بیکے سب دستاویز خاص و عام ہو جائین دوسرے یہہ کہ مصنف کتاب کسیکی روی رعایتہ اور
کسی کے بغض و عداوة رکہتا ہو اور اوس کا حفظ اخبار اور صدق گفتار بدرجہ کو مشہور ہو کہ اوسکی تحریر کے
نسبتہ کسی کی دلمین شک و شبہہ نہو ورنہ طومار کے طومار اخبار ونکی لڑکیونکی زبانونمین اپنی بزرگون کی

شجاعة اور ساونکی غنیمونکی بزدلی سے مشحون ہوا کرتے ہین بالاتفاق مسلم ہو جائین اور یہہ جو زبان زد خاص و عام
ہے کہ اخبار ذنکا کیا اعتبار ایک حرف بیجا اور عقیدہ ناسزا ہو جای اور شیعہ سنیونکی اور سنی شیعونکی سندیات
بر سر و چشم رکہنی لگین اور ہر کس و ناکس کے بات قبول کرنے لگین اور یہہ فرق عزة وصف حفظ و تفاوة صدق
و کذاب ور علی ہذا القیاس یہہ تہمة روی و رعایة اور کینہ و عداوة ہرگز قابل لحاظ نرہی تیسری یہ کہ مصنف
کتاب باوجود صدق و دیانة اور حفظ عدالة کی اس فن مین جس فن کی وہ کتاب ہی دستگاہ کامل و ملکہ
کما ینبغی رکہتا ہو نہ یہہ کہ دین مین مثلا نیم ملا ہو جس سے خطرہ ایمان ہو یا طب مین مثلا نیم طبیب ہو کہ بیمارونکو
خطرہ جان ہو چوتہی یہہ کہ وہ کتاب باوجود شرائط مذکورہ کی قدیم سے مشہور معروف اور ایسی قسم کے
لوگونکی واسطی سی جو مجموعہ اوصاف مرقومہ ہون دست بدست ہم تک پہونچی ہو ورنہ لازم کیا الزم تہا کہ انجیل
اور توراة جو کلام ربانی ہین اور اوس خدا کی تصنیف ہین جو بوجہ اتم جامع اوصاف مذکورہ کیا مجموعہ جمیع
صفات کمال و رمعدن جملہ کمالات جلال و جمال ہے اعتبار اور اعتماد مین ہم پلہ قرآن مجید اور فرقان حمید کی ہو جائے
پانچوین یہہ کہ روایة کی کتاب مین اعتبار کے لئے ضرور ہے کہ مصنف کتاب نے اول سی التزام اسبات کا ہی کیا ہو کہ
بجز صحیح روایتون اور محقق حکایتونکی اور اپنی کتاب مین درج نکرونگا جیسے صحاح ستہ کہ انکی مصنفون نے یہہ شرط کی
ہے کہ بجز صحیح روایة کی اپنی کتاب مین درج نکرینگی اسیواسطہ ان کتب کا نام صحاح ستہ مشہور ہو گیا سوا اگر کوئی
کتاب کسی کی بیاض ہو کہ اوسنے اوسمین ہر قسم کے رطب یابس روایتین اور صحیح غلط حکایتین اس غرض سی فراہم
کر لین ہین کہ بعد مین نظر ثانی کرکے صحیح صحیح کو قائم رکھ کر باقیونکو نقل کی وقت حذف کر دونگا جیسا امام بخاری
اور امام مسلم نے کیا یا صحیح کو صحیح تبلا کر موضوع یعنی بنائی ہوی باتون اور گہڑی ہوئی حکایتون اور ضعیف وغیرہ
کو لکہہ کر اوسکے بعد لکہہ جاونگا کہ یہہ موضوع ہے یا ضعیف ہے مثلا جیسے امام ترمذی نی کیا لیکن اتفاقات تقدیر
سے اونکا یہہ ارادہ پیش نگیا اور یہہ آرزو پوری نہونی پائی نہے جی کی جی ہے مین تہی کہ اجل نی آدبایا
تو ایسی کتاب کی روایات کا ہرگز اعتبار نہوگا ورنہ کونسا مصنف نہین کہ اوسنی اول ایک مجموعہ بیاض بطور
کلیات کی فراہم نہین کیا امام بخاری سی بہت سندونسی منقول ہی کہ اونہون نے چہہ لاکہہ حدیثونسے چہانٹ
کر بخاری شریف کی حدیثین نکالین ہین اور عبد الرزاق بخاری کے بیان سی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری
نے کوئی تین دفعہ حدیثونکی بیاض اکہٹی کی تہی چہانٹ کر بخاری شریف کا مسودہ کیا تہا چنانچہ یہہ
مضمون بخاری شریف مطبوعہ دہلی مطبع احمدی کے مقدمہ کی دوسری اور تیسری فصل مین مندرج ہی

۱۹۸

بھر حال ایسی بیاضونکا جمع کرنا ایسی ایسی ائمہ حدیث کی نسبتہ بھی ثابت ہی سو اگر اتفاق سی امام بخاری مثلا
بعد فراہمی بیاض کی قبل اسکے کہ بخاری شریف کی حدیثین اوس مین سی چھانٹ کر بخاری تصنیف کرین
اس دار فانی سے کوچ کر جاتے تو گو وہ بیاض امام بخاری ہی کی تصنیف سمجھی جاتی لیکن کوئی بتائی تو کیا وہ
قابل اعتبار کے ہو جاتی سب جانتے ہین کہ اگر وہ ایسی ہوتی تو امام بخاری کو چھانٹی ہی کی کیا ضرورت تھی تو اس
صورۃ مین خود امام بخاری ہی اسبات کی گواہ ہین کہ وہ میری بیاض قابل اعتبار نہین پھر ہم کیونکر فقط اس سبب سے
اوسکا اعتبار کرنے لگین کہ وہ ایسی بڑی محدث امام المحدثین کی تصنیف ہی کہ جہان مین کوئی اونکا ثانی
نہوا ہے نہو غرض اگر کوئی کتاب اس قسم کی کسی کو ملجائی اور اوسکے مصنف کو کتنا ہے بڑا محدث کیون
نہو اوسکی تہذیب اور تالیف کا اتفاق نہوا ہو تو وہ کتاب کسطرح علمار کیا جہال کی نزدیک بھی بشہادۃ عقل
قابل اطمینان نہین ہان مولوی عمار علی صاحب جیسی ماہر فن حدیث کا ذکر نہین کہ وہ اولٹی کی سمجھین ہان مین
وہ اگر ایسی بات نامعقول کہہ پڑین چنانچہ اونکا خط ایسی باتون سے مشحون ہی تو اوسکا جواب بجز اسکے کچھ نہو گا
کہ باضافہ مصدر الی المفعول کسی نے کہا ہے* جواب جاہلان باشد خموشی* بھر حال یہہ نکتہ محفوظ رکھنا چاہئی کہ نسبب
اسکے ملحوظ نرہنی کے اکثر عام نام سے گرفتار دام اوہام ہو جاتی ہین چہ جائیکہ جاہل چھٹی یہہ کہ اگر چند روایتین
باہم مختلف ہون اور پھر اختلاف بھی حد تضاد یا تناقض کو پہونچ جائی دونونکا صحیح ہونا فقط مستبعد ہے نہو تو
پھر ترجیح باعتبار قوۃ سند ہے کی ہو گی ورنہ لازم ہی کہ شیعون کی نزدیک روایات شیعہ اور روایات اہل سنۃ جو
مخالف روایات شیعہ ہین دونون صحیح ہون ایسی ہی کلینی کے یہہ روایۃ کہ کلام اللہ کے سترہ ہزار آیتین تھے لیکن ماسوا
مندرجہ مصاحف متداول کے سب چوری گئین اور ابن بابویہ صدوق کے روایۃ کہ کلام اللہ اتنا ہی تھا جتنا اب ہے
دونون صحیح ہو جائین سو سب جانتے ہین کہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین دونون محال ہین جب یہہ
بات مقرر ہو چکی تو گوش گذار اہل انصاف ہو کہ اول تو یہہ روایۃ اور نیز باقی روایتین جو الزام اہل سنۃ کے
لیے اہل سنۃ کے کتابونکی حوالہ سے مولوی عمار علی صاحب نے اپنی رقیمہ مین درج فرمای ہین اون کتب مین سمجھنے
چاہئی کیونکہ اعتبار کے ساقط ہو جانی کے لیئے آدمی کا ایک جھوٹ ہی بہت ہی مولوی صاحب کا دروغ تو ہو متعدد وہ
متحقق ہو چکا چنانچہ ناظران ایجاث متعلقہ نکاح حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور ملاحظہ کنان
تقریر نسب حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بنات مطہرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جانتی ہین گذارش
مکرر کے کچھہ حاجۃ نہین اگر یاد نرہا ہو تو پانچ ساتھ ورق پلٹ کر ملاحظہ فرمالین معلوم ہو جائیگا کہ جب

مولوی عمار علیصاحب نے اپنی کتب مشہورہ معتبرہ کی مرویات سے چشم پوشی کرکے ایک غرض خفیف یعنی سنیونکی
بات کی ہلکا کرنیکے لیے رقیمہ موسومہ میرنادر علیصاحب مین بہت سا کچھہ خلاف واقع لکھہ دیا اور پھر جراءۃ کرکے
یہہ کہدیا کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جاوی اور یہہ خیال نفرمایا کہ ہماری صحیح روایتین غلط ہوئی
جاتی ہین اگر سنیونکی سر پر بہی ایک طوفان دہر دین تو اوسمین تو یہہ بہی اندیشہ نہین اور بڑی دلیل اسبات
کی یہہ ہے کہ حق کتابونکی حوالہ سے یہہ روایۃ درج رقیمہ مولوی صاحب ہے خود اونہین کتب کے مصنفونکی مشہور
کتابین اس روایۃ کو رد کرتے ہین چنانچہ انشاء اللہ تعالی آیندہ مذکور ہوگا اور مسلمنا کہ یہہ روایتین سنیون کی
بعضے کتابونمین ملتی ہین لیکن وہ کتابین ایسی غیر مشہور ہین کہ کمیابی مین ہفیہ عنقا سے کم نہین سنیون کو
اون کتابونکی دیکہنے کا اتفاق نہین ہوتا حفظ اور ضبط تو در کنار سو اگر یہہ روایتین اون کتابون مین
ہون بہی تو تشویش برین نیست کہ جیسے بعض سیہ کاران قبیلہ یہودی منافقانہ نصرانی ہنگر انجیل مین بہت سے
خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح درج کردین ہین ایسی ہے مقتدیان عبد اللہ بن سبا
یہودی منافق یعنی حضرات شیعہ بہی کہ بالیقین تبدیل و تحریف مین کوچک ابدال یہود مردود اور موافق
نقل مشہور سگ زاد برادر شغال تیرہ دروئی مین اونکی ہمرنگ اور قساوۃ قلبی اور سنگدلی مین اونکی
ہمسنگ ہین قدیم سی درپے تخریب دین احمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ
والسلام رہے ہین اور اہل سنۃ وجماعۃ کی جماعۃ پر دانت پیستی چلی آئی ہین لیکن باین وجہ کہ امتیان
مسیح علیہ السلام کو نہ حفظ و محافظۃ انجیل سی کچہہ کام تہا اور نہ اوسکے تلاوۃ اور یاد داشت مین چندان
اہتمام تہا یہود مردود کا انجیل پر بہے داؤ چل گیا چہ جائیکہ دیگر کتب زائدہ غیر مشہور لیکن یہان یہہ
حال ہے کہ ایک ایک حرف قرآن پر لکہو کہا سنیون نے جہوڑا یا نمدہ رکہا ہے اور ہر ہر روایۃ صحاح
سنۃ وغیرہ کتب صحاح احادیث پر ہزارون محدث بیدار مغز نے تنقیح اور تفتیش اور حفظ وضبط کی یہہ نوبۃ
پہونچادی کہ کسی ملحد بیدین کو مجال زیادہ کم کرنیکی باقی نرہے چنانچہ کثرۃ حفاظ قرآنے اور شیوع
محدثین ربانی فرقہ اہل سنۃ مین اسقدر رجہ کو پہونچی ہے کہ مابہ الامتیاز اور مابہ الافتراق اہل سنۃ اور شیعہ
ایک بہصبات ہی ہوگئی ہے الغرض اسوجہسی کتاب اللہ اور صحاح سنۃ وغیرہ کتب مشہورہ اہل سنۃ تک تو
ان یہود و دونکا دست تطاول نہ پہونچا گو بہت سے کچہہ ہاتھ پاؤ ماری اور وعدہا کے انا لہ لحافظون اور واللہ متم نورہ
نے ان نابکارونکی سعی بیجا کو انجام تک نہ پہونچا یا لیکن نقل مشہور ہے اصل بد از خطا خطا نکند جیسی اسبات

ہاری تھی جھکمار کر چپ ہو رہتی لاچار ہو کر کتب غیر مشہورہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی دلکی پہوپلی پہوڑتی
اور بہت سی طوفان ایسی جوڑی کہ عوام کیا بعض علما بسادہ لوح بہی ایکدفعہ کو بچل جائیں سو منجملہ اونکی روایات
مندرجہ رقیمہ مذکور بہی ہین لیکن بحمد اللہ فرقہ اہل سنت جماعت کہ ایک جماعت کا اون ہی محققین سے کبہی خالی نہین رہا
اونکو خداوند کریم جزا خیر دے وہ لوگ اُنکی دہوکی بازیونکو سمجھہ گئے اور بامداد خداوندی اونہین روایات
ہین ہی علامات اور امارات کذب و دروغ نکال کر عاقلونکو متنبہ کر دیا اور عاقلونکو طریقہ تمیز حق و باطل کا
بتلا دیا چنانچہ اس روایات کی ابطال کی تقریر کو دیکھکر انشاء اللہ یہہ دعوی مدلل ہو جائیگا الغرض
دغابازان شیعہ کی یہہ چالاکی کتب غیر مشہور مین چل گئی اسیواسطہ علماء اہل سنت اون کتب کو ہمسنگ توراۃ
وانجیل سمجہتی ہین اور اونکی روایات کو معتبر نہین رکہتی ہان اونکی روایات کو روایات صحاح ستہ و دیگر
کتب صحاح مشہورہ پر پیش کر کے جو مطابق نکلی اوسکو برسر و چشم رکہتی ہین اور جو مخالف نکلی اوسکو بلحاظ ان
کیش دروغ پیشہ شیعہ و خوارج وغیرہ کی سر مارتی ہین اور جو روایۃ خلاف و وفاق سی بطرف ہو اگر دلائل
عقلیہ کے مخالف ہو تو اوسکا بہی یہی حال ہے ورنہ اگر تکذیب نہین کرتی تو تصدیق بہی نہین کرتی یہہ حال
جو روایۃ کہ ان کتب مین بلا شرکۃ غیر بہی پائی جائی اگر روایۃ صحاح کی مخالف بہی نہو تب بہی قابل تمسک اور
لایق حجۃ نہین سمجہتی اور مثل مرویات اہل کتاب بلکہ خود انجیل و توراۃ نہ اونکی تصدیق کرتی ہین نہ تکذیب سو اگر
کسی شیعہ کم فہم کو اون کتب کے معتبر ہونیمین اسوجہ سی وثوق نہو کہ اون کتب کی مصنف منجملہ مقتدایان اہلسنت
ہین تو کوئی اونسی پوچھی کہ انجیل و توراۃ کی مصنف تو خود خداوند اکرم الاکرمین ہین اگر مصنف کا معتبر ہونا موجب
اعتبار کتاب ہو جائی تو قرآن تو قرآن انجیل و توراۃ شیعونکی نزدیک معتبر ہو جائین ورنہ لازم آئی کہ نعوذ
باللہ جناب خداوند تعالی کا شیعونکی نزدیک کچہہ اعتبار نہو مگر ہم جانتی ہین کہ شیعونکو اس الزام سی کچہہ اندیشہ نہین
کیونکہ وہ اب کونسی خدا کا اعتبار کرتی ہین اس سی زیادہ اور کیا بے اعتباری ہوگی کہ خدا اکی رای اور
علم کو قابل اعتبار نہین سمجہتی اور بدا کی قائل ہو گئی لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب بہرحال اہل سنت وجماعۃ کتب غیر
مشہورہ غیر متداولہ کو ہرگز قابل اعتقاد نہین جانتی اور بملاحظہ عداوۃ اور بتجربہ عادۃ دروغ بزرگواران شیعہ اس
سی مطمئن نہین کہ جیسے انجیل و توراۃ کو دشمنان دین نی تحریف کر دیا کتب غیر مشہورہ کو ان حضرات نی حسب مطلب
بدل دیا ہو اور اگر کوئی سادہ لوح میری اسبات کو دونون کی بات اور واہیات سمجہی تو بزرگونکی بات تو جہوٹی ہو نہین
دیکہی شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جو شیعو سنی بہی زیادہ شیعونکی عادات اور اصول و فروع مذہب

واقف ہین تحفہ اثنا عشریہ مین باب مکائد شیعہ مین جو دوسرا باب ہی کیا فرماتی ہین احتیاطاً بعینہا اونہین کے عبارۃ
بلاغتہ اسیر نقل کرتا ہون کید سی و دوم آنکہ جمعی کثیر از علمای ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب اہل سنتہ خصوصاً
تفاسیر کہ مشتہر و متداول علماء و طلبا می باشند و بعضی از کتب احادیث کہ شہرہ ندارند و نسخ آن کتب متعدد بدست نمی آید
اکاذیب موضوعہ کہ موید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیان باشد الحاق نمایند چنانچہ قصہ ہبہ فدک در بعض تفاسیر داخل
نمودہ اند کہ سیاق آن حدیث چنین روایتہ نمودہ کہ لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاطمۃ و اعطاہا فدک با آنکہ دروغ گو را حافظہ نباشد بیاد شان نماند کہ این آیتہ مکی است و در مکہ
فدک کجا بود و نیز بایستی کہ برای مساکین و ابن السبیل نیز چیزی وقف میکرد تا عمل بر تمام آیتہ میسر شد و نیز
اعطای فدک دلالتہ صریح بر ہبہ و تملیک میکند پس لفظ ہبہ بایستی وضع کرد و علی ہذا القیاس در تفاسیر و سیر جستہ
جستہ الحاقات ایشان یافتہ می شود و درین کید ہم اکثر مغفلان از علمای اہل سنتہ خبط میکنند و تشویش
میکشند و در شہر دہلی در عہد بادشاہ محمد شاہ دو کس بودند از امرای این فرقہ کہ کتب اہل سنتہ را مثل صحاح ستہ
و مشکوۃ و بعض تفاسیر بخط خوش می نویسانیدند و دران حدیث مطلب خود از کتب امامیہ بر آوردہ داخل
می نمودند و آن نسخ را مجدول و مطلا و مذہب نمودہ بقیمتہ سہل در گذری می فروختند و در اصفہان آغا ابراہیم
بن علی شاہ کہ یکی از امرای کبار سلاطین صفویہ بود ہمین اسلوب عمل کردہ لیکن ازین کید ایشان حاصلی نشد
زیرا کہ کتب مشہورہ اہل سنتہ بجہتہ کمال شہرۃ و کثرۃ نسخ قابل تحریف نیستند و کتب غیر مشہورہ را
اعتباری نہ و لہذا محققین اہل سنتہ از غیر کتب مشہورہ نقل را جائز نداشتہ اند مگر در ترغیب
و ترہیب و در حکم صحائف انبیای پیشین مے شمارند کہ در باب عقیدہ و عمل ازان اخذ نتوان کرد
بجہتہ احتمال تحریف انتہی کلامہ الشریف اگر ہم پاس خاطر مولوی محمد علی صاحب اور بہی چشم پوشی کرین
اور اونکی اور اونکی بزرگوارونکی ذمہ اس بات کی نسبتہ نکرین کہ اونہون نے اپنی مطلب کے موافق بعضی روایتین
سنیونکی غیر مشہور کتابونمین ملا دی ہین تب بہی مولوی عمار علی صاحب کے بات کا پتہ معلوم کیونکہ جن کتابون کا
حوالہ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کریمہ فرمایا ہے اونمین بعضی کتابین تو ایسی ہین کہ سنیون مین سی کسی نے اونکا
نام بہی نہین سنا اور نہ اونکی مصنفونکا اہل سنتہ مین سی کوئی نام و نشان جانی مثل تاریخ آل عباس کہ علماء
سنتہ نے اس کتاب کو شاید کبہی سنا بہی نہو بلکہ یہ اس قسم کی کتابین ہین جیسے شاہ عبد العزیز صاحب نے
لکہا ہے کید بست و یکم آنکہ کتابی را نسبت کنند بیکی از کبرای اہل سنتہ و دران مطاعن صحابہ و مبطلات

مذہب اہل سنتہ درج نمایند الی آخرہ سو اگر یہہ کتاب موجود بھی ہو تو بھی کسی شیعہ مکار کی ہوگی اور بعضی کتابین اس
قسم کی ہین کہ اونکی مصنفونکو فن حدیث اور فن تاریخ مین دستگاہ کامل اور تمیز صحیح و غلط ہرگز نتہی جیسے
معارج النبوۃ ہان مدارج النبوۃ کا حوالہ اگر بیار قیمہ ہوتا تو ہماری بر سر و چشم تہا لیکن ایسی معتبر کتابین سے
مولویصاحب کے ہاتو نہین کیا آتا اور بعضی کتابین ایسی ہین کہ ہر چند اونکی مصنف فن حدیث مین مہارۃ کامل
اور شوق کمال ہبنی اور تبحر وافر رکہتی تہی جیسی شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ لیکن وہہون نے اپنی اون کتابونمین
جنکا حوالہ مولویصاحب کے رقیمہ مین مندرج ہے یہہ التزام نہین کیا کہ بجز روایات صحیحہ اور کچہہ داخل نکرینگے
بلکہ رطب و یابس بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے جیسی جمع الجوامع کہ اسکا نام ہے اسبات پر شاہد ہے اور نیز اس کا
حال شہرہ علماء آفاق ہے یا بغرض تفرلق و تمیز صحیح و غلط جمع کیا ہے جیسے تفسیر در منثور اور علی ہذا القیاس
موضوعات ابن جوزی کہ ان دونون کتابونمین اگرچہ ہر قسم کے مخالف موافق روایتین پائی جاتی ہین
لیکن اون روایتونکی ساتھ اوسمین یہہ بہی ساتہہ ہی لگا ہوا ہی کہ یہہ روایات غلط ہین اور اسواسطے کیا ہی
کہ کل کو مولوی عمار علی صاحب جیسے مکار دغاباز ان روایتون کی بہروسے کسی سادہ لوح کو دہوکا
نہ دی سکین اور اسی غرض کی لئی متقدمین محدثین بہی ایسا کرتی ہین چنانچہ امام ترمذی اور امام ابو داود اکثر جگہہ
لکہہ جاتی ہین ہذا حدیث ضعیف اور بعضی کتابین ایسی کمیاب ہین کہ اگر مولوی عمار علی صاحب یون فرمانے
لگین کہ اوسکی تمام روایتین ہو بہو مطابق مذہب شیعہ اور اصول فروع شیعہ تہا بہا اوسکے روایات کی مطابق ہے
تو بوجہ کمیابی اون کتب کی مولویصاحب کے کسی سی زبان نہ پکڑی جائی سچا تو خدا ہی سی ڈرتی جہوٹی کو کس کا ڈر
اوسکی زبان کو لگام ہی نہین ہوتا مگر جتنا کچہہ اس خط مین مولویصاحب نی کیا ہی وہ بہی کچہہ کم نہین اور اونہون نے
کیا کیا یہہ مکاریان اور دغابازیان یا تو میراث بزرگواران شیعہ ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث
دہلوی قدس سرہ العزیز رقم فرماتی ہین کید بست و دوم آنکہ مطاعن صحابہ و مبطلات مذہب اہلسنتہ
از کتب نادر الوجود کمیاب ایشان نقل نمایند حالانکہ دران کتب اثری ازان نباشد و بسبب آنکہ آن کتب پیش
ہر کس و در ہر وقت و ہر مکان موجود نمی شود اکثر ناظران در شبہہ و شک افتند و بخاطر شان رسد کہ اگر
این نقل صحیح نباشد تطبیق درمیان او و دیگر روایات اہل سنتہ چہ قسم خواہد بود حالانکہ این بیچارہا عبث
درد سر میکشند و نمی فہمند کہ اگر بالفرض نقل صحیح ہم باشد محتاج بتطبیق وقتی خواہیم باشد کہ ہر دو روایتہ
در یکدرجہ باشند از شہرۃ و صحتہ باخذ و صراحتہ دلالتہ و کمیتہ رواۃ و چون این امور دران نقل مخفی مستور

است مقابل روایات مشہورہ صحیحۃ المأخذ صریحۃ الدلالۃ چرا باید کرد و کتابہائی کہ از آن فرقہ شیعہ برای

الزام اہل سنۃ نقل میکنند ہمہ ازین قبیل است کہ نادر الوجود و کمیاب می باشند و علی تقدیر الوجدان مصنفان آن

کتب الزام صحت جمیع ما فیہا نہ کردہ اند بلکہ بطریق بیاض رطب و یابس در ان جمع نمودہ محتاج نظر ثانی گذاشتہ اند

اردبیلی صاحب کشف الغمہ و حلی صاحب الیقین از ہمین قبیل دفتر دفتر نقل کنند و بزعم خود گوئی از میدان مناظرہ

بربایند و ابن طاؤس نیز در مؤلفات خود از ہمین جنس خرد ریزہا پر کردہ و باعتقاد خود اہل سنۃ را الزام دادہ

انتہی کلامہ الشریف بہرحال جب ان بزرگوارون کی ایسی ایسی بزرگیان بتجربہ معلوم ہو چکی ہون تو پھر کتب

کمیاب کی حوالہ کا کیا اعتبار رہ گیا اول تو یہی یقین کرنا چاہیئی کہ اون کتب مین اصل سی ان روایات کا

نام و نشان ہی نہین اور اگر اسپر تسکین نہو تو بالفرض اگر ایسی روایتین اون کتب مین ملین بہی

تو رد انہین کہ انہونکی تراشی ہوئی ہین پہر تسپر اکثر یہہ کتابین بطور بیاض کی مجموعہ رطب و یابس ہین انکی

مصنفون کو نظر ثانی کا اتفاق نہوا جو تلخیص کر کی صحیح صحیح روایتین جدی کر کی باقیونکو حذف کر دیتی یا لکہہ

جاتی کہ یہہ روایتین موضوع ہین یا ضعیف ہین منجملہ مولویصاحب بعضی ایسی کتابونکا حوالہ لکہہ رہاہی کہ نہ اون

کتابونکو کوئی جانی نہ اوسکی مصنف کو کوئی پہچانی جیسی تاریخ آل عباس پھر جراۃ تو دیکہو کس دلیری سی کہتی ہین کہ

تاریخ آل عباس اہل سنۃ کی معتبر کتابونمین سی ہی پہر تسپر اوس کتاب مین پہہ روایۃ بہی ہی تو واقدی کے

روایۃ سے جنکی جہوٹ تو جہوٹ ہے سچی بات بہی جہوٹ ہے سمجہی جاتی ہی اونکی تعریف مین جو کچہہ محدثین نی لکہاہے

دیکہئی بیش نظر کرتا ہون مجمع البحار مین امام نسائی کے حوالہ سے جو فن حدیث مین امام ہین اور اونکی کتاب

منجملہ صحاح ستہ ہی یون لکہاہی کہ امام نسائی نے فرمایا ہے کہ ایسی کذاب جو حدیثونکی بنانی مین معروف ہین

چار ہین ابن ابی یحیی مدینہ مین و واقدی بغداد مین مقاتل بن الیمان خراسان مین محمد بن سعید مصلوب

شام مین اور پہر زرقانی شرح الشفا کی حوالہ سی لکہاہی کہ واقدی کی ضعف پر سب کا اتفاق ہی بعد ازان امام

شافعی کا قول واقدی کی شان مین مقاصد کی حوالہ سی نقل کیاہے واقدی کی کتابین جہوٹی ہین اب کوئی

مولویصاحب انصاف فرمائین کہ جب تاریخ آل عباس کا تو یہہ حال ہو کہ علما اہل سنۃ مین سی کوئی اوسی جانتا

ہی نہین اور پہر اونکی راوی ایسی نور علی نور و زبری چنان شہریاری جنین تو پہر اہل سنۃ کیونکر ان روایات پر

اعتماد کرین اگر شیعونکی طرح سنیونکی دین کا جہوٹ پر دارومدار ہوتا تو البتہ مضایقہ نتہا سو ایسی کتابونکا

ناواقفان اہل سنۃ کی سامنی حوالہ دینا کمال بے دیانتی اور دغا بازی اور بیحیائی کی بات ہی اہل فہم پر

مثل آفتاب روشن ہی کہ یہہ کتاب اگر ہی بھی تو کسی شیعہ دغاباز کی تصنیف ہی پر اس دغا کا حوصلہ مولویصاحب کا تو
معلوم نہین ہوتا ہان البتہ کسی ہپائی ابلیس طینة کی کرتوت ہی ورنہ اس استعداد اور اس سلیقہ پر کہ مامون عباسی
کی نام پر لفظ رشید بہی بڑہا دیا یہہ فتنہ گری ممکن معلوم نہین ہوتی کیونکہ عیب کے بنیکو ہنر چاہئی فلک کما مونہ
نہین اس فتنہ کے اوٹہانی کا ستم گر ایک تیرانداز ہی زمانہ کا سبحان اللہ مولوی صاحب کو اس تجبر اور اس علم
وفضل پر کہ ابتک یہہ بہی نہین جانتی ملقب برشید ہارون تھا یا مامون تہا در بارہ غصب فدک یہہ یقین
ہوگیا ہے کہ خدا کی وحدانیة اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالة کا شاید ابتک آپ کو اوتنا یقین
نہوا اور تنہائی مین سنیون پر یہہ جوش وخروش ہے کہ جامہ سی باہر نکلی جاتی ہین کوئی مولویصاحب کو
تھامی تو ہم مولویصاحب کو یہہ ساری مراتب سمجہا کر اتنا اور سمجہائین کہ اگر ہم ان سب اتب سی درگذرین
تو ہمین ابہی اور بہت گنجایش باقی ہی کیونکہ اول تو آیة ما افاء اللہ علی رسولہ جو سورہ حشر مین واقع ہی
اس بات پر شاہد ہی کہ قریہ فدک ہو یا غیر بالاتفاق از قسم فی تہا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تہا
چنانچہ انشاء اللہ بحث میراث مین جو حدیث لانورث ماترکناہ صدقة سی متعلق ہے معلوم ہوجائیگا بعد اسکے
ہونیکی کونسی صورة ہی جو روایة ہبہ فدک کو صحیح سمجہی بلکہ بالیقین غلط ہوگی کیونکہ اس صورة مین روایة
ہبہ کلام اللہ کی مخالف ہوگی اور جو روایة کہ کلام اللہ کی مخالف ہو وہ بالاجماع بالیقین غلط ہی معہذا
مشہور کتابون مین جو تمام علماء کی دستمال رہتی ہین اور اعتبار مین قریب قریب کلام اللہ کی ہین وہ
روایتین موجود ہین کہ وہ فدک کی ہبہ نہونی پر ایسی واضح دلالة کرتی ہین کہ مولوی صاحب نی جو روایتین
اپنی صحیفہ مین درج فرمائی ہین وہ فدک کی ہبہ ہونی پر اتنی دلالة نہین کرتی سو اون روایتونکی شہرة اور
صحة اور صراحة دلالت کو چہوڑ کر ایسا کون نادان ہوگا کہ مولویصاحب کے ان ہذیانات پر کان لگای گا
اور سوا مولویصاحب کی ایسا کون ہی کہ ان افسانہ ہای بی سند پر تکیہ جمائیگا اگر باور نہو تو ملاحظ فرمائی
مشکوة شریف جو اشہر کتب اہل سنة ہی اوسمین یہہ روایة موجود ہی ابوداؤد کی روایت سی حضرت مغیرہ کی واسطے
سی بیان کرتی ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز بن مروان خلیفہ ہوئی تو اونہون نی مروانیونکو جمع کیا اور یہہ
کہا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا
ایمہم وان فاطمة سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت فی حیاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان
ولی ابوبکر رض عمل بہا بما عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ص ۲۰۵

عمل فيها بما عمل احتى مضى لسبيله ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزيز فرايت امرا منعه رسول الله صلى الله

عليه وسلم فاطمة ليس لي بحق وانى اشهدكم انى رددتها على ما كانت يعنى على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وعمر

حاصل اس کا یہہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس فدک تہا سو اوسمین سے خرچ کیا کرتی تہی اور دیتی رہتی تھے
بنی ہاشم مین کی تیمیونکو اور بنی ہاشم عورتونکی نکاح اوس مال مین سی کرادیا کرتی تہی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
نی یہہ درخواست کی کہ فدک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونکو عنایت فرماوین اور ہبہ کردین سو آپنے اسبات سے
انکار فرمایا اور بدستور مذکور اوسیطرح آپ اوسمین سی تادم واپسین خرچ مذکور نباہتی رہے یہان تک کہ آپ
اس عالم سی تشریف لیگئی بعد مین جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئی تو اونہون نی ہی جیتی جی یہی عمل کیا
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتی تہی یہان تک کہ وہ ہی واصل بحق ہوئی پہر جب حضرت عمر والی ہوے
تو وہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کی موافق عمل کرتے رہے یہان تک کہ
وہ ہی چلدلی پہر جب مروان کا یعنی اپنی وقت مین قابو چڑہا تو اوسنے وسی اپنی جاگیر کرلیا پہر رفتہ رفتہ
مجھہ تک نوبت پہونچی اور یہہ چیز میری قبضہ مین آئی سو میری رای مین یون آتا ہی کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نی حضرت فاطمہ رض کو ندی ہو مجھی سزاوار نہین اور مین تمہین گواہ کرتا ہون کہ مین نے فدک کو اوسی انداز پر
کردیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی زمانہ مین تہا فقط
یہان تک حاصل مطلب روایتہ تہا اب اصل تو عرض یہہ ہے کہ اس روایتہ مین جو بعد حضرت عمر کے ذکر کے مروان کے
جاگیر بنا لینی کا ذکر ہے تو مولوی صاحب یا کوئی اونکا ہمرنگ ہمسنگ یہہ نسمجھہ جائی کہ حضرت عمر کے بعد متصل ہے
فدک پر اوس کا قبض و تصرف ہو گیا تہا بلکہ یہان قصہ کو مختصر کرکے یون کہدیا ہے کہ انجملہ کار مروان کی
قبض و تصرف مین آگیا ورنہ باتفاق اہل تواریخ حضرت عثمان کی زمانہ مین بھی بدستور سابق ہی رہا اور
قصہ کے مختصر کرنیکی بڑی دلیل یہہ ہے کہ اول تو لفظ اقطعہا اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ یہہ کار اوسنے
اپنی خلافت مین کیا چنانچہ عربی دان جانتی ہین کہ اقطاع کی معنی جاگیر کردینی کے ہین سو جاگیر کردینی کا
اختیار بجز خلیفہ اور کسی کو نہین ہوتا دوسرے اگر قصہ مختصر نہو تو یہہ معنی ہون کہ بعد حضرت عمر کی متصل ہی مروان
قابض ہوگیا اور علی الاتصال قابض رہا اور پہر بعد اوسکی متصل ہی حضرت عمر بن عبد العزیز کی قبض و تصرف
مین آگیا سو واقفان فن تاریخ پر روشن ہے کہ یہہ دونون باتین غلط ہین بعد حضرت عمر کے حضرت عثمان
کی اختیار مین تہا اور اونکی بعد باتفاق شیعہ وسنی حضرت علی کی اختیار مین تہا پہر جب کبہی مروان کا

زمانہ ہوا تو البتہ اوسنے اوسکو اپنی جاگیر کر لیا پہر اوسکی مرنیکی بعد کئی خلیفہ ہوئی اونکی بعد کہین حضرت
عمر بن عبد العزیز کی نوبتہ آئی اور یہہ قصہ کا مختصر کرنا کلام الدین بسیون جگہہ موجود ہی حضرت موسی اور حضرت
یوسف کی قصہ کو ملاحظہ فرمائیے لیکہین بہر حال قصہ مختصر ہی باجماع اہل سیر و تواریخ و علماء حدیث ثابت اور
متحقق ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ نبوی حضرت عمر کی خلافتہ مین حضرت علی اور حضرت عباس کی قبضہ مین تہا
پہر حضرت علی ہی کا قبضہ رہا حضرت عباس کا دخل اوٹھہ گیا حضرت علی کی بعد حضرت حسن حضرت حسن کی بعد
حضرت امام حسین پہر امام زین العابدین اور حضرت حسن بن حسن کا قبضہ رہا اوسکے بعد زید بن حسن برادر
حسن بن حسن کا قبضہ رہا رضی اللہ عنہم اجمعین یہانتک تو اوسکا جمع خرچ بدستور قدیم رہا ان سب کی بعد
مروان کی پنجون مین پہنس گیا یہانتک کہ نوبتہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے آئی اونہون بسبب کمال عدل
کی پہر بدستور قدیم کر دیا جب یہہ گذارش ہو چکی تو اب یہہ التماس ہے کہ مشکوۃ تو شہرہ آفاق ہی ہی ابو داؤد و صحاح
ستہ مین سی ہے تو جو روایتہ کہ ایسی کتابون مین ہو اوسکی صحتہ اور شہرۃ کو خیال کرنا چاہئے کہ کسقدر
اور کس مرتبہ کو ہوگی معہذا یہہ روایتہ کتنی صاف اس بات پر دلالتہ کرتی ہی کہ تا دم واپسین فدک
جناب سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی قبضہ مین رہا اور باوجود استدعاء
حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی آپ نی اونکو فدک عنایتہ نفرمایا بلکہ جیسی حکیم بیمار دار بیمار سے اون
چیزونکی دینی سی انکار کیا کرتا ہی جو اوسکو خلل کرین ایسی ہی حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے
خلاصہ اہل بیت سی فدک کی دینی سی جو مال دنیا تہا انکار فرمایا اور کیونکر انکار نفرماتی آیتہ انما یرید اللہ
لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا جسکا یہہ حال ہی کہ اللہ کا ارادہ ہی اہل بیت والون ہی کہ تمسی
ناپاکی دور کردی اور تمکو خوب پاک کردی اہل دنیا ہی کی طلبگاری کی مقدمہ مین نازل ہوئی ہے
بہر حال یہہ روایتہ فدک کی ہبہ نہونی پر مثل آفتاب روشن دلالتہ کرتی ہے اور وہ روایتہ جو بزعم شیعہ دستاویز
ہبہ ہے ہبہ کے ہونی پر صراحتہً دلالت نہین کرتی کیونکہ عربی کی روایتہ مین جس کا ترجمہ مولوی صاحب نے دینا رقم فرمایا ہے
لفظ اعطا ہی سو یہہ لفظ عام ہے ہبہ مین ہی بولا جاتا ہے اور عاریتہ مین بہی استعمال کرتے ہین سر مو تفاوۃ
نہین دونون موقع مین بلا تفاوۃ بولتی ہین اور بڑی دلیل اسکی عموم کی یہہ ہی کہ اعطا کا ترجمہ ہندی زبان
مین دینا ہی سو سب جانتی ہین کہ اکثر اوقات عاریتہ کو کہا کرتی ہین کہ فلانی چیز فلانی شخص کو دی ہی یا دی
رکہی ہی القصہ لفظ اعطا سی ہبہ ثابت نہین ہو سکتا سو اب روایتہ مشکوۃ کو تو ایکطرف دہریئے اور اوس روایتہ

کو جو مولویصاحب نی درج صحیفہ شریفہ فرمایا ہے ایکطرف رکہیئی اور پھر اوسکی صحۃ اور شہرۃ اور صراحۃ دلالۃ
کو اس روایۃ کی ضعف اور اخفا اور عدم دلالت مقصود سی موازنہ فرمائی اور پھر فرمائی کہ کسطرف
پلّہ جہکتا ہی سو اگر مولویصاحب عقل کو کار فرمائین گی تو بیشک اسبا تکو تسلیم فرمائین گے کہ واقعی قابل
اطمینان اور لایق اعتماد روایۃ مشکوۃ ہی ہے اس روایۃ مندرجہ مشکوۃ سی صاف واضح ہو گیا کہ اگر بفرض
محال روایۃ ہبہ فدک کتب مذکورہ مین ہو بہی اور یہہ کتابین بہی سبکی سب ایسی لوگونکی تصنیف ہون
جو موصوف بشرایط اعتبار روایۃ اعنی صدق و صلاح و فہم و فراسۃ و حفظ و دیانۃ ہون اور پھر اسکے
بعد اعطا سی مراد بہی ہبہ ہے ہو تو بیش برین نیست کہ ان کتب کی مصنفون نے یہہ کتابین بطور بیاض کے
اکہٹی کی ہین تہی اور رطب و یابس غلط صحیح سب انمین جمع کر لیا تہا تا کہ بعد الفراغ جمع نظر ثانی کر کے تخلیص
کرین گی چنانچہ سب مصنفین کرتے ہین لیکن اتفاقات تقدیر سے اونکی عمر نے وفا نکی یا فرصت نملی سوا اسلیے
بہت سی روایتین شیعونکی بنائی ہوی اونکی کتب مین درج ہو گئی اور کم فہم اپنی غلطی فہم سی اون روایات کو
اکابر محدثین کی تصنیفات مین دیکہہ کر بہل گئے چنانچہ شاہد اسکا موجود ہے شاہ عبد العزیز صاحب جو
عمدۃ المحدثین اور زبدۃ المورخین ہین تحفہ مین رقم فرماتی ہین کہ صاحب جامع الاصول نی نقل کیا ہے
کہ خطیب نے جو متاخرین محدثین اہل سنۃ سی ہی شریف مرتضی سے جو اجلہ علمار شیعہ مین سی ہی اور
علامہ رضی شیعہ مذہب کا بہائی ہے شیعونکی حدیثین اسی غرض سی نقل کین کہ بعد جمع و تالیف کی اونمین
نظر کری کہ انکی کچہہ اصل بہی ہی کہ نہین اور اس سی اول شاہ صاحب عمدۃ المحدثین شاہ عبد العزیز
صاحب ہے رقم فرماتی ہین کہ جو محدثین کہ فرقہ اہل سنۃ مین آخر مین پیدا ہوی ہین اونہون نی جو دیکہا
کہ پہلی محدث روایات صحیحہ اور حسنہ کو تو خوب ضبط کر گئے ہین اور اونمین سعی کی گنجایش نہین تو وہ ایسی
حدیثون کیطرف جنکی سندین ضعیف ہین یا وہ جہوٹی بنائی ہوی ہین یا غلطی سی کسی حدیث کی سند
کسی متن کے ساتہہ لگ گئی ہے ایسی متوجہ ہوی تا کہ سبکو بطور بیاض کے ایک جا فراہم کر کی نظر ثانی کرین اور
موضوعات کو حسان وغیرہا سی جدا کر دین لیکن بسبب کوتاہی عمر اور قلت فرصت کے یہہ مہم اونسی تمام نہو سکی مگر جو محدث کہ
اونکی بہی بعد پیدا ہوی اونہون نے اونکی بیاضون کی حدیثون مین باہم امتیاز کر دی چنانچہ ابن جوزی نے
جسکا حوالہ مولویصاحب نے بہی اپنے رقیمہ مین رقم فرماتی ہین موضوعات کو جدا کر دیا اور اوسکی مقابل مین حسان
وغیرہا کو مقاصد حسنہ مین جدا لکہہ دیا اور ایسی ہی سیوطی نے تفسیر در منثور مین کیا اور خود اون محدثون نی اپنے

کتابونکی مقامون مین جو بطور بیاض کے ہین اس غرض کو کہول کر لکہہ دیا ہی انتہی اس نقل ہی ہر کس و ناکس سمجھ
جائیگا کہ جن کتب کا حوالہ مولویصاحب نے اپنی خط مین درج کیا ہی وہ اکثر ایسی ہین کہ ایسی ایسی روایتون کی
رد کرنے اور حقیقۃ حال کے بتلانی کے واسطے جمع کی گئی تہین جن روایتونکو مولوی عمار علیصاحب ایسے راویونکی منسوب
کا نے پہر لی ہین لیکن اتفاقات سی اونکی مصنفونکو اجل نے آدبایا اور بعضی ایسی کتابین ہین جیسی تفسیر در منثور
اور کتاب ابن جوزی کہ اون مین اگر ایسی روایتین ہین بہی جنسے شیعہ تمسک کرتی ہین تو وہ اسطور پر ہین جیسے
تحفہ اور منتہی الکلام اور صواعق وغیرہ مین ہبہ فدک کی روایۃ مندرج ہی تو ایسا کون ہی جو یہہ نہین جانتا کہ
تحفہ مین اس روایۃ کو لکھہ کر یہہ لکہدیا ہی کہ یہہ روایۃ بنائی ہوئی ہی سو مولوی عمار علی صاحب بڑی چوکی کہ تحفہ
اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ تصنیفات مولانا حیدر علی کا نام نہ لکھا اس مین دو فائدہ تہی ایک تو کتابون
کی تعداد زیادہ ہوجاتی جس سے ہر کسی کی ایکدفعہ کو کان کہڑی ہوجاتی دوسری عوام اور جہال اہل سنۃ
شاہ عبد العزیز اور مولوی حیدر علی صاحب کو جسقدر جانتی ہین اوتنا متقدمین کو نہین جانتی اور پہر
شہرہ بہی مشہور ہی کہ ان دونون صاحبون نی رد روافض پر کمر حیست باندہ رکہی ہے سو اگر ان صاحبون کا
نام بھی ہوتا تو چندان جہوٹ ہی تہا اور عوام کو ایک بار تو یہہ وہم ہو ہی جاتا کہ جب شاہ عبد العزیز صاحب نے
باوجود شہرہ علم و فضل و تبحر فن حدیث و باینہمہ صرف ہمۃ در بارہ رد روافض اس روایۃ کو اپنی کتاب مین درج
کردیا تو ہو نہو یہہ روایۃ صحیح ہے ہوگی مگر شاید یہہ اندیشہ ہوا ہو کہ یہہ کتابین فارسی زبان مین اور پہر کثیر الوجود
اور فارسی خوان بکثرۃ مبادا قلعی کہل جائی بہر حال زور فہی اس دینداری پر اور اس پرہیزگاری پر اگر شیوہ
دغابازی اختیار ہے کرنا تہا تو اسکی لیئی یہی دنیا جیفہ تہی دین کو کیون ٹبا لگایا اور دین احمدی کو خراب کرنیکا
ارادہ کیا لیکن پہر بہی خیر گذری کہ آپ نی سنیونکی غاوینی کا ارادہ کیا جو ایسے ایسون کو لاحول مین اڑا دیتی ہین
اور ایسی ایسی دام مین نہین آتے لیکن شیعون کی خیر نظر نہین آتی کیونکہ جب آنکی ایسی مقتدا کا یہہ دماغ چلا ہی کہ
یہہ تمیز باقی نہین رہی کہ فلانی روایۃ فلانی کتاب مین کس غرض سی بیان کی ہی آیا بطور رد کی یا بطور اعتبار کے
اور اعتماد کی تو لاجرم عنقریب ہی مولویصاحب اسبات کو تشہیر کرین کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند
کریم ساحر اور مجنون اور کاہن اور مفتری فرماتا ہی اور پہر شیعونکی اندہی عقل سے یقین ہی کہ اسکو تسلیم کر جائین
اور یہہ نہ سمجہین کہ کلام اللہ مین کفار کا قول منقول ہے اور وہ بہی باینغرض کہ اونکی قول کو رد فرماتی ہین بہر
حال مولوی صاحب کے یہہ چالاکیان دیکہکر محبان دینی اور دینداران یقینی کی خدمۃ مین یہہ عرض ہے کہ ان مکاریون پر

بچائین ایسی ہی دجالون نی دین مین رخنہ ڈالا ہے اس علم کے پردہ مین انہون نے جاہلون کی نام کو بھی
عیب لگایا عالم تو درکنار اب آگی عرض یہہ ہی کہ مجملا تو اس روایتہ کا ہونا نہونا نسبتہ سب کتابونکی معلوم ہوگیا
لیکن اگر مفصل بہی کچہہ بیان کیا جائی تو اور اچہا ہی اسلئی ایک دو کتابونکو بالخصوص ذکر کرکے اونمین اس روایتہ
کا ہونا نہونا بیان کرتا ہون تاکہ موافق مثل مشہور مشتی نمونہ خرواری مولویصاحب کی سب حوالونکا حال
معلوم ہوجائی مگر چونکہ ان سب کتابونمین سی تفسیر درمنثور کا حوالہ عوام تو عوام بعض علماء سادہ لوح کو بہی شاید
متردد کردی کیونکہ مصنف شیخ جلال الدین سیوطی خاتمۃ المحدثین اور خلاصۃ المفسرین ہین اور بسبب کثرۃ
تصانیف اور رواج جلالین وغیرہ کی انکا نام شہرہ آفاق ہوگیا ہی تو اسلئی مین بہی انہین کی کتابونکی نسبتہ
اوس روایتہ کی ہونی نہونی کی تحقیق کرتا ہون سو اسلیے گوش گذار اہل انصاف ہون کہ تفسیر درمنثور مین
اس روایتہ کی ہونیکا کچہہ مضائقہ نہین کیونکہ وہ موضوعات وغیرہا ہی کی امتیاز کی لیی تصنیف ہوی ہی سو اوسمین
یہہ کیا اور بہت سی موضوع روایتین ہین لیکن موقع سند مین اوسکا نام لینا مولویصاحب کی کمال حیا اور خوبی
ذہن وذکا پر دلالتہ کرتا ہی سو اگر یہی استدلال ہین تو کل کو کہنی لگین گے کہ حضرت عیسی خدا کی بیٹی ہین کیونکہ کلام اللہ
مین موجود ہے اور اگر بوجہ کمیابی درمنثور اسباکی تسلیم مین تامل ہو تو جلالین اور اتقان تو کثیر الوجود ہین
یہان تک کہ دونون چہپ گئی ہین خصوصاً جلالین کہ تفسیر ومین میزان الصرف کا حکم رکہتی ہے بلکہ تفاسیر کی
بسم اللہ کہی سو اوسمین ملاحظہ فرما دیکہین کہ آیتہ وآت ذا القربی کی تفسیر مین ذی القربی اور حقکی کیا تفسیر کی ہے
اگر اونکی نزدیک روایتہ [illegible] فیہا معتبر اور صحیح ہوتی تو اول تو مع حوالہ اس حوالہ کو لکہتی نہین اختصار ہے
کرتی تب ہی ہمین کیا دریغ تہا کہ ذا القربی کی بعد حضرت فاطمہ زہرا کا نام اور حقہ کی بعد لفظ فدک لکہہ جاتی حالانکہ
اور جا ایسا ہی کیا کہ جو تفسیر کسی لفظکی کسی صحیح حدیث سی ثابت ہوئی ہے وہی بعینہ لکہدی ہے بلکہ حاشیون کی
حوالہ تک لکہہ دی ہین معہذا اتقان کی مضامین سے کہ صاف واضح ہوتا ہی کہ یہہ روایتہ جہوٹی بنائی ہوئی ہی کیونکہ
اوسمین اول ہی نوع مین اسانید متعددہ سی کہ جنمین سی بعضی سندونکو اونہی آپ جید لکہتی ہین سورہ روم اور
سورہ بنی اسرائیل کا مکی ہونا مرقوم ہے اور پہر بعد اوسکی سور قرآنی کی تفصیل کی ہی کہ فلانی فلانی سور تو نمین
اختلاف ہے کہ مکی ہی یا مدنی اور فلانی فلانی مین اتفاق ہی کہ یہہ مکی ہی یا مدنی اور پہر قسم سورہ روم اور سورہ
بنی اسرائیل کو اون مین داخل رکہا ہی جو بالاتفاق مکی ہین کسی ایک متنفس کو بہی اوسکی مکی ہونی مین خلاف
نہین اور اسی اثنا مین یہہ بہی تحقیق کی ہی کہ فلانی سورہ اگر مکی ہے تو اوسمین فلانی فلانی آیتہ مدنی ہے

پران دونون سورتون مین سی کسی آیتہ کو استثنا نہین کیا اور اس بات کی سند بہی وہی سند ہے جسکو وہ جید
لکہتی ہین اور اگر بعضی علما کی اقوال کی موافق ان دونون سورتون مین سی کسی آیتہ کا استثنا کیا بہی ہی تو اور
ہی آیتون کا استثنا کیا ہے پر اس آیتہ کو کسینی یون نہین کہا کہ یہہ مدنی ہی الغرض اتقان کی عبارات باواز
بلند یون کہتی ہی کہ یہہ دونون سورتین خاص کر یہہ دونون آیتین باتفاق اہل ملتہ مکی ہین اور طرفہ تماشا
یہہ ہی کہ شیعہ بہی اس بات مین سنیون کی موافق ہین چنانچہ طبرسی صاحب مجمع البیان کا قول پہلی مرقوم ہو چکا
ہی کہ سورہ روم سوا آیتہ فسبحان اللہ کے سب مکی ہی الغرض اول تو اتقان کی اس تحقیق سی محقق ہو گیا کہ آیتہ
آت ذا القربی مکہ ہی مین نازل ہو چکی تہی تو اس سورہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوال وجواب مین
حضرت جبرئیل کا یون کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہین اونکا حق فدک ہی ہرگز درست نہین ہو سکتا ایسا
جواب نامعقول حضرت جبرئیل سی نہین ہو سکتا ہان اگر حضرت جبرئیل شیعہ مذہب ہوتی تو البتہ کم فہمی کا احتمال
ہو سکتا تہا دوسری اتقان کی اوناسیوین نوع مین جو در بارہ معرفتہ شروط مفسر ہے فصل اختلاف تفسیر مین یون رقم فرماتی
ہین کہ ایسی تفسیرین جنکی سند صحیح ہو بہت کم ہین اور پہر اوسمین بہی ایسی جنکی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تک پہونچی اور بہی کم ہین اور پہر وعدہ کیا کہ مین اون سبکو برابر ترتیب وار بیان کرونگا چنانچہ موافق
اپنی وعدہ کی بترتیب سور قرانی اون تفاسیر کو مع بیان ماخذ بیان کیا اور تسپر نہ سورہ بنی اسرائیل مین اس
روایتہ متنازع فیہا کو بیان کیا اور نہ سورہ روم مین جسکی آیتہ کو شیعہ دستاویز ہبہ فدک سمجہتی ہین بلکہ والناس
کی متعلق کہ جو روایتہ تہی اوسکو لکہہ آخر مین یہہ لکہا کہ یہہ ہی جو کچہہ مجہی معلوم ہی اور جاننا چاہیے تفاسیر مرفوعہ مین سے
جنکے مرفوع ہونی پر لوگون نی تصریح کی ہی خواہ وہ صحیح ہین خواہ حسن ہین خواہ ضعیف خواہ مرسل خواہ معضل
لیکن موضوعات اور اباطیل کو مینی نہین لیا اب عرض یہہ ہے کہ اس وعدہ اور یا وعدہ کی قرینہ سی یون معلوم
ہوتا ہی کہ جو روایتہ لکہی ہی وہ سمجہہ کر لکہی ہی اور جو باوجود معلوم ہونیکی چہوڑ دی ہی وہ سمجہہ کر چہوڑ دے
ہوگی چوکی نہین چہوڑے سو یہہ روایتہ متنازع فیہا جو نہین لکہی تو دیدہ و دانستہ نہین لکہی اسکو موضوعات
اور اباطیل مین سی سمجہا ہوگا جو نہین لکہا اور نہ اس کتاب مین ضعیف اور مرسل اور معضل تک نہین چہوڑا
تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کی کتابون مین کسی ضعیف طریق اور ضعیف روایتہ سی بہی یہہ نہین ثابت ہوتا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نی بعد نزول آیتہ مذکورہ کی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کیا ہی جو روایتہ اس
بات پر دلالت کری وہ لاریب موضوع ہی بلکہ صحیح یہی ہی کہ فدک تا دم واپسین جناب پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ہی کی قبض و تصرف مین تھا چنانچہ روایۃ صحیح اس مضمون کی گذر چکی اور قطع نظر قوۃ سند اوس روایۃ
کی بڑی دلیل اوسکی صحت کی اور دلیل ہے کونسی جسکو شیعہ بہی مان جائین یہہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علے
رضی اللہ عنہ نی بہی موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت
عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہا کی فدک مین عمل کیا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وارثون پر اوسکو
تقسیم نکیا بلکہ بدستور قدیم فقرا اور مساکین ور ابن سبیل مین تقسیم کرلیتے تہی اگر اپنا حصہ خدا کی راہ مین دیا
تھا تو سب وارثون کو کیون محروم رکہا اور یہہ بات شیعونکی نزدیک بہی مسلم ہے اسیواسطہ اسکی چار جواب
دیتی ہین اون چارون جوابون کو مع اونکی تہدید کی پیش نظر کرتا ہون تا کہ خوش فہمی ور انصاف پرستی علماء شیعہ
ہر کس و ناکس پر آشکارا ہوجائی اول تو یہہ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم غصب کی ہوئی چیز کو نہین لیا کرتے
چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گہر کو جو بعد ہجرۃ کے کفار نی دبا لیا تھا کفار سی نہ لیا
تہا اوسی قسم کا جواب ہی جیسا مثل مشہور ہے کہ مرد کی ہاتہہ چلین اور نامرد کے زبان چلی جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا اول تو مکان ہی بدقت ثابت ہوگا کیونکہ اول تو آپ کی والد اپنی والد کی آگے مر گئی تہی دوسرے
نبی کی وارث ہونی مین کلام ہان حضرت علی کی مکان کی نسبۃ کہئی اور اگر بوجہ وصیۃ عبد المطلب کوئی مکان
آپ کا بذات خود مملوک ہی ہو جیسی بعض علما کی تحریر سی ثابت ہوتا ہے یا کوئی اور وجہ فرض کیجی تو اس
صورۃ مین البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی گھر کو نہ لینا تو مسلم لیکن یہہ کا ہیسی شیعونکو محقق ہوگیا
کہ آپ نی اس وجہ سی نہین لیا نہ لینلی کے لیئے بہت سی احتمال ہوسکتی ہین اول تو یہہ کہ بسا اوقات اپنی چیز
چور کو یا غاصب کو معاف کردیتی ہین اور معاف کرنا وہان ہی ہوتا ہے جہان آدمی اپنی آپ بہی لی سکتا ہی اور
اگر اوسکو اوسکا لینا درست ہی نہو تو پہر معافی کے کیا معنی سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی بہی معاف کردیا ہو
پہر معاف کرنا اپنی حق کا تو صحیح ہوسکتا ہے دوسری کی معاف کرنیکی کیا معنی سو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
اگر فدک کا لینا ہی درست نتہا تو یہہ تو اس دلیل سی ثابت نہین ہوتا اور اگر بوجہ معافی نہین لیا تو اپنا
حق معاف کیا ہوتا حسنین کا اور اونکی بہنون کا حق کیون معاف کرد یا معہذا معاف کرنے کی تو یہہ معنے
ہین کہ غاصب یا اوسکی اولاد کو چہوڑدی نہ یہہ کہ اپنی قبضہ مین رکہی اور اوروںنکو دیا کری دوسرا احتمال
یہہ ہے پہر اور بہی صحیح ہے کہ جب کسی چیز پر کفار کا غلبہ اور تسلط ہوجائی اور مسلمانونکی حکومۃ باقی
نرہے اور نہ وہان کوئی ایسا حاکم رہی کہ جس سی مظلوم فریاد کرکے اپنی داد کو پہونچی بلکہ خود حکام کفار ہی اوسکو

دبالین تو وہ چیز کفار کی ملک مین آجاتی ہی اور اونکی سب تصرفات بیع شرا وغیرہ اوسمین جاری ہوجاتی ہین
اور مشتریون کو وہ چیز حلال طیب ہوجاتی ہی اور یہہ حکم اسلیئے جائز رکھا گیا کہ اگر یون نہ کیا جاے
تو ایک عالم کی مصیبت آجائی اور سبکے سب حرام خوار ٹھہرین یا ہزارون تکلیفین اوٹھائین کیونکہ ایک
ولایۃ والونکو دوسری ولایتونکی چیزونکی ضرورۃ رہتی ہے سو جس ولایۃ کی چیز کے ضرورۃ ہوا گر اوسکو کفار فتح کرلین
اور وہانکی اسباب اور متاع کو لوٹ کر نیلام کرنے لگین تو دوسری ولایۃ والی اگر خریدین اور استعمال کرین
تو ظالم اور مرتکب حرام کے ٹھہرین اور اگر نہ خریدین یا خریدین اور استعمال نکرین بلکہ اصل مالکون کو ہٹا کر
دیدین تو یہہ سخت دشوار ہے ہر چیز مین اور ہر شخص سے نہین ہوسکتا اس حکمۃ کے لیئے یہہ حکم شارع نی
تجویز کیا چنانچہ علماء اہل سنۃ نی کلام اللہ ہی مین سے اسکی طرف اشاری پائی ہین اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کے نہ لینی کو اسی پر محمول کیا ہے ورنہ اگر گھر کے نہ لینی کے یہہ وجہ ہو کہ اہل بیت
شئ مغصوب کو نہین لیا کرتی جیسی شیعہ فرماتی ہین تو یہہ توجیہ بشہادۃ مولوی عمار علی صاحب بلکہ بشہادۃ عام
اسلاف شیعہ غلط ہے کیونکہ مولوی عمار علی صاحب اپنی رقیمہ کریمہ مین رقم فرماتی ہین کہ حضرت عمرؓ کی خلافۃ
مین بلکہ حضرت عثمانؓ کی خلافۃ مین بھی حضرت علیؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے دعوی فدک کا کیا سو
اگر شئ مغصوب اہل بیت نہین لیا کرتے تو حضرت علی نے کسلیئے یہہ دعوی کیا تھا اور اگر یون کہی کہ ان
دونون خلافتون مین دعوی کیا سنیونکی روایتونکی حوالی بیان کیا ہے اونکو اس سی الزام نہین دیا
جاسکتا تو یہہ تو شیعونکی نزدیک بہی مسلم ہی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نی فدک غصب کیا اور زہرا کا دعوی ہبہ
نہ سنا تو حضرت زہرا نی میراث کا دعوی کیا سو اگر اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم شئ مغصوب کو نہین لیا کرتی تو
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی پہر کیون فدک طلب کیے اور اگر عقلاء شیعہ سنیونکی ضد مین عقل و انصاف
کو طاق مین دہر کر یون فرمانی لگین کہ یہہ دونون دعوی اگرچہ بصورۃ دو ہین لیکن چونکہ متصل بلا فصل
واقع ہوی ہین ہم ایک ہی دعوی اسی قرار دیتی ہین سو بعد گفت و شنود کی ختم ہوجانی کی غصب متحقق ہوا اور پہلے غصب
تھا ہی نہین جو کچھ خرابی لازم آوی تو اسکا جواب تو یہہ ہی کہ یہہ ہمارا احسان ہی کہ ہم ایسی ایسی فقرون مین
درگذر کرجاتی ہین ورنہ اہی بات سی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا فدک مغصوب کی نسبۃ دعوی کرنا ثابت کیا
مثل آفتاب روشن ہے لیکن چونکہ علماء شیعہ خصوصاً مولوی عمار علی صاحب کی عقل کی رسائی معلوم ہی ایسے
اسبابات سی چشم پوشی کرکے ہم اور جواب دیتی ہین وہ یہہ ہے کہ یہی فدک عمر بن عبد العزیز کے وقت مین حضرات

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نی لیا اور وہ اونہین کی ہاتہہ مین رہا پہر خلفاء عباسیہ اوسپر متصرف ہو گئے
یہانتک کہ سنہ دوسو بیس مین مامون عباسی نی اپنی عامل قثم بن جعفر کو لکہا کہ فدک حضرت فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا کی اولاد کی حوالہ کردی سو اوسوقت امام علی رضا نی لیا پہر متوکل عباسی اوسپر متصرف ہو گیا بعد ازان
معتضد نے پہر دیدیا چنانچہ یہہ سب قصہ مفصل قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین مین لکہا ہے اگر کوئی سنی لکہتا
تو شیعونکی نزدیک اعتبار کے قابل ہی نہوتا اور اوسکو بہی جعلی ٹہراتے مجالس المومنین کا حال تو بڑے ہے
لکہی یا صحبت یافتہ علما جانتی ہونگی یہہ تو سب جانتی ہین کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد
شہادۃ حضرت عثمان کی خلافت منصوبہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید پلید سے خلافت
منصوبہ کی طالب ہوئی یہانتک کہ نوبت شہادۃ کی پہونچی اور اگر ان امور مین سے ایک ہی ظہور مین
نہ آتا تو شی منصوب کے لینے کی جواز مین اور دلانی کی وجوب مین عقلاء اولو الالباب کی نزدیک پہر بہی کچہہ تامل
تہا کیونکہ سابق مین تحقیق ہو چکا ہی کہ آیۃ وآت ذا القربی مین گو مخاطب اور خاص ہے لیکن خطاب عام ہی جو
اگر ذا القربی سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قرابتی مراد ہون تو اونکی حق کا دلانا سبکی ذمہ واجب
ہوا اور نیز وجوب عدل و انصاف کی فرضیت سی کلام اللہ بہرا ہوا ہے اور عدل و انصاف اسی کا نام ہے
کہتی ہین کہ اہل حق کی حقوق دلائی جائین سو بعد غصب کے اگر مالک کا حق باقی رہتا ہی تو حضرت علی کو ذمہ
فدک کا حضرت زہرا کی وارثونکو پہونچانا فرض تہا اور اگر بعد غصب اہل بیت کا حق ساقط ہو گیا تو امین اور
غاصبین کیا فرق ہی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باب مین یہہ زبان دراز یان ہین دوسرا
جواب علماء شیعہ نی حضرت علی کی فدک مین تصرف مالکانہ نکرنی کا اسطرح دیا ہی کہ حضرت علی نی حضرت زہرا
رضی اللہ عنہا کا اقتدا کیا یعنی جیسی اونہون نی فدک سی کچہہ انتفاع نہین اوٹہایا اس جواب پر تو مناسب یون
ہی کہ علماء شیعہ کی قربان ہو جائی سبحان اللہ کیا فہم کی رسائی ہے خیر فہمیدہ لوگونکی لیے تو اس جواب کے
تردید کے کچہہ ضرورۃ نہین کیونکہ عقل خود اس جواب کے مضمون کو ایسی لگتی ہی جیسے مکہی کو معدہ لیکن
چونکہ سب ایک قسم کی نہین ہوتے تو اسلئے یہہ گذارش ہے کہ جب امامون نی بعد حضرت علی کے باقرار سرگروہ
شیعہ قاضی نور اللہ فدک کو لیا چنانچہ ابہی مذکور ہوا ہے اونہون نے حضرت فاطمہ بلکہ حضرت امیر کا ہی کس لیے
اقتدا نکیا اور نیز یہہ اقتدا فرض تہا یا نفل اگر فرض تہا تو اور امامون نی کیون نہ کیا اور اگر نفل تہا تو
اول تو ائمہ اہل بیت سی ایسی سنت معمول ہیا حضرت علی اور حضرت فاطمہ بلکہ معمول ہیا حسنین اور معمول ہیا

حضرت امام زین العابدین کا ترک کرنا مستبعد ہے اور معمول بہا ہونا حسنین اور امام زین العابدین کا خود
ظاہر ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جیسے بناچاری فدک سے منتفع نہوئین تہی ایسی ہی یہہ بزرگوار
بہی بناچاری منتفع نہوسکے دوسری حضرت امیر المومنین نے اس نقل کی واسطہ حقدار و نکی حق پہونچانی کو
جو اونکی ذمہ فرض تہا کیون ترک کیا اور نیز کسی کا اقتدا احتمال اظہار یہ مین ہوا کرتا ہے افعال اضطراریہ مین
کوئی کسی کا اقتدا نہین کیا کرتا ورنہ لازم آئی کہ حضرت امام مہدی حضرات ائمہ ماضیین کا اقتدا تقیہ مین
جو بوجہ ناچاری وہ کیا کرتی تہی کرین اور ایسی ہی حضرت امام حسین تقیہ مین اتباع حضرت امیر کرتی سوا اگر
حضرت زہرا ایسکی ظلم وستم کی باعث فدک سی منتفع نہوسکین تو ناچار تہین حضرت علی کو اپنی وقت خلافت
مین اس مظلومیت کی اقتدا کی کیا معنی بااینہمہ اگر حضرت امیر کو حضرت زہرا کا اقتدا ہے کرنا تہا اپنی حصہ مین
کیا ہوتا حضرت حسنین اور اونکی بہنونکو کیون محروم المیراث کردیا تیسرا جواب جو شیعون نے اعتراض معلوم
کا دیا ہی وہ یہہ ہی کہ حضرت امیر اسلیے فدک سی منتفع نہوی تاکہ لوگونکو متحقق ہوجائی کہ حضرت امیر کے
گواہی دربارہ ہبہ فدک حسبتہ للہ تہی اپنی نفع کی امید پر نتہی یہہ جواب بہی مثل جواب سابق سراپا اختلال اول تو
جو لوگ اس مقدمہ مین حضرت امیر کی طرف سی گمان فاسد رکہتی وہی لوگ ہونگی جنہون نے حضرت امیر کی گواہی کو
قبول نکیا سو وہ لوگ پہلی ہی اس جہان سے چلدیے تہی انکی خلافت مین اونمین سی کون تہا جو اوسکی جتلانی کے
لیے اپنے فدک نلیا اور اگر مردو نکا جتلانا مد نظر تہا تو اول تو اونکو اطلاع نہین ہوسکتی دوسری اپنی مرنے کے
بعد اونکو خود حضرت امیر کے حقانیت اور اپنا ظالم ہونا معلوم ہوگیا ہوگا سو یہہ نہ لینا یونہین رائیگان گیا بوجہ
حضرت امیر نے مال حلال کو ہاتہ سی کہویا نہ نفع دین نہ نفع دنیا اور اگر یون کہی کہ خلفاء ثلثہ مرگئی تہے تو کیا
ہوا اونکی معتقد اور نواصب تو موجود تہے تو اسکا جواب یہہ ہی کہ یون تو یہہ احتمال پہر بہی باقی رہا جب آپکی
بعض اولاد نے لیا خصوصا مامون کی زمانہ مین کہ وہ مائل بہ تشیع تہا اور فدک کو حق اہل بیت سمجہہ کر
حضرت امام علی رضا کی حوالہ کیا جب بہی آخر نواصب کو یہہ شبہہ پیدا ہوا ہوگا کہ حضرت امیر کی گواہی اس پیش بینی
کی لیے تہی بلکہ بیشتر اولاد ہی کی لیے ایسی ایسی تدبیرین دور دراز کیا کرتے ہین سو نواصب بحکم المرء یقیس علے
نفسہ بالضرور یہہ سمجہی ہونگی کہ حضرت امیر کی گواہی فقط اس لیے تہی کہ اگر یہہ تیر ہماری زمانہ مین نشانہ پر
نہ بیٹہا تو کبہی نہ کبہی تو کارگر ہوہی گا سو اگر یہی رفع تہمت مد نظر تہا تو لازم تہا کہ اپنی اولاد کو وصیت کرجاتی کہ
کہ ہرگز اس مال کو نہ لیجیو نہین تو میرے شہادت مین خلل آجائیگا چوتہا جواب شیعون کی طرف سی یہہ ہے

کہ یہہ سب پرہیزگاری اور فدک سی دست برداری تقیہ کی وجہ سی تھی القصہ شیعہ لاچار ہوکر اپنیوں پر آگئی
لیکن ع دروغ گورا حافظہ نباشد علماء شیعہ کو اس جواب کی وقت یہہ یاد نرہا کہ سب آ وامیونکا مذہب تقیہ مین
یہہ ہی کہ جب امام جہاد کی لئی تیار ہو اور قتل وقتال مین مشغول ہو تو پھر اوسپر تقیہ حرام ہوجاتی اسلیے حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہرگز تقیہ نکیا سو اگر حضرت امیر اپنے خلافۃ کے زمانہ مین تقیہ کرتے تو اور اولٹے
مرتکب فعل حرام کی ہوتی نعوذ باللہ اس جواب نے لون نی حضرت علی رض کی وہی مثل کردی ہے جیسے کہا
کرتے ہین یکی نقصان مایہ دیگر شماتہ ہمسایہ مال کا مال گیا وبال گناہ پلہ بندہا خدا نادانون سی پناہ
نڈالی کیسنے سچ کہا دشمن دانا بہتر از نادان دوست معہذا اگر تقیہ خلفاء ثلثہ سے تہا تو وہ تو خود پہلی
ہے اس جہان سی چلدئی تہی اور مردوں سے تو نامردونکو بھی اندیشہ نہین ہوتا چہ جائیکہ علی شیر خدا
رضی اللہ عنہ بابا قیماندون سی سو وہ یا تو آپکی لشکری تھے اور شیعہ مخلص یا منجملہ رعیۃ سو رعیۃ مین سے
ایسی امور مین اگر اندیشہ ہوتا ہے تو اونسی ہوتا ہی جنکے آمدنی کم ہوجاتی ہے سو یہان وہ فقرا اور مساکین
اور ابن سبیل تھی اونسی ڈرنا ہی ہمہ زن خوف مردگان ہی سوا انکی اور کسیکے بلا کو کیا غرض تہی کہ فدک
کے سبب حضرت علی کی مقابل ہوکر اپنی جانکو خطر مین ڈالتا اور اگر بالفرض محال یہہ صورۃ ظہور ہی پکڑتی
تو اول تو حضرت امیر کے برابر کسی مین زور اور بل اور شجاعۃ اور لشکر نتہا اگر کچہہ گمان ہو بہی تو امیر معاویہ
یا حضرت عائشہ کی طرف ہو ہی سو اونہون نی اب کونسی کمی کی دوسری ایسی مفسدے بجز اسکے رعیۃ بادشاہ
کے مقابلہ پر مجتمع ہوجائین تصور مین نہین آتی حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئی تو زیر حکم اسلام سوا
ملک عرب اور کچہہ نتہا سو وہ بہی بمجرد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبکے سب منحرف ہوگئی چنانچہ
مختصر اسکا بیان ہوچکا ہی لیکن ابوبکر صدیق رض باینہمہ تنہائی کہ سوا سکان مکہ و مدینہ اور کوئی اونکا یار
اور مددگار نتہا اور لشکر عظیم حضرت اسامہ کی ساتہہ بنی غسان کی طرف بہیج چکے تہی ہرگز نڈری اور
مانعین زکوۃ کی نسبتہ باوجودیکہ اکثر صحابہ بسبب قلۃ اعوان وانصار کی اون پر جہاد کرنیسی اندیشہ مند
تھی یون فرمایا کہ واللہ اگر وہ ایک رسی بہی جو خدا کی راہ مین دیا کرتے تہی ندینگی تو مین اونسی جہاد
کرونگا بلکہ یون بہی کہا کہ اگر اور کوئی نجائیگا تو مین تن تنہا جاونگا جب ابوبکر باوجود اس بے سروسامانی
اور کثرۃ اعدا کی ایسی ناچیز چیزون پر تن تنہا جہاد کرنیکو تیار ہوجائین تو حضرت امیر تو اشجع الناس تھے
اور لشکر کثیر جسمین سی اکثر وہ لوگ جنہون نی ایک ہی بنائی خلافۃ کو درہم برہم کردیا اونکی ہمراہ اور

ص ۲۱۶

جس مال پر تکرار وہ مالیتہ فراوان اور حق بھی ایسی مظلومون کا کہ اونپر ظلم ہونا دوسرے قیامتہ پھر بجانے کہ
حضرت علی کے تقیہ ہونے کی کیا معنی بہرحال جوابات شیعہ تو جیسے ہین سب ہے جان گئی اون جوابون سے
حصول مطلب شیعہ بہی معلوم ہوگیا لیکن اونہین ان جوابون سی نفع ہو کہ نہو سنیون کو یہہ فائدہ حاصل
ہوگیا کہ حضرت علی کا فدک مین تصرف مالکانہ نکرنا اور بدستور سابق رہنے دینا جو سنیونکا دعوی ہتہ
بجاہی پہر جوان جوابونکی تردید ونکو دیکھیگا وہ آپ سمجہہ جائیگا کہ حضرت علی کا فدک کو بدستور سابق رہنی دینا
فقط اسی وجہ سی تہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تادم وفاۃ کسی کو ہبہ نہین کیا تہا اور پہر متروکہ نبوی
مین وراثتہ جاری نہین ہوسکتی چنانچہ عنقریب انشاء اللہ مشروحا مفصلا اس کا اثبات آتاہی جب یہہ بات
محقق ہوچکی تو ہر دانا و نادان کو محقق ہوگیا کہ روایتہ متنازع فیہا جو مستند شیعہ ہی سراسر بہتان اور دروغ
تراشیدہ حضرات شیعہ ہی اور جیسے حسب درآیتہ اوس کا غلط ہونا صحیح ہوگیا تہا باعتبار قوانین روایتہ بہی ایک فسانہ
بی اصل نکلا علی ہذا القیاس مامون عباسی کے زمانی مین اولاد حسنین کا نسبتہ فدک دعوی کرنا اور اوس کا دوسو
علماء اہل سنتہ کو جمع کرکے دربارہ فدک استفسار کرنا الی غیر ذلک بمنزلہ خیالات بوستان خیال اور حکایات
باغ بہار ہے اگر سراسر غلط نہین تومثل مرویات صحیحہ بالکل صحیح بہی نہین اتنی بات بیشک ظہور مین آئی
کہ مامون عباسی نے بوجہ میلان تشیع فدک کو اولاد حسنین کی حوالہ کردیا القصہ جب ان افسانون کا جہوٹا ہونا
ثابت ہوگیا تو دعوی ثبوت ہبہ جسپر مولوی عمار علیصاحب نی بیڑا اوٹہا کر عزم اثبات غصب کیا تہا مثل خانہ شطرنج
چلی کہ سوار خیال اور کچہہ نتہا بنا بنایا ڈہ گیا اور بعد ازین ہمکو کچہہ ضرورۃ تردید نرہی کہ اہل انصاف کے ویئے
فدک کے غصب نہوئی مین اتنا ہی سامان سامان علم الیقین ہے اور حضرات شیعہ جیسی ناانصافونکی لئے اسیقدر
جواب دندان شکن اور قاطع جوہر جہین کہین ہے لیکن باینہمہ زیادہ زیادہ اور طریق تنزل مناظرہ
مین علامتہ حقانیتہ ہوتا ہے اسلیے بطور تنزل معروض ہی کہ اہل سنتہ کی کتابونمین سند ضعیف سی بہی یہہ روایتہ
نہین کہ بعد وفاۃ سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات حضرت فاطمہ زہرا نی دعوی
ہبہ فدک کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اونکا دعوی لنسا اور گواہ مانگی اور حضرات زہرا رضہ حضرت علی اور
حضرت ام ایمن یا حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو علی اختلاف الروایات گواہ لائین اور حضرت ابوبکر
صدیق نے لسبب نہوئی دو مردون یا ایک دو عورتون کی اونکی گواہی کو رد کردیا یہہ سب خوبی اور بزرگی
انہین بزرگواران شیعہ کی ہی کہ ان روایات کو گہڑ کر زاد راہ جہنم تیار کیا اور سرمایہ نعمتہ ابدی بہم پہونچایا اور

پہر جرات تو دیکہو کہ علماء اہل سنتہ سی جواب طلب ہے محبان دین کی خدمتہ مین یہہ التماس ہی کہ اہل سنتہ کا شیوہ
یہہ نہین کہ وقت پڑی پر جہوٹ بول جائین انکی مذہب مین تقیہ کی جواز کی بہی کوئی صورۃ ہوتی ہو مضائقہ
نہہا اسلیے جو امور واقعی ہین اگرچہ ظاہر نظر مین جای گرفت اور محل طعن ہو اپنی کتابون مین درج کرتے ہین اور
اور انکار نہین کرتی مثلاً حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا میراث کا دعوی کرنا اور حضرت ابو بکر صدیق کا
ندینا اور قضیہ قرطاس اور واقعہ جمل کہ یہہ سب امر واقعی ہین اور انکی جواب معقول رکہتی ہین اگر جہوٹ
ہی بولتی تو جیسی شیعہ وقت پڑی پر جاہلونکی سامنی اپنی مرویات صحیحہ سے ہی انکار کر جاتی ہین سنی بہی
ایسی امور سے انکار کیا کرتی لیکن جو بات اصل سی بی اصل ہو اوسکو کیونکر سر دہریے پر اس عداوۃ اور
اس دیانتہ کو دیکہیی کہ سنیونکی دین کی خوبی کی حسد مین مقتدایان شیعہ و پیشوایان امامیہ اپنی دین کو بہی
خراب کرنی لگی اور جہوٹی روایتین تراش کر سنیون کی گریبان گیر ہونی لگی سو دروغ پسندونکو جہوٹی باتین
ہی سنکر اطمینان ہوتا ہی اسلیے ہم بہی انکی خوشی کی لیئی یہی کہتی ہین کہ جو کچہہ شیعہ فرمائین سب سچ ہی ؎ دروغی را
جزا باشد دروغی ؎ مگر بپاس خاطر اہل صدق اس روایتہ کی غلط ہونیکی دو دلیلین بیان کرتا ہون ایک
سنیونکی طرف سے ایک شیعونکی طرف سی سنیونکی طرف کی دلیل تو ایسی ہیچ کہ جس سے اپنے دلکا تردد رفع ہو جائے
اور دشمن کا اعتراض ہو جائی سو وہ وہی روایہ مشکوۃ ہی جسمین عمر بن عبد العزیز کا فدک کو بدستور سابق
کر دینا مذکور ہے اس روایتہ کی صحتہ اور شہرۃ کی طرف پہلی بہی اشارہ گذرا اور اب بہی کہنا پڑا کہ مشکوۃ کے
شہرۃ تو سبہی کو معلوم ہے اور ابو داود جو اس روایتہ کا ماخذ ہے وہ خود صحاح ستہ مین سی ہے بالجملہ یہہ
روایتہ صحیح سنیونکی کتابون مین موجود پہر جو روایتہ اسکے مخالف ہو اور وہ بہی ایسی کہ نہ اوسکی سند اسکے
سند کے برابر اور نہ اوس کا ماخذ اسکے ماخذ کے برابر وہ ہرگز صحیح نہین ہو سکتی پہر اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ سنیونکی
کتابون مین بطریق صحیح ایسی حدیث موجود ہے جس سے ہبہ ہونا فدک کا ثابت ہوتا ہے تو نادان ہی
سنکر یقین کریگا کہ یہہ بات غلط ہے اور اگر صحیح ہی ہو تو یہہ معنی ہونگی کہ بطور تردید کے یعنی اسبات کے
بتلانی کی لئی کہ یہہ روایتہ غلط ہی اس روایتہ کو کسی کتاب مین داخل کیا ہو گا یا کسی نی اپنی بیاض مین اور
رطب یابس کی ساتہہ اس روایتہ کو بہی داخل کر دیا ہو گا کہ بعد مین نظر ثانی کر کے صحیح غلط مین امتیاز کر دی جائی
سو علماء شیعہ نی بوجہ چالاکی اور غلط اندازی ایسی مواقع سی اس قسم کی روایات کو چن لیا ہی دوسری دلیل
شیعونکی طرف سے جس سے وہ اولٹی الزام کہائین اور خاموش رہ جائین سو ۵۹ حضرت علی کا فدک کو

بدستور سابق فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرنا اور آپ نہ لینا اور حضرت زہرا کی وارثون کو
نہ دینا ہی جسکو شیعہ بر سر و چشم رکہتی ہین اور اوسکی واقعی ہونی سی انکار نہین کر آئی چنانچہ اسکی تحقیق اوپر
گذر چکی ہی اور یہہ گذر چکا کہ شیعون نی اسکی عذر مین ہر چند بہت دست و پا ماری لیکن سب رائیگان گیی
بالجملہ اس قضیہ مسلم الثبوت طرفین اور نیز روایۃ مشکوۃ سی یہہ کا متیقن ہونا سراسر بہتان اور غلط ہے پہر کیا
امکان کہ سیدۃ النسا جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی جو شیعون کے نزدیک معصوم اور ہماری نزدیک
محفوظ ہین ایسا دعوی دروغ باین ہمہ بزرگی سرزد ہوا اور یہہ حضرت علی اور حضرت حسنین جو باعتبار طرفین یا معصوم
ہین یا محفوظ شہادۃ زور جو ہمسنگ کفر ہی اسطرح بر ملا علی الاعلان ادا کرین بہر حال یہہ روایۃ سنیونکی
کتابون مین اصلا موجود نہین شیعونکا افترا اور بہتان ہی پہر ایسی روایتون سی سنیونکی الزام کی درپی ہونا اور
اونسی اوس کا جواب طلب کرنا کمال سفاہتہ اور عین حماقتہ کی دلیل ہی باقی یہہ جو مولوی صاحب نے نو دس کتابونکی
نام لکہدی ہین یہہ وہی قدیمی کید ہی اور پرانی دغا اور فریب کے بات ہی جو مولوی صاحب کو سینہ بسینہ پہونچی ہی
اور ہمنے اوسکے طرف بحوالہ تحفہ اشارہ کیا جسکا یہہ مضمون ہے کہ شیعہ اکثر اپنی مطلب کی باتین کمیاب نادر الوجود
کتابون سے نقل کر دیتی ہین حالانکہ اون کتابون مین اوسبات کا نشان ہی نہین ہوتا اور اگر ایک دو نسخے
مین کسی کتاب کی یہہ روایتہ ہو دی ہی تو وہ ہی بیشک ایسی ہے دغا بازونکی چالاکی ہی کیونکہ انکی ایک یہہ ہے عادۃ
کہ کتب غیر مشہورہ مین جو خال خال ملتی ہین اکثر روایات اپنی مذہب کی یا اپنی آپ تراش کر داخل کر دیتی ہین
چنانچہ تحفہ ہی کی حوالہ سے بجہہ بات ہی مفصل مرقوم ہو چکی ہے اور اگر فرض کیجی کہ ان سب کتابون کے
ہی نسخون مین یہہ روایتہ ہے تو اول اسبات کا اثبات چاہیی کہ ان کتابون کی مصنفون نے التزام کر لیا ہے
کہ جو کچہہ ہم ان کتابون مین درج کرین صحیح صحیح درج کرین گی ضعیف اور موضوع درج نکرینگی سو اسبات کا ثابت
ہونا تو معلوم البتہ معاملہ برعکس ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ اصول حدیث کی آخر مین جو مشکوۃ مطبوعہ مطبع دہلی
کے اول مین لگا ہوا ہے یون رقم فرماتی ہین کہ شیخ جلال الدین سیوطی نی جمع الجوامع مین کوئی پچپس کتابون سی زیادہ
کتابونکی حدیثین جمع کی ہین اور پہر اوسمین صحیح حسن ضعیف ہر قسم کی حدیثین لائی ہین اسی پر اور کتابونکو
ہی قیاس کر لیجی مشتی نمونہ خرواری قیاس کن ز گلستان من بہار مرا الغرض ان کتابون کی مصنفون نے
یہہ التزام نہین کیا کہ انمین بجز صحاح کے ضعیف حدیثین داخل نکرین گی اور یہہ بات ویسی
ہے تو ظاہر ہے اگر یون بات ہوئی تو اونکو ہی بمنزلہ صحاح ستہ سمجہتی اور صحاح مین داخل رکہتی

اور اگر فرض کیجیے کہ انکی مصنفون نے اپنی طرف سی التزام ہے کیا تہا کہ بجز صحیح اور کسی قسم کی روایتہ ان مین
درج نکرین گی تب بہی اطمینان کے قابل نہین کیونکہ اہل سنتہ کے نزدیک صحتہ و ضعف حدیث کی باب مین
ایک آدمی کا کہا نہین چلتا کیونکہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ آدمی غلطی کہا جاتا ہے اسلیے ان امور مین ضرور
ہے کہ اگر سب محدثین کا اتفاق ہی نہو تو اکثر تو اوسکی صحتہ کے یا ضعف کے قائل ہون اور یہہ بات اول
تو بشہادۂ عقل ضروری ہے دوم بہت سی شیعہ خبیث باطن لی بوجہ تقیہ متورع اور متقی بن کر اول تو اپنا اعتبار
پیدا کیا اور پہر محدثین اہل سنتہ کی خدمتہ مین رہ کر اونسی صحیح حدیثین روایتہ کین اور اونہین سندون
سے اپنی مطلب کی باتین بہی اونکی ساتہہ ملا کر عالم مین پہیلادین اور بوجہ تقوی ظاہر اور پردہ تقیہ یہہ پیچ
اونکا چل گیا اکثر ثقات لی بہی اونکو متورع اور متقی گمان کرکے اونکی روایتین قبول کر لین اور بوجہ
حسن ظن استاد کو ثقہ سمجہا اور سوا اسکے اوپر کے اساتذہ کو ائمہ حدیث پایا اسوجہ سی اونکی روایات کو منجملہ
صحاح سمجہا اور اس دغا مین آگئی گو متاخرین نے بامداد خداوندی اس دغا کو سمجہا اور اون حدیثون کو
موضوع قرار دیا اور مردود اور متروک ٹہرایا چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ مین باب مکائد مین مکاران شیعہ
کے شان مین رقم فرماتے ہین کید شانزدہم آنکہ جماعتہ از علمار ایشان خود را از محدثین اہل سنتہ
وانمودہ بعلم حدیث مشغول شدند و از ثقات محدثین اہل سنتہ سماع حدیث حاصل کردند و اسانید صحیحہ
آنرا یادگرفتند و بظاہر بحلیہ تقوی و ورع متحلی گشتند تا طالبان را اعتقاد صادق در حق آنہا بہم رسید و اخذ علم حدیث
از انہا شروع نمودند و احادیث صحاح و حسان روایتہ کردند و در اثنار روایتہ بہمان اسانید صحیحہ موضوعات
را کہ مطابق مذہب ساختہ بودند نیز در جملہ مرویات درج نمودند و این کید ایشان راہ بسیاری از خواص
اہل سنتہ زدہ است چہ جای عوام زیرا کہ تمیز درمیان احادیث موضوعہ و صحیحہ بر حال سند است و چون
حال بسبب این دغل و تلبیس متحد شد تمیز مشکل افتاد و ما بہ الامتیاز مفقود گشت اما چون عنایتہ الہی شامل علمار
اہل سنتہ بود ائمہ این فن بعد از تحقیق و تفتیش این دغل را دریافتند و متنبہ شدند و بعد از انکشاف حلیہ حال طائفہ
از ایشان بوضع اقرار نمودند و طائفہ صریح اقرار نمودند لیکن امارات اقرار در انہا قایم شد و تا حال آن احادیث در معاجم
مصنفات و اجزار دایر و سایر است و اکثر تفضیلیہ و متشیعین بدان احادیث تمسک کنند اول کسی کہ این دغل را
موجد شد جابر جعفی است کہ بعد از تحقیق حال او بخاری و مسلم بنار احتیاط مطلق مرویات او را از درجہ اعتبار ساقط
و مطروح ساختند و ترمذی و ابوداؤد و نسائی با متابعات و شواہد قبول کنند و آنچہ او بدان متفرد است

۲۲۹ ھ

رونماید و ابو القاسم سعد بن عبد اللہ ابی خلف قمی نیز درین باب استاد پرکار است اکثر ما و اقتدان اہل
سنت بجہت تلبیس اسانید او گمان برند کہ از رجال معتبرین ماست حالانکہ چنین نیست نجاشی کہ صاحب نقد
رجال شیعہ است ورا فقیہ طائفہ وجیہ طائفہ قرار دادہ انتہی بلفظہ اب عرض یہہ ہی کہ شاہ صاحب کا لکھنا تو
آنکھوں کے دیکھی کی برابر ہی شیعہ سنی سب اونکی علم اور تاریخ دانی اور تبحر مذہب طرفین کی قائل ہین حتی کہ علماء اہل
سنت تو اپنا علم ہی تھا علم مذہب شیعہ ہی اسقدر رکھتی تھی کہ علماء شیعہ کو ہی میسر نہین چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اسکے لئی گواہ موجود ہے
لیکن اگر شاہ صاحب نظر ثانی کوئی اور کہتا تب ہی اسا آنکا شیعونکی نسبت یقین بی ساختہ ہوجاتا کیونکہ اس تقیہ کے
پہچرنے جہوٹ کو انکی لئی حلال طیب کیا واجب اور فرض تک کر دیا ہی لسان المیزان کی تحریر سی معلوم ہوتا ہی کہ
یہہ کام بہت سے شیعان نابکار نی کیا ہے منجملہ حارث بن غصین ہی جو اعمش سی روایت کرتا ہی اور اسی قبیل سی حارث
بن محمد معکوف ہے اور از انجملہ حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید عدوی مصری ہی جو ثقات کی نام سی جہوٹی
باتین روایت کرتا ہی خیر کہانتک بزرگواران شیعہ کی بزرگی کی تعریف اور مدح مین رطب اللسان رہی کہ اس قسم کی
مضمون بہت ہی تہوڑے ہین پر رفع استبعاد اور تسکین خاطر سادہ لوحان کی لئی یہہ معروض ہی کہ آیت فمن
اظلم ممن افترى على الله كذبا سی جس کا یہہ ترجمہ ہی کہ اون سی زیادہ اور کون ظالم ہوگا جنہون نے اللہ کے ذمہ جہوٹے
بہتان لگادئی یون معلوم ہوتا ہی کہ ایسی لوگ ہی کرتے ہین جو امت کی ذمہ طوفان جوڑلیا کرتے ہین اور کم عقلون
اور سادہ لوحونکو بمنزلہ شیاطین راہ سی بیراہ کر دیتی ہین سو اس آیت مین اس فن مین حضرات شیعہ سے
زیادہ اور کوئی چالاک معلوم نہین ہوتا اور کیون نہو جہوٹ سی انکی دین کا قوام ہی اگر یہہ جہوٹ نبولین تو اور
کون بولی سو انکی نسبت جتنا کچھہ کہئی تہوڑا ہے بالجملہ اگر کتب مذکورہ مین روایت دعوی فدک ہوبہی تو بوجہ حسن
ظن علماء اہل سنت اور تقیہ مکاران مذہب شیعہ اول وہ روایت دایر سایر ہوگئی پیچہی سی محققین نے گو اوسکے بطلان
کا اشتہار کر دیا لیکن تاہم کہان تک پہیلے ہوئی بات کا سمیٹنا چہوٹے ہوئے تیر کے ہٹانی کے برابر ہے
بہر حال وہ روایتین مشہور ہوگئین اور مغفلین کو سراسیمہ کر دیا اور متشیعین اور مردمان تفضیلے
کے لیے سامان اضلال ہوگئین جیسے کہ توراۃ و انجیل کے تحریفات باعث ضلال و اضلال عالم ہوگئین
پر جیسے قرآن مجید نے توراۃ و انجیل کی غلطیون کی اصلاح کر دی اور قسمت والونکو ظلمات سی نکال کر نور مین
پہونچا دیا ایسی ہی روایات صحاح اور تحقیقات محققین اولو الابصار نے ہی ان تحریفات کا تدارک کر دیا اور
جنکا مادہ قابل اصلاح تہا اونکو ہدایت کر دی اور ضلالت سے نکال دیا باقی مولوی عمار علی صاحب یا اونکی تقران و

امثال کی اگر اصلاح نہو تو کیا بعید ہے جنکے دلون پر مہر لگی ہوئی تہی اونکی لئی قران جیسی حقانی کتاب سی اصلاح
نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کی پابند رہے ایسی ہی مولوی عمار علی صاحب ہی اسباط
مین اونہین کے قدم بقدم ہین اور موافق نقل مشہور ع کند ہم جنس باہم جنس پرواز ٭ کبوتر با کبوتر زاغ
با زاغ کذا اونکی روایات پر رحم کیی اور اہل صدق کی باتکو نماناسوہ کیا کرین من یضلل الله فلا ہادی له اور
اگر ہم تسلیم کرین اور مناظرہ مین شیعون سے نرمی ہی برتین اور اسباط کی قائل ہون کہ اس روایت مین کسی طرح
کا قصور نہین باون تولی پاؤ رتی ہی تب ہی شیعون کے انکہون مین خاک ہے ہیگی کیونکہ اگر یہہ روایت صحیح ہے
تو مشکوۃ کی روایت اصح ہے اور یہہ قوی ہے تو وہ روایت قوی ہی اسکو اوسپر ترجیح نہین ہو سکتی وہی ہر طور
مرجح رہیگی اور یہہ بات کچہہ ہمین نہین کرتی کہ اصح اور قوی کو صحیح اور قوی پر مقدم رکہتی ہین تمام عالم ہے
کرتا ہے عقل اسی بات کی شاہد ہے شیعہ ہر چند عقل سی کچہہ غرض نہین رکہتی اسی طریق پر چلتے ہین اور اگر
یہہ نکرین تو ہر دین سے دست بردار ہون کیونکہ ان کے یہان کی اختلاف کی برابر کسی مذہب مین اختلاف ہے
نہین چنانچہ ناظران تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مولانا حیدر علی پر پوشیدہ نرہیگا
اور قدر قلیل کچہہ اسکا پتا اس رسالہ مین سے ہی ملیگا اور دور کیون جائی مولوی عمار علی صاحب لولو
فرماتی ہین کہ رسول الله صلے الله علیہ وسلم کی سوا حضرت فاطمہ زہرا رضی الله عنہا کی اور کوئی بیٹی ہی نہی
اور کلینی بصراحتہ اور نہج البلاغتہ بلکہ خود کلام ربانی تعدد بنات نبوی پر شاہد ہین چنانچہ اوپر مفصل مذکور ہوا
تو اب ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتی ہین کہ آپ اگرچہ جہوٹی ہین پر بزعم خود تو سچی ہی ہین اور معتقدونکی نزدیک
تو آپکی بات ایسے پہر نا خدا کی بات سی پہرنا ہی تو آپکی روایت ہی خواہ مخواہ آپکو صحیح ماننی پڑی اور کافی کلینی خود اصح
الکتب ہے اور نہج البلاغتہ بمنزلہ وحی آسمانی اور قران مخصوص وحی آسمانی ہی پہر آپنے بایں وجہ کہ خدا کی فرمودہ مین تو بدا کا احتمال
ہی اور کافی اور نہج البلاغتہ مین ائمہ کا قول اسباط مین منقول ہی اور اونکی علوم علم خداوندی اور علم نبی
سی ماخوذ ہین اور نبی صلی الله علیہ وسلم ہی خدا ہی سی لیتی ہین تو اس صورۃ مین ہی اونکی اقوال مین ہے
وہی احتمال رہا اور آپکو نہ خدا سی واسطہ نہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے واسطہ آپ نی جو اپنی ہذیان
اور بکواس کو کافی کی روایت اور حضرت امیر اور خدا کی شہادۃ سی اصح سمجہکر مقدم رکہا یہہ ترجیح آپکے نزدیک
صحیح ہی یا غلط اگر صحیح ہی تو فہو المراد ورنہ چشم ما روشن دل ما شاد یہہ بات تو آپ مانین گی کہ ہان میرا
یہہ قول کہ سوا حضرت فاطمہ زہرا رضی الله عنہا کے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی اور کوئی بیٹی ہی نہین

غلط ہی باقی اس ترجیح کو صحیح اصح پر راجح ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس قول سی ہم مرجوح کردینگی جو نہج البلاغۃ

مین مندرج ہی الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان

کما ان الشاذ من الغنم للذئب یعنی گروہ اعظم کی ساتھ رہو اسلیئے کہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعۃ کی سر پر ہے

اور دیکھو جمع سی الگ مت ہو اسلیئے کہ جمع سی نکلا ہوا آدمی شیطان کے لئے ہے جیسا کہ ریوڑ سی الگ ہی ہوئی بکری

بھیڑیے کی لیے ہوتی ہی فقط سو بالفرض لفرض محال مولویصاحب کے چھوٹی بات یعنی فقط حضرت فاطمہ زہرا

رضی اللہ عنہا ہی کا بٹے ہونا اگر سچ بہی ہو تب مرتبہ صحتہ سی تو آگی چلنی ہی کی نہین پہر اسکو اصح اقوال پر

ترجیح دینی مین تمام عالم سی علیحدہ ہونا ہی سو اس وجہ سی شیطان کی زمرہ مین داخل ہونا مولویصاحبکو

مبارک سبحان اللہ ہر یکے را بہر کاری ساختند مہر او اندر دلش انداختند شیعونکو خداوند کریم نی غلطی ہے

ہر جمی رہنی کی لئی پیدا کیا ہی جو ایسی ایسی براہین قاطعہ سنکر بہی باز نہین آئی اور جیسی اندہا دن کو بہی نور آفتاب

سے فیضیاب نہین ہوتا یہ کوران دین بہی ان دلائل سی جو مثل آفتاب روشن روشن ہین مستفیض نہین

ہوتی الغرض روایۃ مشکوۃ کی مرجح ہونی مین وہی متردد ہو سکتا ہی جو دن کو آفتاب کی ہونی مین متردد ہوتا

ہی لیکن ایسی حجتی لا اتنیونکی حجتہ جواب ہی نمائین ہمین بہی ختم کردینی ہی اسلیئے ہم کہتی ہین کہ سلمنا علما شیعہ

کی رای غلط ہی صحیح سہی اور روایۃ مشکوۃ کو روایۃ مندرجہ محجہ مولویصاحب پر ترجیح نسہی لیکن چھوٹی

بات کسی طرح پا لو نہین چلتی اب بہی شیعون کے مطلب براری اوس روایۃ سی نہین ہو سکتے کیونکہ جو روایۃ

اس مضمون کی شیعون کی چالاکی سی بعضی گمنام کمیاب سنیونکی کتابون مین داخل ہو گئی ہی انہمین ایسا

لفظ کوئی نہین جس سے ہبہ ثابت ہو جائی بلکہ لفظ اعطے واقع ہے جو ہبہ اور عاریۃ دونون مین استعمال

کرتی ہین دفع تردد کی لیے اوس روایۃ ہی کو بعینہ نقل کیے دیتا ہون صواعق محرقہ مین جو در باب واقف تصنیف

ہوئی ابن حجر مکی فضائل مین ابوبکر صدیق کی اس روایۃ سی اگرچہ شیعونکی گہڑی ہوئی ہی ابوبکر صدیق کی فضیلتہ

ہی نکلتی ہی اور شیعون نی ہر چند طعن کی بات گہڑی تہی پر خوبی قسمتہ سے تعریف ہو گئی ہی گو مولویصاحب

اور اونکی اتباع کو وہ پہر بہی عیب ہے نظر آئی چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر چیرہ وہ

روایۃ یہہ ہے اخرج الحافظ ابن شیبۃ ان زید اہذا الامام الجلیل قیل لہ ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فقال

انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا

فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک فقال لہا [illegible] فشہد لہا علی وام ایمن فقال لہا

۲۲۳

فرجل وامراة تستحقینہا ثم قال واللہ لو رجع الامر فیہا الی لقضیت بقضاء ابی بکر حاصل یہہ ہے حافظ عمر بن شیبہ
نے کسی سند سی بیان کیا ہے کہ حضرت زید سے جو امام جلیل القدر ہین یعنی زید بن امام زین العابدین سے
کسی نے کہا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے فدک چہین لیا تہا اونہون نے فرمایا کہ وہ بڑی رحم
دل ہین یعنی اونسی ایسا کام کب ہوسکتا ہی یہہ تو سنگدلونکا کام ہے وہ تو بڑی رحم دل تہی پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی کسی انداز کے بدلنی کو اونکا جی نہین چاہتا تہا اور اوسکی بدلنی سے اونکو کراہت آتی تہی سو حضرت فاطمہ
اونکی پاس تشریف لائین اور یہہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو فدک دیا تہا سو اونہون نے
فرمایا کہ تمہارا کوئی گواہ ہی اسپر حضرت علی اور حضرت ام ایمن نی گواہی دی اونہون نی فرمایا کہ ایک مرد اور
ایک عورة سی تو حق ثابت نہین ہوسکتا اسکے بعد حضرت زید فرماتی ہین کہ واللہ اگر یہہ مقدمہ میری یہان رجوع
ہو تو مین اتہین وہی حکم دون جو ابوبکر صدیق نی حکم دیا فقط اب غور فرمائی کہ ہر چند افترا کردہ کذابان شیعہ ہے
جو بظاہر بحیلہ تقیہ متقی اور بباطن بدکردار تہی لیکن موافق مثل مشہور حق بر زبان جاری شود لفظ وہبہا جو صریح
ہبہ اور تملیک پر دلالة کرتا تہا واضعان روایة کو نسوجہا لیکن تعریف صدیق اکبر صاف صاف کہنی پڑی اور
یہہ تعریف ہی کیسی کچہہ اور وہ بہی امام زادہ سے اور امام زادہ بہی کون جو خود بہی جلیل القدر اور والد
ماجد تو ہین ہی خیر منصفون کی خدمة مین یہہ عرض ہی کہ اگر یہہ روایة جملہ عیوب قادح اعتبار سی مبرا ہو اور پہر
ہمدرجہ روایة مشکوة بہی ہو تب اعطا سی بد و وجہ ہبہ ثابت نہین ہوتا اول تو یہہ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہہ
جواب از قبیل مماشاة مع الخصم یعنی بطور تنزل اور تسلیم ہی یعنی اگر تسلیم کیجی کہ چہین ہے لیا تہا تو اوسکے فلانی
وجہ تہی مگر ظاہر ہے کہ اس صورة مین اس روایة سی ہبہ کا ثبوت نہوگا بلکہ انکار نکلیگا دوسرے یہہ کہ اردو مین
اعطا کا ترجمہ دینا ہی سو جیسی ہبہ مین دینا اور عطا بولتی ہین ایسی ہی عاریة مین ہی یہہ دو تون لفظ دونون زبانون
مستعمل ہوتے ہین اور سند اسکے حدیث صحیح مقبول الطرفین ہے وہ حدیث یہہ ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال یوم خیبر لاعطین الرایة غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ الخ مطلب یہہ ہے کہ غزوہ خیبر مین
حضرت علی کی جہنڈا عنایة کرنے سے ایکروز پہلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یہہ ارشاد فرمایا کہ کل کو لشکر کا
جہنڈا ایسی شخص کو دونگا جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محب اور خدا و رسول صلعم کا محبوب ہے فقط
اب غور فرمائی کہ اس حدیث مین بہی اعطا کا مادہ موجود ہے پر کسی نادان کو بہی یہہ وہم نہین ہوسکتا کہ
جہنڈا ہبہ کردیا بلکہ جیسا دستور ہے کہ جو اس سپاہیونکو اور قلمدان وزارة وزیرون کو اور خزانہ کے

انجیان خزانچیون کو دیدیا کرتے ہین اور وہ دینا بطور امانتہ ہوتا ہے اسیلیے جب اونکو معزول یا موقوف
کردیتی ہین تو یہہ سب اشیا چہین لیتی ہین ایسی ہی سپہ سالارون کو جہنڈی کا دینا ہے بوجہ دیانہ نہوتا ہے
خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین کہ اوس زمانہ مین بلکہ اصحاب کرام کی زمانی مین ہر مہم کیا
ہر لڑائی کا ایک جدا ہی افسر ہوتا تہا اور اس لڑائی مین تو خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات
واکمل التحیات ہی سپہ سالار تھے فقط لڑائی کے وقت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اوس قدر انبوہ کا
افسر کردیا تہا جو مقابلہ پر ہی بہیجے گئے تہی الغرض جہنڈی عطا کرنا بطور امانتہ تہا اور جب عطا اور اعطا امانتہ مین
ہی مستعمل ہوا تو ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا یہہ فرمانا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اعطانی فدک یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو فدک عطا فرمادیا ہے باینمعنی ہو کہ فدک مجکو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہانی پینی کی لئی مستعار دی رکہا ہی اور محاصل اس کا میری لئی معاف تہا سو گو
اسکو اپنا مملوک نہین سمجہتی لیکن آخر تم کسی نکسیکو اسکو یا اسکے محصول کو دوہی گے سو مناسب یون ہی کہ ہماری
ہی پاس رہی کیونکہ ہماری پاس پہلے سی ہی ہی اور اوسکے محصول کو ہم مدۃ سی کہاتی ہین تم اسکے محصول کو مثل
محصول دیگر متروکہ نبوی علی صاحبہا والالف الف صلوۃ وسلام کی فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم نکرو اور حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سی گواہونکا طلب کرنا باوجودیکہ رحم دل تہی چنانچہ حضرت
زید نے فرمایا ہی اور رحم دلون کا یہہ کام نہین کہ ایسی سنگدلی برتین اور وہ ہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
بنت رحمتہ العالمین صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ جن پر بر کا فاۃ رحمتہ پدری تمام عالم کو رحم کرنا چاہیے چہ جائیکہ
ابو بکر صدیق جیسا با نیاز رحم دل اس وجہ سے تصور فرمانا چاہیئے کہ مثلاً قریب وفاۃ سرور کائنات علیہ وعلی
آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات نی فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو برای چندی مستعار عطا
فرمایا ہو پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہہ قصہ معلوم نہوا ہو بلکہ باین نظر کہ مدام فدک مین تصرف
مالکانہ حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہی کو کرتے ہوی دیکہا تہا آپ خود یہہ سمجہے ہوے
تھے کہ فدک ہی حسب ایما حدیث ما ترکناہ صدقۃ کے جسکا ذکر عنقریب ہی آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وقف
عام ہے اس مین اچانک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سی یہہ بات سن کے اس وقت جان صدیق
رض عجب شکنجہ مین آگئی کہ نہ ادہر ہوی بنے رعایتہ رضا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک طرف اور پابندی
اتباع سنتہ نبوی علی صاحبہا الف الف صلوۃ وسلام جسکی طرف حضرت زید نے باین لفظ اشارہ فرمایا

۲۲۵

وکان بکرہ ان یغیر الخ ایکطرف اور دونون جانبین واجب الرعایتہ مگر چونکہ رعایتہ جانب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
بھی مبنی وجوب اتباع نبوی اور اقتدار مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر تہی اور پاسداری قرابتہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی ضرورۃ اور فرضیتہ ہر چند بمراتب موکد ہے لیکن لم اوسکے بہی ہے جیسا کہ مشہور ہے بمرگش
گیر تا بہ تپ راضی شود تو جیسا آیتہ لا تقل لہما اف ولا تنہر ہما مین ممانعتہ تو بظاہر ہون کہنی اور جہڑکنےسی ہے لیکن
مطلب یہہ ہے کہ جب ہون کہنی اور جہڑکنے سے رکین گی تو گالی گفتار اور جوتے پیزار بدرجہ اولی نہونگی تو ایسی ہے
پاسداری قرابتہ سی بہی مقصود یہی ہی کہ جب امور دنیوی مین بہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی گوارا
نکرین گی تو امور اخرویہ مین تو بالاولی مطیع ومنقاد رہین گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا رسول کرکے بہیجنا اصل امور دینی کے اصلاح کے لیے ہے خصوصا حقوق مالی مین اور وہ بھی فدک کہ بشہادۃ
دستور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی حق تلفی کا فی الجملہ خلجان سا اتہہ لگا ہو
کیونکہ تادم آخرین حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم یہہ لوگ مصرف فدک ہے معہذا اہل حق موقع رعایتہ مین
رعایتہ والونکو زیادہ دبایا کرتے ہین اسیلئے انصاف والی اُنہونکی رعایتہ نہین کیا کرتے تو ان وجوہ سے مرجح
اور موجب یہی تہا کہ محاصل فدک مین دستور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چہ بادا باد دستور العمل رکہیی لیکن
بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بسبب کمال اخلاص اور نہایتہ پاس ونیاز کی
اسباب کی جو یا ہوئی کہ تا مقدور دلداری حضرت زہرا کیجائی اور جس قدر بن سکی خاطر مبارک حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا پر میل نہ آنی دیجی با اینہمہ اپنی غلط فہمی کا جدا احتمال اسیلئے طالب شہود ہوی تا کہ شاید کسی
گواہ کی تقریر ہی کوئی اشارہ نبوی اسباتکی طرف پایا جائی کہ گو تر کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقف
عام ہے لیکن پہر بہی متنعیر یا اقربا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولی اور اقدم ہین چونکہ حضرت ابوبکر صدیق
بوجہ پاسداری قرابتہ نبوی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سامنی دو ٹوک بات کہتی ہین متامل اور مترد د
تہی اور انیا ما فی الضمیر یہہ بات کہ مین وہی کرون گا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہی بلحاظ دلشکنی
جگر گوشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آشکارا نہین کہہ سکتے تہے تو خدا ساز غیب سے تدارک ہوا اور
بحکم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو شخص خدا سی ڈری خدا اوسکی لئی بلاؤنسی نکاسی کی صورۃ کردیا ہے
وہ لطیفہ غیبی پیدا ہوا کہ جس سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رنجش کا کہٹکا ہی جاتا رہا یعنی گواہ ملی تو
ایک مرد اور ایک عورۃ ہی ملی نصاب شہادۃ بہی پورا نہوا جو کسی کو کچھہ کہنی کی گنجائش باقی رہے بلکہ ایک عذر معقول

تا ہنہ آیا اور عذر معقول اہل عقل اور دینداروں کی نزدیک مقبول ہی ہوتا ہی والعذر عند کرام الناس مقبول اسلیے
ہم بالیقین جانتی ہین کہ یہہ بات موجب مزید اقتدار حضرت ابوبکر صدیق نہین تو باعث رفع رنج قلب پاک حضرت زہرا
تو ضرور ہے ہوا ہوگا چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوجانا
جو شیعون کی کتابون کی حوالہ سے عنقریب انشاء اللہ مذکور ہوگا اسبات پر شاہد ہے اور حضرت زید رضی اللہ
عنہ کا یہہ قول واللہ لو رجع الامر الی فیہا لحکمت فیہا بما حکم ابوبکر یعنی واللہ اگر یہہ مقدمہ میرے پاس رجوع ہوتا تو مین وہی
حکم کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا باواز بلند یہہ کہتا ہے کہ حضرت زہرا کو حضرت ابوبکر سے
کچھہ ملال تہا اور تہا تو انجام کار باقی نہین رہا بلکہ مبدل بخوشی ہوگیا تہا ورنہ اگر ابوبکر صدیق سے حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا اس جہان سی ناخوش تشریف لیجاتی تو اہل بیت مین سے ایک بہی ابوبکر کو بہلائی سے یاد
نکرتا چہ جائیکہ ایسی بڑہ کی تعریف القصہ اگر علماء شیعہ کو ہمارا یہہ کہنا کہ یہہ روایۃ موضوع ہے مسلم ہو تو
فبہا ورنہ اس روایۃ مین کوئی بات خلاف اہل مذہب ثبوت کو نہین پہونچتی جو علماء شیعہ دہن دریدہ ہو کر زبان
دراز کرین اور الزام اہل سنۃ کی لئی اس روایۃ کو زبان پر لائین ہان اگر توجیہ وجیہ جو مذکور ہوئی نہ بن پڑے
تو البتہ شیعونکی فی الجملہ کچھہ بن پڑی مگر شاید علماء شیعہ بعد تجسس بسیار وجد وجہد بیشمار یون بات بنانے
لگین کہ ہرچند عاریتکی موقع مین اعطاء کا مستعمل ہونا مسلم لیکن یہہ معنی حقیقی ہین اور عاریۃ معنی مجازی
اسلیے استعمال مین جب تک کوئی قرینہ صارفہ معنی ہبہ سے نہ پایا جائی تب تک معنے عاریۃ مفہوم نہین ہوسکتے
سو اول تو یہہ بات ہی غیر مسلم مستدل و مدعی کو لازم ہے کہ دعوی بی دلیل زبان پر نہ لائی ورنہ ایک
حرف خفیف لانسلم مین وہ دعوی مسترد ہوجائیگا اور یہہ بہی نہی جیسے علماء شیعہ ایک دعوی بی دلیل
پیش کرکے بزعم خود اہل سنۃ کی سامنی عہدہ برا ہوسکتے ہین ہم بہی ایک بی دلیل یون دعوی کرتی ہین کہ یہہ
لفظ ان دونون فردون مین مشترک معنوی ہی یا ان دونون معنون مین مشترک لفظی ہی اور یہہ دعوی ایک وجہ
سے بہ نسبت دعوی علماء شیعہ معقول ہی ہے کیونکہ اصل یہی ہی کہ لفظ اپنی معنی موضوع لہ مین مستعمل ہو سو اس صورۃ
مین ہر ایک معنی کی لیئے کوئی قرینہ چاہئیے جو دوسرمی معنے سے صارف ہو معہذا یہہ کچھہ ضرورۃ نہین کہ قرینہ
مذکور لفظی ہی ہوا کرے اور وہ بہی لفظ کثیر المعنی کے پس و پیش ہے لگا ہوا ہو بلکہ قرینہ کی ضرورۃ اسلیے
ہوتی ہے کہ مخاطب کو فہم مطلب مین غلطی نہ پڑی سو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے بعد زیب دہی مسند خلافۃ اسبات
کی تحقیق کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہماو کہ کیا کیا ہی سو اس تحقیقات مین یہہ ہے متحقق ہوگیا ہو

کہ فدک تادم باز پسین انکو کہ مقبوضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے رہا بلکہ خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر
اہل بیت کی اقرارون سی یہہ بات ثابت ہو گئی ہو اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ ایسی بات گہر ہی کی لوگ جانا کرتے ہین
لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نی بطور خود اوس کا بندوبست اور جمع خرچ کرنا چاہا تب حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا باین وجہ کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی دی رکہا ہے مزاحم حال ہوئی ہون اور
اس حجت سے یہہ غرض ہو کہ گو فدک ہمارا مملوک نہین لیکن اول یہہ ہی کہ یہہ ہماری ہی پاس رہی اور اسکے
آمدنی ہماری ہی پاس آیا کرے اب منصفان شیعہ کے خدمت مین یہہ عرض ہے کہ بشہادۃ قواعد علم مناظرہ مدعی
کی خصم کی لئی یہی تو احتمالات محکمہ خلاف دعوی مدعی ہے کفایت کرتی ہین سو اس احتمال کی امکان مین اہل عقل تو
کیا امکان ہی جو انکار کرین اور ایسی ہی یہہ بھی ظاہر ہی کہ بعد وقوع اس ماجرا کی حضرت زہرا کا یہہ فرمانا کہ مجکو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی دیا ہی بجز عاریت اور کسی معنی پر محمول نہین ہو سکتا اور باوجود مملوک نہونی کی پہر اتنا تحکم
بوجہ ناز اہل بیت بر نیاز صدیق اکبر جو خصوصاً اس موقع مین کہ عاریت بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دی
ہوئی ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے اور رکہی کے بہروسے ہر صحابی خلفا پر تحکم کر لیتا تہا چہ جائیکہ
اہل بیت اور اون مین سے بہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور وہ بہی حضرت صدیق اکبر رض پر کہ نیاز
مند خاص اہل بیت تہی رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر کا بوجہ قریب مسجد حضرت عباس کے پرنالی کا
توڑ ڈالنا اور اونکا یہہ تحکم کہ یہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتہ کا لگایا ہوا تہا تمنے کیون توڑا اور
پہر حضرت عمر کا اوس پرنالی کو اپنی ہاتہ سے درست کرنا کتابون مین مذکور ہے لیکن پہر سخن وقتی
و ہر نکتہ مکانی دارد چہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا یہہ تحکم برسر لیکن حضرت ابوبکر صدیق بوجہ حدیث ما ترکناہ
صدقۃ جس کا ذکر قریب ہی انشاء اللہ تعالی آتا ہی مجبور تہے اور پہر گواہون کی تقریر سے بہی کچہہ عقدہ کشائی
نہوئی کوئی اشارہ کسی قسم کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی پاس رہنی دینی پر گواہونکی تقریر سے ظاہر نہوا معہذا
گواہی بہی اپنی مقدار معین کو نہ پہونچی اور اوپر بشہادۃ دستور نبوی شرکت فقرا اور مساکین اور ابن
سبیل کے جس قسم اور جس مرتبہ کے کہی جائی اوس مال مین ثابت القصہ روایت متنازع فیہا اگر بپاس خاطر
شیعہ ہم تسلیم بہی کرین تو کوئی بات خلاف مذہب اہل سنت اور مناقض حدیث مشکوۃ اس روایت سی نہین نکلتے
بلکہ اولی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف نکلتی ہی سو علماء شیعہ اگر اس روایت کو موضوع سمجہین
تو فبہا ورنہ اگر تسلیم کرین تو بجمیع اجزا تہا تسلیم کرین اور اگر یہہ عذر نامعقول پیش کرین کہ ہر چند یہہ روایت صحیح ہی

لیکن حضرت زید ہماری عقیدہ موافق نعوذ باللہ منہا کافر مری ہین کیونکہ امامة حق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ
عنہ کا ہتا کہ وہ امام وقت تہی اور امام ہر زمانہ مین ایک ہی ہوتا ہی پہر جو اونہون نی جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ وہ
اپنی آپ کو امام سمجہتی تہی اور جو شخص کہ امام نہو اور باینہمہ دعوی امامة کا کری تو وہ بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی نبی
نہو اور پہر دعوی نبوة کا کری سو جیسا وہ کافر ہے بلکہ کافرون مین بہی اشد ایسا ہی یہہ ہے پہر انکی بات کا اپنی
مذہب کی تائید مین کیا اعتبار ہان یہہ ہونا فدک کا جو مخالف مذہب حضرت زید یعنی مذہب اہل سنتہ ہی البتہ
مقبول ہوتا لیکن اوسکو توجیہ عاریتہ نے نکلنی دیا تو اوس کا جواب قاضی نور اللہ صاحب سنیونکی طرف سی آپ دی
گئے ہین اسلئے ہمکو کیا ضرورة کہ حضرت زید کے بزرگی کی اثبات مین درد سرا ٹہائین اونکی روایتہ نقل کیے دیتا ہون
کہ اونکا لکہا شیعونکی نزدیک وحی آسمانی سی بہی زیادہ ہی مثل نوشتہ تقدیر کوئی اوسکو مٹا نہین سکتا قاضی نور اللہ
صاحب مجالس المومنین مین فضیل بن یسار کے احوال مین امالی شیخ ابن بابویہ سی نقل کرکے بروایتہ فضیل
بن یسار ہے رقم فرمائی ہین کہ گفت در محاربہ زید بن علی با طاغیان لشکر ہشام با او ہمراہ بودم وچون
بعد از شہادة زید بمدینہ رفتم و بخدمتہ حضرت امام جعفر صادق رسیدم آنحضرت از من پرسید کہ ای
فضیل با عم من در قتال اہل شام حاضر بودی گفتم بلی آنگاہ پرسید کہ چند کس را از ایشان کشتی گفتم شش کس را
فرمود مبادا ترا شکے در استحلال خون ایشان باشد گفتم اگر شکے در ان میداشتم چرا ایشان را میکشتم آنگاہ
شنیدم کہ آنحضرت گفت اشرکنی اللہ فی تلک الدماء واللہ زید عمی ہو واصحابہ شہداء مثل ما مضی علی علی
بن ابی طالب واصحابہ انتہی بلفظہ فارسی کا ترجمہ تو اکثر سمجہاتی ہی ہین پر عربی کا ترجمہ لکہنا پڑا وہ یون ہے خدا
مجکو ان خونون کی ثواب مین شریک کرے واللہ حضرت زید میرے چچا اور اونکی اصحاب سب شہید ہین اور
یہہ سب قصہ ایسا ہی جیسا حضرت علی اور اونکی یارون پر گذرا فقط اب حضرت امام ناطق بحق امام جعفر
صادق کے اس تمنا اور اس تشبیہ کو دیکہنا چاہئے امام کے موہنہ سے جو لفظ نکلی تو سراسر صحیح ہے سو اگر
یہہ تشبیہ صحیح ہو تو یہہ معنی ہون کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کے ہم پلہ تہا تو اس
صورة مین حضرت زید کا کافر ہونا تو غلط البتہ زبدة الاولیا اور عمدة الاتقیا مین سے ہونگی ورنہ شہید ہونا
کجا اور پہر حضرت امیر کے حال کا اونکی حال سی مماثل ہونا تو محال ہے ہوگا یہہ بات جبہی ہو سکتی ہی کہ عقیدة
اور عملاً اور حالاً حضرت زید متبع اور مطابق حضرت امیر کے ہون فرق ہو تو مقدار ہے کا ہو یعنی جیسے چہوٹی
تصویر اپنی سے بڑی ذی تصویر کے ہر بات مین سوا مقدار کے مطابق ہے حضرت زید سے حضرت علی

کی سوا عظمت اور زیادتی مراتب کی ہر بات مین مطابق ہون سو یہہ فرق اور ائمہ مین بہی ہی حضرت امام
باقر اور حضرت امام جعفر صادق وغیرہ بلکہ حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین درجہ مین کون سے حضرت
علی کی برابر ہین بہر حال حضرت زید کی بات باون تولی پاؤ رتی کی ہوگی خصوصاً ایسی اختلافی بات کہ جسمین
بی غور لب کشائی نہین کی جاتی کیونکہ سنی شیعہ دونونکی قول موافق بالاتفاق ہین خلاف مین ایکطرف جنت اور
ایکطرف جہنم ہی بالجملہ روایۃ متنازع فیہا بالیقین موضوع ہی اور با اینہمہ موضوعیۃ جو سنیون کی بعضی کتابونمین
پائی جاتی ہی تو اول تو اس کا حال خوب مفصل معلوم ہو چکا دوسری اس روایۃ کو بغرض الزام شیعہ بہی
درج کرتی ہین کہ جو روایۃ تمہاری بتائی ہوئی اور تمہاری وستاویز اعتراض ہے وہی روایۃ ہماری مفید
مطلب ہے چنانچہ صواعق محرقہ مین حضرت ابو بکر صدیق کی فضائل ہی مین اسکو لکھا ہے پر حوادث کی سمجھن ہار
مین وہ اولٹی ہی سمجہتی ہین اور بی سوچی سمجھی ایسی ایسی مواقع مین سی بہی لوگونکی دہوکا دیتی جیسا مولوی صاحب
نی کیا ہی نقل کر دیتی ہین چنانچہ مولوی عمار علی صاحب نے ایسا ہی کیا ہی اور پہر ہرگز شرم و حیا پاس کو بہی نہین
پہٹکتے اور اگر اسپر بہی علماء شیعہ اپنی ہٹ دہرمی سی باز نہ آئین اور شرم کی آنکھین بند کرکے یون فرمانی لگین
کہ گو اعطاء بمعنی عاریۃ بہی آتا ہے لیکن تاہم متبادر معنی ہبہ ہی ہین خصوصاً اس روایۃ مین تو اوسکا جواب
اول تو یہہ ہے کہ متبادر ہونا ہبہ کا لفظ اعطی سی اس روایۃ مین مسلم لیکن اول تو شیعہ ملفوظات ائمہ خصوصاً
کلمات مرتضوی کے جو صحابہ کرام اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے مدح مین صادر ہوئی ہین اور اون مین سے
کچہہ اس رسالہ مین بہی منقول ہوئی ہین معنی متبادر سے لیکر شیعہ ہو لی سی دست بردار ہون اور ایسی ہی
آیات قرانی جو صحابہ کی مدح مین وارد ہوئی ہین اونکو اپنی معنی متبادر سے پر رکھکر بدل و جان معتقد ہو جائین
اوسوقت اگر ہمسے اس قسم کی درخواست کرین تو فی الجملہ بجا ہی ہی اگر وہان وہ مان جائین تو خیر جون تون
یہان ہم مان جائین دوسرے اگر معنی متبادر سے ہر کلام کی لیے جایا کرین تو بہت فراق باریک فہمی وغیرہ سر اسر لغو
ہو جائی اور اکثر غلط فہمین درست ہو جائین کیونکہ بیشتر سبب غلط فہمی کا یہہ تبادر فہم ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہے
اور اختلافات ائمہ اہل سنۃ اور ایسی ہی اختلافات باہمی مجتہدین شیعہ مبنی اس اصل پر ہین خاص کر اصولیون اور
اخباریون کا اختلافات جو شیعون مین باہم پیدا ہوا ہے اوسکی وجہ یہی ہے کہ اخباری ظاہر خبر پر عمل کرتے
ہین اور جو معنی متبادر ہوتی ہین اوسیکو پیش نظر رکہتی ہین اور اصولی اپنی عندیہ مین غور کرکے معنی مقصود شارع کی
عمل کرتی ہین اور تبادر معانی ظاہر اخبار کا لحاظ نہین کرتی سو حضرت مولوی عمار علی صاحب اگر اس روایۃ مین بوجہ تبادر ہبہ معنی ہبہ ہی کے سمجہی

کو تیار ہوتی ہین تو پہلے اپنی مذہب اصولین سی دست بردار ہو کر اخباری بن جائین پہر ہمسی دو چار ہون
اوسوقت ہم ہی ناچار بحکم کلموا الناس علی قدر عقولہم اس ردوکد سی کہ عاقل کو ہر جگہہ معنی متبادر رہے
ملحوظ رکہنی چاہئے جیسے عوام کا کام ہے یا معنی محقق کی تحقیق ضروری ہے جیسے محققین کا شیوہ ہے اعراض
کرکے دوسرے طرح مولوی صاحب کے کان کہولین گی یعنی ہمنی مانا کہ لفظ اعطی کی معنی روایۃ متنازع فیہا مین
یہی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ ہے کر دیا تہا لیکن
مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام علماء شیعہ اسمین کیا ارشاد کرین گی کہ یہہ روایۃ منقطع ہے حضرت زید
اوس زمانہ مین کہان تہی جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی حضرت ابوبکر صدیق سی دعوے ہبہ فدک کیا
یہہ بات اگر بالفرض واقع مین وقوع مین آئی ہے تو قریب وفات حضرت سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات
والتسلیمات ظہور مین آئی ہی بلکہ متصل بعد وفات ہی چنانچہ سب جانتی ہین سو اوس زمانہ کی وقائع کا مشاہدہ
اور اونکی روایۃ اور شہادۃ بجز صحابہ اور کسی کا کام نہین القصہ حضرت زید کا یہہ قول ایک قول بی سند ہے
کوئی بات بی سند متصل لائق اعتبار نہین ہان اگر حضرت زید شیعون کی امام ہوئی تو علم غیب کی وجہ سے
سنیونکو نہین تو شیعون ہی کی نزدیک اونکا قول حجۃ ہو جاتا پر شیعون کی نزدیک تو مومن بہے نہین چہ جائیکہ
علم غیب اور امامۃ ہان منکر امامۃ امام وقت تہی جس سی ولی ہی کافر ہو جائی اور سنیونکی نزدیک گو حضرت
زید اکابر اولیا مین سے ہون لیکن تاہم آدمی ہین جبتک سند نہو کیونکر معلوم ہو کہ اونہون نی جس سے
یہہ بات سنی ہے وہ معتبر ہے کہ نہین صحابہ کی ملاقاۃ مین تو احتمال ہی باقی رہے تابعین سو اون مین
جہوٹی سچی نیک بد سب طرح کی ہین اور اگر بالفرض کسی معمر صحابی سی اونکی ملاقاۃ ہوئی ہی تو یہی کہا لازم ہے
کہ وہ صحابی اوسوقت حاضر ہی تہی یا اونکو کسی دوسرے صحابی سی یہہ بات پہونچی ہے تہی اور پہر حضرت زید نے
ہی اونہین سی سنا ہو احتمال ہی کہ جس صحابی سی انکی ملاقاۃ ہوئی ہو اونکو یہہ بات معلوم نہو اور اگر معلوم
ہی ہو تو اونہون نی اونسی نسنا ہو بلکہ کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبان زد عوام ایک بات دیکہکر اوسکی موافق
نقل کر دیا ہو بطور تسلیم قول معترضین یہہ بات فرمائی ہو بہر حال احتمالات چند در چند قادح اعتبار روایۃ
موجود ہین پہر با اینہمہ احتمالات کوئی کیونکر اس روایۃ کو دربارہ دعوی ہبہ فدک قبول کرے خصوصاً
درصورتیکہ آیۃ اور روایۃ صحیح متصل بلکہ مرفوع یعنی روایۃ مشکوۃ اوسکی مخالف موجود ہو مگر شاید کوئی
کم فہم اوسکی وقوع ہو نمین اسوجہہ سے کلام کری کہ روایۃ مشکوۃ مین ہی عمر بن عبدالعزیز سی جو تابعی ہین ایک روایۃ بی سند

منقول ہی کیونکہ وہ بہی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانی مین موجود نتھے سو گو ہمکو بعد غیر معتبر ہو جانے روایۃ
متنازع فیہا کی اس روایۃ کا غیر معتبر ہونا مضر نہین لیکن تاہم بپاس خاطر شیعہ اس کسر کو بہی مٹائی دیتی ہین
واضح ہی کہ یہہ روایۃ مشکوۃ مین ہرچند حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کا قول ہے لیکن اس قول کو مغیرہ بن
شعبہ جو صحابی ہین نقل کرتے ہین اور صحابی کا ایسی بات کو بیان کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یا
فرمایا ہے حکما مرفوع ہی چنانچہ واقفان اصول حدیث جانتی ہین معہذا قرینہ نقلیہ ہی اسبات کو تقاضا کرتا ہی
کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہہ فرمانا صحیح ہو کیونکہ اس قول کو حجۃ نلینے فدک کے قرار دیتے ہین کوئی بات
مفید مطلب اوس سے ثابت نہین کرتے اور نلینے کے لیے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کا ندینا حجۃ ہو سکتا ہے اوس سے بڑہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہبہ
کر دینا ہو سکتا ہی سو اگر یہہ قضیہ اونکی نزدیک صحیح نہوتا بلکہ اولٹا ہبہ کا کرنا صحیح ہوتا تو اونکو کیا ضرورۃ تہی کہ
نقصان دنیا تو یون کرتے کہ فدک کو دیدیا اور نقصان دین یون کرتے کہ جہوٹ بولا اور جہوٹ بہی
کس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جسکے سزا مین جہنمی ہونیکا وعدہ ہے اور وعدہ بہی متواتر کیونکہ
حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار جسکا ترجمہ یہہ ہے جو شخص جان بوجہہ کر میری ذمہ کوئی
جہوٹی بات لگا دی وہ اپنا ٹہکانا جہنم مین کرلے بالاتفاق محدثین کے نزدیک متواتر ہے بلکہ متواتر باللفظ
اگر ہے تو یہی ہی بہرحال اگر روایۃ حضرت زید بن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہم موضوع
نہین اور چشم پوشی کرکے یون تسلیم ہے کرلین کہ واقعی یہہ بات حضرت زید ہی کے فرمائی ہوئی ہے تب
اوسکی اگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مٹ گیا ہے معہذا جیسے علامات صحۃ روایۃ مشکوۃ ظاہر ہین
چنانچہ مذکور ہو چکا ایسی ہی روایۃ متنازع فیہا کی علاوہ بی سند ہونیکے امارات کذب ہی ظاہر و باہر ہین کیونکہ بالاتفاق
مورخین فدک تا دم بازپسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبض و تصرف مین تہا اور بی قبض ہبہ موجب
ملک موہوب لہ نہین ہوتا واہب ہی کی ملک مین رہتا ہی اور ملک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال خود
ابو بکر صدیق کو معلوم تہا کہ بعد وفات وقف ہو جاتی ہے پہر جو درباره ہبہ گواہ طلب کیے تو یون کہیے ابو بکر
صدیق کے دنیا کی ہوشیاری اور اون مسائل کی واقف کاری کے کر جو امور دنیا مین مفید پڑین شیعہ ہی معتقد
ہین جب ندینا ہی ٹہرا تو ایسا مشکل راہ کیون چلی جسمین اندیشہ ہار جانی کا ہو کیونکہ اگر گواہ اپنی مقدار معین کو
پہونچ جاتی تو پہر یہہ عذر ہی بچا تہا کہ ہبہ بی قبض تمام نہین ہوتا ہر کوئی یون جانتا کہ ساری ندینی کے

بہائی ہین اگر یہہ عذر قابل سماعت تہا تو پہلی ہی کیون نہ پیش کیا اور اگر گواہونکی طلب کرنیکو شیعہ محمول تحقیق
حق پر کرتی ہین تو بعد اوسکی جو کچھہ پیش آیا وہ خواہ مخواہ عدل و انصاف ہوگا کیونکہ حکم خداوندی ہی کی
موافق حکم کیا ہی کوئی قاعدہ نہین گہڑ لیا باقی ہین جو کچھہ تقریر دربارہ طلب گواہان لکہی ہے اگر اوسکو شیعہ
تسلیم کرلین تو چشم ما روشن و دل ما شاد ورنہ اونکی کو تہہ فہمی سی امید تو یہہ نہین علاوہ برین جب بالاجماع یہہ
بات مقرر ہوئی کہ فدک تا دم آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبض مین رہا تو باتفاق شیعہ و سنی
اگر آپنے ہبہ کیا ہی تب حضرت فاطمہ کی ملک مین نہ آیا پس حضرت فاطمہ جو شیعون کی نزدیک معصوم اور ہمارے
نزدیک محفوظ ہین کہین ایسا غلط دعوی کرتی جسمین بہر حال حق تلفی خلائق ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی ترکہ مین میراث جاری ہوتی ہے تو وارثونکی حق تلفی ظاہر ہے ورنہ فقرا اور مساکین کی حق تلفی
نسہی بلکہ آپ کا ترکہ وقف ٹہرا خلیفہ کو اختیار ہے جسی چاہی دیدی پس اگر حضرت فاطمہ کی پاس آگیا تو اور ہے
اچہا ہی لیکن اسطرح فن و فریب سے لینا فریب بازون دنیا سازون کا کام ہے بہر حال علامات صدق روایۃ
مشکوۃ اور امارات کذب روایۃ متنازع فیہا اہل فہم کی نزدیک تو ایسی روشن ہین جیسے اہل نظر کے سامنی
آفتاب اور یون مولوی عمار علی صاحب یا اونکی اقران و امثال اگر نسمجہین تو ہم ہین کوئی یون نہ کہی کہ یہہ
کیا کہتا ہی اونکی حسب حال یہہ شعر پڑہا جائیگا شعر گر نہ بیند بروز شپر چشم ٭ چشمہ آفتاب راچہ گناہ ٭
غرض روایۃ مشکوۃ کی وہ روایۃ ہم پلہ نہین ہوسکتے جو اسکو چہوڑ کر اوس روایۃ پر یقین کرین بلکہ موافق
قواعد مرقومہ بالا کی لازم ہی کہ بسبب تعارض روایۃ مشکوۃ کی کہ وہ درحقیقۃ روایۃ ابوداؤد کی ہے جو صحاح ستہ مین سے ہے
اور صحاح ستہ کے روایات کی صحۃ اور قوۃ کو یہی بہت ہے کہ اونکا نام صحاح ہے اوس روایۃ کو جو حضرت زید کی نام لگا
رکہی ہی رد کرین اور سلمنا کہ روایۃ یہی صحیح اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہبہ کا دعوی کرنا ہی درست
لیکن اتنی بات سنی و شیعہ کی نزدیک بالاتفاق مسلم ہے کہ ہبہ بے قبض تمام نہین ہوتا تا وقتیکہ قبض و تصرف
واہب کا رہیگا اوسکے ملک ہی رہیگی چنانچہ ارشاد علامہ حلی ہین مطلب اول مقصد دعوی مین مرقوم ہی فلا تسمع
دعوی الہبۃ مجردۃ عن دعوی القبض یعنی نہ سنا جائیگا دعوی ہبہ بلی دعوی قبض کے اور فدک بالاجماع تا دم
واپسین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی قبضہ مین تہا آپ حین حیات تک فدک مین تصرف مالکانہ
کرتے رہے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا دخل آپکی زندگی مین نہین ہوئی پایا اسبات مین مورخین طرفین
بلکہ محدثین فریقین متفق ہین مورخین کی اخبار کی لکہنی کی اول تو اس وجہ سے حاجۃ نہین کہ کتب تواریخ یہہ ہم

کسیکو عبور میسر آسکتاہی پر علم حدیث تک نوبتہ کسی کسی کی پہونچتی ہے اکثر دنکو مضامین احادیث کی اطلاع نہین
ہوتی دوم تواریخ کی بات اعتبار مین احادیث کی ہم پلہ نہین ہوسکتے اسلیئے طرفین کی روایات احادیث ہی کی طرف
اشارہ کیی جاتاہون پہلے تو اوریہہ واقف ہونیکی معنی مینی ہی نہین تراشتی سنیون کی روایتہ یعنی اول تو
وہی زروایتہ مشکوۃ جو مرقوم ہوچکی اسبات پر تصریح شاہد ہے دوسری مشکوۃ ہی مین ابوداؤد کی حدیث بروایتہ
مالک بن اوس بن الحدثان مرقوم ہے جس مین اسبات کابیان ہی کہ حضرت عمر کی اسبات کی استدلال مین کہ مال
فی قابل تقسیم نہین کچھہ ایسا بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ تین چیزین جدی جدی مصرف
کی لیی وقف رکھین تہین بنو النضیر خیبر فدک سو فدک کی مصرف کی بیان مین فرماتی ہین واما فدک فکانت حبسا لابناء
السبیل یعنی فدک مسافرونکی خدمت گزاری کی لئی وقف ہی اب بحکم قواعد مناظرہ تو ہمین اپنی ہی کتابون کا
حوالہ بہت ہی کیونکہ ورود اعتراض کی لئی ضرور ہے کہ ایسی بات ہو کہ جس پر وہ اعتراض ہو اوسکے مسلمات
اور مانی ہوئی باتونکی خلاف ہو اور درصورتیکہ اوسکے مسلمات کی خلاف نہو تو اعتراض اعتراض ہی نہین
سو درصورتیکہ ہمنے اپنی کتابون سی یہہ ثابت کردیا کہ فدک تادم بازپسین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے
قبضہ مین رہا اور پہر کتاب بہی ایسی معتبر کہ حجتہ منجملہ صحاح ستہ ہی تو پہر ازروی دعوی ہبہ اعتراض ہی لغو
ہوگیا کیونکہ ہبہ بالاتفاق طرفین بی قبض موجب ملک ہی نہین لیکن معترض کا سکوت اور ہی اور اطمینان
کچھہ اور اتنی بات سی شیعہ ساکت ہوجائین لیکن بجای خود سنیونکی بات سی اونکادل مطمئن نہین ہوسکتا
اسلیے گذارش دیگر ہی محجاج السالکین جو کتاب معتبر امامیہ سے اور نیز دیگر کتب معتبرہ امامیہ مین روایتہ ہی جسکا بجنسہ فقط
مضمون ہے لکہی دیتاہون عبارۃ بعینہا انشاء اللہ آئندہ مرقوم ہوگی اوسکا مضمون یہہ ہے کہ جب ابوبکر صدیق نی دیکہا
کہ حضرت فاطمہ اونسی کہنچی لگین اور ملنا ملانا چہوڑدیا اور پہر فدک کی مقدمہ مین کچھہ نبولین تو یہہ بات اونہین
بڑی دشوار معلوم ہوئی اسلیے یون چاہا کہ اونہین راضی کیجی سو اونکی پاس جاکی عرض کیا کہ ای رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپکا دعوی سچاہی پر کیا کرون مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکہا ہے
کہ تمہاری خرچ کی موافق تمہین دیکر اور عاملون کی مزدوری دیکر جو کچھہ بچتا تہا اوسی فقرا اور مساکین اور ابن
سبیل مین تقسیم فرمادیا کرتی تہی اونہون نی فرمایا تو اچہا اوسیطرح کرتے رہو جسطرح میرے باپ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتی تہی حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ لو مین قسم کہاتاہون کہ جیسی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتی تہی ویسی ہی کیی جاونگا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نی فرمایا کیا قسم ہے کہاتے ہو

کہ اوسطرح کرو ہی گی آپ نی پہر کرر عرض کی کہ قسم خدا کی مین اوسیطرح کرونگا اس پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی
یون فرمایا کہ خدایا تو گواہ رہ سو اسبات پر راضی ہوگئین اور عہد لے لیا اور حضرت ابوبکر صدیق او نکا خرچ
دیکی باقی کو فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کو دیدیا کرین تہی فقط سنیی کہ حضرت ابوبکر صدیق کا یہہ عذر کرتا
کرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کرتی ہوئی دیکہا ہے اسلیے آپ کے حوالہ کرنی مین معذور ہون
اور پہر حضرت فاطمہ کا اس مین کچہہ انکار نکرنا بلکہ یون فرمانا کہ اچہا دون ہے کیی جاؤ اور پہر اوسپر خوشی سے
راضی ہوجانا صاف اس بات پر دلالتہ کرتا ہے کہ تادم بازپسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کا قبض
وتصرف تہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا قبضہ نہین ہوا تہا پس حضرت ابوبکر صدیق نی حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا کی دعوی ہبہ مین تکذیب نہین کی تصدیق ہے کی لیکن قانون شرعی کی موافق
عمل کیا گیا تا کہ آپ ناحق دینی کی وبال سی اور حضرت فاطمہ ناحق لینی کی عذاب و نکال سی محفوظ رہین
اور باانہمہ جو گواہ طلب کیے تو اسی لیی طلب کیے ہون کہ اگر گواہون سی یہہ بات ثابت ہوجائی کہ واقعی فدک
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردیا تو گو بسبب عدم قبض کی اب تک
انکی ملک مین نہین آیا لیکن پہر اولی یہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حوالہ کیا جائی پر اسکو کیا
کیجی کہ شہادۃ اپنی نصاب کو نہ پہونچی اور مجرد دعوی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو او نکی حوالہ نکیا
تو اسکی وجہ انشاء اللہ آگی مذکور کی جائیگی امیدوار باید بود مگر شاید کسی شیعی مذہب کو یہہ خلجان ہو کہ ابوبکر صدیق
کی یہہ احتیاط کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ مین بہی اور ہبہ بہی حضرت فاطمہ کی لیے وہی شرط
قبض وتصرف ملحوظ رہی کچہہ دلکو نہین لگتی بلکہ از قبیل دغا وفریب معلوم ہوتی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا تو اشارہ ہی کافی تہا آپ کا اشارہ اور اورون کا فعل تام ہی برابر نہین ہوسکتا سو اس وہم کو خدا
ہی دل سی کہوئی تو کہوئی یہہ اوسی قسم کا وہم ہے جو ہنود اور یہود اور نصاری اور مجوس کی دل مین
نسبتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خوارج کو نسبتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کہٹکتا ہی ان مردودونکو
بہی یہی گمان ہی کہ یہہ دعوی رسالتہ اور امامتہ جو ان دونون صاحبون سی منقول ہے کہ ایک دنیا طلبی کا
ڈہنگ تہا کچہہ دل کو نہین لگتا بلکہ از قبیل دغا وفریب معلوم ہوتا ہی بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کی
پاس دوستو نا اہل عقل اور اہل انصاف سی بات کہہ کے ہر کسی کا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل نادان نا انصاف
دریدہ دہان دراز زبان سی بات کہنی کی بجز اسکے کہ اپنا مغز خالی ہو اور کچہہ حاصل نہین ہوتا انکا علاج تو در رہے

یہان حدیث وقران اور دلایل عقلیہ کا بیان نہین چلتا پر یون سمجہہ کر کہ جہان چار نادان ہوتی ہین وہان ایک عاقل
بے ہوتا ہے مولوی صاحب سی امید فہم نہین تو کیا ساری علمار شیعہ ایک ہے سانچہ کے ڈہلی ہوی
ہین اپنا مافی الضمیر عرض کرتا ہون جناب من اگر یہہ ماجری اور یہہ سرگذشت بلاکم وکاست اسطرح ہو جسطرح
شیعہ گاتی پہرتی ہین اور بفرض محال حضرت ابوبکر صدیق نی گواہ طلب کیی ہی تو اول تو اسکے وجہ کہ کیون گواہ
طلب کیی مذکور ہی ہوئی ہی دوم انشاء اللہ اور وجہ ہی معلوم ہو جائیگی لیکن درصورتیکہ یہہ مقدمہ کسی
وجہ سی ہو گواہ طلب کرنیکی قابل ہوا تو بلا شبہہ پہر گواہ گواہون ہی کی طرح چاہئی نہین تو مفت کا دردسر تہا سو علمار
شیعہ سے فرماوین کہ گواہونکی کیا مقدار کلام اللہ مین بیان فرمائی ہے اور اوس مین پہر کسیکے کچہہ تخصیص ہی ہے
کہ فلانی قسم کی آدمی ہون تو پہر کچہہ اس عدد اور اس کیفیتہ کی ضرورۃ نہین مع ہذا صدق نیتہ حضرت ابوبکر
صدیق پر یہہ بات گواہ ہی کہ اونکی خلافتہ مین جو حضرت عثمان نے اونسی یہہ بات کہی کہ مینی مرض وفاۃ
مین سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات سی حکم کی بلوالینی کی اجازۃ لیلی ہی تو اونہون نی
اون سے ہی گواہ طلب کیا اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کچہہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
سے بزعم شیعہ کاوش ہی تہی تو حضرت عثمان سی تو بزعم شیعہ وسنی محبتہ اور موافقتہ اور دوستی ہی تہی پہر
کچہہ دینا ہی نہین پڑتا تہا شیعہ مذہب ہی نہی جو تقیہ کا احتمال ہو پہر جو حضرت عثمان سی اونہون نے گواہ طلب کیی تو کیون
کیی یہہ باتین کمال دیانتہ اور استقامتہ پر دلالت کرتی ہین لیکن شیعہ اپنی عداوۃ سی ناچار ہین کینہ بیجانی انکا
قلب تیرہ وتار کردیا ہی حق وباطل کی تمیز نہین رہی اچہی بات تو نکو بری اور بری بات تو نکو اچہا سمجہتی ہین سو اسکا جواب اللہ
عارف سے چہہ سو برس پہلی شیخ سعد کہہ گئے ہین ۵ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش درنظر
[illegible] یون کہتا کہ گواہ ثبوت دعوی کی لئی ہوتی ہین اور جب مدعی کیطرف سی خاطر جمع ہو کہ یہہ جہوٹ نہین بولتا
پہر کیا ضرورۃ ہی کہ گواہ طلب کئے جائین تو اسکے جواب دینے خدا کی ذمہ ہی کیونکہ خدا ہی نے علی الاطلاق یہہ حکم
دیدیا ہی کہ بدون دو گواہ اعتبار نکیا کرو یہہ قانون سنیون نے نہین گہڑ لیا بہر حال خداوند کریم نے اہل بیت یا
اصحاب یا کسی ولی یا صالح کا استثنا نہین کیا سنیونکو تو خدا کی اتباع سی کام ہی شیعہ ہی اگر اتباع خداوندی کرین
تو [illegible] اپنا سر کہائین اگر یہہ بات نہوتی تو سنی یہہ حکم کاہیکو مانتی کہ ابر کی دن اگر کوئی شخص چاند دیکہے
اور [illegible] ہی سبب تنہائی یا باتہام فسق وفجور قاضی قبول نکری تو لازم ہے کہ سبکے شریک حال رہی اور روزہ
[illegible] اخبار مین محاق کے دو روز کے اعتبار سے اگر کبہی اونتیسوین کا چاند ہوتا تو اونتیسوین کو افطار

کرلیا کرتے علی ہذا القیاس صلحا اور علما یا صلحات عورتونکی گواہی مین یہہ قید لغو ہو جاتی بلکہ جن کفار کا صدق
مقال تجربہ معلوم ہوجاتاہی اور بہت سی مسلمان نام سی زیادہ سچی نکلتی ہین اونکا کہنا خواہ ایک ہو یا زیادہ
قبول ہوا کرتا بالجملہ اس بات مین اپنی اطمینان کا اعتبار نہین پابندی قوانین مدنظر ہے تاکہ امتحان
عبودیتہ اور خودمختاری ہوجای ہان حکمتہ اور مصلحتہ اس قانون مین البتہ یہی ہے کہ ثبوت حق ہوجایا
کری سو اگر رای پر حکام وقت کی چہوڑا جائی تو اول تو اندیشہ روی ورعایتہ دوسرے ہر کسیکو یہہ دعوی
ہوسکتاہی کہ میرے بات قابل اطمینان ہی پس جس صلح اور انتظام کی لئی حکام مقرر کیئی جاتی ہین وہ صلح اور
انتظام تو درکنار البتہ فساد اور جنگ وجدال کی توقع ہی اسلیے قانون کلی مقرر کردیا جس مین اکثر مصلحتہ
مذکورہ پائی جاتی سو بر خلاف اوسکے اگر کسی صورۃ مین کبہی مصلحتہ مذکورہ پائی ہی جائیگی تو اوسکا اعتبار نہوگا
الغرض یہہ وہم کہ حضرت فاطمہ کی صدق مقال کی بالاتفاق شیعہ وسنی قائل ہین پہر کیا ضرورۃ ہوئی کہ گواہ
طلب کیئی گئی اس مطالبہ گواہان سی حضرت فاطمہ کی طرف سے بدگمانی ٹپکتی ہے یا نادہندی کی بوآتی ہے
بسبب کوتہ فہمی کی پیدا ہوتاہی یہان فہم والونسے کلام ہی نادانون سی کام نہین معہذا سب جانتی ہین کہ
بزرگی اطاعتہ خداوندی پر ہے چنانچہ کلام اللہ مین خود فرماتی ہین ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یعنی بیشک اللہ کی
نزدیک زیادہ تعظیم تکریم اوسی کی ہی جو زیادہ پرہیزگار ہو تو اس صورۃ مین لازم پڑا کہ ان قوانین کی رعایتہ
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایتہ کری وہ حضرت فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب اور اوسکی آپکی دل مین زیادہ جگہ ہو سو حضرت ابوبکر صدیق کا گواہونکا طلب
کرنا بقرینہ آیتہ مذکورہ موجب نشاط خاطر مبارک حضرت زہرا رضی اللہ عنہا ہوا ہوگا پہر نہ معلوم کہ شیعہ کیون
لڑی مرتی ہین یہہ وہی مثل ہی کہ مدعا علیہ تو راضی ہوگئی پر قاضی جی راضی نہین ہوتی اور اس تقریر سی یہہ بہی
واضح ہوگیا کہ گواہون کا جہوٹا جاننا کچہہ اور ہی اور اونکی گواہی کی موافق حکم نہ دینا کچہہ اور ہی جبتک کہ شہادۃ
اپنی مقدار کو نہ پہونچے یعنی دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتین باین صفتہ موصوف نہون تب تک حاکم کو
جائز نہین کہ اونکی کہی کی موافق مدعی کی ڈگری کردی اگرچہ کیسے ہی معتبر کیون نہون اور اونکی کہنی سے کتنی ہی
تسلی کیون نہو جاسواہی حکم نہ دینی اور ڈگری نکرنیکو کوئی نادان ہے یون ہی سمجہی تو سمجہی کہ گواہونکی تکذیب ہے
ہان درصورتیکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ایک مقدمہ مین موافق مدعی کی متفق اللفظ ایک بات کہین تو
پہر بجز عدم اعتبار گواہان کی کوئی صورۃ ڈگری نکرنی اور مدعا علیہ سے قسم لینی اور مدعی کی دعوی کی نہ سننی کے

نہین سو شیعونکی کہی موافق اگر اس روایتہ کو ہم تسلیم ہی کرلین تب ظاہر ہی کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن گواہی
نصاب مذکور کو نہین پہونچتی بلکہ حضرت حسنین کی گواہی ملکر ہی جیسا کہ جنابے روغ تاب مولوی عمار علیصاحب پچر لگاتی
ہین مقدار مذکور اور حد مسطور کو نہین پہونچتی کیونکہ دونون صاحبزادی اوس زمانہ تک نابالغ تہی سو اس گواہی
کی موافق حکم نکرنی مین یہہ تو ثابت نہین ہوتا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا کو اور اونکی گواہون یعنی حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین کو جہوٹا جانا ہان اونکے استقامتہ
شریعتہ اور سنتہ پر ثابت ہوتی ہی لیکن نقصان فہم کو کچہہ علاج نہین بیوقوفونکی اصلاح انبیا سی ہی نہین ہوتے
ہم تو کسکے شمار مین ہین شاہد اسکا یہہ ہے کہ امام غزالی کی بعضی کتابون مین کچہہ ایسا لکہا ہی کہ ایکبار حضرت
عیسی علیہ السلام کوہسار کیطرف بہاگی جاتی تہی کسینی عرض کی آپ ایسی افتان خیزان اس طرف کیون جاتے
ہین آپنے فرمایا کہ ایک نادان آتا ہی اوسنے عرض کی کہ پہر آپ کو کیا اندیشہ آپ نی ارشاد فرمایا کہ بیوقوفی کا کچہہ
علاج نہین وہ کسیکے فیض صحبتہ یا برکتہ نصیحتہ سی زائل نہین ہوتی اولٹی اوسی کا اثر پڑجائی تو پڑ جائے
فقط اور کسینی سچ کہا ہی کہ شعر لکل داء دواء یستطب بہ ٭ الا الحماقتہ داء لا دواء لہا ٭ یعنی ہر بیماریکا کچہہ نہ کچہہ
علاج ہی جس سے اوسکی زائل ہونیکی تدبیر کی جاتی ہی پر حماقتہ ایسی بیماری ہی کہ اسکا کچہہ ہی نہین اور اگر با این ہمہ
بیان واضح شیعونکی دلکی گلچہٹے نکہلی اور حضرت صدیق جیسی صادق کی طرف گمان فاسد سے رہی تو بہی اب تو زبان
کو لگام دیجی اور اپنا کام کیجی یہہ روایتہ کتاب منہج الکرامتہ مین جو شیخ ابن مطہر حلی کی تصنیف ہی موجود ہے
اونہون نے سنیونکی طرف سے جواب شافی وکافی لکہہ رکہا ہی القصہ اہل سنتہ کو تحقیق تصدیق ہوئی اور اونہین
کی لاٹہی اونہین کا سر وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا وہ روایتہ یہہ ہے لما وعظت فاطمتہ
ابا بکر فی فدک کتب لہا کتابا وردہ علیہا یعنی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق کو دربارہ
فدک وعظ و پند کیا تو ابو بکر صدیق نی فدک کی جاگیر کا کاغذ حضرت فاطمہ کی نام لکہہ کر فدک اونہین کو ہٹا دیا
فقط درصورتیکہ یہہ روایتہ صحیح شیعونکی ایسی معتبر کتاب مین جسکا نام منہج الکرامتہ اور پہر تصنیف ایسی علامہ کی
جسکا نام ابن مطہر حلی پائی جائی تو پہر سنیونسی کیون اولجہتی پہرتے ہین اس روایتہ کے قربان جائے اس روایتہ
نی تو شیعونکو تین پانچ کی قابل نہین رکہا ابتک مولوی صاحب نے ہبہ اور میراث ہی کا دعوی کیا تہا وصیتہ
یا بیع یا کسی عمل کی اجرۃ کا احتمال باقی ہی سو ہماری طرف سی اسکے بہی اجازۃ ہے کہ لگتی ہاتہہ ان
وجوہ سے بہی طعن کرلین کسر نہ چہوڑین سنیونکا کچہہ لحاظ نکرین اول تو اونکو یہہ روایتہ ملگئی ہے

دوسرے اونکی پشتی پر خدا ہے جہان اس روایۃ کا پتا لگا دیا آگی بہی وہ کام چلا دیگا اب سنی کی بات
ہی کہ مولوی صاحب ہر بات مین اپنی کتابون سی جہوٹی ہوتی جاتی ہین اور سنیون کی کتابون سے
بات کہاتی جاتی ہین یہان تک تو ناظرین کو معلوم ہے ہوگیا اور آگی اور انشاء اللہ معلوم ہوجائیگا
سونجہای گزشتہ کو دروغ ہونی سے علاوہ اب جس بات کا جہٹلانا مد نظر ہے وہ یہہ ہے کہ اول تو مولوی
صاحب کا یہہ طوفان دیکہی کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کا بیان لکہتی لکہتی یہہ جو لا انہون پر
آئی کہ حضرت حسنین کو بہی ساتہہ سان لیا یہہ نشہ ہائی کہ الزام خصم کے لئی ضرور ہے کہ وہ بات لکہی جو
اوسکے نزدیک بہی مسلم ہو سو مسلم ہونا تو معلوم جو روایۃ کہ سنیونکی نام لگا رکہی ہی حضرت حسنین کا نام
تو اوس مین بہی نہین اور اگر اپنی بہتانون اور اپنی کتب خانون کی بہروسی سنیونکو الزام دیتی ہین تو
یہہ الزام تو مثل فوارہ اونہین کی سر پڑیگا ورنہ یون تو بہر ہر ہر بات ہر ہر شخص سے ہارین گے
دوسرے مولوی صاحبکا یون رقم فرمانا کہ ابوبکر صدیق نی تو جاگیر نامہ حضرت زہرا کی نام لکہدیا تہا حضرت عمر نے
پہاڑ ڈالا مولوی صاحب نے کیا سمجہہ کر لکہا ہی یا بی سمجہی ہی لڑنے کو دوڑتے ہین سنیونکی کتابونسی اگر لکہی ہین
تو سنیونکی کتابونمین تو اس بات کا پتا بہی نہین اور اگر اپنی کتابونکی بہروسے پر زباندرازیان ہین تو اسکا اول تو یہ جواب
ہی کہ جواب جاہلان باشد خموشی سبحان اللہ ایسا مناظر کسی نی نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابونکی کیا بلکہ اپنی خوابونکی بہروسے دوسرونکو
الزام کا ارادہ رکہین دوسرے منہج الکرامۃ کونسی سنیونکی کتاب اور شیخ ابن مطہر حلی کونسی سنی یا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر
کی خالا کی بیٹی تہی جو اتنا جملہ زائدہ یعنی پہاڑ ڈالنے کا قصہ ہضم کر گئی مولوی صاحب تو نئی ہی مفتری ہین شیخ ابن مطہر
حلی انکی ہی پیشوا اور اوستاد ہین اور متقدمین سابقین مین سے ہین جو بات مولوی صاحب مین باشہہ ہر ہوگی وہ اونمین بہی
ہوگی کیا عجب ہے اگر اس بات کا جہوٹا سچا کچہہ بہی پتا ہوتا تو وہ تو سونگی بہالی کر دکہاتی ہان مجہی سی غلطی ہوئی بہت سے
شاگرد رشید اوستاد سے بڑہ جاتی ہین شیخ مطہر حلی مین ایک بڑا قصور رہگیا تہا وہ ہائی عقل تو کہتی ہی پر چشم بد دور مولوی صاحب
اس قصور سے مبرا ہین اب مولوی صاحب کی یہہ شکایۃ باقی رہی کہ ابوبکر صدیق نی حضرت جابر رضؓ کی بات تو گواہون کے بن
مانی اور یہہ مین کہ حضرت فاطمہ زہرا کی بات باوجود ایسی معتبر گواہونکی بہی نہ مانی سو اسکا اول جواب تو یہی ہی کہ یہہ روایۃ اگر سنیونکی
کتابونمین ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہمونکی نزدیک محل اور موقع تہا سو اس روایۃ کا سنیون کی کتابونمین ہونا
نہونا اور اوسکا موضوع ہونا نہونا دیکہئے دوسرے انشاء اللہ بخوبی واضح ہوجاویگا اور بی اسکی کہ سنیونکی کتابون مین
یہہ روایۃ پائی جاے یہ شکایۃ کرنی اپنی فہم و فراست کی خوبی بیان کرنی ہی اگر یہی الزام ہوا تو کل کونسی پند تون کے

پوتہیون اور سکہونکی گرنتہہ اور یہود و نصاری کی توراۃ و انجیل محرف کی لکہی ہوئی سی ملزم ہو جائینگی اور ان کتابونکی
باتین مان جائینگی اور شیعونکو تو ہم کچہہ نہین کہہ سکتی کیونکہ اونکا سب طرف لیکہا ہی ہندو یا سکہہ پنجابی ہین اونہین
کچہہ نقصان نہین اور یہود و نصاریکی ہم مذہب ہو جاتی ہین اونہین کچہہ زیان نہین اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو
بتلا دیتا کہ شیعونکو ان سبکی ساتہہ ایسی نسبتہ ہی جیسی حیوان مشہور مسمی بہ اشتر گاؤ پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتی
سکے ساتہہ نسبتہ مشابہتہ ہی اور سلمنا کہ یہ روایتہ سنیونکی اون کتابونمین جنکا حوالہ مولوی صاحب دیتے ہین کسی ایک دو
نسخہ مین ہی ہی تو اول تو وہ کتابین غیر مشہور اور غیر معتبر دوسری وہ بہی شیعونکا الحاق ہے چنانچہ تحقیقات
مسطورہ بالا کو دیکہکر ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نرہیگا اور با این ہمہ پہر وجہ طلب گواہان معلوم ہو چکی ہی اوسکے
ملاحظہ سے آپ واضح ہو جاویگا کہ حضرت جابرؓ کا قصہ یعنی ایسی مال کا بلی شاہد دیدینا جو ایسون کی دینی کی ٹہی ہے
اور قسم کا ہی اعتبار کر لینا اوسکو حضرت فاطمہ زہراؓ کی قصہ کے ساتہہ جسمین تحقیق دیدینے مین اندیشہ حق تلفی فقرا و مساکین
و ابن سبیل تہا کچہہ نسبتہ نہین جو اسکو اسپر قیاس کیا جائے معہذا گواہونکا طلب کرنا قضیہ فدک مین ہو سکتا ہے
کہ بوجہ خیر خواہی حضرت فاطمہ زہراؓ ہو تفصیل اس اجمال کی ہر چند معلوم ہو چکی پر نا انصافون سے کام پڑا ہے
اسلئے مکرر عرض ہے کہ باتفاق شیعہ و سنی اسمین تو کلام ہی نہین کہ تا دم باز پسین فدک رسول اللہ صلعم ہی کی قبض و تصرف
مین تہا پہر جب ابو بکر صدیق کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ متروکہ انبیاء وقف ہو جاتا ہی اور ہبہ بے قبض مفید ملک نہین ہوتا
تو اسمین تو کلام ہی نہتی کہ یہ چیز حضرت فاطمہ زہراؓ کی ملک تو نہین پہر جو گواہ طلب کئے جائین تو اسلئے
تو ہوئی ہے نہین سکتا کہ تحقیق ملکیتہ مد نظر تہی جو کسی نادان کو یہ شبہ پڑے کہ ہای افسوس حضرت
فاطمہؓ کی بات تو گواہونکی گواہی سی ثابت ہوا اور جابر کی خبر لی گواہون کی سنی اور لی تکرار مسلم ہو چکا اسکی
اور کوئی احتمال نہین کہ شاید گواہونکی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اس جانب پایا جای کہ فدک کو حضرت
زہرا رض ہے کو دیدینا چاہئی اب کوئی عاقل غور کرکے فرمائین کہ یہ بات حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی
کی بات ہے یا دشمنی اور بد خواہی کی مگر مولوی صاحب کی عقل تو حاشیہ نشین لے اوڑی ہین وہ یہی سمجہتی ہین کہ حضرت
ابو بکر صدیق کو حضرت فاطمہ زہراؓ کا اعتبار نہوا اور حضرت جابر کا اعتبار ہوا معہذا حضرت جابر کی دینی مین یہ احتمال
تہا کہ ہر خبر جہوٹی تو ہوتی ہی نہین اگر واقعی رسول اللہ صلعم نے ایسی وعدہ کیا تہا اور پہر انکو اس وعدے کے موافق ندیا
جائیگا تو ایک گونہ خلاف وعدہ رسول اللہ صلعم کیطرف عائد ہوگا اور یہ خلاف وعدگی ہر چند بمجبوری تہی کیونکہ تا دم آخر
رسول اللہ صلعم کے پاس مال بحرین نہ آیا لیکن شان نبوۃ بہت رفیع ہی اور پہر نبوۃ بہی کسکی نبوۃ اس مرتبہ رفیع کی

اتنا قصور بھی نازیبا ہے خصوصاً جب یہہ لحاظ کیا جائی کہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم روضہ مبارک مین زندہ
اور حضرت ابوبکر بمنزلہ داروغہ آپکی کارکن اور مال بحرین موجود اگر واقع مین وعدہ وقوع مین آیا ہی اور درصورت
طلب گواہان حضرت جابر کی پاس گواہ نہ نکلی کیونکہ کچھہ ضرور نہین کہ کسیکے سامنی ہی وعدہ کیا ہو تو اس صورت
مین لاریب عاقلونکی نزدیک اخلاف وعدہ بجانب رسول اللہ صلی عائد ہوگا القصہ مقتضائی احتیاط ایسے
امر مین یہی تہا کہ بی طلب گواہان اونکا مطالبہ پورا کیا جائی اگر وعدہ واقعی تہا فبہا ورنہ کچھہ نقصان نہین آخر وہ
مال صحابہ ہی پر تقسیم ہوا بخلاف فدک کی کہ اوسکے دینے مین لاریب رسول اللہ صلعم کی نافرمانی نظر آتی تہی بسبب
قبضہ مستمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم آخر فدک مملوک رسول اللہ صلعم تہا اور جب آپکی وفات ہوئی تو وہ بمقتضائ
حدیث ما ترکناہ صدقۃ کہ جسکی تحقیق کا ہم وعدہ کرتی چلے آتے ہین اور اب انشاء اللہ تعالی بہت ہی قریب اسکا
ذکر آتا ہی وہ وقف ہوچکا تہا کسی بیٹا بیٹی یا بہائی برادر بیوی باندی کا اسمین حق نہ تہا پھر اوسکو کسیکی دعوی کی
باعث دیدینا اوس حدیث کی موافق عمل نہ کرنا ہی مگر مولوی صاحب کے مذہب مین جو اشارات نبوی پر چلی اور
رسول اللہ صلعم کی ایفاء وعدہ اور ادائ قرض کا بی وصیۃ خیال رکھی اوس سی برا کوئی نہین آپ عمل نہین
کرتی پھر جو عمل کریگا وہ آپ برا لگیگا اہل انصاف کے نزدیک تو اتنی بات ہی کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم
جب ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ ہوئی اور مال بحرین آیا تو انہون نی یہ منادی کرادی کہ اگر کسیکا کچھہ قرض
رسول اللہ صلعم کی ذمہ ہو یا رسول اللہ صلعم نے کسی سی کچھہ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئی ہم اوسکو
بہگتا دین گے اور پہر بے دستاویز بی گواہ دینا شروع کیا چنانچہ حضرت جابر رضہ نے اوسی منادی کی
باعث پندرہ سو کملیئے اثبات کی یہی دلیل کامل ہے کہ ابوبکر صدیق رضہ کو حق تلفی اہل بیت رضوان اللہ
علیہم اجمعین کا خطرہ بہی نہین گذرا چہ جائیکہ کوئی چیز دبالین کسی عاقل کی تصور مین آسکتا ہی کہ جو
شخص فقط اس خیال پر کہ مبادا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ کسی کا قرض رہجائی یا آپ کی
بات مین فرق آجائی بی تحقیق تہیلیونکا منہ کہولدی ایسا کہلا ہوا حق پہر وہ بھی جگر گوشہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطرح سی دبا بیٹھی علاوہ برین نہ آپ کہایا نہ اپنونکو کہلایا بلکہ بدستور قدیم
اہل بیت اور مصارف مقررہ مین صرف کیا اور مفت دنیا کی ملامتین اور بار عذاب آخرۃ سر پر لیا
کوئی حضرات شیعہ سی پوچھی کہ ابوبکر جیسے ہوشیار کو کہ جسکی ہوشیاری کی قسم کہائی غصب کرنا
بہی نہ آتا تہا اور ان سب کو جاتی دیجی ایسا فرق لیجی کہ اہل عقل حضرت ابوبکر کی فہم و عقل پر آفرین

اور علماء شیعہ کی کجی عقل اور بلادۃ طبع پر نفرین کرین وہ فرق یہ ہی کہ دعوی ہبہ فدک جو حضرت زہرا سے برعم
شیعہ ظہور مین آیا تو سنیون کی طور پر تو منشاء حدیث صحیح ما ترکناہ صدقۃ کی جسکا عنقریب انشاء اللہ تعم
ذکر آتا ہی معارض اور مخالف تہا اور شیعونکی طور پر استحقاق ورثہ نبوی کے مناقض اور دعوی جابر رضہ
کے کوئی استحقاق یا کوئی حدیث معارض اور مخالف نہ ہتی کیونکہ جس مال مین سے اون کو دیا گیا
وہ مال کسی کا ترکہ کا نہ تہا اور نہ کوئی حدیث اور نہ آیۃ اوسکے بیان تصرف کے لیے نازل یا
وارد ہوئی ہتی بلکہ وہ مال یا خمس یا عشر یا خراج کی قسم کا تہا سو حضرت جابر بہر طور اوس کا
استحقاق رکہتے تہے اور یہ بہی اہل عقل پر ظاہر و باہر ہے کہ گواہ تعارض کے رفع کے لیے
ہوتے ہین اور ایک جانب راجح کر دیتے ہین اسیواسطے دو متخاصمین کے رفع مخاصمۃ کے
لیئے گواہون کے ضرورۃ پڑی اور درصورتیکہ کوئی خبر یا دعوی بلا مزاحم عقلے یا نقلے
یا خبری یا عیانی کے پایا جائے اور مخبر اور مدعی بہی مومن مسلمان ہو تو پہر حکم نبوی
یہ ہے کہ ظنوا المومنین خیرا اب التماس یہ ہے کہ حضرات شیعہ اگر دو چار گہڑی
کے لیئے کسے سے عقل مستعار لے کر اس فرق مین غور فرمائین تو اس فرق
کے مان جانے مین کچہہ کلام نہین ورنہ ایسے ہے ایسے عقل کے دشمنون کے لئی کلام اللہ
مین افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یا نہونے کلام اللہ کے یہ خطاب کان تک نہین پہونچا تو
یہ سفارۃ ہمین کرتے ہین جب نوبتہ یہانتک پہونچی تو اب یہ اور التماس ہے کہ دقیقہ سنجان
معانی رس پر تقریر سے واضح ہو گیا ہو گا کہ حضرت جابر سے گواہونکا طلب نکرنا چنانچہ روایات
صحاح مین موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے گواہونکا طلب کرنا اگر بالفرض و تقدیر
بفرض محال جیسی حضرات شیعہ فرماتی ہین واقع مین وقوع مین آیا ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کی کمال فہم اور
نہایتہ اطاعتہ اور اتباع رسول صلعم پر دلالتہ کرتا ہے اگرچہ دونو باتین معیوب ہین تو مولوی صاحب
ابوبکر صدیق پر بابین وجہ طعن کرتے ہین معذور ہین اور لاجرم طاعنان ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ مصیب بصواب اور ماجور ہین لیکن اس صورۃ مین بڑی تعریف کی بات یہ ہو گی کہ فلانا بڑا
گ. ہا ہے اور سرتا پا بیوقوف ہے فسق و فجور مین یکتاء روزگار دروغ و بیہودہ بانتی ہین مشہور ہر کوچہ بازار
سو اس صورۃ مین ہمکو مولوی صاحب کے تعریف کرنی لازم ہے مگر نظم تو سردست بن نہین پڑتی ملا زمان

مولوی صاحب کی خدمت مین یہ عرض ہے کہ آپ عنایت فرماکی یہ قدر قلیل نثر ہے قبول فرمائین
سبحان اللہ اس فہم و فراست پر اصحاب کبار پر یہہ زبان درازیان پہر اوسپر یہ ذہو کی بازیان
کہ عوام کو ایک بار تو یہی یقین ہو جاے کہ مولویصاحب کی بات سراسر بجا و درست ہے غرض آپ میرزا در علی صاحب
کو رقم فرماتے ہین اب فرمایئے یہ غصب نہین تو کیا ہے سوا اسکے اور غصب کسکو کہتے ہین اور یہ
عداوۃ ہے یا دوستی اور مروۃ اور رعایتہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حق اور سچ تو یہی کہ
اہل بیت کی دشمنی مین حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہی رعایتہ نہ کی آپنے لکہا تہا مجہی غصب
فدک کی کسی سے صحتہ نہین ہوتی ۔ اب آپکو چاہیئے کہ میری صحتہ علماء اہل سنتہ سے کرائی اور میرے
باتونکا جواب لکہوا کر بہجوایئے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جہوٹا سمجہا اور اس مظلومہ
کے گواہونکو بہی رد کیا انتہی بلفظہ سو منصفان فہمیدہ اور فہیمان سنجیدہ کی خدمتمین یہ عرض ہے کہ
مولویصاحب کو میری لکہے ہوئی جواب سمجہا کر یہ سمجہا دین کہ دیکہو یون جواب لکہا کرتے ہین لیکن اسکا
کچہہ علاج نہین کہ مولویصاحب کی یہ درخواست ہی کہ میری صحتہ علماء سنتہ سی کرائی مولویصاحب تو سراپا
غلط ہین غلط کا صحیح کرنا اور صحیح کہنا سنیو نکو نہین آتا ہان غلط کی جگہہ صحیح بتا سکتے ہین اس لیئے اتنا
ہو سکتا ہے کہ ملازمان مولویصاحب سی یہ کہا جاوی کہ مولوی صاحب غلط ہین جبہی تو اپنی
صحتہ کراتی ہین ظاہر و باطن سی صحیح علماء اہل سنتہ ہین اگر ہدایتہ منظور ہے تو غنیمتہ سمجہو خیر یہ قصہ تو بہت
دور دراز ہے مولویصاحب کی ہذیانات بمعنی کا جواب چاہیئے اور اونکی حقیقتہ الامر کہول کر
دکہلایئے تاکہ معلوم ہو جاے کہ مولویصاحب اپنے ہوش مین نہین اس بیداری مین جو اورون کی
خواب سے بدتر ہے مولوی صاحب پڑے براتے ہین ورنہ عقل کا کام نہین کہ باوجود ایسے ایسے دلائل
واضحہ کے جن کا مذکور ہو چکا پہر بہی غصب فدک کا اونکے دلمین خیال آئی اور ابوبکر جیسے صدیق جیسے
عادل متقی اور مطیع خدا و رسول صلعم کو ظالم ٹہرائے ابوبکر صدیق کی پاس اگر اور فضائل گوناگون
نہوتی تو یہی حکایت اونکی فضیلت کی لئی بہت تہی کیونکہ عاقل سمجہتی ہین کہ بالاتفاق دنیا خاص کر اہل غرۃ سی بی سبب
نہین اوٹہائی جاتی دیندار دین کی عزۃ اور دنیادار دنیا کی عزۃ کو جان و مالسی عزیز سمجہتے ہین اور عزۃ ہی عزیز
نہو تو پہر کونسی چیز عزیز ہوگی اسیکا عزیز ہونا ہے کہ عورتین باوجودیکہ مرد نہین نامردہین غیرۃ کی تہی جانکو
تلف کر دیتی ہین اور ڈوب مرتی ہین یا زہر کہا لیتی ہین مردونکا تو کیا ذکر ابوبکر صدیق کا جان بوجہہ کر

ہدف تیر ہای ملامۃ ناکسان ہونا کیونکہ ایسی مواقع مین ہر کوئی جانتا ہے کہ یہی انجام ہوتا ہے بجز اسکے نہین
ہو سکتا کہ پابندی خداوند علیم اور رسول کریم صلعم سی مجبور تہی ورنہ جو شخص نہ خود کہائی نہ اپنون کو کہلائے
کا ہیکی لیئے کسی کی چیز دبائی ایسا شخص اگر ایسی موقع مین ایسی شخصون سی تو گواہ طلب کری اور
حضرت جابر سے طلب نکری قطع نظر وجوہ مذکور بالا کی بجز اسکے اور کوئی احتمال نہین ہو سکتا کہ انصاف
اور اہل انصاف کو لازم ہی ہے کہ روی ورعایۃ کی موقع مین زیادہ تشدد اور سخت گیری سی پیش
آیا کری اور غیرون سے بہ نسبۃ اونکی نرم رہا کری اور ظاہر ہے کہ اپنی اقربا کی رو ورعایۃ نکرنیمین بوجہ محبۃ
فقط اپنا دل ہی دکہا کرتا ہے کچہہ اندیشہ ملامت نہین ہوتا بلکہ امید کلمۃ الخیر ہوتی ہی اور اپنی پیر زادون
اور بزرگ زادونکی رو ورعایۃ نکرنیمین مریدان جان نثار کا بوجہ محبۃ دل جدا دکہا کرتا ہے اور بوجہ
اندیشہ ملامت جان پر جدی بنا کرتی ہے سو جب اپنے قرابتیون کی رو ورعایت نکرنے اور
غیرون سی نرمی برتنی محمود خلائق ہوی تو پیر زادون کی رو ورعایۃ نکرنی اور بہی زیادہ سمجہنی چاہیئے
اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی پیر زادی ہو کہ نہ اس رتبہ کا کوئی پیر زادہ ہوا ہے نہو اور ابو بکر
صدیق جیسا مرید ہو جسکی صدق و وفا اور جان نثاری اور الفۃ اور محبۃ اور خدمتگزاری کی کلام اللہ
اور اقوال حضرت رسول اللہ صلعم چنانچہ گذرا دو گواہ عادل کہا بلکہ اسبات کی گواہ ہون کہ ایسا یار
وفادار نکوئی ہوا ہے نہو کیونکہ ایسے رتبہ والے ایسی ویسی کی ایسی تعریف نہین کیا کرتے تو اسصورت
مین حکم خداوندی پر قائم رہنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے مرد کا کام ہے نہ وہ ہون نہ اتنی
دشواری اور اسقدر ملامت عوام کالانعام اور دشنام ہائے خبیثان نافرجام اپنے سر پر اوٹہائین
پر زوف ہے شیعون کی عقل پر کہ اونکو خوبیان بہی برائی ہے نظر آتی ہین ٭ ؎
چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ٭ عیب نماید ہنرش در نظر ٭ ؎ مطیعان خدا
پر طعن اور تشنیع کرتے ہین ٭ سمجہتے ہی نہین یہہ رافضی ان کو خدا سمجہے ٭ طرفہ تماشا ہے
کہ بیدین دیندار و نیز بیدینی کی تہمت لگائین اور مخلصان قدر شناس کو مقتدیان عبد اللہ بن سبا
یہودی دشمن اہل بیت بتائین اگر قدر شناسون ہی حد سے گذر جانے والے بڑہ جایا کرین اور
قدر شناس دشمن سمجہے جایا کرین تو نصاری حضرت عیسیٰ کی محب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کی امۃ حضرت عیسیٰ کے دشمن ہونے چاہیین غور کرکے اگر دیکہین مفرط فی المحبۃ اسکا محب نہین

۲۴۳

جسکی محبة کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہی نصاری جو دعوی محبة حضرت عیسی علیہ السلام
کرتی ہین تو حقیقة مین اونسی محبة نہین کرتی کیونکہ دار مدار اون کی محبة کا خدا کی بیٹا ہونے پر ہے سو یہ بات
حضرت عیسی عم مین تو معلوم البتہ اونکے خیال مین تہی اپنی تصویر خیالی کو پوجتی ہین اور اوسی ہی محبت رکھتے
ہین حضرت عیسی عم کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سنی برطرف رکہا ہی ایسی ہی شیعہ بہی اپنی خیالی تصویر سے
محبة کرتے ہین ائمہ اہل بیت سے محبة نہین کرتے اس محبة پر محبان قدر شناس کو دشمن اہل بیت سمجہنا ایسا ہی ہے
جیسا نصاری بزعم خود رسول اللہ صلعم اور اونکی امة کو دشمن عیسی عم سمجہتے ہین دشمنی اہل بیت تو اہی کہتی ہین کہ حضرت
رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ رسول اللہ صلعم کو تو آپکی بیٹیان ہی نہین سمجہتے حالانکہ کلام اللہ اور احادیث
کلینی وغیرہ اور اقوال حضرت امیر رض اسبات پر شاہد ہین اور حضرت عایشہ محبوبہ رسول اللہ صلعم بلکہ ممدوحہ
جناب کبریا کو جنکی طہارة اور بزرگی مین سورۂ نور مین آیات متعددہ موجود ہین اور سوا انکے
اور بیبیونکو جو بشہادہ آیۃ کریمہ وازواجہ امہاتہم تمام مومنین کی مائین ہین اور حضرت عباس
رضی اللہ عنہ عم بزرگوار سید الابرار صلی اللہ وعلی آلہ الجبار القہار کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی پہوپی کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جو سوا اسکے اور بہی تا تی کہتی ہین اور حضرت
سید الشہداء شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے داماد مصعب بن زبیر اور حضرت عمر فاروق داماد
حضرت زہرا رضی اللہ عنہ اور حضرت زید شہید فرزند سعید حضرت امام ہمام زین العابدین رضی اللہ
عنہ اور سوا انکی اور اقربا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اور اولاد امجاد ائمہ اطہار کو جو بشہادہ نقد عترہ
اور اہل بیت مین داخل ہین شیعہ کافر اور مرتد سمجہتے ہین اور دشنامہای نافرجام دیتی ہین چنانچہ
گذرا پہر ان بیچیاؤن کو غیرة نہین آتی کہ صحابہ کو دشمن اہل بیت بتاتی ہین اگر ابو بکر صدیق کو حضرت فاطمہ سے
عداوة ہوتی تو اہل سنة مین ہی ابو بکر صدیق کا کوئی نام بہی نہ لیتا یا مثل خوارج کوئی حضرت فاطمہ کو تعظیم
یاد ہی نکرتا بلکہ اولٹی نعوذ باللہ جیسی شیعہ اصحاب کبار پر تبرا کرتے ہین تبرا کیا کرتے اب مولوی صاحب کے
خدمتمین یہہ عرض ہے کہ آپکا یہ کہنا کہ وای بر دینداری اہل سنت الخ انصاف فرمائی صحیح ہے یا
ہمارا یہ کہنا کہ وای بر دینداری وعقل وہوشیاری شیعہ خصوصًا مولوی عمار علی صاحب کہ صحابہ کی دشمنی مین حق
رسول اللہ صلعم کی ہی رعایۃ نکی بلکہ خدا کی شہادہ اور ائمہ اطہار کی گواہی کو رد کیا اہل بیت رسول اللہ صلعم
مین جسکو یون سمجہا کہ اسکا گوشۂ خاطر صحابہ کی طرف مائل ہی اسیکو کافر اور مرتد جو چاہا سو کہا اگر عذر نامعقول

تقیہ نہوتا تو حضرت علی اور حسنین اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم وعلی
آلہم و تبعیہم اجمعین کی بہی خیر نہتی کیونکہ ان بزرگوارون نی اصحاب کبار کی تعریف مین کیا کمی کی ہے خصوصاً
حضرت علی اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم کہ ہمیشہ ممد اور معاون اور ہم نوالہ و ہم پیالہ اصحاب کبار
خصوصاً اصحاب ثلثہ رہی پہر ہم سے تو اسبات کا فرق پوچہتے ہین کہ فاطمہ رضہ سی تو گواہ طلب کیے اور جابر
سے کیون نہ طلب کیے ایسا ہی کوئی پوچہے کیا سبب ہے کہ حضرت علی رضہ و دیگر بعض ائمہ کی تعریفون اور
معاونتون اور موافقتون کو تو تقیہ پر محمول کرتی ہین حضرت عمر اور حضرت عباس وغیرہم کی ابوبکر صدیق
کے ساتہہ موافقتون اور اونکی حقمین اونکی تعریفونکو تقیہ پر کیون نہین محمول کرتے یا شل
حضرت عباس اور حضرت عمر اور حضرت زید شہید حضرت علی اور دیگر ائمہ اطہار کے اقوال اور احوال کو
نفاق اور ریا سے خالی کیون نہین سمجہتے اور نیز کوئی انسے یہ سوال کرے کہ ہمنے مانا حضرت
ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت ام ایمن وغیرہما کی گواہی کی موافق عمل نکیا لیکن وہ حکم خداوندی سے
مجبور تہی خداوند کریم کا حکم یہی ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین گواہ ہونی چاہیئین حضرات شیعہ
جو خدا کی اس شہادۃ کو کہ رسول اللہ صلعم کی بیٹی ایک حضرت فاطمہ رضہ ہی تہی بلکہ آپ کی کئی بیٹیان تہین
تسلیم نہین کرتے اور علی ہذا القیاس حضرت علی کا اسی تعدد بنات مین ہمصفیر خداوندی ہونا جو شیعونکی
نزدیک سچا نہوا اور اونکا کہا مقبول نہ پڑا تو کیا بلا پیش آئی یہان تو یہ عذر بہی نتہا خدا تعالی اور
حضرت علی دو نو ملکر تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتونسے زیادہ ہی ہین پہر کیا وجہ ہے کہ حضرت علی اور
ام ایمن کی گواہی تو قابل سند ہوا اور حضرت علی اور جناب پاک کبریائی کے قابل سند نہوا اور اگر
مولوی صاحب کی خاطر سے اس طوفان ہی کو تسلیم کرین کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین رضہ
چارون نی گواہی دی تہی تب قطع نظر اسکے کہ اب بہی مقدار مقررہ شہادۃ کو یہ شہادت نہین پہونچے اور
شیعونکو جای دمزدن نہین شیعہ اسکا کیا جواب دینگے کہ مدائح صحابہ سی کلام اللہ تو مشحون تہا ہی
اقوال عترۃ طاہرہ اور ملفوظات ائمہ اطہار بہی اونکی صفت و ثنا سی مملو ہین اور اماموں مین سی بہی ایک آدہ
نہین بلکہ تین چار کی قول تو اس احقر نے بہی اس رسالہ مین نقل کئی ہین پہر باوجودیکہ اس گواہی مین
عدد ائمہ اطہار بہی دو سی بڑہ گیا خدا تو درکنار اعتبار نہین کرتی اب رد شہادۃ اسی نہین کہتی تو اور کسی
کہتی ہین وای بر دینداری شیعہ کہ صحابہ کی عداوۃ مین نہ خدا کا اعتبار کیا نہ ائمہ اطہار کا نہ رسول اللہ

صہ ۲۴۶

صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتہ کا خیال کیا نہ بزرگواران مذکور کی افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر
دہیان پہر اولٹی چور کو توال کو پکڑین اور اولٹی نکٹی ناک والون کو ہنسین مولوی عمار علی اور
اونکے ہم مذہب ابوبکر صدیق پر طعن کرین جنکی بزرگی کا ہی گواہ ہوا ور ائمہ اطہار ہی اقرار کرین کفر اسی
نہین کہتے تو اور کسی کہتے ہین اور دشمنی اہل بیت یہہ نہین تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور
کی اور سندین ان روایات کی سب اس رسالہ مین مندرج ہوچکی ہین اس لئے اونکی تکریر مین
تقصیر کی ناظرین رسالہ ہذا امید ہے کہ نظر مائین بلکہ پلٹ کر دیکہہ لین کیا ستم ہے کہ اگر ایک روایتہ
موضوع بی سند مین جسکا اعتبار کسی طرح نہین ہوسکتا اور نہ اہل سنتہ کی کسی معتبر کتاب مین اوسکا
نشان ہی یہہ دیکہہ لیا ہے کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کیے اور اونکی
بات بی گواہون نمانی اور پہر گواہون پر ہی اونکی دعوی کو مسترد کیا تو ان سب اخوان الشیاطین کا
وظیفہ ہے یہہ ہوگیا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت ام ایمن کو جہوٹا
جانا حالانکہ اوس روایتہ تکذیب اور سوء ظن کی بو تک نہین آتی بلکہ یہہ ثابت ہوتا ہی کہ بسبب پابندی
قانون خداوندی حکم موافق مرضی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نہ دی سکی اور اپنی آپ آیات قرانی اور
شہادت ائمہ ربانی کو جو بطرق متواترہ یا اسانید معتبرہ ثابت ہوئی ہین اور کسیطرح لائق اعراض و انکار
نہین ہر طور قابل اعتبار ہین ہضم کئے بیٹھی ہین اور زبان تک نہین لاتے حالانکہ اعتبار احادیث و آثار
کے لیے باتفاق ایک زن معتبر بہی کفایت کرتی ہے نصاب شہادت کی حاجتہ نہین چہ جائیکہ تواتر
اور تکاثر چونکہ یہہ قضیہ بہت دور جا پڑا اور جس قدر لکہا گیا گو قلیل ہے لیکن اہل فہم کی لئی
کثیر ہے اسلیے عرض رسا ہون کہ اگر بالفرض بفرض محال روایتہ ہبہ اور قضیہ طلب گواہان
صحیح بہی ہو تب دامن حال صدیق اکبر لوث خطا اور آلودگی جفا سے صاف مصفے ہے مہذا
روایتہ منہج الکرامتہ ابن مطہر حلی سے یہہ بات تو صاف ہی معلوم ہوگئی کہ گناہ حق تلفی فدک تو
حضرت ابوبکر صدیق اپنے سر نہین لے گئے باقی رہا اون سے گواہون کا مانگنا اور حضرت جابر کی
گواہونکا نہ مانگنا تو اول تو وجوہ متعددہ اسکی مرقوم ہوچکی اہل فہم سمجہتی ہین کہ وہ وجوہ کیسی برجستہ
اور ایک سی ایک چڑہتی ہوی ہین علاوہ برین ابوبکر صدیق کچہہ معصوم نہتی ایک امام مجتہد تہی اور مجتہد
سی اہل سنت کی نزدیک خطا ہی ہوجاتی ہی بلکہ مجتہد تو مجتہد انبیا سی اجتہاد مین خطا ہوجاتی ہے اور یہہ

بات شیعون کو بہی چار ناچار ماننی پڑی گی کیونکہ سورہ انبیا مین رکوع ۵ و نوحا اذ نادی من قبل کے شروع
ہی مین ایک کہیتی کی تنازع کا جو مقدمہ حضرت داود کی دربار مین پیش ہوا تہا مذکور ہی سو اس قصہ مین جو حضرت
داود اور حضرت سلیمان کی رای مختلف ہوئی او خدا نی حضرت سلیمان کی رای کو پسند کیا چنانچہ
فرماتی ہین ففہمنا ہا سلیمن یعنی ہمنی سمجہا دیا وہ فیصلہ سلیمان کو تو اس سی معلوم ہوا کہ حضرت داود سی
جو بالاتفاق نبی ہین اور معصوم ہین اجتہاد مین غلطی ہوی سو اسیطرح حضرات شیعہ اگر ابوبکر صدیق
کو بعذر غلطی اجتہاد معذور رکہین اور یون سمجہین کہ ابوبکر صدیق نے یا حضرت جابر سی گواہون کے
نہ طلب کرنی مین غلطی کی یا حضرت فاطمہ سی گواہون کی طلب کرنی مین غلطی کہائی تو کیا نقصان ہے
بہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ جسکی خدا اور ائمہ تعریف کرین اوسکی برا کہنی سی بچ گیئی اور اگر یون بہی ناک
سیدہے نہین ہوتی تو نہی حضرت ابوبکر صدیق کی نعوذ باللہ اول مرتبہ مین نیت بد ہی تہی اور اس سبب سے
ٹالتی تہی کہین گواہ طلب کیی کہین جہوٹی خدا کہنی والونکو پکڑی بنالی تہی لیکن بروایۃ منہج الکرامت
ابن مطہر علی اسبات پر شاہد ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وعظ و پند سی اونہون نے
فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کردیا اس سی معلوم ہوا کہ اونہون نی اس گناہ سی توبہ کی کیونکہ وعظ کی
سبب جو کوئی کسی گناہ سی باز آئی تو وہ توبہ ہی ہوتی ہی توبہ کی اور کچہہ سرینگ نہین اور یہہ سب
جانتی ہین کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یعنی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہی جیسی گناہ کا نہ کرنیوالا
یعنی جیسی وہ عذاب خداوندی سی ناجی ہی ایسی ہی یہہ بہی ناجی ہی معہذا اگر توبہ نہ کرتی تب کچہہ اندیشہ تہا
کیونکہ بشہادۃ آیات مذکورۃ الصدر اونکی ساتہہ خداوند صادق القول نی وعدہ مغفرۃ گناہان کرلیا
ہے سو سنیون کو یہان تک کچہہ نہین کیونکہ اونکی اصطلاح کی موافق ابوبکر صدیق ولی ہین نبی نہین
جو معصوم ہونا ضروری ہو پر مشکل تو شیعونکو ہی شیعی اوراد خوان جسنی صحیفہ کاملہ حضرت سجاد زین العباد
دیکہا ہی یا سنا ہی وہ جانتا ہی کہ حضرت سجاد جو موافق عقیدہ شیعہ معصوم ہین اور دست برد شیطان سے
سلطان اپنی حق مین کیا فرماتی ہین کہ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء
مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی لہ یعنی شیطان نی میری باگ پکڑ لی ہی بدگمانی اور ضعف یقین مین اور مجہی
شکایت ہی اوسکی بری پڑوس اور اپنی نفس کی مطیع شیطان ہوجانیکی فقط اب التماس یہہ ہی کہ امام
کی بات جہوٹی تو ہو ہی نہین سکتی خاص کر شیعونکی نزدیک نہین تو کافر ہوجائین پہر جو شیطان کی

حضرت زین العباد پر یہہ چیرہ دستی ہی تو اس کا کیا جواب اونکی پیے تو کلام اللہ مین کوئی ایسا وعدہ ہی
نہین جسکو سنکر اونکی جنتی ہونیکا قطعی یقین ہو جائی اور کسیطرح کا احتمال باقی نرہے گو شیعہ اونکو بجاے خود
معصوم و مغفور اور ہم محفوظ و مغفور سمجھتی ہین معہذا لفظ سوء ظن اور ضعف یقین اور طاعۃ النفس
ایسی الفاظ ہین کہ خطا فی الاجتہاد پر بہی منطبق نہین ہو سکتی علی ہذا القیاس نہج البلاغۃ مین جو مجموعہ خطب
حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہی اوس مین بہی ایسی ایسی مضامین مندرج ہین اور انسی بڑہ کر
یہہ ہے کہ کلام مین بہت سی انبیا کی نسبت تذکرہ خطا ہی حضرت آدم اور حضرت یونس ؑ کا قصہ
مشہور و معروف ہی سو ان سبکی مقابلہ مین حضرت ابوبکر صدیق سی فقط ارادہ غصب بہت ہی تہوڑا
ہے کیونکہ وہ معصوم نتہی ای پروردگار بے نیاز اس سراپا نیاز و اخلاص کی جان لی تو آگاہ ہی کہ کسقدر
میری دل مین بنسبۃ حضرت زین العباد و دیگر ائمہ اطہار و انبیاء کبار اخلاص اور اعتقاد اور محبۃ اور
نیاز ہی یہہ جو کچہہ لکہا جاتا ہی باین نظر نقل کفر کفر نباشد حضرات شیعہ کی کفریات کی مقابلہ مین لکہا جاتا
ہے اب آگی سینی مولوی صاحب کیا فرماتی ہین مولوی صاحب لکہتی ہین اب اور سننا چاہئے کہ
جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نی جانا کہ ابوبکر نے مجہی ہبہ فدک مین جہوٹا سمجہا تو اوس معصومہ نی دعوی وراثۃ
کا کیا اور ابوبکر سی کہا کہ مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہون مجہی اون حضرت کا مال ارث مین
پہونچتا ہی اور فدک میری باپ کا مال ہی مجہی دیدی اوسوقت ابوبکر نے ایک جہوٹی روایۃ قران کی خلاف
بنا کر کہا کہ مینی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ حضرت فرماتی تہی کہ انبیاء کا مال سب صدقہ ہے
کسی کو اونکی وارثون مین سی نہین پہونچتا اول تو یہہ روایۃ خلاف قران کی دوسری یہہ کہ پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی وارثون مین نہ بیٹی سی نہ اپنی بیبیون سی کسی سی نکہا کہ میرا مال صدقہ ہے انکو نہین پہونچتا
تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو اونکی واسطے تہا اوسکو اونسی چہپا رکہا اور ایک اجنبی شخص سی کہ اوسکو کسی
طرح کا دخل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثۃ مین نتہا اوسکی کان مین کہدیا اور کسی دوسری صحابی سے بہی
نکہا انتہی بلفظہ مولویصاحب تو فرما چکی آب ہماری ہی سینی قدما فریب بازان شیعہ لوجہ وراثۃ فدک کے ندینی
مین ابوبکر صدیق پر طعن کیا کرتی تہی جب اہل سنۃ سی جوابات معقول اس اعتراض کی ان نامعقولون نے سنی اور
مجال دم زدن باقی نرہی تو اونکی لوحق نی روایات سبہ تراش کر برنگ دیگر طعن شروع کیا اور اس دعوی کی
ثبوت تک پہونچانی کی بہت سی حیلہ کیی یہان تک کہ بعض کتب غیر مشہورہ اہل سنۃ مین بہی الحاق کیا اور سنی ہین کہ

طالب علمان اہل سنتہ کو دہوکا دیا اور اس روایتہ کو روایتہ کیا لیکن یہہ فریب ہی نچلا اور بسبب وضوح امارات
کذب روایتہ مذکورہ اور کہل جانی جعل راویان روایتہ اور غیر معتبرہ اور غیر مشہور ہونی اون کتب کی جنمین
یہہ روایتہ پائی جاتی ہی اول تو یہہ روایتہ پایہ اعتبار سی ساقط ہوگئی دویم خداساز دروغ واصفان
روایتہ کام آیا اور بمقتضاء مثل مشہور دروغ گورا حافظہ نباشد روایتہ تو بنائی پر بنائی نہ آئی یہہ بہول گئے
کہ ہبہ بی قبض ہو ہوب لہ مفید ملک نہین اور نیز ایک مرد اور ایک عورت یا دو لڑکون سی مدعا ثابت نہین ہوسکتا
بہر حال اونہون نی اپنی طرف سی کمی نہین کی لیکن قربان جائیی خداوند عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے قدر شناسی اور طرفداری کی کہ ابوبکر صدیق کی طعن سے بری کرنیکی پہلی ہے وہ تدبیرین کر گئے
جسکے سبب شیعونکو طعن کرکے بجز غوغاء سگانہ اور شور عوٗا بانہ اور کچہہ حاصل نہو خداوند کریم نے تو گواہی
کے اعتبار کے لئے دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی قید لگادی اور جناب سرور کائنات علیہ
وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات نی تادم آخر اپنا تصرف رکہا اس لیئے ناچار
ہوکر شیعیان خراب طینتہ کو بکر اپنی عاقبتہ کی خراب کرنیکا فکر ہوا وصیتہ کی روایتہ تراشی مگر پہر وہی بات
ہی کہ جہوٹی بات پانون نہین چلتی یہہ نسمجہی کہ وصیتہ تو اوسی مال مین جاری ہوسکتی ہی جسمین میراث جاری
ہو جب میراث جاری ہی نہین تو وصیتہ کی کیا معنی القصہ جب اسطرف سی بہی قافیہ تنگ ہوا تو علماء
شیعہ کو سخت دشواری پیش آئی کہ نہ طعن کیے بن پڑے اور نہ چپ رہی بنی کام چلی ہی اگر طعن کرین
تو کس موہنہ سی کرین اور خاموش بیٹہین اور مذہب سی دست بردار ہون تو عوام شیعہ کو کیا موہنہ
دیکہلائین اور نذر و نیاز کس سے لین اور اموال اموات کو کیونکر ہضم کرین تو باقیماندگان شیعہ نے
اپنے متقدمین کی اونہین گوزہای نشتر مذکورۃ الصدر کو کمی بیشی کرکی زبان پر رکہا اور پہر زبان درازیان
شروع کین سو مولوی عمار علیصاحب نی بہی اپنی رقیمہ کریمہ اسمی بمیر نادر علیصاحب مین ایسا ہی کیا لیکن
بحکم مثل مشہور عیب کرنیکو ہنر چاہئی اونکا یہہ حوصلہ نظر نہین آتا کہ مضامین مندرجہ رقیمہ کو جو فی الجملہ بطرز جدید
مین اپنی آپ تراشی ہون یہہ بات کہ کہین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قبضہ کی بیچ لگائی کہین حضرت علی
اور حضرت ام ایمن کی گواہی کی ساتہہ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گواہی بڑہائی کہین ہبہ اور میراث
دونون کی نسبت بترتیب ناکور دعوی کرنیکا دعوی کیا کہین حضرت عمر کی کاغذ پہاڑ ڈالنی کا بزعم خود الزام
دیا کسی بڑی مکار یکتای روزگار کی چالاکی نظر آتی ہی پر مولویصاحب بحکم میلان طبیعہ بحیلہ دست

بیشی

۲۵۰ ص

اور نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ ان بہتانون کو نقل کرکی تنہائی مین جامہ سی باہر نکلی پڑتی ہین ایسا
معلوم ہوتا ہی کہ انہون نی آجتک کسی سُنی واقف کار کی کوئی بات نہین سنی نہین تو یہہ سب پوچہک ہو جاتی
انہون نی شاید یہہ سمجہا ہو گہ بہت سی چہپنا چہپٹی مین فدک مین سی کچہہ تو ہاتہہ آئیگا اور سب تاے جہوٹ
ملکر ایک سچ کی برابر تو ہو جائینگی لیکن بفضلہ تعالی مذہب اہل سنتہ مین یہہ تو دہی اور کیون نہو سچی بات
ایکی ہی ہوتی ہی کہ علماء تو یکطرف امثال احقر ہیچمدان بہی جوابات دندان شکن سی شیعون کی دانت توڑنی
کو بہت ہین چنانچہ اعتراض سابق کا جو کچہہ خاکا اوڑا ہی وہ تو ناظرین کو معلوم ہی ہو چکا اوسی پر اس
اعتراض کو بہی قیاس کر لیجی* قیاس کن ز گلستانِ من بہار* مرا ۂ اور اگر بے جواب کی اس اعتراض کا
دل سی کہٹکا نہین جاتا تو لیجی مولوی صاحب یون رقم فرماتی ہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی
دعوی میراث کیا اور حضرت ابو بکر صدیق نے ایک جہوٹی حدیث خلاف کلام اللہ کی بنا کر حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا کی بات کو رلا دیا مخدوم من سچا آدمی سچی بات کو مان لیا کرتا ہے اس مین کچہہ
شک نہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی دعوی میراث کیا اگر ہمکو ہٹ دہرمی مد نظر ہوتی تو اس دعوی
کو کتابون مین سی ہی حذف کر دیتی فقط انکار تو در کنار کوئی موضوع روایتہ تو تہی ہی نہین جو بعذر
عدم اعتبار پیچہا چہڑا لیتی اور اتنی ہی بات منصفون کی نزدیک ہماری اس دعوی کی معتبر ہونیکو کہ
روایتہ یہہ غیر معتبر ہے کفایتہ کرتی ہے پر خداوند کریم ہمکو مولوی عمار علی صاحب کی ہم رنگ نکری کہ نہج البلاغتہ
اور کافی کلینی جیسی معتبر کتابون مین حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیان
ہونا ثابت اور متحقق ہوا اور پہر اونکی بیٹیان ہونے سے انکار کر جائین اور اولٹی اولٹی حجتین لائین
چنانچہ مذکور ہوا اگر مولوی صاحب کا یہہ فرمانا کہ حدیث خلاف کلام اللہ کی بنائی خلاف واقع ہی واقف کار تو
اتنی بات سی سمجہہ گئی ہونگی کہ شیعونکو کلام اللہ سے کیا سروکار جس قوم مین کلام اللہ کا چرچا ہے نہو وہ کلام اللہ
کو کیا سمجہین جو یہہ سمجہین کہ فلانی بات کلام اللہ کی موافق ہی فلانی مخالف مگر علم الیقین عین الیقین
…بر نہین ہوتا اسلئے اتنی گذارش کرنی پڑی کہ علماء شیعہ خصوصاً مولوی صاحب اپنے قصور فہم سی ناچار
ہین ورنہ کلام اللہ اور حدیث معلوم جسکی تحقیقات کا ہمنی اوپر ہی وعدہ کیا ہے باہم مخالف نہین بلکہ موافق
کیا ستعالق ہین مزید توضیح کے لیے اول سے تقریر مخالفہ ایسی طرح بیان کیجی جس سی شیعہ اور علماء
…بہی ممنون احسان ہون بعد ازان اثبات موافقتہ سے اونکو یہہ شرمائیی کہ سر بگریبان ہون مخدوم

من ظاہر امولویصاحب اوروں کی تیروں کی بہروسی اڑتی پہرتی ہین جسقدر کہین سے سن لی وہی کہدی
ورنہ خیر و عافیت ہے جو یہہ طرز نامعقول اختیار کیا کہ جو باتین اونکی مفید مطلب تہین وہین موہنہ پر
مُہر لگا کر بیٹہہ رہی اونکو لازم تہا کہ اول اثبات مخالفہ کرتے جب کہین کسی سے خواستگار جواب ہوتے
یہہ کس نامعقول نی انکو طرز مناظرہ سکہایا کہ دعوی بے دلیل پیش کرتی ہین انصاف کی روسی تو اسکی
جواب مین ہمکو فقط لا نسلم کفایت کرتا ہے یعنی اتنا بہت ہی کہ ہم یون کہدین کہ ہم نہین مانتی اور
اگر ہم ہی بے دلیل ایسی ہی دعوی کرنے لگین بلکہ تمام عقائد اہل سنتہ کو یون ہی بے دلیل پیش کرنے
لگین تو کوئی پوچہی مولویصاحب کی پاس کیا جواب ہی معہذا ہم تو نہین کہہ سکتی پر اگر کوئی ناصبی یا خارجی
بنسبتہ اون روایات کی جو فضائل ائمہ اور استحقاق امامتہ وغیرہ خصوصیات مذہب شیعہ حضرات
شیعہ اماموں سے نقل کرتی ہین یون کہنی لگین کہ اپنی مطلب کے لیئے اماموں نے یا شیعوں
نے خلاف قران یہہ روایتین گہڑ لین تو پہر بجز اسکے کہ مولوی صاحب اپنی زبان کو موہنہ مین
سمیٹ کر بیٹہہ رہین اور کیا کر سکین گی لیکن ہماری احسان کو دیکہئی کہ اول بقدر رسائی ذہن شیعہ
ہے بلکہ کچہہ اوس سی ہی بڑہ کر تقریر مخالفہ تحریر مین لاتی ہین واضح رہی کہ نہایتہ کوشش کر کے علمار شیعہ
نے یہہ بات نکالی ہی کہ حدیث ابوبکر صدیق جس کا یہہ مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یون ارشاد فرمایا ہی کہ ہماری انبیا کی جماعتہ کا کوئی وارث ہی نہین جو کچہہ ہم چہوڑ جائین وہ وقف ہے
باوجودیکہ اوسکی راوی فقط ابوبکر صدیق ہے ہین کلام اللہ کی مخالف ہی اور جو حدیث کلام اللہ کے
مخالف ہو اگر بالفرض اوسکی راوی بہت سی ہی ہون تب غلط ہی چہ جائیکہ ایک راوی بالخصوص اہل سنتہ و جماعتہ
کے نزدیک کہ انکی نزدیک کلام اللہ میزان صحتہ و ضعف و معیار صدق و کذب اخبار ہے تفصیل اس
اجمال کی یہہ ہی کہ اول تو حدیث مذکور اس آیتہ کی مخالف ہی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین جس
سے بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ مین میراث کا جاری ہونا نکلتا ہے کیونکہ اس آیتہ کا مطلب
یہہ ہے کہ اللہ تمکو پہلے سی کہی دیتا ہے کہ تمہاری اولاد مین لڑکی کو دو لڑکیون کی برابر ملا کرے سو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم جیسے اور احکام صوم صلوۃ حج زکوۃ مین شریک ہین ایسی ہی اس حکم مین
بہی امتہ کی شریک رہین گی معہذا اس آیتہ مین نبی غیر نبی کی کچہہ تخصیص نہین پہر یون کہنا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہین اس آیتہ کا تکذیب کرنا ہے دوسری اور آیتہ وہب لی من لدنک ولیا

یرثنی ویرث من آل یعقوب و ورث داود سلیمان کے جیسی اور انبیا کی ترکہ مین میراث کا جاری ہونا ہے
نکلتا ہی مخالف اور مناقض ہی کیونکہ پہلی کا ترجمہ تو یہہ ہے کہ وارث ہوئی حضرت سلیمان حضرت داود
کے اور دوسری آیتہ کا مطلب یہہ ہی کہ حضرت زکریا علیہ السلام جناب باری تعالی سی یہہ التجا کرتی
ہین کہ الہی مجکو اپنے پاس سی ایک ولی عہد عنایت فرما جو میرا بہی وارث ہوا اور اولاد یعقوب کا بہی وارث
ہو فقط سو اول آیتہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت داود علیہ السلام جو نبی تہی اونکی ترکہ مین میراث
جاری ہوئی اور دوسری آیتہ سے گو یہہ بات بتصریح نہین نکلتی لیکن اول تو حضرت زکریا سے جو
مشہور نبی ہین ایسی قدیمی حکم کے خلاف طلب کرنا مستبعد ہی تصور مین نہین آتا کہ جو حکم حضرت آدم
علیہ السلام کے زمانی سے لیکر اونکی زمانی تک برابر معمول بہ رہا ہوا اونکو بڑہاپی تک معلوم نہو اور نہ اسباب
مین کوئی وحی آئی حالانکہ زمانہ پیری موت کا مقدمہ ہوتا ہے ایسی وقت مین لازم ہے کہ جو موت
ہی کی متعلق مسائل ضروری ہون اونکی اطلاع کیجائی تا کہ اوسکی موافق وصیتہ کرجائی ورنہ جو بات نبی
ہی کو معلوم نہو تو پہر امتیونکی معلوم ہونیکی کیا امید ہی باایہمہ جیسی حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹی کی نجاۃ
کی دعا کی جواب مین بطور تنبیہہ وعتاب انی اعظک ان تکون من الجاہلین فرمایا اور اس سے معلوم ہوا کہ
یہہ دعا خلاف مرضی جناب باریتعالی تھے حضرت زکریا کی اس التجا کی جواب مین بشارۃ قبول دعا
ہو نجائی گی کچہہ تنبیہہ وعتاب نہین کیا اس بات کا وہم جاتا کہ یہہ عتاب اسی سبب سے ہوا کہ حضرت زکریا نی زبان سے
کیون نام لیا بہر حال ان آیات سی اتنا ثابت ہوا کہ انبیا کی مال مین بہی میراث جاری ہوتی ہے پہر یہہ
بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم سب انبیا کو شامل کر کی فرماتی ہین کہ ہماری گروہ کی گروہ کا
کوئی وارث نہین ہوتا کیونکر صحیح ہو بلکہ ان دونون آیتونسی تو یہہ بہی ثابت ہوا کہ یہہ جو بعضی روایات حدیث
مذکور مین لفظ لا نرث بہی آیا ہی یعنی ہم بہی کسی کی وارث نہین ہوتی یہہ بہی غلط ہے کیونکہ حضرت یحیی
اور حضرت سلیمان علیہما السلام بہی بالاتفاق نبی ہین جب وہ دونون اپنی اپنی والد کی وارث ہوئی تو یہہ
بات کہ کوئی نبی کسی کا وارث ہی نہین ہوتا سراسر غلط نکلی یہہ ہے تقریر مخالفہ کلام اللہ وحدیث مذکور اس
سے بہتر شاید شیعہ بہی تقریر نہ کرسکین اب ہماری بہی تحقیق صحیح اور تنقیح فصیح کی ترانہ عقل آشیانہ کی
طرف متوجہ ہوجیی کہ ماشاء اللہ کیا دلکشا اور راحتہ افزا ہی جس سی کان مین پڑتی ہے اطمینان ہوجائی
ظاہر کے مخالفہ کا خلجان انشاء اللہ تعالی ایسی طرح دور ہو کہ پہر کبہی دہیان بہی نہ آئی بہ ترتیب آیات

موافقتہ کی بات تحریر مین آتی ہی لیکن چونکہ باریک مضامین بی تمہید کی ادا نہین ہو سکتی اس لئی اول
یہہ گذارش ہی کہ ہر چند کلام اللہ من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً خداہی کا تصنیف ہے اور اسی وجہ سے
اوسکو کلام اللہ کہتی ہین لیکن مراسلات اور خطوط بنی آدم کلام ربانی بہی دو قسم پر ہے ایک تو جیسی کوئی
منشی اپنے طرف سی کسیکو خط لکہی یا کوئی شخص کسی قاصد کو پیام دیکر بہیجی تو اس صورت مین وہ عبارۃ
بہی اوسی منشی اور اوسی شخص کے ہوتی ہی اور وہ خط اور وہ پیام بہی اوسکی طرف سی ہوتا ہے خط رسان
اور پیام بر فقط مثل ہوا ہوتی ہین کہ ایک کی موہنہ کی آواز دوسری کی کان تک پہونچا دیتی ہین اس قسم کا
تو اکثر کلام اللہ ہی مثال کی لکہنی کی کچہہ حاجتہ نہین یعنی جیسی خدا کا تصنیف ہی ویسی ہی خدا کی طرف
سی امت کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دونونکو یا کسی خاص قوم کو خطاب ہے سو اکثر تو عبارات ایسی
ہین نشان دہی اور تحریر مثال کی کچہہ ضرورت نہین پر شاید شیعہ بے لکہی نسمجہین اس لیے یہ ایک دو

مثال کافی وافی مرقوم ہین یا عباد فاتقون یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی یا ایہا الرسول الخ یا ایہا النبی
الخ پہلے آیتہ مین بی تخصیص کسی نیک و بد کی سب بندونکو یہہ حکم ہے کہ ای میری بندو مجہسی ڈرو دوسری
آیتہ مین بنی اسرائیل کو سنایا جاتا ہی کہ ای گروہ بنی اسرائیل میری فلانی نعمتہ یاد کرو اور دو آیتین باقی
اون مین خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کو خطاب ہی بہر حال جیسی یہہ عبارات خدا کی تصنیف کی
ہوئی ہین ایسی ہی انکی مضامین بہی خداہی کی طرف سی ہین کسو اور کا پیام سلام نقل نہین فرماتی دوسری
یہہ صورۃ ہی کہ جیسی لکہنا پڑہنا جاننی والی کسی ایسی جاہل کا خط جیسی فارسی نہ آتی ہو فارسی مین خط لکہدیا
کرتی ہین تو عبارۃ گو اوس منشی ہی کی ہوتی ہے کوئی نادان بہی یون نہین کہہ سکتا کہ یہہ عبارت اوس
جاہل کی ہی پر مضمون اوس جاہل ہی کا ہوتا ہی اور خط بہی اوسیکا گنا جاتا ہی یا جیسی کسی کو کوئی شخص کچہہ
ملقین کری کہ تو اپنی فلانی مطلب کی لئے فلانی سے یون کہیو جیسی مختارون اور وکیلون سی لوگ
مسودہ کرالیا کرتی ہین تو گو عبارت تلقین کرنی والی ہی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے پر اس کا مضمون
کہنے والی یا غرضی والی ہی کا سمجہا جاتا ہے ایسی ہی کلام اللہ مین بعض بعض عبارات ایسی ہین کہ
گو وہ بہی خداہی کی بنائی ہوئی ہین لیکن اونکی مضامین بندون کی طرف سی سمجہی جاتی ہین

جیسے قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
اور سوا اسکی جہان لفظ قل یا قولوا اول مین ہے اور پہر بعد مین ایسی الفاظ ہین کہ جسکی ملاحظہ سی یون

۲۵۴

معلوم ہو کہ متکلم مخاطب ہین مثلا قل اعوذ کی یہہ معنی ہین کہ کہہ اے محمد مین پناہ مانگتا ہون اس سی معلوم
ہوتا ہی کہ متکلم جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو بعد قل کی جتنی عبارۃ ہے اوس سبکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سی سمجہنی چاہئی لیکن جیسی زبانی تلقین مین تو اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ تلقین
کرنی والا یون کہی کہ تو یون کہیو عرض کی مسودہ مین اسکی ضرورۃ نہین کہ اوسکی اول مین یون لکہہ دین کہ تو
یون کہیو بلکہ مسودہ کرکی یون ہی حوالہ کردیتی ہین ایسی ہی کلام پاک خداوند کریم مین ہی بعضی عبارتین
ایسی ہین کہ وہ بندون کی طرف سی علی العموم فقط یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف سی ہین لیکن
اوسکی اول مین قل یا قولوا نہین بلکہ بمنزلہ مسودہ وکلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفسی یا سبکی طرف سی
تصنیف کرکی اونکی حوالہ کردیا ہی چنانچہ سورہ فاتحہ اسی قسم کی ہی خاص کر ایاک نعبد سی لیکر آخر تک جس کا
یہہ مضمون ہی کہ ہم تیری ہی عبادۃ کرتی ہین اور تجہی سی مدد چاہتی ہین ہمین سیدہی راہ چلا ئی ظاہر ہی کہ یہہ عبارۃ
خداوند کریم نی بندونکی طرفسی بناکر اونکی حوالہ کردی ہی تاکہ وقت حضور دربار خداوندی یعنی وقت نماز کی اسطور پر
خداوند کریم سی عرض معروض کیا کرین ورنہ اگر خدا کی طرفسی کہئی تو خداوند تعالی شانہ سی زیادہ کون ہی جو خداوند
کریم اوسکی عبادت کری اور اوس سی مدد کا خواستگار ہو اور پہر کونسی جناب باری تعالی کی راہی ہے ہین جو سیدہی راہ کے
تمنا اور آرزو ہی جب یہہ بات مقرر ہو چکی تو اب متوجہ ہو کر سینی کہ آیۃ یوصیکم اللہ بلکہ ابتدا سورہ نسا سی لیکر یہانتک
بلکہ عجب نہین تمام سورۃ کی سورۃ بمنزلہ سورہ فاتحہ جناب باری تعالی نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرفسی تصنیف کرکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوالہ فرمادی ہی تاکہ آپ بجای خود لوگون کو اس
طرح سے سمجہا دین دلیل اسبات کی کہ یہہ آیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سی تصنیف کی گئی ہی
خدا کیطرفسی نہین یہہ ہی کہ یوصیکم اللہ فرمایا اور یا عبادی اوصیکم مثلاً نفرمایا اگر خدا ہی کیطرف سی بندونکی
خطاب مین یہہ آیۃ ہوتی تو لازم تہا کہ یا عبادی اوصیکم مثلاً فرماتی یہہ عبارۃ جواب موجود ہی صاف اسی پر دلالت
کرتی ہی کہ متکلم اسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مخاطب امتی آپ اپنی طرف سی ان الفاظ کی پیرایہ
مین خداوند کریم کا حوالہ دیکر احکام میراث تعلیم فرماتی ہین کیونکہ معنی اسکی یہہ ہین کہ پہلی ہی تمہین خدا تعالی
نی آگہی دی ہی کہ تمہاری اولاد مین بیٹون کو دو بیٹیون کی برابر ملاکری یہہ ایسی بات ہی کہ جیسی سررشتہ دار
جج یا کلکٹر کا حکم اہل مقدمہ کی سناتی وقت کہا کرتی ہین کہ صاحب تمہاری نسبتہ یہہ حکم دیتی ہین اور اگر
حاکم خود کلام کیا کرتا ہے تو اہل مقدمہ کو اوسکی نام یا لقب سی جیسی چودہری یا شیخ جی مثلاً پکار کر

کہا کرتا ہی کہ ہم تمہین یون حکم دیتی ہین یا ہمارا تمہاری لئی یہہ حکم ہے مثلاً نہ یہہ کہ اپنا نام لیکر یون کہی کہ تمہین
فلان شخص یون کہتا ہے پس درصورتیکہ یا عبادا وصیکم نہ فرمایا جس کا یہہ مطلب ہوتا کہ اہی میری بندو
مین تمہین کہی دون ہون بلکہ یون ارشاد ہوا کہ اللہ تمہین یون کہی دے ہے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ
جیسے سورہ فاتحہ سبکی طرف سے بنادی ہے ایسی ہی یہہ آیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
سے بنادی ہی تاکہ امتہ سے اسطرح سی باتین کرین اور ظاہر ہی کہ جب سررشتہ دار کسی اہل مقدمہ کو کوئی حکم
سنایا کرتا ہی تو اوس حکم سی اپنی آپ خارج ہوتا ہی یہانتک کہ سوا سررشتہ دار جتنی آدمی روی زمین پر ہین اگر اوسوقت
موجود ہون اور یہہ بہی سہی کو یون کہی کہ حاکم تمہاری لئی یون فرماتی ہین تب بہی اوسوقت کی گفتگو سی کوئی یون نہین
سمجہہ سکتا کہ یہہ سررشتہ دار بہی اس حکم مین داخل ہی علی ہذالقیاس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہی جو اس حکم کی سنانیمین
احکم الحاکمین کی سامنی نسبتہ ہماری بمنزلہ سررشتہ دار کی ہین اس حکم سی خارج سمجہنا چاہئی اور یون سمجہنا چاہئی کہ حکم
فقط امتیون ہی کی لئی ہی اور حدیث لانورث ماترکناہ صدقتہ اس دقیقہ مخفی کی سمجہا دینی کی لئی اس لئی اس آیتہ
کی تفسیر ہی پر شیعہ بسبب اپنے کم فہمی اور نہایت کجی طبیعتہ کی باعث تفسیر کو تبدیل اور تغیر سمجہتی ہین اور حدیث و آیتہ مین
تخالف جانتی ہین قصور تو اپنا اور طعن ابوبکر صدیق کی ذمہ اس تقریر کی بعد تو بالیقین یون ہی شیعہ اپنی دل مین پشیمان
ہوکر مومن خان کا یہہ مصرع پڑہین ع مین الزام اونکو دیتا تہا قصور اپنا نکل آیا الغرض ذرہ برابر حدیث مذکور اور
آیتہ معلوم مین تخالف نہین بلکہ حدیث مذکور آیتہ معلوم کی تفسیر ہی اور سنیونکی سب حدیثین کلام اللہ کی تفسیر مین
اہل فہم سمجہتی ہین اور کم فہم نہ سمجہین تو اپنا سر کہائین اور اس حکم سے اور سوا اسکے جو حکم کہ ایسی ہی عبارات
مین مندرج ہین جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہین جیسی کبہی سررشتہ دار اہل مقدمہ
یا رعیتہ حاکم کو حاکم کا کوئی حکم سناتا ہے اور حاکم کی دل مین سررشتہ دار کی نسبتہ بہی وہی حکم مکنون خاطر
ہوتا ہی تو آگی پیچہی اوسکو متنبہ کردیتی ہین کہ تمہاری لئی بہی یہی حکم ہے مثلاً کسی ضلع مین کوئی کلکٹر ہو
اور اوسی ضلع کا رہنے والا کوئی مالگذار اوسکی کچہری کا سررشتہ دار ہو اور نسبتہ مالگذارونکی کوئی حکم
صادر ہوا اور وہ سررشتہ دار مالگذارونکو یون حکم سنائی کہ تمہاری لئی یہہ حکم ہوا ہی تو گو ان الفاظ سی یہہ بات نہین
ثابت ہوتی کہ سررشتہ دار کی لئی بہی یہی حکم ہی لیکن باین وجہ کہ سابقا خلوۃ جلوۃ مین اوسکو یہہ بات متحقق ہو چکی
کہ سب مالگذارون کی لئے ایک ہی حکم ہے وہ سررشتہ دار بہی وقت تعمیل حکم اوسی حکم کا پابند رہیگا
سو اگر بعض احکام مین مثل صوم صلوۃ حج زکوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی شریک ہون

اور پھر بالفرض وہ بھی ایسے ہی الفاظ سے کلام اللہ مین وارد ہوے ہین کہ موافق تقریر مسطور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اوس حکم سے خارج ہونی چاہئین تو کسی اور قرینہ یا خطاب پنہانی سے آپ کو اپنا شمول
اوس حکم مین ثابت ہوا ہو مگر چونکہ اس حکم مین یہ تحقق ہو گیا ہو کہ مین اس حکم میراث سے خارج ہون بلکہ بالخصوص
اسبات مین میرے لئے اور حکم ہے تو باین نظر کہ مبادا صوم وصلوۃ کا اشتراک دیکھکر باقماندگان یہہ سمجھ جائین
کہ گو اس آیتہ سے آپکا شمول اس حکم مین معلوم نہین ہوتا لیکن کیا عجب کہ مثل صوم وصلوۃ اس حکم مین بھی
کبھی وحی جدید کے باعث آپ شریک ہو گئے ہون اور یہہ سمجھکر اموال متروکہ کو جو بضرورت اخراجات ہونے تمرہ کسیکو دیا نہین
گیا تھا تقسیم کرلین اور تصرف غیر واجبی سے انجام کار دین ودنیا کی خرابی اوٹھائین اور یہہ تخصیص کہ رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کا مال بعد وفات میراث مین نہین آسکتا کچھ نئی تخصیص نہین بہت سے حکم ایسے ہین جسمین امتہ کے لئے کچھ حکم ہے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ اور حکم تہا بشہادۃ شروع سورہ مزمل اور آیتہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر بالاتفاق تہجد آپ پر فرض تہا اور باقی تمام امتہ پر فرض نہین صوم وصال آپ کے حق مین مستحب تہا باقی تمام امتہ کے لئے ممنوع
اگر کوئی عورت اپنی ذات آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تو آپ کو وہ حلال تہی اور ون کے لئے حلال نہین آپ کے
ذمہ مہر اور عورتون کے حق مین عدل یعنی سونے لیٹنے مین برابری نبہانی فرض نہ تہی گو آپنے تمام عمر عدل ہی سے گذاری اور مہر
ہی دیا اور باقی تمام امتہ پر یہہ دونون باتین ضروری ہین سب امتہ کی لئے چار عورت کے ساتھہ نکاح کرنیکی اجازت ہے چنانچہ
اسی سورہ کے شروع مین اس تعداد کا ذکر ہے اور بالاتفاق امامیہ اثنا عشریہ بلکہ اکثر فقہاے شیعہ وسنی اوسکے یہی معنی ہین
کہ چار تک اجازت ہے آگے نہین حالانکہ جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات اس حکم سے
خارج ہین آپکے حق مین سب جانتے ہین یہہ قید نہ تہی اور اس حکم سے آپ کی خارج ہونے کی وجہہ بہی یہی نکتہ معلوم
ہوتا ہے کہ یہہ کلام خدا کی طرف سے نہین بلکہ بمنزلہ آیتہ یوصیکم اللہ وہ بھی رسول اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف
سے ہے جیسے کچہری کے عرضی نویس کسیکو عرضی لکھہ دیتے ہین اور وہ عرضی لکھوانے والے ہی کی سمجھی
جاتی ہے عرضی نویس کی کوئی نہین کہتا ایسے ہی اس حساب سے ان احکام کو رسول اللہ
علیہ وسلم کے حکم احکام یعنے وعظ وپند سمجھنا چاہئے کیونکہ اس تعداد کے ذکر سے کچھہ ہی پہلے شروع مین
اس صورۃ کی اس طرح سے خطاب ہے ۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس
واحدۃ یعنے اے لوگو ڈرو تم ایسے رب سے جس نے تمہین ایک جان یعنے حضرت آدم سے پیدا کیا
فقط یہہ کلام اور یہہ خطاب ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے تو بندون کو ہو ہی نہین سکتا۔

ورنہ یون فرماتی یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم یعنی ای لوگو مجہسی ڈرو اسلیئے کہ مین تمہارا
وہ رب ہون جسنی تمہین پیدا کیا ایک جانسے فقط اب ہونہو یہہ کلام اور یہہ خطاب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سی ہے اور مخاطب اس بندکی امتی ہین تولاجرم یہہ احکام بہی بنسبۃ
امتیون ہی کی ہونگے بیمار دار جو بحکم حکیم حاذق بیمار کو نصیحۃ کرتی ہین کہ تو دوا پی لی اور
بد پرہیزی مت کر تو کسی کی نزدیک نہ بیمار کی نہ غیر کی یہہ لازم نہین کہ بیمار دار خود بہی دوا
پئی اور پرہیز کری بلکہ سبکی نزدیک بیمار داران احکام سی خارج ہے ایسی ہی جناب سرور کائنات
علیہ السلام جو ہم بیمارون کی ییے بمنزلہ بیمار دار کی ہین بحکم حکیم مطلق یہہ احکام مندرجہ ذیل
یا ایہا الناس اتقوا ربکم الی آخر سورۃ سب امتیونکو سناتی ہین تولاجرم آپ ان احکام سی خارج ہین اور اگر کسی
حکم مین شریک بہی ہین تو اوسکی ایسی مثال ہی کہ جیسی اوس بیمار دار کو بہی حفظ صحتہ کی یا کسی اور مصلحتہ
کی رعایتہ کی لیئی وہ حکیم کوئی دوا یا کوئی پرہیز وہی بتلادی جو اوس بیمار کی نسخہ اور پرہیز مین داخل ہے
اس سی یہہ بہی ثابت ہو گیا کہ یہہ تمام سورۃ خاص کر شروع سے لیکر آخر رکوع یوصیکم اللہ تک جتنی احکام مذکور
ہین وہ سب بنسبتہ امتیونکی صادر ہوئی ہین اسمین سی اگر کسی حکم مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک امتیہین
ہی تو کسی اور اشارہ کنایہ وحی وغیرہ کی سبب ہین اور یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ یہہ تمام سورۃ نہین تو آخر رکوع
مذکور تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سی عبارۃ بنائی گئی ہے بالجملہ جناب سرور کائنات
علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اکثر احکام سے مستثنی ہین اور مردمان فہمیدہ سوا
امثلہ مذکورہ کی دنیا کی کاروبار مین سے اور انکی بہت سی مثالین نکال سکتی ہین مثلاً افسر بنسبتہ عوام
ملازمون کی بہت سی احکام مین مستثنی ہوتا ہے اور بہت سی احکام اوسکی ییے مخصوص ہوتی ہین پہرہ سپاہی
دیتی ہین افسرون سی معاف ہوتا ہی پہرہ بدلانا اور حکم بولنا اور انتظام کرنا اور موجودات لینی اور امور
ضروری کی حکام بالادست کو اطلاع کرنی افسرون کی ذمہ ہوتی ہی الحاصل حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم مثل حکم تعداد منکوحات اس حکم سے بہی خارج ہین اور جب خارج ہوئی تو یہہ آیتہ اور وہ حدیث
باہم مخالف نہوی موافق اور متعانوں ہی نکلی ہان مخالفہ اسی کہتی ہین کہ شیعہ اپنی اماموںسی روایتہ کرتی ہین
کہ اونہون نی اپنی والد کی یعنی وارثون کو بعضی ترکہ کا حصہ نہین دیا بلکہ خود اپنی آپ سب لی لیا ہی جیسی
شمشیر اور مصحف اور انگشتری اور پوشاک بدنی سو جن روایتون کی سند سی اماموں نی اورونکو حصہ نہین دیا

اول تو وہ فقط اونہین کی روایتہ ہی اور کوئی اوسکا راوی نہین دوسری یہہ بات آیتہ یوصیکم اللہ کے
بطور مخالف ہے تطبیق کی کوئی صورۃ نہین اب اگر بالفرض یہہ حدیث غلط ہی ہو اور ابوبکر صدیق ہی کی بنائی ہو
تب مضمون صحیح ہی نکلا حکم بہر حال یہی ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین میراث
جاری ہونیکا حکم نہین اور اسلئی اب ہمین اسکی ضرورۃ نہین کہ اس حدیث کی صحتہ کی دلایل جمع کرکے پیش
کرین یا کوئی اور وجہ دربارہ تطبیق حدیث مذکور اور آیتہ یوصیکم اللہ بیان کرین یا اس حدیث مین اور روایات
باقیہ مین موافقہ ثابت کرکی شبہ تخالف کو دور کرین کیونکہ کلام فدک مین میراث جاری ہونے مین تھے
سو اوسکی طرف سی اطمینان ہی ہوگئی لیکن تاہم باین نظر کہ اولیاء کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری
اور اونکی بدگویون کی دندان شکنی مین امید نظر عنایتہ خداوند تعالی و رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور توقع دعاء
وشفاعتہ اولیاء و مقربان خدا ہے جس مین سی خاص ابوبکر صدیق کہ سر افسر مقربان اور سر لشکر اولیاء ہین اسلئی
اس آیتہ سی مطابقتہ کی ہی ایک اور وجہ مرقوم ہی اور تطبیق آیات باقیہ ہی معروض خدمتہ اہل انصاف ہے
ازان باز بطور شیعہ و سنی کچھہ بیان صحتہ و علامات صحتہ حدیث مذکور ہی انشاء اللہ کیا جاوی گا سو اول آیتہ یوصیکم
اللہ کے ساتھہ مطابقتہ کے ایک اور وجہ سنیے اگر بطور مذکور جس سے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
مستثنی ہونا اس حکم سے معلوم ہو جاوی یہہ حکم بیان نہوتا بلکہ ایسی الفاظ ہوتی کہ جنسی باعتبار الفاظ
عموم خطاب ہی سمجہا جاتا یا کوئی عقل کا اندہا انہین الفاظ کو یون کہنی لگی کہ عموم پر دلالتہ کرتی ہین اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم مین بہر نہج شامل ہی ہین تب بر تقدیر صحتہ حدیث مذکور کوئی دشوار ہی
نہین بہت سی بہت ہو گا تو آیتہ مذکور کی تخصیص لازم آئی گی مخالفہ پہر ہی نہین مخالفہ تو تعارض اور
تناقض کو کہتی ہین تخصیص کی صورۃ مین استثناء کی صورۃ ہو جائیگی مثلاً کوئی یون کہی کہ میری پاس سب آئی
مگر زید نہین آیا تو اس کلام کی اول اور آخر مین کوئی نادان ہی تعارض نہین سمجہتا حالانکہ یون کہنا کہ سب
آئی اثبات پر دلالتہ کرتا ہی کہ زید ہی آیا یہہ کہنا کہ زید نہین آیا اسکی مخالف ہے سو اسکی لم یہی ہے کہ
آخر کے کلام اول کی مخصص ہوگئی باقی کوئی یون کہی کہ اس مثال پر تو جب قیاس کیا جاوی کہ جیسی اس
کلام مین جملہ مخصصہ ساتھہ لگا ہوا ہی ایسی ہی مضمون حدیث کا کوئی لفظ اس آیتہ کی متصل آگی پیچھی لگا ہوتا
سو اسکا جواب یہہ ہے کہ مخصص کا لفظون مین اور متصل ہی ہونا کچھہ ضرور نہین اسی کلام مین کہ سب آئی
مگر زید نہین آیا ایک زید کی تخصیص تو لفظی ہی باقی اور جو لاکہون تخصیصین اسکے ساتھہ لگی ہوئی مین

صہ ۲۵۹

وہ لفظون مین کہان ہین توضیح اسکی یہہ ہے کہ اوس قسم کے کلام کا سبھی کو اتفاق پڑتا ہے دوبا ہمیہ تمام مخلوقات بلکہ سب بنی آدم اور سارے روے زمین کے رہنے والون کا آنا ہی مثلاً مقصود نہین ہوتا ایک شخص کی یا ایک گروہ کی یا ایک اوزیل خاص کے آدمی مراد ہوتے ہین سو یہہ تخصیص کونسی لفظ سے نکل آئی اور اسپر تسکین نہو تو انکی ایسی مثال لیجئے کہ پہر کسی کو مجال دم زدن نرہی اول مین اسی سورہ کے یہہ حکم ہے ۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع یعنی نکاح کرو عورتون سے جسقدر تمہاری مرضی ہو دو دو تین تین چار چار فقط اب غرض یہہ ہے کہ باتفاق سنی وشیعہ خصوصاً امامی واثنا عشری اسکے معنی یہی ہین کہ چار نہایت ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہین سو اگر یوصیکم اللہ عام ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور غیر کو سبکو شامل ہے تو فانکحوا ما طاب لکم بہی عام ہے اور سبکو شامل ہے کوئی لفظ ایسا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اوس سے مستثنے ہونا ثابت ہو اس کے پس و پیش مین نہین پہر جیسے کسی کلام مفصل سے اس آیۃ کو تخصیص کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مستثنے کر لیا ہے ایسے ہی حدیث مذکور سے آیۃ یوصیکم اللہ کو مخصوص کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مستثنی کر لیا اور اگر یون کہی کہ آیۃ فانکحوا کی تخصیص تو دوسری آیۃ ہی کر دی گئی سورہ احزاب کی یہہ آیۃ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک من المومنین تکسیر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ عورتون سے نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ اس آیۃ کا یہہ مطلب ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کہین تیرے لئے تیری عورتین جنکی تو مہر دے چکا اور جو باندیان تیرے ملک مین آگئی ہین اوس لوٹ مین سے جو اللہ نے دلوادی ہے اور تیرے چچا کی بیٹیان اور تیری پہوپہیون کی بیٹیان اور تیرے ماموں کی بیٹیان اور خالاونکی بیٹیان جنہون نے وطن چہوڑ دیا تیرے ساتہہ مین اور جو کوئی عورۃ ہو مسلمان اگر بخشی اپنی جان نبی کو اور نبی چاہے کہ اوسکو نکاح مین لے آئے نری تجہی کو سوا اور مسلمانون کے فقط سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ کی اجازۃ ہی نہین تو اتنی کیون گنا دیتی سو جیسی فانکحوا کی تخصیص اس آیۃ سے ہو گئی ایسے ہی کوئی آیۃ بتلاؤ جو آیۃ یوصیکم اللہ کی تخصیص اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونے پر دلالت کرے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ تحکم بیجا کاہے سے روا ہو گیا کہ کلام مفصل بھی ہو تو آیۃ ہی ہو عقل سلیم کو آیۃ اور غیر آیۃ اس بات مین دونون یکسان نظر آتی ہین اور عقل کے سلیم ہو نزدیک عذر سے یہہ جواب مسلم نہین تو ہم کہتے کہ اول تو آیۃ فانکحوا کا مخصوص ہونا آیۃ انا احللنا سے مسلم نہین کیونکہ مقام دعوی مین لازم ہے کہ ایسی دلیل پیش کیجائی جسمین خلاف دعوی کا احتمال نہو اور اس آیت مین احتمال ہی ہے شاید داخل حکم اور ارادہ الکم اس امر کے بیان کیواسطے نازل ہوئی ہو کہ تمہارے لئے اس قسم کی عورتین حلال ہین

۲۶۰
صد

یہہ کہ جتنے چاہو نکاح کرو جیسے واحل لکم ما وراء ذلکم کے یہہ معنی ہین کہ تمہارے لئے سوا محرمات مذکورہ کے
سب قسم کی عورتین حلال ہین بشرطیکہ مہر دیکے اون کے ساتھہ نکاح کرو سو اس سے یہہ نہین نکلتا کہ سوا
محرمات مذکورہ جسقدر چاہو اون سے نکاح کرلو اور موید اس احتمال کی یہہ بات ہے کہ سورہ احزاب سورہ نساء سے
پہلے نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر اتقان مین نوع اول مین ترتیب نزول سورتہاے قرآنی مین ایک
حدیث متصل نقل کی ہے اوس سے یہہ بات ظاہر ہے سو اتنک آیتہ فانکحوا نازل ہوئی ہے نہ تہی جو آیتہ انا
احللنا نازل ہوئی اور جبتک آیتہ فانکحو نازل نہین ہوئی تہی تب تک نکاح کے باب مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے کیا تخصیص کیسی کی تہی کوئی قید عدد نتہی پہر کیا ضرورت تہی جو اس آیتہ کو نازل کرکے یہہ اطلاع
کی گئی کہ تمہارے لئے جتنے نکاح کرو درست ہین اس صورت مین لاجرم یون ہی کہا جائیگا کہ آیتہ فانکحو
کی تخصیص کیسی اور ہی وجہہ سے ہوئی اور اگر یون کہیے کہ ترتیب نزول باعتبار فواتح سور ہو یہہ کیا لازم ہے کہ سورہ
احزاب کی تمام آیتین سورہ نساء کی تمام آیتون سے پہلے ہی نازل ہولی چنانچہ حدیث مشار الیہ سے کچہہ ایسا ہی
واضح ہوتا ہے سو ہرچند یہہ احتمال ہین سالک نہین کرسکتا اسی لئے کہ مدافعہ ان احتمالات کی ہماری ذمہ نہین ہم جس
بات کی مدعی ہین جو احتمالات مخالف نہ کو رفع کرین ہان اس احتمال کا دفعیہ کہ شاید سارے ہی احزاب یا فقط آیتہ انا
احللنا ساری سورہ نساء یا فقط آیتہ فانکحوا سے پہلے نازل ہولی ہو اونکو ضروری ہے تاکہ اون کا دعوی تخصیص
ثابت ہو بہعذا ہماری چشم پوشی دیکہیے کہ ہم اس سے بہی درگذر کرکے آیتہ یوصیکم اللہ کے مخصص ہی آیتہ سے بتلاتی مین
سورہ حشر جو باشارہ حدیث مشار الیہ سورہ نساء سے بعد مین نازل ہوئی ہے اوس مین یہہ آیت موجود ہے،

ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل کیلا یکون
دولتہ بین الاغنیاء منکم مطلب یہ ہے کہ جو مال بطور فی کی خداوند کریم نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دلوایا
بستیون والون سے یعنی بے لڑے بصلح فتح ہوگئی تو وہ اللہ کیواسطے اور رسول کی اور ناتے والے کی اور یتیمون کی
اور محتاجون کی اور مسافر کے لئے ہے تاکہ آوے لینے دینے مین دولتمندون کی تم مین سے فقط اب علماء اہل سنت
اور منصفان علماء شیعہ کی خدمتین یہہ عرض ہے کہ مال فی کی تقسیم جناب باری تعالے نے چہہ حصون پر
کری سو بعض علماء کا تو یہی قول ہے کہ چہہ حصون پر تقسیم کرکے خدا کا حصہ بیت اللہ اور مساجد کے تعمیر مین خرچ کیا
جائے پر اکثر ائمتہ کا مذہب یہ ہے کہ مال فی کی پانچ ہی حصہ مین لیکن چونکہ عبارت فللہ وللرسول الخ
جو یہان ہی ہو بہو وہی عبارت ہے جو پارہ دہم کے شروع مین مصرف خمس کے بیان کے لئے وارد ہوئی ہے اور

شیعون کا اوس جگہ پانچ حصون پر تقسیم کرنا بالیقین معلوم ہی تو بالیقین معلوم ہوا کہ یہان بہی شیعون کے نزدیک
وہی تقسیم ہوگی سواس مذہب کی موافق ذکر خدا کی وجہ بجز اسکی اور کچہہ نہین ہوسکتی کہ جو چیز خداوند کریم کی ارشاد
کے باعث اوسکی رضا کی موافق خرچ کی جاتی ہی تو اوسکو خدا کی ساتہہ اور نیز اونکی ساتہہ جو موافق ارشاد
خداوندی اوسکی مصرف مقرر ہوئی ہین ایک نسبت حاصل ہوجاتی ہی خدا کی ساتہہ تو یہہ نسبت کہ اوسکی راہ مین
خرچ ہوئی اور اہل مصرف کی ساتہہ یہہ نسبت کہ اونکی لئی مقرر ہوئی تو اوسکو خدا کیواسطی بہی کہہ سکتے ہین چنانچہ
عرف ہی یہہ ہوگیا ہی کہ جو چیز بہ نیتہ ثواب دیا کرتی ہین اوسکو خدا کیواسطی کہا کرتے ہین اور اہل مصرف کے
واسطی بہی چنانچہ عرف مین اونکی طرف بہی نسبت کرتی ہین لوگ لوگ کہا کرتے کہ فلانی چیز فقیرون کی یا مسکینون
کے واسطی ہی مثلاً تو اسصورت مین حاصل یہہ ہوا کہ مال فی خدا کیواسطی ہے اور فلانی فلانی قسم کی آدمیون
کیواسطی یعنی خدا کی رضامندی کی لئی اونکو دیا جالی اور ضرورۃ اس کہنی کی یہہ ہوئی کہ مال فی تو اوسی کہتی
ہین کہ جو کفار کی بنجون مین سی بی لڑی بہڑی بسبب رعب لشکر اسلام کی یا بطور صلح اہل اسلام کی قبضہ مین آجائی
سو یہہ مال حقیقت مین تو جناب باری تعالی نی اپنی فضل سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبض و تصرف
مین داخل کر دیا لیکن چونکہ بظاہر اس کا باعث رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور رعب مین فی الجملہ جمعیت
لشکر کو مداخلت ہی تو لشکریون کو اسمین طمع ہوسکتی تہے اسلئی یون ارشاد ہوا کہ جو مال بے لڑی بہڑے
ہمنے اپنی رسول کو دلوا دیا ہے اوس مین تمہین جانفشانی کی نوبت نہین آئی کہ کسی قسم کی مشقت تمپر نہین پڑی
سو مناسب یون ہے کہ اوسکو خدا کی واسطی چہوڑ دو تاکہ مصارف مذکورہ مین صرف ہووی لیکن پہلی آیۃ مین
جو یہہ جملہ ہی فما اوجفتم سی لیکر قدیر تک اس جملہ کے مناسب یون ہی کہ یون کہیی کہ جب خداوند کریم نی تمہاری
بی سعی و کوشش کے یہہ مال اپنی رسول کو دلوا دیا تو اوسمین تمہارا کچہہ حق نہین جیسا مال غنیمۃ بسبب اسکی کہ بظاہر تمہاری
جانفشانیونکی باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتہہ آیا تہا تمپر تقسیم کیا جاتا ہی کہ ایسی ہی جو مال فقط خدا
کی عنایت سے ہاتہہ آئی وہ خدا کا ہونا چاہئی اور جو لوگ اللہ والی ہین اور خدا کی نام پر بیٹہی ہین یہہ خدا
کے نام کا مال اونکو ملنا چاہئے بہرحال لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض
و تصرف ثابت ہوا لیکن جیسا لفظ علی رسولہ سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا ویسا
ہے لفظ فللہ سی یہہ بہی ثابت ہوا کہ وہ قبض و تصرف مالکانہ نہین بلکہ متولیانہ ہی یعنی آپ خازن اور
امین ہین مالک نہین ورنہ اس مصرف کی مقرر کرنیکی کیا معنی مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہی اور اگر بالفرض

والتقدیر مال فی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو اور ایک قدر معین کی پئے ذوی القربے اور یتامی اور
مساکین اور ابن سبیل کو مقرر کر دینا ایسا ہی ہو جیسا زکوٰۃ کے لیے جو ایک حصہ معین ہے فقرا اور مساکین
وغیرہا کو مقرر کر دیا ہی تو قطع نظر اسکے کہ یہہ بات بشہادۃ عبارۃ آیتہ ظاہر البطلان ہی اسکی یہہ معنی ہوی کہ نعوذ
باللہ سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات جو باتفاق سراسر معصوم ہین اس جہان سے بار
حقوق مندرجہ آیتہ اپنی سر پر لیگئی سو اسکی قابل ہونیکی جراۃ شیعون ہی مین نظر آئی ہی اہل سنتہ کو ایسی بات ہکی
اپنا ٹہکانا نظر نہین آتا باقی رہا فی کی اندر فی کا مصارف مذکورہ مین خرچ کرنا سو اسصورت مین اس سی کلام نہین
چلتا کیونکہ لفظ افاء اللہ اس سورۃ مین صاف اسبات پر دلالتہ کرتا ہے کہ ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کو اصل زمین
بانٹ کر دینی چاہیی الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مملوک ہونیکی کوئی صورۃ نہین پہر معلوم کہ کس
وجہ سے روایتہ ہبہ فدک کو علماء شیعہ صحیح سمجہتے ہین یا فدک کو تمامہ حق وارثان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بلکہ فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق خاص قرار دیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام اکابر صحابہ
خصوصا خلفای ثلثہ پر زبان طعن دراز کرکے اپنی عاقبتہ خراب کرئی ہین اگر پہلے سے عذر جہل تہا تو البتہ
یہہ عذر معقول ہی لیکن بعد استماع ان کلمات طیبات اور مضمون آیتہ سراپا ہدایتہ کی توبہ و استغفار مین کیا
توقف ہی ہان اگر قریہ فدک بطور فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف مین نہ آیا ہوتا یا بعد اداء
قدر واجب منجملہ اراضی وسیعہ اور قریات کثیرہ قریہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ جاتا تو البتہ
درصورۃ احتمال مفروض فی الجملہ جای گرفت ہتی لیکن شیعی ہی فرمائین کہ فدک کا فی ہونا اور پہر غیر مقسوم
ہونا کسکے نزدیک مسلم ہین بلکہ انصاف سی دیکہئی تو اس قسم کی تقسیم ہے مفید مطلب شیعہ نہین کیونکہ اگر
بالفرض قریات تقسیم ہوئی ہتی تو ہر ہر قریہ والونسی جدی جدی صلح واقع ہوئی تہی کسی ایک کی سلطنتہ ہی
نہتی جو فقط اوسی سی صلح کرنے کافی اور مکتفی ہو جاتی سو اسصورت مین لازم تہا کہ ہر قریہ مین سے تقسیم
کرکے حقوق واجبہ کو ادا کرتے کیونکہ لفظ ما جو فاء اللہ مین ہی عموم اور شمول افرادی پر دلالتہ کرتا ہے
مثل غنیمتہ ہر فی کو جدا گانہ تقسیم کرنا چاہیئی تہا اور اگر کوئی عقل کا اندہا اور تعصب کا پورا سنیون ہی دامن
چہوڑانی کے لیے فدک کو کسی غنیمتہ کا حصہ خمس کہہ کے سنیونکی سامہنی آنکہین کرنیکا ارادہ کری تب ہی موافق
مثل مشہور ؎ بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیدا است ٭ وہی خرابیکی خبر ہے سر رہیگی کیونکہ جن الفاظ اور جس عبارۃ سے
مال فی مین سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصناف اربعہ ذی القربی وغیرہ کی حقوق کا تعلق ثبوت

۲۶۳
ص

ہوتا ہے وہی الفاظ بعینہا خمس کے مصرف کے بیان کے لئے جناب باری تعالے
نے ارشاد فرمائی ہین اگر علماء شیعہ کو بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کی بحکم المرء یقیس علے نفسہ اس گفتار مین میری طرف
دروغ کا احتمال ہو تو کلام اللہ تو ہر جا موجود ہے سیپارہ دہم کی پہلی آیۃ کو مطالعہ کر دیکھین معہذا خمس تو مال
غنیمت مین سے ملتا ہی ہو اگر بالفرض فدک جنگ و جدال سے فتح ہوا ہوتا تو چار خمس تو یہہ ہی غانمین کی ہوتی
علی ہذا القیاس سوا خمس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ اگر کہی تقا جو حال اور مجاہدین کا ہے وہی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا سو کسیطرح ساری فدک کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مملوک ہونیکی کوئی صورت نہین یہی احتمال نہین
کہ فدک کسی قریہ کا اوس حصہ معین کا نام ہو جو بعد ادائے حقوق واجبہ رہ گیا تھا کیونکہ بالاتفاق اہل لغت حسب قاموس
وغیرہ اس بات پر متفق ہین کہ فدک ایک قریہ کا نام ہے علماء شیعہ کو بھی اسمین کلام نہین اور جاہلون سے اپنے کلام نہین ہر حال
قبل اثبات کے اس بات کی کہ بعد تقسیم اراضی کثیرہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہ گیا تھا یہہ
احتمال باطل ہے کہ اراضی فی بلکہ اراضی خمس بھی مملوک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نہین مثل خیال محال مجانین
پریشان ہی رہیگا مگر شاید کسی عقل کے دشمن کو اس احتمال کے بطلان کی حقیقت مین غلجان رہے اسلئے ہمکو بھی لازم
ہے کہ اس احتمال کی بطلان کی وجوہ جن سے مال فی بھی ثابت ہو جائے بیان کر کے ابو بکر صدیق کی براءۃ بلکہ حقانیت
اور علماء شیعہ کے خوش فہمی کو آشکارا کر دکھلائین سو اول تو اس احتمال کی بطلان کے لئے کہ فدک جو منجملہ
اراضی فی ہے مملوک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا اور ان مصارف معلومہ کا مقرر کر دینا بعینہ ایسا ہے
جیسا اموال مملوکہ مین قدر زکوۃ کی لئے فقراء اور مساکین وغیرہم کو مقرر فرما دیا ہے قطع نظر اس کے کہ ادنی سے عربی
دان کو بھی یہہ وہم نہین گذر سکتا چنانچہ ظاہر ہی کہی ایک لفظ فللہ کافی ہے کیونکہ مملوک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نہونا اموال فی کا اس لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے چنانچہ مطالعہ کنان تقریر مسطورہ بالا پر انشاء اللہ مخفی
نرہیگا دوسرے اگر لفظ ما افاء اللہ علی رسولہ تملیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا تو پھر فللرسول کہنے کی کیا
حاجت تھی بلکہ مثل واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول الخ یہان بھی جسقدر خداوند کریم کو منظور ہوتا کہ
کہ اوسکی راہ مین خرچ کیا جائے اوسکی تعیین فرما کر فللہ کے بعد ولذی القربی والیتامی الخ فرماتے فللرسول نفرماتے
اور اگر یون کہئے کہ لفظ ما افاء اللہ سے تو تملیک نہین ثابت ہوئی پر فللرسول تملیک پر دلالت کرتا ہے تو البتہ
یہہ بات نادانون کے نزدیک داناؤن کی سی بات ہے لیکن سمجھہ والے سمجھتے ہین کہ اگر فللرسول مین
لام تملیک کے لئے ہو تو لاجرم فللہ ولذی القربی کا لام بھی تملیک ہی کے لئے ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس جگہہ

تملیک بی اسکی ہوہی نہین سکتی کہ جسن جسکی ملک کیا گیا ہے پہلے سے اوس کی ملک مین نہو بلکہ بعد افاءہ یعنی
مسلط کر دینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصناف مندرجہ آیۃ مال فی کی مالک ہوئی ہون
کیونکہ اول تو یہہ بات ظاہر ہی ہی قبل افاءۃ اموال فی مین کفار کی سلب تصرفات مثل بیع شراہبہ
وغیرہ کے سبکے نزدیک صحیح ہین معہذا اگر وہ قبل افاءۃ مسلمان ہوجائین یا جزیہ قبول کرلین تو نسبۃ اموال
کوئی اونکا مزاحم حال نہو یعنے اس سے معلوم ہوا کہ قبل افاءۃ کفار ہی مالک تھے دوسرے فا تعقیب خود
اسبات پر شاہد ہے کہ اگر لام للرسول وغیرہ سے ملکیۃ ثابت ہوتی تب اوس کا خداوند مالک الملک
خالق ارض وسما کا پہلے سے مالک نہونا شیعون ہی کی نزدیک ہوسکی تو ہوسکی کیونکہ پہلے سے مالک نہونیکی
وجہ اگر ہو تو یہہ ہو کہ اموال فی قبل اسکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسپر قابض ہون کفار کے مملوک تھی اور
ایک شی کی تمام ایک وقت مین دو مالک نہین ہوسکتی پہر خداوند کریم کو بہی کس طرح مالک کہیے لیکن یہہ
استبعاد جبہی ہوسکی ہی کہ ملک خداوند کریم ہم پلہ ملک کفار ہو سو شیعہ برنگ معتزلہ جیسی بندہ مخلوق کو کہ
افعال اختیاریہ کا خالق قرار دیکر خالق حقیقی کے برابر سمجھتی ہین ایسی ہی اگر ملک مین بہی خالق اور مخلوق
کو برابر سمجہنی لگین تو کون روکتا ہی عقیدہ غلط سی بجز عقل کے اور کوئی نہین روک سکتا سو وہ پہلی ہی نصیب
دشمنان ہوئے اور اہل سنتہ جو بندونکے ملک کو مالک الملک کی ملک کی سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی
کے ملک کی سامنی سمجھتی ہین تو اونکو مالک الملک کی ملک اور بندونکی خصوصاً کفار کے ملک کی اجتماع مین
کوئی محال نظر نہین آتا اور سلمنا کہ تملیک بمعنی مذکور نہو بلکہ مقصود فقط بیان ملک ہو اور موافق عقیدہ اہل
سنتہ فللہ وللرسول کی یہہ معنی ہون کہ مالک حقیقی خداوند مالک الملک ہی اور مالک مجازی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لیکن لذی القربے الخ کی لام سی جو ذی القربے ویتامی وغیرہ کی ملکیۃ ثابت ہوتی ہے اسکا
کیا جواب معہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربے وغیرہ ہر ایک ہر ایک کو مثل خداوند مالک
الملک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام تمام اموال فی کا مالک کہئی چنانچہ بظاہر للرسول اور لذی
القربے کا عطف للہ ہی پر ہے اور وہ اسی بات کو مقتضی ہے تب تو اسکے محال ہونے مین کلام ہی نہین
اور اگر یون کہی کہ لذی القربے کا عطف للرسول پر ہے اور یہہ دونون معطوف معطوف علیہ ملکر للہ پر
معطوف ہین تب اس سے بہی کیا کم کہئی کہ اموال فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ مین خدا
مشترک ہو سو یہہ بات اول تو یون کسی مسلمان کی دھیان مین نہین آسکتی کہ اسصورۃ مین لازم تہا کہ جیسے

۲۶۵ صہ

غنیمت غانمین پر تقسیم کیجاتی تہی اموال فی اصناف معلومہ پر تقسیم کی جاتی تاکہ ہر کوئی اپنی حسب خواہ اوسمین تصرف کرتا
ضرورت ہوتی تو کسیکی ہاتہ بیچ دیتا نہین تو آپ رکہتا یا کسیکو دیدیتا سو یہہ وبال کنکی گردن پر رہا کر مالکان
اشیاء کو دخل نملا سو اہل سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رکہنا اونکی خدام کی طرف بہی یہہ وہم نہین سکتا
کہ ایسی ظلم عظیم کی مرتکب ہوئی ہون ہان شیعی کہین تو اونسی کچہہ دور بہی نہین اونکی اور خرافات کو اگر ٹٹولیی تو اس
سے کم نہین بلکہ زیادہ مین دوسری اگر تقسیم ہی وقوع مین ائی تب یہہ بات تصور مین نہین اسکتی
کہ شرکاء غیر معین مین ایک چیز مشترک ہو غانمین کی تو ایک تعداد معین ہوئی ہے اونکو غنیمت مین شریک
کہئی تو زیبا ہی ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کا کوئی عدد معین کسیکو معلوم نہین ہو سکتا اور معلوم ہی
ہو تو سبکو اونکا حق پہونچانا بندون سی محال ہی معہذا اصل زمین کا دینا تو یکطرف اراضی فی کی آمدنی ہی تمام
ذوی القربی اور تمام جہان کی یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو نہین پہونچی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور اگر ان اصناف اربعہ کو اہل اسلام ہی مین منحصر رکہہ
کے کلام کیجئی تب ہی شیعون کا قافیہ تنگ ہے رہیگا اور اگر بالفرض بالفرض محال مقصود جناب باریتعالی
فللہ سی تو یہہ ہو کہ مالک حقیقی جناب باریتعالی ہی اور فللرسول سے یہہ مطلب ہو کہ مالک مجازی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور لذی القربی الخ بیان مصرف کی لیی ہو تو اہل سنت کو سوا اسکی کہ اس صورت مین خدا کی
طرف حرف عائد ہوگا چنانچہ معلوم ہو جائیگا انشاء اللہ تعالی اسکی تسلیم مین کچہہ دشواری نہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ملک جو اس صورت مین فقط برای نام ہی ہوگی اگر بالفرض بطور وراثت وارثون کی طرف منتقل ہی
ہو جائیگی تو استحقاق اصناف باقیہ تو کسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وارثونکی طرف منتقل ہو ہی نہین سکتا جیسا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین حاصل کا یا آمدنی کا خرچ کرنا ضروری تہا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی
اوسیطرح بدستور رہیگا اور اگر بفرض محال منتقل ہی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی اصناف اربعہ کے
وارثون کی طرف منتقل ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثون سی کچہہ تعلق نہین سو ابوبکر صدیق نے
جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو نہین دیا تو ہم اوسکی یہی ہی کہ اونکی طلبگاری ہی یہی بات کہٹکتی تہی کہ حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کو جو بطور فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف مین آیا تہا
مثل اور املاک ہر قسم کی تصرف کی قابل سمجہکر فقط اپنی گذران کی لیی طلب کرتی تہین بطور تولیت نہین مانگتی
تہین اور نہ دعوی ہبہ اور دعوی میراث کی کیا معنی معہذا روایت محجاج السالکین جسکا ترجمہ تو ہم کو ہو چکا اور

ص ۲۶۶

عبارۃ ہی الشارالله قریب ہی معلوم ہو گی اس دعوی کی یہی دلیل کامل ہی اہل فہم اوس روایۃ سی آپ سمجھ جائیگی
کہ ابوبکر صدیق کا نہ دینا فقط اسی وجہ سی تہا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو اپنی صرف کے لیے طلب
فرماتی تہین ورنہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی اس لیے طلب فرماتی ہین کہ مصارف مذکورہ مین صرف
کرین تو ابوبکر صدیق یون کیون عذر کرتی کہ مینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مصرف مین صرف کرتے
ہوئی دیکہا ہی مگر چونکہ اہل حق بعد ظہور حق کی مان لیا کرتی ہین جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی فہم مبارک مین
حضرت ابوبکر صدیق کی بات آگئی اور صدیق اکبر کو اسم بامسمی صدیق صادق پایا یہ گمان خود پہلی سی نہ تہا کہ ابوبکر
صدیق آپ خورد برد کر لینگی اس کام کی اپنی سر رکہنی مین خلجان دیکہا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی
ابوبکر صدیق کا عذر قبول فرمایا اور انکا قول مسلم رکہا اور فدک کی آمدنی کی صرف کا انتظام اور اہتمام
ابوبکر صدیق ہی کے سر ڈالا اور راضی ہو گئین چنانچہ ناظران روایۃ مذکورہ پر مخفی نہ رہیگا تسپر بہی
شیعہ نمانین تو اور کیا کہا جائی کہ ان ناانصافون کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اتباع سے
غرض نہین صحابہ کی عداوۃ کے لیے اہل بیت کی نام کو آڑ کر رکہا ہے الحاصل اگر بفرض محال فللہ
سے تو یہہ مراد ہو کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہے اور فللرسول کا یہہ مطلب کہ مالک مجازی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور لذی القربی الخ کی یہہ معنی ہون کہ ان مصارف مین صرف کیا جائی تو اہل سنۃ کو تو اسکی تسلیم
مین کچہ دشواری نہین مالک فدک بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور وراثۃ حضرت فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا ہی سہی لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کیطرف سی خرچ کرنیکی داروغہ تہی بغرض حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کی آمدنی کو مصارف معلومہ مین صرف کرتی تہی پر سنیون کی اس طفل تسلی
سے شیعون کو کیا ہاتہ آئیگا الٹی بیس طرح کی خرابیان اور جو ابد ہیان سر دہرتے پڑین گی اول تو نعوذ باللہ
یہہ لازم آئیگا کہ خداوند کریم نے باایں ہمہ عنایۃ اس تملیک مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی مقرب
اور محبوب کی ساتہہ وہ معاملہ کیا جیسی کہا کرتے گہر بار سب تیرا ہی پر کوٹہی کٹہلی کو ہاتہہ نہ لگانا سبحان
اللہ جو بات مخلوق کی حق مین بہی معیوب ہو وہ شیعون کو اس صورۃ مین جناب باری تعالی کی نسبت
تجویز کرنی پڑی گی دوسری یہہ کہ قران شریف کی اعجاز کا شہرہ اور بوجہ فصاحۃ وبلاغۃ اور
خوبی عبارۃ ومضامین جناب باریتعالی کا یون دعوی کرنا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی ایسی کوئی ایک
سورۃ ہی لی آؤ زیادہ نہین تو نا عطینا ہی کی برابر سہی اس صورۃ مین محض بیجا اور بے موقع ہو جائیگا

مضمون ایسا کچھ کہ مالک تو کر دیا پر اختیار ذرہ برابر ندیا اور عبارت ایسی کچھ کہ معنے مقصود سے کچھ لگاؤ
نہین اگر اس وجہہ سے اس موقع مین یون کہا جای کہ المعنی فی بطن الشاعر تو بموقع نہو بلکہ انصاف سے دیکہیی تو خلاف
مقصود پر البتہ دلالتہ موجود ہے قرینہ عطف ہی للرسول ولذی القربے سے ایک طرح کا استحقاق ثابت ہوتا ہی
ہان اگر کوئی اور قرینہ اس سے اقوی اسکی معارض ہوجاتا جیسے للہ مین موجود ہے تو کچھ مضائقہ
ہی نہتہا اسلیئے سوا اسکے کہ بطور احوال میری زبان پر اگیا اج تک کسینی اوس کا یہہ مطلب ہی نسمجہا اور
باایہمہ قران قرآن ہمین ہی رہا تیسرے للہ کی لام کو اگر تملیک کی لیئے اسلیئے نہین کہہ سکتی کہ تملیک وہان
ہوا کرتی ہے جہان پہلے سے ملک نہو تو یہہ مسلم لیکن لذی القربے الخ کی لام کی یہہ معنے کیون نہین
ذی القربے وغیرہ تو کچھہ ہم پایہ خدا اور شریک موجودات نہین جو مالک حقیقی اور مالک قدیمی اونکو کہا
جائے اور تملیک بمعنی مذکور کی گنجایش نہو چوتہی یہہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک مثل ملک
جملہ بنی آدم ہے اور آپ اس قسم کی ملک کی قابل ہین تو قرینہ عطف یون تقاضا کرتا ہے کہ جو بات للرسول
کے لام سے ثابت ہو وہی لذی القربے کی لام سے ثابت ہو ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر مثل ملک
بنی آدم کی ملک سے ممتاز ہے اور ایک نوع جدا گانہ ہے تو ہم یون کہتی ہین کہ جیسے باری تعالی کی ملک
مین وراثتہ جاری نہین ہوسکتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک مین بہی وراثتہ جاری نہین ہوسکتی
اور یہہ بات دو وجہہ سے قرین قیاس ہی ہے اول تو یہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیا بالیقین
قبرمین زندہ ہین تو اسصورت مین آپ کی ملک زایل ہونی ہی نہین پائی جو وارثون کی ملک اوسکے قایم
مقام ہو بلکہ جیسے ہم تم کہین چلی جائین یا چندی کسی گوشہ مین بیٹھہ رہین اور ہماری لواحق وغیرہ ہمارے
اشیار کو برتین اور اس سے ہماری ملک زائل نہین ہوتی اور برتنی والی یا وارث مالک نہین ہو جاتے
ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی گوشہ قبر مین پنہان ہوگئی ہین اور آپ بدستور اپنی اشیا اموال
کے مالک کو رہے اور مالک نہین ہوگیا اور حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقتہ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
اوس حدیث کی تائید بہی ہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ابتک بقید حیات ہین پر شیعہ نسمجہین تو کیا کیجے اور اگر شیعی یا کوئی اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونی کو نمانی تو دوسری وجہہ یہہ ہے کہ انبیا خاص کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بسبب کمال درجہ کی حقیقتہ شناسی کی ہر دم وہر لحظہ خداوند کریم مالک الملک کی ملکیتہ کو دیکہتی
ہین اور اوس کا مالک ہونا ہر وقت اونکی پیش نظر ہے اسلیئے اپنی ملک کو ملک ہی نہین سمجہتی بلکہ جیسے کوئی

کسی کی گہر دعوۃ کہانی جاتا ہے اور اوس کہانی کو بمنزلہ اوراثاث البیت کہانا کہلانیوالون کی کہلانیوالی ہی کی
ملک سمجہتا ہے پر خاص اوس کہانیکی نسبتہ جو اوسکی سامنے رکہا جاتا ہے فقط کہالینی کی اجازۃ سمجہتا ہے نہیہ
کہ اپنا سمجہکر کسیکو دیدی یا بیچ ڈالی یا اپنی لواحق کے لئے لیجائی بلکہ اپنی لئے لیجانا ہی ممنوع جانتا ہے
نہین تو عرف و شرع مین اسباب کو کوئی معیوب نہ سمجہتا ایسا ہی انبیا ہی اون اشیا کو جو اون کے قبضہ مین
بطور ملک ظاہر کی آجاتی ہین اپنی ملک نہین سمجہتی بلکہ ملک مالک الملک سمجہکر بمنزلہ مہمان یا دعوتی کہ جو کچہہ اوس
سے کہایا گیا کہا گیا باقی مالک خانہ کا ہی جو کچہہ اپنے کام آیا اپنی کام مین لائی باقی کو خدا کے ملک سمجہکر اس
دار دنیا سی اوٹہہ کہڑی ہوتی ہین پہر جب اونکی نزدیک اونکا ترکہ اونکی چیز ہی نہوئی تو یہہ قبض حین حیات
اور استعمال بمنزلہ قبض طعام دعوۃ اور استعمال مال مستعار ہوگا اور اونکی عندیہ مین وارثون کو اوہین سی کچہہ حق
نہ پہونچیگا اسیواسطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یون فرمایا ہو لانورث ما ترکناہ صدقۃ اور یہہ بات کہ اگر انبیا
کا مقبوضہ اونکی ملک ہی نہین تو اونکی بیع و شرا ہی چاہئی کہ نافذ نہوا کری کسی نادان ہی کی دلمین کہٹکی تو کہٹکی کیونکہ
جن سے محبتہ ہوتی ہی بسا اوقات اہل دنیا ہی اونکو اسباب کی اجازۃ دیدیا کرتی ہین کہ وقت ضرورۃ ہماری چیز کو بیچ لینا
خداوند کریم تو درکنار بلکہ یاران بی تکلف تو اجازۃ کی ہی محتاج نہین ہوتی دوستونکی چیز مین اجازۃ ہی سمجہتی ہین لیکن
اس اجازۃ کو موجب ملک کوئی نہین سمجہتا یہان تک کہ اونکی وارث ہی اوسکی مستحق ہوجائین الحاصل انبیا کی حقیقۃ شناسی
اسباب کو مقتضی ہی کہ اپنی مقبوضہ کی نسبتہ اپنے آپ کو مالک نسمجہین ہان اوسکو من جانب اللہ وقف سمجہکر اور ملک خداوند کریم
جانکر حسب ضرورۃ اپنی کام مین لاتی رہین باقی رہی عوام اور سوا انبیا کی اور لوگ ہر چند کتنی ہی باکمال کیون نہون بمنزلہ
عوام ہی کی ہین سو اونکو انبیا کی مقابلہ مین بمنزلہ اطفال اور مجانین کی بڑون بوڑہون عقلمندونکی مقابلہ مین سمجہنا چاہئی یعنی
جیسے اطفال بی تمیز اور مجنونان اطفال سیرۃ دعوۃ یا غیر کی کسی قسم کی چیز کو اگر اونکی پلی پڑجائی اپنے سمجہکر اگر مالک ہی
اونسے لینے لگے تو غل مچادیتی ہین اور رونی دہونی لگتی ہین اور مالکان سیر چشم چشم پوشی کرکے
چپ ہورہتی ہین اور اوس کہانی کو اونہین کو لیجانی دیتی ہین اور اون اشیاء کو اونہین کے
پاس چہوڑ بیٹہتی ہین ایسی ہی عوام ہی اس متاع دنیا کو جو حقیقۃ مین ملک مالک الملک مالک حقیقی
کی ہی اونکی پاس مستعار ہی گو زبان سی خدا کی کہی جائین پر دل سی اپنی ہی سمجہتی ہین اور اگر کسی ایک
آدمی نی اوسکو ویسی ہی خدا ہی کی سمجہا تو اول تو یوما یوما سمجہنا کہان دوسری کسیکو کیا معلوم دلکی بات
سوا خدا کے کون جانتا ہے جو اونکی مال مین وراثۃ جاری نکی جاوی مثل نبوۃ اگر اونکی اندر رہیہ

اسکی کوئی علامت ہوتی تو یون ہی سہی اس لیئے خداوند اکرم الاکرمین نے براہ چشم پوشی اونکی متروکہ کو اونہین
کے ملک قرار دیکر بقدر مناسب اونکی پس ماندونکو تقسیم کردیا القصہ ان وجوہ سے یون معلوم ہوتا ہے
کہ ملک انبیا ہر نگ ملک خدا قابل وراثت نہین اور اگر براہ تعصب ان وجوہ کو کوئی تعصب سمجھی تو یہہ احتمال
تو کہین نہین جانیکا کہ ملک انبیا شاید قابل وراثت نہو یہہ وجوہ غلط ہین تو ہوا کرو شاید کوئی اور ہی وجہہ
مدعیان وراثت کو جب بہی مشکل ہی ہیگی القصہ للرسول سی ایسی ملک تو ثابت کرنا جو برا ہی نام ہو اہل سنت
کو تو کچھہ مضر نہین پہ شیعی اتنا تو سمجھہ لین کہ کوئی اجنبی ایسے نامعقول باتون پر کیا ہی گا القصہ
اہل دانش و فہم کے نزدیک لام للرسول و لذی القربی سے ملکیت اور استحقاق اصناف
مندرجہ آیۃ مثل لام للذکر مثل حظ الانثیین یا لام لکم ربع اموالکم جو پہلا ملکیت اور دوسرا استحقاق
پر دلالۃ کرتا ہے ہرگز ثابت نہین ہوسکتا ہان اگر مثل لام انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ
بیان مصرف کی لیئی کہا جائے تو البتہ قرین عقل اور شیعون کی نزدیک ہی واجب التسلیم معلوم ہوتا ہے
کیونکہ اول تو اس مین کچھہ خرابی نہین پی نقل و عقل سی مسلم کہتی ہی اور بوجہہ عقلی اگر عقل کی بات کی
تسلیم کرنے مین شیعون کو کچھہ عذر ہو تو آیۃ واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ مین جو بعینہا آیۃ ما افاء اللہ
کے مطابق ہی اتفاقات سی شیعون کی نزدیک ہی لام بیان مصرف ہے کی سیئے ہے چنانچہ ابو القاسم
صاحب شرائع الاحکام نے جو ملقب بمحقق ہے اور سوا اوس کے اور علماء امامیہ نے اسبات کو
بتصریح کہا ہے بلکہ اس مذہب کے اماموں سے ہی سند بیان کرتے ہین اور ظاہر ہے کہ جو کوئی
کسی چیز کا مصرف ہوتا ہی اگر مالک مال اوسکو ندی تو اہل مصرف اوسکی داد خواہ نہین ہوسکتی بالجملہ اہل
مصرف قبل عطا مالک نہین ہوتی اسلئی فقرا وغیرہ کو زکوۃ اور صدقات کا قبل از عطا کوئی مالک نہین سمجھتا
تو اس صورۃ مین اس آیۃ مین بہی لام ملکیت اور استحقاق پر دلالۃ نکریگا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نی فدک وغیرہ اراضی فئی کا تقسیم کرنا ضروری نہ سمجھا بلکہ آمدنی کو ہمیشہ تقسیم فرماتی رہے
اگر لام للرسول وغیرہ ملکیت اور استحقاق پر دلالۃ کرتی تو قرینہ لفظ افاء اللہ کا اسبات کو مقتضی تہا کہ اصل زمین کو
بانٹکر مستحقونکو حوالہ فرماتی کیونکہ اصل زمین مصداق ما افاء اللہ ہوسکتی ہی نہ کہ آمدنی چنانچہ ظاہر ہے یہان اگر شاید
کسی عقل کی دشمن کو یہہ شبہہ حیران کری کہ ہمنے مانا بیان مصرف سی ملکیت اور استحقاق ثابت نہین ہوتا تا وقتیکہ اہل
مصرف کو کچھہ عطا نکیا جاوی اونکی ملک مین نہین آتا لیکن لفظ ما افاء اللہ اسبات کو تقاضا کرتا ہی کہ اصناف مندرجہ

آیۃ مصرف اہل زمین ہوں تو اسصورت مین لازم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصل زمین کو تقسیم فرماتے
آمدنی کا تقسیم کرنا بظاہر خلاف آیۃ ہی سو اس خاکپائی علمار کی گذارش یہہ ہے کہ اس قسم کی شبہہ کا جواب
اہل سنۃ تو انشاء اللہ بطور معقول دی نکلینگی لیکن شیعی اتنا تو سمجہین کہ یہہ اعتراض اہل سنۃ پر نہین
بلکہ صاحب سنۃ سرور کائنات خلاصہ موجودات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات پہی سو
اس صورت مین اپنی مذہب کی ہی خبر نہین ایسی شبہہ کا جواب ہماری طرف سی تو وہی شعر مشہور بہت ہے
٥ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی ٭ باینہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدک کو تقسیم کرکے
نہ دینا مین تو ایمان کی بیٹھے کچھہ اور افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی کم نہین ہم تو بی دلیل اوسکو صحیح
سمجھتی ہین لیکن درصورتیکہ ابوبکر صدیق وغیرہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرفداری مین ہمکو اتنا بکھیڑا
کرنا پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری اور حمایۃ کیونکر نکرینگی اگر شیعون کو خلفا کی بغض
اور حسد کی باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہی اسبات کا طعن ہے کہ آیۃ سے تو آمدنی کا مصارف
مندرجہ آیۃ مین صرف کرنا معلوم نہین ہوتا اگر اہل مصرف کا دینا اس آیۃ سی نکلتا ہی ہے تو اصل زمین کا
نکلتا ہی پہر آپ نی اصل زمین ہی کیون نہ تقسیم فرمائی تاکہ سب نہین تو کچھہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حصہ بر آتا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا بنسبتہ فدک دعوی وراثۃ صحیح ہو جاتا اور یہہ طعن
جو ابوبکر صدیق پر بوجہ ندینی میراث کی ہم کرتی ہیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر حسب مزعوم شیعہ پلٹ
کر نہ آتا کیونکہ وہ معصوم تہین اور معصوم سی یہہ بات کہ جو اپنی مورث کی چیز ہی نہو اوس مین دعوی وراثۃ
کا کری اس اہتمام سی کہ شیعون سی سب ہی نی سنا ہوگا ہرگز تصور مین نہین اسکتا اور ایک شی اگر مالک اہل مصرف
مین سی کسی ایک کو اس غرض سے عطا کرے کہ اسقدر اور ونکو دیکر باقی جو بچی اوسکو اپنی آپ رکھہ لے تو
اور دینا لینا تو وقتیکہ جسکو دیکر تقسیم کیا ہے تقسیم نکرے اوسقدر مین کہ جسقدر بعد تقسیم اوسکی پاس
باقی رہ جائیگا اوسکی لیے موجب ملک نہین ہو سکتا اور وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہہ اشیا مشترکہ مین باتفاق
فریقین بی قبض موجب ملک نہین ہو سکتا اور قبض بی تقسیم متصور ہین تو اس صورت مین یون
ہی نہین کہہ سکتی کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابض تو تہی ہی اگر اور کوئی اصناف مندرجہ
آیۃ مین سے ہاین وجہ مالک نہین ہو سکتا کہ اہل مصرف قبل عطار اور قبل قبض مالک نہین ہوا
کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب ہی پر قابض تہے اپنا حصہ بہی اوس مین آگیا بہرحال

صد ۲۷۱

کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک ہونیکی نہین نکلتی جو دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا صحیح ہو بالجملہ ان مقامات مین تصدق اور انفاق ہی او رموصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا
لحاظ شیعونکی اطوار و نسی یون ٹپکتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تقسیم نکرنی مین اونکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو وجہ سی حرف ہوا ایک تو یہہ کہ بظاہر خلاف آیت کیا دوسری اس تقسیم
نکرنیکی بدولت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی معصومیتہ بالکل ہی تہامنی مشکل پڑگئی اسلیئے ہمین بہی اپنا
مافی الضمیر عرض کرنا ضرور پڑا تاکہ بسبب طرفداری جناب رسالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
وایمان رحمۃ خداوندی ہمین ہمین بہی جگہہ ملی اور شیعی جواب دندان شکن سنکر اپنی کردار کو پہونچین جناب من
شیعونکا ایسی مقامون مین لڑنا قطع نظر اسکی کہ اہل سنت پر کیا اعتراض کرتی ہین اپنے مذہب پر کرتے ہین
اس مثل مشہور کا مصداق ہوجاتا ہی ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ؛ کیونکہ ما افاء اللہ الخ جملہ اسمیہ ہے
اور جملہ اسمیہ کلام بلغاء اور فصحا مین موجب دوام و ثبوت ہوتا ہی اور کوئی بشر بمقتضاء بشریتہ اس قاعدہ
کی رعایتہ مین چوک جائی تو چوک جائی خداوند علیم چوک نہین سکتا اگر اسصورت مین لازم ہی کہ للہ اور
للرسول اور لذی القربیٰ ہونیکی صفتہ ما افاء اللہ سی زائل اور منفک نہوا ور باین صفتہ موصوف ہونی سے
اونکی ذات مین کچہہ انکار نہو سو یہہ بات جبہی بن پڑتی ہی کہ اموال فی کو جنانچہ مرقوم ہوچکا وقف کہا جائے کیونکہ وقف
کو دائما یہی کہہ سکتی ہین اور اہل مصرف کے لیئے یہی کہہ سکتے ہین باقی رہا جملہ انما الصدقات للفقراء الخ ہرچند وہ بہی جملہ اسمیہ
ہی ہے لیکن اہل دانش وفہم پر مخفی نہوگا کہ صدقہ ہونا کسی چیز کا خود ایک آنی بات ہی یعنی کبہی آن واحد کے
لیئے اس صفتہ کو اپنی موصوف سی ارتباط پیدا ہوتا ہے اور پہر مثل حرکات کہ سریع الزوال ہوتی ہین اپنی موصوف
سے جدا ہوجاتی ہی کیونکہ اس صفتہ کی وجود کی یہی معنی ہین کہ فقرا مقرر اسکی کسیکو دیدیجی ورنہ قبل دینی کی صدقہ
نہین والا تمام احکام صدقات مثل ادا فرض اور حصول ثواب اور اطفاء غضب رب وغیرہ لی دینی او سپر
مرتب ہوا کرین اور جب دی چکی جبہی وہ صفتہ صدقہ ہونیکی اوس ہی زائل ہوجاتی ہے اسلیئے اگر کوئی
محتاج فقیر مسکین مال زکوۃ کسی اہل نصاب ہی لیکر اپنی طرف سی کسی غنی یا ہاشمی وغیرہ کو دینے لگے
تو کچہہ ممنوع نہین بالجملہ صدقہ ہونیکی صفتہ کا وقت فقط عطا و قبض ہی ہے اور سب جانتی ہین
کہ یہہ ایک آن کی بات ہی سو اوس آن تک اوس کا للفقراء ہونا کہین نہین گیا بعد مین اگر فقرا وغیرہ اوسکو
کسیکو ہبہ کردین یا بیچ ڈالین تو وہ صدقہ ہی نہین جو پہر بہی فقراء کا استحقاق باقی رہی القصہ یہہ قضیہ بہی

دوام ہی پر دلالت کرتا ہے اور اوسکی دائمہ ہونی سے ہمین کیا انکار ہی پر اتنا یاد رکھنا ضرور ہے کہ دوام کی
یہہ معنی ہین کہ محمول وقت وجود موضوع حقیقے تک اوسکی ساتھہ لگا رہے مگر موضوع حقیقے کا پہچاننا ہر کسی کا
کام نہین ان باتون کی لیئے حقایق شناسی معانی سنج چاہیئے جسکو خداوند علیم اسقدر بصیرۃ عنایت
فرمائی کہ مناط حکم اور مدار ارتباط موضوع و محمول اور سیاق کلام کو دریافت کر سکی اوسکا یہہ کام ہی سو جملہ ما افاء اللہ
مین موضوع حقیقے مصداق ما ہی اور اوس سی مراد خود اراضی فی ہین اور صفۃ افاءۃ فقط تعیین اور تفہیم اور رفع
ابہام کی لئی ہے اسلیئی اللہ وغیرہ ہوتا جو مضمون خبر ہے اوسکی ذات کی ساتہہ دایم رہیگا اور موافق اصطلاح اہل
منطق یہہ قضیہ دائمہ ہوگا اور جملہ انما الصدقات وغیرہ مین موضوع حقیقے صفۃ تصدق ہی ذات اموال نہین وجہہ
اسکی ظاہر ہی کیونکہ یہہ جملی اگرچہ خبریہ ہین اہل فہم کی نزدیک انشائیہ ہین مطمح نظر ان مقامات مین تصدق اور
انفاق ہی اور موصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ فقط اسلیئے ہے کہ یہہ صفۃ بغیر اوس
موصوف کی متحقق نہین ہو سکتی سو اس جملہ مین دوام محمول تا دوام وصف تصدق چاہیئی اور موافق اصطلاح اہل
منطق اسکو عرفیہ عامہ سمجہئی اور قضیہ ما افاء اللہ اگرچہ انشائیہ ہی پر اس قضیہ مین صفۃ افاءۃ مطمح نظر نہین ورنہ
جیسے جملہ انما الصدقات یا جملہ ما انفقتم کا ماحصل تصدقوا اور انفقوا ہی اس جملہ کا خلاصہ افیئوا ہوتا اس تقریر کو
سنکر اہل فہم کو تامل نرہیگا کہ فعل جناب سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات مین مطابق آیۃ ہی
باقی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا معصوم ہو کر ایسی غلطی کرنی سو اول تو اہل سنۃ کی نزدیک سوا انبیا
کیسکی معصومیۃ مسلم ہی نہین دوسری کسی مقام خاص مین معصوم سی غلطی فہم ہونی اور غیر معصوم سی نہونی کچہہ
محال نہین چنانچہ مضامین متعلقہ آیۃ محمد رسول اللہ کی تفسیر مین اسکی تحقیق گذر چکی ہی اور بیسیون نظیرین اسکی کلام اللہ
اور حدیث مین موجود مین منجملہ اوسکی کہیتی کی قضیہ مین حضرت داؤد کا غلطی کہانا حالانکہ نبی ہو چکی تہی اور حضرت
سلیمان کا حق بات کا سمجہہ جانا حالانکہ جب تک نہ نبی ہوی تہی نہ موافق اصطلاح شیعہ امام تہی اسدعوی کی لئی دلیل کافی ہی
مگر شیعون کو کلام اللہ یاد نہو یا معنی ففہمناہا سلیمان کا فہم نہو تو اہل سنۃ کا کیا قصور سمجہہ سی ہر کوئی سمجہہ گیا
ہوگا کہ شیعون کا اہل سنۃ پر یہہ طعن کرنا کہ وہ ایسی امامون کی تقلید اور اتباع کرتی ہین جو اونہین غلطے کیے اقرار موافق
کر سکتے ہین ایسا ہی ہی جیسا اندہا آفتاب کو بی لنور بتلائی اور جیسی اندہا آفتاب کو بی لنور نہین کہتا اپنی آنکہون
کو بی لنور کہتا ہے شیعی ہی اہل سنۃ کا قصور نہین بتلاتی اپنی عقل کے قصور کی گواہی دیتے ہین
اب تیسری دلیل ہی اس احتمال کی بطلان کی کہ اموال فی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تہی اور یہہ

مصارف معلومہ کا مقرر کرنا ایسا ہی ہے جیسا زکوۃ کے لئے فقرا و مساکین وغیرہ کا مصرف بنا دینا پہر دلیل بہی
ایسی کچھہ کہ احتمال مذکور تو باطل ہو ہی جائی شبہہ بہی مرتفع ہو جائی کہ ما افاء اللہ تو تقسیم اصل زمین کو مقتضے
ہے پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی اصل کی جائی آمدنی کو کیون تقسیم کیا صورۃ اسکی یہہ ہے کہ زمین
باغ کی آمدنی بہی اثمار اور کہیتی کی پیداوار ہے لیکن بسبب اسکی کہ پہل اور کہیتی اشجار اور زمین کی توابع
اور لوازم مین سے ہین تو پہل کی توڑنے سے پہلے مجموعہ درخت اور پہل کو درخت اور کہیتی کاٹنی سی
اول کہیتی سمیت زمین کو زمین کہا کرتی ہین اس وجہسی آمدنی بہی ما افاء اللہ ہی مین داخل ہی لیکن جیسی کہیتی مین
جو مجموعہ اناج اور بہس کا ہوتا ہی آدمی اور گای بیل حسب لیاقۃ شریک ہین اناج آدمیون کی لئی اور بہس گائی
بیل کی لئی تو ایسی ہی اس شرکتہ خدا اور بندگان خدا مین ہی جو فللہ وللرسول ولذی القربے الخ مین مذکور
ہے خدا تعالی اور بندگان خدا تعالی کو حسب لیاقتہ و قابلیتہ شریک سمجہنا چاہئی لیکن خداوند کریم خورد و نوش
سی غنی ہی اور بندی خورد و نوش اور نان نفقہ کی محتاج یہانتک کہ اون کی شریک کرنیکی وجہ یہی ہے اونکی
احتیاج ہوئی ہی چنانچہ لفظ فقرا اور مساکین مین اہل فہم کی لیے اسکی طرف اشارہ موجود ہے اسلیے کہ
فقیر اور مسکین تو وہی ہوتا ہی جسکی یہان قوت یعنی رزق نان نفقہ کی کوتاہی اور کمی ہو چنانچہ زباندانان عربی
اور واقفان اقوال علماء فقہ پر مخفی نہو گا بلکہ لفظ رسول بہی اگر غور سی دیکہئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی احتیاج اور فقر پر دلالتہ کرتا ہے اسلئی اس لفظ سی بی تامل ہر کوئی یون سمجہتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اپنی مایحتاج کی بہم پہنچانی کی فرصتہ نملتی اتہی کیونکہ جب آپ پیغام رسان خداوندی اور قاصد جناب باری
ٹہری تو تا وقتیکہ آپ اس مشغلہ مین مشغول رہین اور کار کی فرصتہ کہان بلکہ بمثل قاصدان پیغام رسانان دنیاوی
کہ تا وقتیکہ پیغام پہنچا کر اپنی گہر پر نہین پہنچ لیتے اپنی کار و بار نہین سنبہال سکتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی
تا وقتیکہ پیغام خداوندی سی فارغ نہولین اپنی کار و بار کی طرف متوجہ نہو سکتی تہی مگر جب فارغ ہولیی تو وطن سلی کو
تشریف لیگئی اس وطن کی کار و بار ہی نرہے جو بطور خود کچہہ کہانی پینی کا فکر کرتی غرض بہرحال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بی سر و سامانی خود اس لفظ رسول ہی سی ظاہر ہی اتنا فرق ہی کہ اور اصناف مندرجہ آیتہ کی بی
سر و سامانی کسیوجہ دنیاوی کی باعث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی سر و سامانی بسبب مشغولی کار خداوندی ہوئی اسلئی
آپ کو مقدم رکہا غرض ان الفاظ سی خود اہل فہم پر واضح ہی کہ خداوند کریم نی جون اصناف کو اموال فی مین شریک
کیا ہی تو بوجہ احتیاج اصناف مذکورہ شریک کیا ہی تو اس صورۃ مین شرکتہ اور تقسیم حسب لیاقتہ یون ہو سکتی ہی کہ مجموعہ

اشجار و اثمار اور مجموعہ زمین اور پیداوار میں جو بہیئتہ مجموعی عرف میں اور دیکھنے میں ایک شی واحد گنی جاتی ہی اور ایک نظر آتی ہی اور مجموعہ کو ماافاء اللہ کہہ سکتے ہین بلکہ جو ملزوم غنی ہے خدا کی لئے رہے اور پیداوار جو رفع احتیاج کی لئے ہی بندونکی واسطی تجویز کی جائی اب دیکھئے کہ اس تقریر سے وہ احتمال بھی باطل ہوگیا کہ مال فی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور مصرف بطور مصرف زکوٰۃ ہو اور وہ شبہ بھی مرتفع ہوگیا کہ چاہئے تھا اصل زمین کا تقسیم کرنا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو تو تقسیم نکیا اور آمدنی کو تقسیم فرمایا اب چوتھی دلیل کی سننے کے لیے بھی تیار ہونا چاہئے تاکہ کثرۃ دلائل کی زور سے احتمال مذکور دلسے بالکل محو ہو جائے جناب من خبر پر فا کی داخل ہونیکی قرینہ سے اور نیز بشہادۃ وجدان صاف ظاہر ہی کہ مبتدا یعنی ماافاء اللہ متضمن معنی شرط ہی تو اس صورۃ مین للہ وغیرہ ہو لی کا ترتب اور توقف فاءۃ اور تسلیط پر ضرور ہوا اور در صورتیکہ اراضی فی کو مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے تو یہہ ترتب اور توقف تو درکنار وجود خبر ہی اپنی ذات سے ضرور نہوگا گو بوجہ معصومیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اون امور مین جنکی آپ مامور تھی قصور ممکن نہو ہان اگر مصرف کہیے تو پھر یہہ ترتب اور توقف اظہر من الشمس ہی چنانچہ توجیہات ذکر اللہ سے جو مذکور ہو چکی ہین آپ عیان ہے معہذا اگر مقصود شارع یہی ہوتا کہ اراضی فی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور للہ اور لذی القربی باین غرض فرمایا ہی کہ خدا کیواسطی ذی القربی وغیرہ کو دینا چاہئے تو لاجرم فللرسول وللہ ولذی القربی الخ فرماتی اس صورت مین گو یہ آیتہ مصداق المعنی فی بطن الشاعر تو رہتی لیکن بلا سے یہہ ترتب اور توقف تو جو مدلول فا ہی درست ہو جاتا اور معنی گو کسی کی سمجھ مین نہ آتی فی حد ذاتہ تو صحیح ہو جاتی فصاحتہ و بلاغتہ بلکہ باعتبار قواعد زبان دانی صحتہ عبارۃ بھی نسہی لیکن اتنی غلطی تو نہوتی کہ عبارۃ برعکس معنی مقصود دلالتہ کرے

پانچوین وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہہ ہی کہ ضمیر کیلایکون دولتہ بجانب ماافاء اللہ راجع ہے اور کیلایکون علتہ تعین مصرف مذکور ہی سو اس صورت مین یہ معنی ہونگی کہ یہ مصرف اس اندیشہ کی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ مبادا اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائین مگر اس اندیشہ سے جبھی تک بچاؤ ہو سکتا ہی کہ اراضی فی کو مدخرج اصناف معلومہ کہا جائی ورنہ اگر مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مملوک کس دیگر ہون تو ایک روز نہ ایک روز یہ خرابی بالضرور پیش آئی گی اصناف مندرجہ آیتہ اگر خود اغنیا نہین تو خداوند بی نیاز کی یہی عادۃ یہہ ہے کہ دولتہ و فقر کو فقط ایک ہی خاندان مین دایم قائم نہین رہنے دیتا بسا اوقات اولاد اغنیا فقیر اور پس ماندگان فقرا امیر ہو جاتی ہین سو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پس از انتقال ذی القربی

دنیم ہم اگر حسب مزعوم شیعہ اراضی فی مین وراثة جاری ہوگی تو بیشک اس سلسلہ میراث مین بہت سی اغنیار ہی
نکلین گی اور وہ خرابی جسکے بچاؤ کی لیے یہہ مصرف مقرر کیا تہا بحال خود رہے گی اور یون کہنا کہ اغنیار سے
مراد فقط حکام یا اغنیار لشکری ہین محض تعصب ہی لفظ عام سی بلا قرینہ معنی خاص مراد لی یعنی عوام کا
ہی کام نہین چہ جائیکہ علمار جو خواص امت ہین ہان اگر قطع طمع اغنیار لشکر افسران فوج کے لیئے یہہ آیة
نازل ہوئی ہو یا حکام جاہلیت اس قسم کی اراضی کو خاص اپنی لیئی رکہتی ہون اور اس قانون نامعقول کی موقوف
کرنیکے لیے یہہ مصرف مقرر فرمایا ہو تو درصورت فرض وقوع امور مذکورہ بیش برین نیست کہ حکم عام کے لیئے
شان نزول خاص ہو سو یہ بات کچہہ اسی جگہہ خاص نہین بیسیون آیات اور سیکڑون احادیث کی شان نزول
خاص اور حکم عام ہی اور اوس کا عموم بالعموم مسلم ہی خاص کر کتب علم اصول مین تصریح صحتہ و امکان
خصوص شان اور عموم احکام مذکور ہی چھٹی وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہہ ہے کہ اراضی فی کے لیئے جن
اشخاص اور اصناف کو مقرر فرمایا ہی تو اونکو اونکی اوصاف سی تعبیر فرمایا ہی مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو بصفتہ رسول اسجگہہ ذکر فرمایا اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو بوصف یتیم اور مسکنة اور مسافرة یاد
فرمایا اور اونکی حسب و نسب وغیرہ تشخصات اور تعینات کو ذکر نکیا اور پہر اسکے بعد للفقراء المہاجرین الخ اور والذین
تبوؤ والدار الخ اور والذین جاؤ من بعدہم الخ کو جو لذی القربے والیتامے والمساکین وابن السبیل
سے بدل ہے ماقبل کا ضمیمہ کیا اس سی یون معلوم ہوتا ہے کہ ان اوصاف کو اراضی فی کی مصرف
ہونے مین دخل اور اون اراضی کا مصرف ہونا ان اوصاف پر موقوف ہے اور چونکہ زمین باغ ملک
مثل منافع اکل و شرب مثل روٹی پانی وغیرہ جنسے انتفاع اونکی ہلاک ہونی پر موقوف ہے نہین ہین بلکہ
وقت انتفاع بدستور بحال قدیم قائم رہتی ہین تو دائماً الی یوم القیامة اراضی فی سی انتفاع اونہین اشخاص کو
جائز ہوگا جو موصوف باوصاف مذکورہ ہون ورنہ دوام و ثبوت جو مدلول جملہ اسمیہ ہی باطل ہو جائیگا مگر یہ بات
جبہی بن پڑتی ہی کہ اراضی کو بمعنی وقف کہا جائی اور مصارف مذکورہ مین اصل زمین کو تقسیم نکرین اور اصناف
مندرجہ کو اوس کا مالک نکردین ورنہ بالفعل نہین بعد انتقال مالکان اول یا بعد بیع و شرا کی غیر مصرف مین
اوس کا صرف ہونا لازم آئی گا اور لحاظ اوصاف ہی کی وجہ سی معلوم ہوئی ہی کہ محققین کے نزدیک اس زمانہ کی
خمس اور فی سی گیا رسول اللہ صلعم کے وقت کی خمس اور فی مین سے ہی سہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ساقط ہوگیا بعد وفاة رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رسالة مثل اوصاف مسکنة او مسافرة وغیرہ کسی

ہین باقی نہین رہا باقی رہی زکوۃ اور صدقات واجبہ اون کے مصرف ہونے کے یہی ہی تحقق
اوصاف فقر و مسکنۃ وغیرہا جسکی طرف آیتہ انما الصدقات مشیر ہے ضرور ہے مگر چونکہ وصف تصدق کو بجز آن واحد
قیام نہین چنانچہ ابہی مرقوم ہوا ہے تو وقت تصدق تحقق اور وجود اوصاف معلومہ ضرور ہوا
کیونکہ فقرا و غیرہم کو آیتہ انما الصدقات مین فقط اون اموال کا مصرف مقرر کیا ہے - جو موصوف بصدقہ
ہون اسلیئے بلفظ صدقات تعبیر فرمایا اور اگر قطع نظر اس وصف سے فقرا و غیرہم کو نفس مال کا مصرف مقرر
فرماتے تو مثل انما المخرج من الاموال بنیتہ الصدقتہ یا سوا اس کے اور کوئی ایسی عبارت جس سے
مطلق مال کے لئے فقرا و غیرہم کا مصروف ہونا ثابت ہوتا بیان فرماتی الحاصل آیتہ انما الصدقات اسناد کو
دونون طرف مین اوصاف ہی سے ارتباط ہے اور آیتہ ما افاء اللہ مین ایک طرف ذات اور دوسرے طرف
اوصاف ہین اسلئے زکوۃ مین دونون اوصاف کو اور فئی مین فقط ایک جانب مین اوصاف کو ملحوظ رکہنا چاہیے
ساتوین وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہہ ہے کہ مالک حقیقی تمام مخلوقات اور موجودات کا بالاتفاق
اور بالبداہتہ مالک الملک خداوند کریم ہے اور باوجود اسکے پہر ہمارا تمہارا مالک ہونا ایک معنی
مجازی ہین جیسے کوئی شخص اپنے چند مکان چند آدمیون کو مستعار یا کرایہ پر رہنے کو دے اور
وہ چند اشخاص اپنے اپنے رہنے کے مکان کو محاورۃً اپنا گہر کہدیا کرتے ہین چنانچہ سب جانتے
ہین ایسی ہی ہمین ہی مالک حقیقی نے ہماری اشیاء مقبوضہ کو انتفاع کے لئے دے رکہی ہین اور ہم
اونکو اپنے محاورات مین اپنا کہنے لگی ہین لیکن جیسی مکانات کا مستعیر یا کرایہ دار ہونا عاریتہ لینے اور
کرایہ لینے پر منحصر اور موقوف فقط مالک مکان کی ملکیتہ کفایت نہین کرتی بلکہ اگر عقد کرایہ اور
عاریتہ ظہور مین نہ آئی تو پہر مالک اصلی ہے کیطرف آپ رہیگی ایسی ہی ہماری مالک ہونیکی لئے ہی اسباب
تملیک ظاہری مثل بیع و شراء ہبہ و صدقہ وغیرہا ضرور ہوئی اور نہ تمام موجودات پہر خدا ہی کی طرف مملوک ہوتے
ہین منسوب ہینگی مگر چونکہ اموال فی مشار الیہا بلفظ ما افاء اللہ مین ان اسباب مین سے فقط غنیمتہ ہونے کا
توہم ہوسکتا تہا اور اوسکو جناب باری نے فما اوجفتم سے دفع کر دیا تو یہ اموال سوا خداوند کریم مالک الملک
کے اور کسکی طرف بطور ملکیتہ منسوب نہین ہوسکتی پہر اس صورۃ مین للرسول والذی القربی کے معنی
بجز بیان مصرف اور کچہہ نہین ہوسکتی سو یہی ہمارا مطلب تہا بالجملہ ان سات وجوہ سے اراضی فی کا مد خرچ
پنج اقسام معلومہ ہونا مثل مدلولات حواس ہر کس و ناکس پر واضح اور لایح ہوگیا اور باوجود مد خرچ ہونیکے

وجہ طلب کرنی حضرت خیر النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اول تو یہہ ہی کہ جناب سیدۃ النساء رضی
اللہ عنہا معصوم نہین اور معصوم ہی ہون تو معصوم سی غلط فہمی محال نہین چنانچہ معلوم ہو چکا اور وجہ غلط
فہمی کی بیان ظاہر ہی ہی کیونکہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی ہمیشہ اراضی فی پر قبض و تصرف
حضرت خلاصۂ موجودات سرور کائینات علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات و التسلیمات کا
دیکہا تہا اور اسباب کی تحقیق کہ یہ از قسم غنیمۃ ہی یا از جنس فی ہی زنان خانہ نشین اور وہ ہی ایسی زاہدہ
کہ سامان دنیا و مافیہا سی کچہہ غرض نہو بہت دشوار ہے خاص کر خیبر اور قری خیبر کی نسبتہ کہ فدک ہی
اونہین مین سی ہی کیونکہ بعض قری خیبر عنوۃً یعنی بعد جنگ و جدال اور بعضی قری جیسے فدک صلحاً مفتوح
ہوی ہین سلئی بہ نسبتہ خیبر خاص کی مابین علما اختلاف ہی ہے کہ آیا خیبر عنوۃً فتح ہوئی ہے یا صلحاً الحاصل
اراضی فی کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہونا اہل انصاف پر روشن ہو گیا اگرچہ اہل فہم کو پہلی ہی امین
تامل نہ تہا کیونکہ باوجود تعیین مصارف معلومہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مملوک ہونیکی کوئی صورۃ
ہی ہتی تو یہی ہتی کہ ان اوصاف کا مقرر فرمانا ایسا ہو جیسا کہ زکوۃ اموال مملوکہ اغنیا کی لیئے فقرا و غیرہم
کا مقرر کرنا سو یہ بات گو فی حد ذاتہ ممکن تہی لیکن قرینہ عطف للرسول اور لذی القربی اسبات کو مقتضی
تہا کہ جیسی ذوا القربی و غیرہم بالاتفاق مالک اراضی فی نہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مالک نہین
اور اگر قطع نظر اتفاق امتہ کی ذی القربی و غیرہم کو مالک کہا جائی تو بہت سی بہت ہو گا تو اراضی فی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور اصناف باقیہ مین مشترک ہون لیکن دو خرابیان اور موجود ہین ایک تو شرکا غیر محدود کا شریک ہونا
کیونکہ ذی القربی و غیرہم کا کوئی حد و پایان نہین ہر روز کمی و بیشی رہتی ہی خاص کر والذین جاؤا من بعد
ہم نی تو دائرہ اہل مصرف کو اتنا فراخ کر دیا ہی کہ قیامت تک کی مومنین کو گہیر لیا ہی دوسری قبل عطا مال
غنیمۃ بلکہ دین ہی ملک مین نہین آسکتا اراضی فی جو کسیطرح اوسکی حصول مین اہل مصرف کی سعی و کوشش یا کسی
کے فعل کو دخل نہین محض فضل خداوندی سی ہاتہہ لگ گیا ہے کیونکر قبل عطا اور قبل قبض کسی کا مملوک
ہو سکی الحاصل اہل عقل پر بادی النظر مین اس عبارۃ سی اراضی فی کا غیر مملوک ہونا عیان تہا اور اب سب پر
واضح ہو گیا بلکہ اوسکی ساتہہ یہہ ہی واضح ہو گیا کہ جیسی اس آیۃ سے ملکیتہ ثابت نہین ہوئی ہے امکان
ملکیتہ ہی ثابت نہین ہوتا بلکہ اولٹا محال ہونا ثابت ہوتا ہے اور اسی لیے مجکو ہی اتنی تطویل کی ضرورۃ
پڑی ورنہ عدم ثبوت ملکیتہ خود ظاہر تہا البتہ باین نظر کہ کم فہمون سے مقابلہ ہے عدم ثبوت ملکیتہ مین

صہ ۲۷۸

گفتگو کرنی ضروری تھی مگر اتنی بات باقی رہی کہ لفظ ما افاء اللہ عام ہے اشیاء منقولہ و غیر منقولہ کو برابر
شامل ہے پس اگر ما افاء اللہ بوجوہ مذکورہ وقف ہی تو لاجرم اسباب منقولہ بھی وقف ہوگا سو اس صورۃ
مین دو خرابیان لازم آئین گی اول تو یہہ کہ حنفیون کی نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف ہونا ہے صحیح
نہین دوسری یہ کہ اموال فی مین سے بہ نسبتہ اموال منقولہ کی وقف ہونا کسی سی منقول اور مروی
نہین بلکہ اگر تعامل سلف و خلف پر نظر کیجئے تو عیان ہی کہ منجملہ اموال فی اسباب منقولہ مین تصرفات مالکانہ
کرتی تھی بیع و شرا وغیرہ آثار ملکیتہ جو وقف نہونی پر دلیل کامل ہین برابر بلا تکرار اور انکار مروج رہی ہین
چنانچہ بنی النضیر کی ہتیار وغیرہ اموال منقولہ جو ہاتھ آئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقسیم
فرما دی تھے اور صراحتہً نہ کنایتہً یون نفرمایا کہ یہ اشیا وقف ہین انمین تصرفات مالکانہ مت کیجو اور یہہ بھی
نہ سہی کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی حجۃ نہین کلام اللہ مین خود موجود ہے ما ملکت یمینک مما افاء اللہ
علیک مطلب یہ ہی کہ ای نبی ہمنی حلال کین تیری لئے وہ باندیان جنکا تو مالک ہوا ہے اموال فی مین
سے اس آیتہ سے صریح ثابت ہی کہ فی کی باندی غلام مملوک ہو سکتی ہین وقف نہ تھی جب ایک چیز کا
بہی اموال فی مین سے مملوک ہونا ثابت ہوا تو فللہ وغیرہ الفاظ آیتہ ما افاء اللہ اور الفاظ سیاق
و سباق آیتہ مذکورۃ کی اور جنکی وسیلہ سی وقف ہونا اراضی فی کا ثابت کیا گیا ہے وہ معنی ہونگی
جو وقف ہونی پر دلالتہ کرین ورنہ کلیتہ قضیہ ما افاء اللہ اسبات کو مقتضی ہی کہ تمام افراد ما افاء اللہ کا ایک حکم
ہو خواہ اسباب منقولہ ہو خواہ غیر منقولہ وقف ہون تب دونون ہون وقف نہون تب دونون نہون اسلئی ہمین
بہی اس خلجان کا رفع کرنا ضرور پڑا سو اہل انصاف کی خدمت مین یہ گزارش ہی کہ واقعی امام ابو حنیفہ کی
نزدیک اشیاء منقولہ وقف نہین ہو سکتی لیکن خداوند کریم و علیم و حکیم کچھہ امام ابو حنیفہ کا مقلد نہین جو اوسکے
ذمہ اتباع رائی ابو حنیفہ ضروری ہو اور اگر اتفاقات سی کوئی بات بظاہر خلاف مذہب حنفی صادر ہو جاے
تو اوسکی جوابدہی اوسکے ذمہ پر لازم ہو بشنو برین نیست کہ امام ابو حنیفہ سے خطا ہوئی ہو لیکن شیعی سے
یہہ فرمائین کہ اہل سنت امام ابو حنیفہ کو معصوم ہے کب سمجہتی ہین جو یہ خرابی اونکے سر پڑے بلکہ اہل
سنت کا یہہ مقولہ ضرب المثل ہو گیا ہی المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد خطا بہی کرتا ہی اور صحیح بھی کہتا ہے ہان
اتنی بات مسلم کہ مرتبہ اجتہاد کو یہہ لازم ہی کہ اکثر صحیح کہا کری سو اسبات مین اون سے غلطی ہو گئی ہو تو لیا
حرج ہے اونکی صاحبین وغیر کی رائی تو اخر یہی ہے کہ اشیاء منقولہ بہی وقف ہو سکتی ہین وہ بہی اہل سنت ہے

سکے پیشوا ہین شیعون کے نہین اور اگر شیعی اونکو اپنا پیشوا بنالین اور طوسی و رضی و شریف مرتضے
و ابو القاسم محقق وغیرہم کا اتباع چہوڑ دین تو زہی نصیب اونکی اور پہر کچہہ تکرار نہین معہذا ایہہ آیتہ کچہہ
معارض اور مناقض رائی ابو حنیفہ نہین بلکہ موافق ہی ہو تو کچہہ عجب نہین اگر اس معما کی شرح مطلوب ہے
تو کان دہر کر سنئے لیکن شرط یہہ ہے کہ انصاف مد نظر ہو اور میری ہیچمدانی پر نظر نہو ماسبق اس آیتہ کا

ہو الذی اخرج الذین کفروا من دیارہم سے لیکر لیخزی الفاسقین تک اسبات پر دلالتہ کرتا ہے
کہ ما افاء اللہ سی مراد فقط مکانات سکنی اور ارضی صحرائی ہین تو اب اس صورتمین بجز اموال غیر منقولہ اراضی
و باغات ما افاء اللہ سی مراد نہونگی اور باعتبار خصوص ماسبق کی لفظ ما کا باوجود عموم ذاتی کی مخصوص ہوجانا
ایسا شائع و ذائع ہی کہ ہر ادنی و اعلی جانتی ہین اطفال کافیہ خوان بہی سمجہتی ہین کہ الاسم ما دل علی معنی
مین ماسی مراد کلمہ ہے اسیلئے مولانا جامی شرح ملا مین کلمہ ما کی شرح مین کلمہ ہے لکہتے ہین القصہ ما
افاء اللہ سی علی العموم اموال منقولہ غیر منقولہ سب مراد نہین فقط اموال غیر منقولہ مراد ہین چنانچہ جملہ کے
لایکون دولتہ بہی اسی طرف فی الجملہ کہینچتا ہے اسلئے کہ تداول اور دولتہ کے تو یہہ معنی ہین کہ ایک شی
بحال خود باقی رہی اور باینہمہ کسی کسی کی پاس منتقل ہوتی رہی سو یہہ بات بجز اموال غیر منقولہ اور کسی مین بطور کمال
متصور نہین اقسام غذا اور اقسام لباس اور اقسام مرکب سبکی سب بسبب استعمال فنا ہوجاتی ہین یا فنا ہونے لگتے ہین اگرچہ کوئی
چیز قایم رہی تو کیا قایم رہی یون تو کچہہ نکچہہ سب اشیا کو قیام ہی روٹی سالن ہی تہوڑی دیر تو ٹہری رہتی ہی ہین خاص کر اسجگہہ
اتنی قیام سی کیا کام چلتا ہی یہان تو بشہادۃ والذین جاؤا من بعدہم قیامتہ تک کا حساب کتاب ہی بہر حال ما افاء اللہ مین
اموال غیر منقولہ داخل ہی نہین جو اعتراض معترض واقع ہو اور ہمین فکر جواب ہی ہو ہان اتنی بات البتہ قابل لحاظ ہی کہ ہمنی مانا
اموال منقولہ ما افاء اللہ مین داخل ہی نہین لیکن اموال منقولہ کا جو بطور فی حاصل ہوتی ہین کیا حکم ہی مثل اموال غیر منقولہ وقف
بمعنی مذکور سمجہنا چاہئی یا مثل غنیمہ مملوک ہوسکتی ہین سو اپنی فہم نارسا مین تو یون آتا ہی کہ وہ قابل ملک و عطا ہین اگر اہل فہم
بہی اسی جانب ہون تو فبہا ورنہ ہمارا کیا نقصان ہے ہم اوسکے وقف ہونیکو اگر ثابت ہوجاوے تو اپنی کہی بات یعنی وقف
نہونیسے بہی زیادہ خوش ہوکر تسلیم کرین اگر وہ بہی وقف ہوجائی تو کچہہ اعتراض ہی باقی نرہی خیر اب اپنی خیالات کو
عرض کرتا ہون بگوش ہوش و چشم انصاف غور سی سنئی اور ملاحظہ فرمائی وقف ایسی چیز ہوجانے کہ بحال خود باقی رہی اور
پہر کام آسکے چنانچہ وقف کی معنی یہی ہین کہ اصل محبوس اور موقوف ہی اور منافع مصارف وقف مین صرف کئی جائین معہذا
فی کی وقف بمعنی مذکور ہونمین اس تغایر ذات و منافع کی خواہ مخواہ ضرورۃ ہی کیونکہ للہ اور للرسول ولذی القربی

وغیرہم ہونا بھی صحیح ہو سکتا ہی کہ اصل اللہ تعالی کی لئی رہی اور منافع اورون کی لئی چنانچہ مذکور ہو چکا سو یہہ
بات وہان ہو سکتی ہی جہان وہ چیز اور ہو اوسکی منافع اور ہون ورنہ خود منافع ہین یہہ قابلیۃ نہین سو اموال منقولہ
مین سے اقسام غذا کا تو منجملہ منافع ہونا ظاہر ہی کیونکہ منافع کی معنی اِسجگہہ فقط اتنی ہی ہین کہ استعمال کامل کی بعد پہر قابل
استعمال باقی نرہے بلکہ استعمال ہی مین فنا ہو جائی سو اقسام غذا کا منافع ہونا تو ظاہر ہے ماسوا اسکے اور اسباب
منقولہ مثل اقسام لباس وسواری وغیرہا اور ضروریات انسانیکی اگرچہ ایک وجہ سے مثل اشیاء غیر منقولہ خود اور ہین اور اونکی
منافع اور کیونکہ گہوڑا اور چیز ہے اور اوسکی منفعت اور فائدہ یعنی سواری اور تخفیف مشقۃ سفر اور شی علی ہذا القیاس
کپڑا اور شے ہے اور اوس کا فائدہ یعنی پہنا اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچنا اور زیب و زینۃ اور شے
لیکن غور کیجئے تو اسقدر فرق سے کوئی چیز اشیاء ضروریہ انسانی مین سے خالی نہین اقسام غذا مین بہی یہ بات
موجود ہے کہ روٹی مثلاً اور شے ہے اور اوسکے منافع یعنے کہانا اور مزہ آنا اور قوۃ کا پیدا ہونا اور
شے لیکن اسقدر فرق سی قابلیۃ وقفیۃ پیدا نہین ہوتی ورنہ جیسی زمین کا وقف ہو مسلم الثبوت ہے
اناج غلہ بہی وقف ہوا کرتے حالانکہ اسکے وقف ہونیکی عقل کی نزدیک کوئی معنی نہین وقف ہونیکی لیے ضرور ہے
کہ اصل محبوس اور موقوف رہی اور منافع مصرف مین صرف ہون اور یہان اصل منافع کی ساتہہ ہی فنا ہوتی ہی نقل
مشہور ہے جیسے ویسی نسل بالیہمہ اگر غلہ بہی وقف ہونیکی قابل ہی تو اراضی وقف کا غلہ بلا اشتبہہ وقف ہو پہر نہ اہل مصرف
کو اوسکی بیع درست ہو نہ ہبہ نہ اسمین میراث جاری نہ وصیتہ حالانکہ جہان مین اس کا کوئی منکر ہے نہین تو معلوم
ہوا کہ غلہ کو من جمیع الوجوہ منافع ہے مقرر رکہا ہے سو منافع وقف اہل مصرف کے حق مین صدقہ ہوتی ہین اور
صدقہ جسکو کر دیا جائی اوسکا مملوک ہو جاتی تو اب اوسکی بیع و شرا وغیرہ مین کچہہ دشواری نہوگی اور کسی کی نزدیک
غلہ وقف ہی ہو سکی تو ہوا کرے یہان تو کلام اراضی فی کی غلہ مین ہی جنکو ہم نے وقف خداوند کریم کہا ہے سو اراضی فی کا
غلہ بالاتفاق وقف نہین ہوتا سیوا اسکی مملوک اہل مصرف ہو جاتا ہی بالجملہ پیداوار زمین اور علی ہذا القیاس اثمار
واشجار فی کا وقف نہونا تو ظاہر ہو گیا باقی رہے انواع مراکب اور اقسام لباس وغیرہ اونمین نسبت غلے کی
کوئی فرق نکالی تو یہ نکالی کہ غذا استعمال کے ساتہہ ہی فنا ہوتی ہی اسلئی وقف نہین ہو سکتی بخلاف سواری لباس
کے کہ یہہ چڑہنے پہننی وغیرہ سے فنا نہین ہوتی لیکن بعد غور یون معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق بعینہ ایسا ہی کہ روٹی کا ایک
ٹکڑا توڑ کر کہا لیجی اور باقی کو چہوڑ دیجی سو ماحصل اسکا ہوا کہ بقدر استعمال فنا ہو گئی سو کپڑی سواری وغیرہ مین بہی
یہ بات موجود ہے کیونکہ گہوڑا وغیرہ جو جانور سواری مین رہتی ہین بہ نسبت اون جانورونکی جو اونکی برابر کہائین

پر سواری سے بہترین دبلی اور کم زور ہو جاتی ہین اور اگرچہ یہی بسبب امداد بدل ما یتحلل باقی بہی معلوم ہون
تو اول تو تبدل ما یتحلل سے یون کہی ہی کہ اصل باقی نہین اور اگر ایسی مواقع مین اسکو بقای اصل کہئی تو وہ
بقا کہان جو بلی کسی استعمال کی ہو اور یہی دو چیزین جانور کی زور اور بدن استعمال مین آتی ہین جان استعمال مین
نہین آتی چنانچہ ضعیفی مین جو قابل استعمال نہین رہتا تو یہی دو باتین گہٹ جاتی ہین علی ہذا القیاس کپڑا بہی استعمال
سے بہلا پڑ جاتا ہی چنانچہ بدیہ از مغز و بہر مخفی نہو گا اور اوسکی تار کمزور ہو جاتی ہین اور انہین دو چیزون پر مدار کار استعمال
کا تہا اسیواسطے رفتہ رفتہ بہت استعمال کی باعث قابل استعمال نہین رہتا سو یہان یہی وہی حاصل نکلا کہ
منافع بقدر استعمال فنا ہو گئے غایۃ ما فی الباب کہین نقصان ایک طرفسی ہوا کہین چار و نظرفسی کہین شکل
بنی رہی کہین بگڑ گئی لیکن استعمال ہونیکا مضمون دونو جا برابر ہے باقی شکل صورۃ کو لیکر کیا چاٹیے اسکو استعمال مین
کچہہ دخل ہی نہین عکس آئینہ مین شکل و صورت موجود ہے مگر چونکہ جسمیۃ اور زور و طاقت نہین کوئی صورت استعمال کی نظر نہین آتے
بالجملہ جن چیزونسے منافع کا تعلق ہی وہ چیزین بقدر استعمال فنا ہو جاتی ہین اور جو چیزین بحال خود باقی ہین اونسے منافع کو
کچہہ تعلق نہین یہ بات اگر ہے تو زمین یا سوا اسکے اور اشیاء غیر منقولہ ہی مین ہی کہ استعمال مین منافع ہی فنا ہون اور اصل باقی
رہے استعمال کی وجہ سے اصل مین کچہہ نقصان نہ آئی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ امام ابو حنیفہ نے اشیاء منقولہ کو قابل
وقف نہ سمجہا اور صاحبین یا کسی اور نے اگر بلحاظ بقاء صورۃ بعض اشیاء منقولہ اونکو قابل وقف سمجہا تو اونکی صورۃ کو اصل
منافع اور بقاء صورۃ کو بمنزلہ بقاء اصل منافع سمجہکر اوسکی وقف ہونیکی قائل ہو گئی ہین لیکن بعد اس تحقیق کی اہل حق سے
توقع یون ہے کہ رائی امام ابو حنیفہ ہی کو ترجیح دین ہان اس سی قطع نظر کیجی تو مذہب صاحبین بظاہر حق نظر معلوم ہوتا ہی
کیونکہ باین خیال کہ اول تو منافع مرکب و لباس وغیرہ اشیاء ضروریہ دنیاوی عرف مین مرکب اور لباس ہی کیطرف منسوب
ہوتی ہین اور وہ تاوقتیکہ صورۃ اور جان باقی ہی باقی قوۃ اور بدن کیطرف منسوب نہین ہوتی جو یون کہئی کہ استعمال مین
فنا ہوتی جاتی ہی دوسرے منافع مرکب و لباس وغیرہ منافع کلیہ ہین کہ اوقات مختلفہ مین اونکی افراد ظہور مین آتی ہین اور جیسی
ہر ہر فرد بشر انسان کامل ہی جزو انسان نہین ایسی ہی منافع اشیاء مذکور بہی جو اوقات مختلفہ مین حاصل ہوتی ہین منافع
تامہ ہین اجزاء منافع نہین اور ظاہر ہی کہ بعض افراد کی فنا ہو جانی سی نوع فنا نہین ہوتی بلکہ جب تک ایک فرد بہی باقی ہے
تو تمام نوع باقی ہی تو اس صورت مین معلوم ہوا کہ بعض اوقات کی انقضاء سی اصل منافع فنا نہین ہوئی پہر وقف کیون نہو سکیگا
کیونکہ بقاء منافع دلیل بقاء اصل ہی بخلاف منافع اقسام غذا کی کہ وہ منافع جزئیہ ہین جیسے نفع کہ ایک روٹی سی حاصل
ہوتا ہی آدہی سی اوس کا آدہا حاصل ہوتا ہی پورا باقی نہین رہتا چنانچہ ظاہر ہی ہان اگر اصل باقی رہتی تو منافع ہی

بوجہ کمال باقی رہی خیر اگر مذہب ابو حنیفہ حق ہی تو اموال منقولہ کا منجملہ اموال فی وقف نہونا تو درکنار قابل وقف
ہونا ظاہر ہوگیا اور اگر رائی صاحبین صحیح ہی تب ہی مطلب ہاتھہ سی نہین گیا وجہ اسکی یہ ہی کہ تمام ضرورات بشری مین سی
احتیاج غذا منجملہ ضرورات اصلیہ ہی اور باقی اموال منقولہ اکثر تابعہ ضرورات فرعیہ مین داخل ہین اگر غذا کی ضرورة نہوتی تو نوکری کی
تلاش کی لئی سواری کی ضرورة مثلاً نہوتی تو معلوم ہوا کہ سواری کی ضرورة غذا کی ضرورة سی پیدا ہوئی ہی پہر سواری کی
ضرورة سی مثلاً گہاس دانہ کی ضرورة پیدا ہوئی ہی علی ہذا القیاس جہانتک یہ سلسلہ ضرورتونکا چلیگا مابعد ماقبل کی
فروع ہوگا در حقیقت مین ضرورة اصلی ایک ضرورة غذا ہی نکلیگی اور باقی اشیاء کی احتیاج گو کتنی کو اون اشیاء کی احتیاج ہی
لیکن حقیقت مین غذا کی احتیاج ہی تو اسصورت مین باین خیال کہ وقف رفع ضرورة کی لئی ہوتا ہی اور حقیقت مین ضرورة
اگر ہی تو ضرورة غذا ہی ہی تو مصرف وقف مین اس ضرورة کا ہونا ضروری ہوا اور کسی اور وقف مین نہین تو
وقف فی مین تو رفع احتیاج غذا ہے مقصود ہی چنانچہ جناب باری تعالی عز اسمہ نی بہی لفظ رسول اور مساکین اور فقراء
اور ابن السبیل مین اسطرف اشارہ فرمایا اس لئی کہ فقیر اور مسکین کی معنو مین رزق کی کمی اور کوتاہی معتبر ہی بلکہ لفظ رسول
یتامی اور ابن سبیل بہی اسیطرف مشیر ہین چونکہ لفظ رسول تو اسبات کی طرف مشیر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باین وجہ
کہ رسول ہین یعنی خدا کی بہیجی ہوئی ہین خدا کی کام مین لگی ہوئی ہین اتنی فرصت ہی نہین کہ حسب دلخواہ کمائین اور فراغت
سی بیٹھہ کر کہائین اور جب کمانیکی فرصت نہونیکی یہ وجہ ہوی کہ خدا کی کام مین لگی ہوئی ہین تو لاجرم بمقتضای قدر شناسی
خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نان و نفقہ بہی خدا ہی کی ذمہ ہونا چاہئی اسکی بہتر صورة اس سے کیا ہوگی کہ جو
مال خاص خدا کا ہوا اور بی منت غیر حاصل ہوا ہو اوسمین سی کچہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لئی تجویز کیا جاوی یتیم اور ابن سبیل
کا مورد رحم ہونا بہی تو باعتبار اکثر کی بسبب انقطاع اسباب رزق ہوجاتا ہی اور نہی لفظ فقراء مین تو بیشک قوة کی نہونی پر
دلالت ہی سو وہ بوجہ ارتباط بدلیتہ سبکو شامل ہی اور اسلئے سبہی مین فقر کا ملحوظ رکہنا ضروری ہوا خواہ ذوی القربی ہون خواہ
اقسام باقیہ بالجملہ مصرف وقف مین احتیاج غذا کا ہونا ضروری ہوا سو اگر اونکو اموال منقولہ دئی جائین تو دو طرح سی
رفع احتیاج مذکور مین کام آسکتے ہین ایک تو یہ کہ بطور مذکور اونکو سلسلہ اسباب تحصیل غذا مین داخل کیا جائی مثلاً سواری پر
چڑہ کر نوکری وغیرہ کی لئی سفر کیا جاوی تا کہ کچہہ کما کر غذا بہم پہونچاوی یا مثلاً ہنڈیا رکابی چمچہ کہانا پکانی کی لئی کہا
جاوی تا کہ باین وسیلہ کہانا پکای دوسری یہ کہ اشیاء مذکورہ کو بیچکر کہا جاوی لیکن اگر اتفاق سی پیٹ کو ایسی لگی ہو
کہ جانسیر نہی ہوئی ہو تو اسصورت مین بیع کی اجازت نہ دینی جیسا وقف مین ہوتا ہی رفع احتیاج کی بدلی اور احتیاج
پابند کر دینا اور آسائش کی بدلی جو رفع احتیاج اوسکی لئی ہوتی ہی دونا تکلیف مین ڈالدینا ہی کیونکہ اس سی زیادہ اور

کیا تکلیف ہوگی کہ چیز یا پن ہوا اور پہر اوس سی منتفع نہوسکے شعر خرابی دل پروانہ زین بتر چہ بود کہ شمع را بنمایند و سوختن ندہند
اور اس قسم کی احتیاج کا ہونا فقرا او مساکین کی تو مفہوم مین داخل ہی پر یتامی اور ابناء سبیل مین بہی کثیر الوقوع اور چونکہ سبب
اس قسم کی احتیاج کا فقرا اور مساکین اور یتامی اور ابناء سبیل کی حقمین بے سرو سامانی معلوم ہوتی ہی تو پہر اوس کا ارتفاع بجز اسکے
متصور نہین کہ اور کچہہ عطا کیا جاوی تاکہ اگر غذا ہو تو خود اُس سے ورنہ اوسے بیچکر اپنا پیٹ پالین سو درصورتیکہ عطا مین اونکو یہ خیال
ہے نہو تو اونکی طرف سے بہار مین پڑی ہان اگر اونکی منافع مثل پیداوار زمین و اثمار و اشجار اقسام غذا مین سے ہوتی
تو پہر اوسکا بیچنا تو درکنار متولی وقف کو اونکا دینا ہی کیا ضرور ہوتا بہر حال اموال منقولہ کا وقف ہونا فقرا اور مساکین
وغیرہم کو مفید نہین یہ دوسری وجہہ ہی جس سے تدبر امام ابوحنیفہ موجہ معلوم ہوتا ہی باقی رہی چاہ یا مکانات سو لو اونکا وقف
ہونا ہی بظاہر رافع احتیاج فقرا و مساکین وغیرہم نہین ہو سکتا لیکن انمین اور اموال منقولہ مین دو فرق ہین جنکی سبب انکو اموال منقولہ پر قیاس
نہین کیا جاتا ایک تو اموال منقولہ معدن رزق نہین ہین جو مخرج قوت ہو سکین بخلاف مکانات کے کہ انکی زمین بہر حال قابل پیداوار ہے
اور چونکہ مدار وقفیت کا اسی قابلیۃ پر ہے پیداوار کا ہونا کچہہ ضرور نہین و رنہ زمین وقف اگر مزروعہ ہو اور ایک سال یا چند سال کسی سبب سے
افتادہ رہی تو اوسکی وقفیۃ باطل ہوجایا کرے اسلئے مکانات وقف کی زمین ہی قابل وقف ہے رہیگی حاصل یہ ہے کہ اگر غرض اصلی کسی
شے کی کسی وجہ خارجی کی باعث مسدود و مفقود ہوجاوے تو جو حکم اُس غرض وجہ سے اُسپر متفرع اور مترتب ہوا تہا وہ حکم موقوف نہو جائیگا
ویرانون کی مسجد و نمین گو بالفعل نماز نہین پڑہی جاتی پر چونکہ قابلیۃ نماز بدستور باقی ہی تو حکم وقفیۃ ہی باقی ہے دوسرا فرق یہ ہے
کہ گو ضرورۃ غذا ضرورۃ اصلی ہی لیکن ضرورۃ مکان اور ضرورۃ آب ہی ضرورۃ اصلی ہی کسی اور ضرورۃ کی ضرورۃ سی انکی ضرورۃ نہین
چنانچہ ظاہر ہے کہ اور پہر یہ دونو ہی مثل غذا زمین سے حاصل ہوتی تو زمین کی وقف کرنے مین ان تینون ہی کا لحاظ چاہیے
ان تینون مین سے کوئی شی سہی کچہہ غذا ہی کی خصوصیۃ نہین پر چونکہ پانی اول تو اکثر بے دام و درم کے میسر آتا ہے
دوسرے بیشتر پیاس غذا کی کہانی سی پیدا ہوتی ہی اسوجہ سی گو یا پانی کی ضرورۃ غذا ہی کی ضرورۃ پر موقوف ہوئی غایتہ
مافی الباب او ضرور تین منجملہ سلسلۂ اسباب غذا ہون اور یہ داخل سببات غذا تیسری اکثر غذا ونکا قیلم اور قوام
بہی پانی ہی سی ہی تو اس وجہ سی پانی ہی منجملہ اسباب غذا اور مثل او ضرورات فرعیہ کے فرع غذا ٹہرا تو پانی کی ضرورۃ کی
ارتفاع کی طرف تو ضرورۃ نہوئی اسلئے نہ آیتہ ما افاء اللہ مین نہ اوسکے صلہ مین اسکی طرف کچہہ اشارہ فرمایا
مگر ضرورۃ مکانات من کل الوجوہ ضرورۃ اصلی ہے اور پہر بجز مال کثیر کے اوسکی ارتفاع اور اندفاع کی کچہہ صورۃ نہی اسلئی
اوسکی رفع دفع کی ضرورۃ بڑی سو مین جانتا ہون لفظ آخر جوا من دیارہم مین اسکی طرف ہی اشارہ ہے لیکن اموال
منقولہ مین ہی کسمین یہ قابلیۃ نہیں کہ بالذات ان ضرورتونکو رفع کر سکے البتہ ان ضروریات ثلثہ کی تحصیل کے سامان

۲۸۵

ہین خواہ بطور سببیہ کی جیسی ہنڈیا رکابی وغیرہ سی پکاتا کہانا اور گہوڑی پر چڑہ کر نوکری کے لیئے جانا یا بطور بدلیتہ
کے یعنی اموال منقولہ کو بیچکر روٹی مکان پانی بہم پہونچانا لیکن چونکہ ایسی ضرورۃ جس مین گہوڑی لباس وغیرہا کی
بیچنے کی نوبتہ پہونچے بنسبتہ اوس ضرورۃ کی کہ یہ اوسکی حقمین منجملہ اسباب ہون شدید ہے اور پہر ایہان ہمہ اہل مصرف
مین موجود ورنہ مصرف ہی کیون ہوتی تو اموال منقولہ مین اسکی رعایتہ کرنی ضرور پڑی یعنی مثل پیداوار زمین اموال
منقولہ مین بہی بعد عطا کی اہل مصرف کو اختیار ملی تا کہ بیچ کہوچ کر رفع ضرورۃ کرین بالجملہ اموال منقولہ مثل پیداوار
کہ وہ بہی منقولات مین سے ہے ملک مین اہل مصرف کے کر دینی چاہین اب سبکو معلوم ہو گیا کہ آیتہ ماملکت یمینک
مما افاء اللہ علیک کچہہ ہماری مضر نہین بلکہ اولٹی موید ہی کیونکہ بظاہر مِن جو مما مین ہے تبعیضیہ ہے سواس
سورۃ مین ماملکت یمینک سی دو باتین معلوم ہو جائینگی ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اموال فی
کی مالک نہ تہی دوسری جسقدر کی مالک ہوئی وہ بمجرد مسلط ہو جانیکے مالک نہین ہوئی تہی ورنہ سبہی کے مالک
ہوتے کیونکہ سبب ملکیتہ اس صورتمین تسلط ہے ہو گا سو وہ سبہی مین پایا جاتا ہے تو اب لاجرم کسی اور سبب سے مالک ہوے
ہونگے اور بظاہر بجز اسکے کہ بعد تقسیم آپکی قبضہ مین آگیا اور کچہہ معلوم نہین ہوتا چنانچہ لفظ یمینک خود قبضہ پر دلالتہ کرتا
ہے ورنہ اگر قبض کی ضرورۃ نہوتی فقط ملکت بصیغہ خطاب فرمادیتی لفظ یمینک کی کچہہ حاجتہ نہتی باقی کلام رہے اسمین
کہ قبل قبض مالک تو نہتی پر جیسے قرض خواہ مال مدیون مین اور غانمین مال غنیمتہ مین مستحق ہوتے ہین اور بوجہ اس استحقاق
کے مدعی بن سکتی ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی مال فی مین مستحق تہی یا مثل فقراء و مساکین کہ اونکو مال اغنیاء مالکان زکوۃ
مین اس قسم کا استحقاق نہین ہوتا کہ مدعی ہو سکین بلکہ قابل اعطا اور مصرف عطا ہوتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بہی فقط منجملہ مصارف تہی اسلئے اسکی تحقیق بقدر فہم نارسا گذارش ہے جناب من استحقاق دو قسم کا ہوتا
ہے ایک استحقاق قوی اور اوسکو ہم استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی اور استحقاق حقیقی بہی کہتی ہین دوسرا
استحقاق ضعیف اور اوسکو ہم استحقاق انفعالی اور استحقاق نوعی اور استحقاق مجازی بہی کہتی ہین اور وجہ
تسمیہ بیان معنی سی انشاء اللہ ظاہر ہو جاویگا استحقاق قوی مین مستحق کی جانب کوئی امر وجودی ہونا چاہیے جو
منشاء استحقاق اور مبداء دعوی بنسکے ورنہ مستحق حقیقتہ مین مستحق نہو گا حیز مزاحم ہو گا سو یہ بات دین کی صورۃ
مین تو ظاہر ہی ہی غنیمتہ مین بہی مخفی نہین کیونکہ جہاد امر وجودی ہے اور یہی لم معلوم ہوتی ہے کہ مال غنیمتہ کی
تحصیل کو بندون کی طرف منسوب فرمایا اور یون فرمایا واعلموا انما غنمتم من شئ ورنہ حقیقتہ مین سب چیزین خدا ہی
کی دی ہوئی ہین اور استحقاق ضعیف مین فقط مفلسی اور ناداری جو امر عدمی ہے کفایتہ کرتا ہے لیکن ظاہر ہے

کہ عدم مثبت وجود نہیں ہو سکتا اسلئے حق جو امر وجودی ہی ناداری سی جو امر عدمی ہی ثابت نہوگا اسیواسطے اگر کوئی
کسی مفلس کو کچھہ ندی تو بہ نسبت اوس مفلس کی ظالم نہ گنا جائیگا اور نہ مفلس اوسکی نالش فریاد کر سکیگا ہان اگر حقوق
واجبہ کسی مفلس کو بھی ندی تو عند اللہ گنہگار ہو کیونکہ مفلس کا حق نہیں تو خدا کا تو ہی بالجملہ ناداری اور مفلسی مثبت
حق نہین فقط موجب قابلیتہ ہی اور یہ قابلیتہ تمام نوع مفلسین مین برابر ہی تو جس کسیکو دیدیگا کام چلجائیگا اسیواسطے محققین کے
نزدیک جملہ مصارف مندرجہ آیہ انما الصدقات کا احاطہ اور استیعاب ضروری نہین یعنی یہ لازم نہین کہ سبہی اصناف
کو دی کیونکہ یہان مدار کار امر عدمی پر ہی جو ناداری ہی اور وہ سب مین برابر ہے اور یہہ بابعد آیتہ مسلم ہی کہ سب
اشخاص اصناف مذکورہ کا دینا لازم نہین سو اگر بالفرض بوجہ مفلسی دینا ضروری ہوتا تو سبکو دینا ضروری ہوتا اور جب
سب اشخاص کا دینا ضروری نہین تو سب اصناف کا دینا بہی ضرور نہین اور اس ناداری کی وجہ سی ان مصارف کا مقرر کرنا
اکثر اصناف مین تو ظاہر ہی ہی پر عاملین اور مولفۃ القلوب مین ناداری کا ہونا ہمیشہ ضروری نہین مدار استحقاق ہوناتو
درکنار سوم کا جواب یہ ہی کہ عاملین کا دینا تو وہ فقرا مساکین وغیرہم ہی کا دینا ہی کیونکہ یہہ نہون تو صدقات کیونکر
وصول ہون تو گویا یہہ اونکی نوکر اور اجیر مین انکا دینا فقرا مساکین ہی کی کام مین خرچ کرنا ہے گویا نہین کیا دیا فقرا
مساکین وغیرہم ہی کو دیا باقی رہی مولفۃ القلوب سو انکا دینا بہی موجب تکثیر صدقات تہا کیونکہ زکوۃ خوشی خاطر سی تو کوئی
کوئی دیتا ہی البتہ عامل کو اگر سلطان وقت کی تیغ ہو تو وصول ہو سکی ہی سو فتح مکہ سی پہلی پہلی بسبب قلت اہل اسلام کی
مددگارون کی حاجتہ تہی اور وقت فتح مکہ کو بظاہر ایک وجہ سے جماعتہ کثیر ہو گئی تہی لیکن حقیقت کو دیکہئی تو قصہ بدستور تہا
کیونکہ مولفۃ القلوب بظاہر مسلمان تہی جبتک ایمان دل مین خوب نہ جما تہا مگر چونکہ داد و دہش مین اثر ہی کہ دینی والیکی محبتہ لینی
والیکے جی مین پیدا کردی ہی تو اس تدبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتہ جو بیخ ایمان ہے اونکی دلمین جمائی گئی اور چونکہ
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بکثرت ہو گئی اسواسطے اب مولفۃ القلوب کا سہم ہی ساقط ہو گیا الحاصل مولفۃ القلوب کا
دینا بہی انکی وجہ سی فقرا مساکین وغیرہم ہی کا دینا تہا کیونکہ انکا دینا اونکی حق مین بمنزلہ تجارۃ تہا سو سطی جب اس تجارہ مین کچھہ
نفع نرہا اسکو موقوف کر دیا معہذا اوس زمانہ کی فقرا اور مساکین اسلام کی فقر و مسکنتہ کی وجہ ہی کفار کی مخالفہ ہوئی تہی سو انکو
کچھہ دیکر اپنا موافق دلی کر لینا گویا فقرا اور مساکین ہی کو دینا ہی کیونکہ داد و دہش سی فقرا کا فقر رفع ہو جاتا ہی سو
وہی بات یہان بہی نکلی ان وجوہ سی یون سمجھہ مین آتا ہی کہ المولفۃ کا لام عہد کی لئی ہو الغرض استحقاق ضعیف مین
مصرف کی جانب فقط امر عدمی ہوتا ہی اسی لئی اونکی طرف سے دعوی اور طلبگاری نہین ہو سکتی ہان خدا کی طرف سی حکم جو امر
وجودی ہے منشا استحقاق ہوتا ہی اسلئی خدا کی طرف سی مطالبہ اور مواخذہ رہتا ہی اور زکوۃ کو حق خداوندی کہتی ہین گو فقرا

مساکین کیطرف بہی مجازاً منسوب کر دین جب یہہ بات متحقق ہو چکی تو اب سنیئے کہ اموال فی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب کسی ایسی امر
وجودیکا ہونا تو جو منشاء استحقاق ہو سکی ظاہر البطلان ہے بہر فرض آپکا کفار کیجانب نہ آنا تہا وصیۃ کی کوئی صورت نہین ایک غنیمۃ
ہونیکا احتمال تہا سو اوسکو بہی جناب باریتعالی نی فما اوجفتم فرماکر رفع کردیا تو اب بجز اسکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا استحقاق از قسم استحقاق ضعیف ہو کوئی صورۃ بن نہین پڑتی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خداوند کریم نے
مال فی کی تحصیل کو بندونکی طرف منسوب نہین فرمایا بلکہ لفظ افاء اللہ مین اپنی ہی طرف نسبت کیا اور اسیلئی یون سمجھہ مین
آتا ہی کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا سہم ساقط ہو جائی چنانچہ مذہب اکثر اہل حق یہی ہی اور شیعہ سہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کی لئی تجویز کرتی ہین تحکم محض ہی آیۃ مین کوئی دلیل نہین ہے غرض صورتمین فقط آفاء اللہ سی
یعنی خداوند کریم کی اوس مال کو کفار کی قبضہ سی نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادینی سی ملکیتہ ثابت نہوئی
چنانچہ بدلالتہ ما ملکت یمینک مذکور ہو چکا اور پہر ادہر کوئی صورۃ استحقاق کی بہی نہین تو بجز اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم منجملہ مصارف مال فی ہون کیا کہئی بہر حال آیۃ ما ملکت یمینک مما افاء اللہ مین اگر افارۃ فی بمعنی اصطلاحی سی
مشتق ہو تو درصورتیکہ مِن مما مین تبعیضیہ ہو ہماری مخالف نہین بلکہ اور موید ہی اور اگر بر خلاف ظاہر مِن کو بیانیہ کہیی
تو پہر ما مما مین موصولہ نہوگا جو عموم پر دلالتہ کرے اور تمام فی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ موصوفہ ہوگا ورنہ لازم
آئی کہ مال فی ما ملکت مین منحصر ہو اور سوا ما ملکت اور کچہہ نہو الغرض اگر مِن بیانیہ ہو تب بہی ہماری مخالف نہین
غایتہ ما فی الباب ہماری لئی دلیل بہی نہو یہہ سارا جہگڑا تو اوسصورتمین ہی کہ افارۃ فی بمعنی اصطلاحی ہی مشتق ہو اور
درصورتیکہ افارۃ بمعنی اعادۃ اور روکی ہو اور حاصل یہہ ہو کہ خداوند کریم نی اپنی مال کو کفار سی ہٹاکر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہاتون ڈالدیا تو پہر مستدل ملکیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لئے اس آیتہ مین کوئی دستاویز نہوگی کیونکہ
یہہ معنی غنیمت اور فی مین دونون مین بن پڑتی ہین اور حق دیکہئی تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ
منشاء اور مبدا اس اصطلاح کا اگر ہی تو آیۃ سورہ حشر یعنی ما افاء اللہ علی رسولہ ہی مگر سورہ احزاب جسمین آیۃ ما ملکت یمینک
مما افاء اللہ ہی سورہ حشر سے پہلی نازل ہو چکی تہی چنانچہ اتقان مین ابن خریس کی روایتہ جو درباب ترتیب
نزول سور تہامی قرانی نقل کی ہی اوسمین یہہ ترتیب مصرح مذکور ہی مہندا سورہ حشر مین بہی خود افا بمعنی اصطلاحی نہین
بلکہ معنی لغوی مراد ہین کیونکہ شرط فی بمعنی اصطلاحی کی یہہ ہی کہ جنگ و جدال کی نوبتہ نہ آئی سو یہہ بات کبہی قتل و
قتال اور بی جنگ و جدال ملی ہاتہہ آجائی یہہ تو فما اوجفتم سی ماخوذ ہی اگر آفار کی مفہوم مین یہہ بات داخل ہوتی تو فما اوجفتم
کے کیا حاجتہ تہی پر جب یہہ لفظ کثیر الاستعمال ہوا ہو تو اختصار کی لئی ساری جملہ ما فاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم آگے

۲۸۸

یعنی ایک لفظ فی مین بہری جیسی جہاد مین تمام جاہد وابا موالہم وانفسہم فی سبیل اللہ کی معنی داخل کر دیے ہین الغرض
جب آیتہ سورہ حشر مین جو ماخذ اصطلاح مذکور ہے خود افا بمعنی لغوی ہو توجو آیتہ اس سی پہلی نازل ہو چکی وہمین افا بمعنی اصطلاح
کیونکر ہوگا اب بفضلہ تعالی جملہ مراتب متعلقہ آیتہ ما افاء اللہ سی فراغتہ پائی اور ہر فہمیدہ وغیر فہمیدہ کے نزدیک یہہ بات
متحقق ہوگئی کہ فدک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہتا نہ اومین ہبہ کی قابلیتہ اور نہ اوسمین میراث جاری ہوسکے
اور یہہ ہی متیقن ہوگیا کہ روایتہ ہبہ فدک جو شیعونکی نزدیک درباب غصب فدک دلیل کامل ہی محض افترا اور بہتان ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی تصور مین نہین آسکتا کہ مال غیر مملوک کو دیدہ و دانستہ کسیکو بطور ہبہ حوالہ کر دین
ہان اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ سمجہنی کا احتمال ہوتا تو یون ہی سہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی
کلام اللہ اور کلام اللہ کی دقائق کو نسمجہین تو پہر کون سمجہے ہم جیسے ہیچمدان تو کلام اللہ کی اشارات سمجہ جائین اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسمجہین سمجہہ مین نہین آتی مگر شیعونکی نزدیک یہ بات ہو تو ہو یا یون ہوتا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم رسول نہوتی کوئی امتی ہوتی تو یون ہی کہہ سکتے کہ اجتہاد تہا کچہہ وحی تو تہی ہی نہین جو غلطی نہوتی
یہان تو یہہ صورت کہ اگر اجتہاد ہی ہو تب یہ امر ممکن نہین کہ آپ غلطی کرین اور پہر متنبہ نہوی ہون اس صورتین
اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال نقل کفر کفر نباشد آپ کلام اللہ سی اس اشارہ کو کہ فدک جو منجملہ فی ہی مملوک نہین نہ سمجہی
ہوتی اور اس وجہ سی براہ غلطی ہبہ ہی کر دیتی تب لازم تہا کہ وحی ربانی سی اصلاح اور تصحیح ہو جاتی اور فدک کو مسترد فرماتی
سو اگر شیعہ اتنی گنجائش پا کر کہ سنیونکی نزدیک ممکن ہی کہ نبی سی اجتہاد مین غلطی ہو جائی چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام
سے باوجود نبوۃ حکم مین غلطی ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا باوجود نبی ہونیکی صحیح سمجہ جانا چنانچہ سورۃ انبیا
مین آیتہ داؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث الخ مین مذکور ہے اس بات پر شاہد ہی ہے اپنی مذہب سی دست بردار ہو کر
حضرت ابوبکر صدیق کی ضد مین یون کہنی لگین کہ فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہونا بشہادۃ کلام اللہ مسلم لیکن
ہمین اسمین ہی شک نہین کہ فدک کو ہبہ ہی ضرور ہی کیا ہبہ ہو تو یہ ہو کہ بوجہ غلطی اجتہاد کلام اللہ کا یہ اشارہ نہ سمجہا
ہو سو اس کا جواب اول تو یہ ہی کہ اتنی دور جانی اور اسقدر تکلیف کرنی کی کیا ضرورۃ ہی اس سے سہل ترکیب یہ
بتائی دیتا ہون جسمین مذہب کو ہی آنچ نہ آئی اور بات کی بات بنی رہی یعنی مناسب یون ہے کہ یہ بات نعوذ باللہ
خدا ہی کی ذمہ لگائی اور اسبات مین ہی بدستور دیگر اغلاط خداوندی نعوذ باللہ منہا بدا کی قائل ہو جاے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو اس لوث سی بچا لیجئے کیونکہ یہ بزرگی تو اسلاف شیعہ نے خدا ہی کے لئے تجویز کر رکہی ہے اور
با این ہمہ کچہہ حاصل ہی نہین سنیون کی نزدیک اگر نبی کی نسبتہ اگر غلط فہمی کا امکان ہے اور

اونکی نزدیک کیا وہ بہی خدا ہی کی کہی ہین تو وہ اسبات کی بہی قائل ہین کہ وحی سے اوسکی اصلاح ضروری
ہے بہرحال فدک کی ہبہ ہونیکی کوئی صورۃ نہین جو روایۃ ہبہ کو مانیے اور اسوجہ سے حضرت فاطمہ زہرا رض
کو مالک جانئے غرض ہبہ کا باطل ہونا روشن ہوگیا اور کیونکر روشن نہو ہبہ کی لیے ملک واہب مقدم ہی سو یہان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا بنسبتہ اراضی فی جسمین سی فدک بہی ہی مالک نہونا ثابت ہوگیا اور علی ہذا القیاس فدک
مین میراث کا جاری ہوسکنا نہوسکنا بہی بخوبی واضح ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ اگر آیۃ یوصیکم اللہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر شامل ہے اور خطاب عام ہی خاص امتہ ہی کو نہین تب بہی بنسبتہ
ابوبکر صدیق کوئی حرف عائد نہین ہوسکتا کیونکہ آیتہ ما افاء اللہ منجملہ متروکہ نبوی بنسبتہ فدک وغیرہ اموال فی
کی مخصص ہی چنانچہ واضح ہوچکا بلکہ غور سی دیکہیی تو تخفیص کی کہنی کی بہی کچہہ حاجتہ نہین تخصیص ہوتو
یہہ معنی ہون کہ آیتہ یوصیکم اللہ سی بنسبتہ فدک بہی یہی حکم نکلتا تہا لیکن مثل استثنا آیتہ مذکور یا کسی
مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا کردیا ہے سو یہہ بات یہان کو سون پاس کو نہین پہٹکتی کیونکہ آیتہ یوصیکم
اللہ اگر متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل ہی ہوگی تو اوس متروکہ کو شامل ہوگی جو مملوک نبوی
ہی ہو کیونکہ میراث تو اشیاء مملوک مورث مین جاری ہوتی ہی فدک جب وقف ہوا تو مملوک ہی نہین تو عموم
آیتہ یوصیکم اللہ مین داخل کیونکر ہوا اگر یہہ آیتہ نہوتی تو البتہ در صورۃ تسلیم عموم خطاب اسکی ضرورۃ
پڑتی کہ حدیث ما ترکناہ صدقتہ کو مخصص کہیی لیکن بحمد اللہ اسکی ضرورۃ ہی نہوئی لیکن تاہم تکثیر سواد وجوہ
رفع مخالفتہ آیتہ مذکور و حدیث مسطور کی لیی ماسوا اوس تقریر کی جو دربارہ تخصیص گذر چکی ہی اسقدر اور
مرقوم ہے کہ آیتہ یوصیکم اللہ مین کچہہ ہی تخصیص نہین ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکہ مین میراث
جاری نہین ہوئی بلکہ بالاتفاق فریقین اور بہت سی تخصیصین ہوئی ہین چنانچہ کافر وارث نہین ہوتا غلام وارث
نہین ہوتا قاتل مورث وارث نہین باینہمہ ان تخصیصات پر کلام اللہ کا کوئی لفظ آیتہ مذکور سے متصل
ہو یا منفصل دلالتہ نہین کرتا بجز اسکے نہین کہہ سکتی کہ احادیث مخصص ہوئی ہون پہر اسی حدیث ماترکناہ
صدقتہ نے کیا قصور کیا ہے کہ مخصص نہو سکے اگر یہہ حدیث آیتہ مذکور کی بایں معنی مخالف کہتی ہو کہ مخصص
ہے تو جو حدیثین اور تخصیصون پر دلالتہ کرتے ہین بدرجہ اولی مخالف ہون گی کیونکہ نہ کوئی لفظ اس
آیتہ مین اونکی موید ہے جیسا کہ قرینہ غیبتہ یوصی جو خصوص خطاب کم پر دلالتہ کرتا ہی چنانچہ مذکور ہوا مضمون
حدیث ماترکناہ کی موید ہی اور نہ کوئی اور ہے آیتہ اون احادیث کی مساعد ملتی ہے جیسا کہ آیتہ

ما افاء الله حدیث مذکور کی مساعد ہی الحاصل اگر آیۃ ما افاء الله سی ہی قطع نظر کیجی اور حدیث مذکور کو مبین خطاب
اور مفسر مراد حدیث لکہئی تب ہی بیش برین نیست کہ حدیث مذکور آیۃ مسطور کے مخصص ہوگی مخالفۃ کجا اور اگر
تخصیص ہی مخالفۃ کہلاتی ہی تو ایسی مخالفۃ شیعہ سنی سبکے نزدیک درست ہی تکرار کی کیا بات ہی ہان مخالفۃ
اسی کہتی ہین کہ میت کی ماباپ کی ہوتی اوسکی اولاد کے اولاد کو میراث ندی جاۓ جیسی کہ شیعہ کہتی ہی ہین اور
کرتی ہی ہین حالانکہ اولاد کی اولاد بلا شبہہ اولاد ہی مین داخل ہی اور خود جناب باریتعالی ہی فرماتی ہین یوصیکم الله
فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اولاد کو میراث دلانیکی باب مین خود جناب باریتعالی وصیۃ فرماتی ہین پہر جب
اولاد کی اولاد ہی اولاد ہی ہوئی تو اونکی وراثۃ آپ ثابت ہوگئی اور اگر اولاد الاولاد کی اولاد ہونی مین
ہی حضرات شیعہ کو سند ہی کی ضرورۃ ہی اور بی سند اور بی دلیل ایسی مضامین ذہن مین بیٹہہ سکتی تو لیجی سند بے
موجود ہی کلام الله مین اولاد کی اولاد ہی کو آیۃ مباہلہ یعنی ندع ابناءنا و ابناءکم مین ابناء فرمایا اسلئی کہ باتفاق
فریقین ابناءنا سی حضرت حسنین و بخیر ہما مراد ہین حالانکہ وہ دونون صاحبزادی رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی نہتی
بیٹی کی بیٹی تہی دوسری رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی زمانہ مین جو حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد
تہی اونکو خداوند کریم بار بار بنی اسرائیل کہتا ہی حالانکہ بنی اسرائیل کی معنی بعینہ اولاد یعقوب ہی اس لئی
کہ بنی بمعنی اولاد اور اسرائیل سی مراد حضرت یعقوب ہین اور سب جانتی ہین کہ اوس زمانہ کی بنی اسرائیل حضرت
یعقوب کی بیٹی تو تہی ہی نہین اولاد کی اولاد تہی وہ بہی کئی پشتون بعد علی ہذا القیاس رسول الله صلی الله
علیہ وسلم کی زمانہ کی آدمیونکو خداوند کریم اس آیۃ مین یابنی آدم لایفتننکم الشیطان اور نیز اور آیات مین بنی آدم
فرماتا ہی حالانکہ حضرت کا اون مین سی کوئی بہی بیٹا نہہا اگر تہی ہی تو کہین اٹہ سنگ کی پڑسنگ جاکر اولاد
کی اولاد ہوتی تہی دوسری مخالفۃ اسی کہتی ہین کہ بیوی کو زمین اور زمین کی قیمۃ سی میراث نہین
دیتی اور علی ہذا القیاس برادران اور ہمشیرگان مادری کو مقتول کی دیۃ مین سی میراث نہین دیتی اور
دین تو قاتل کو مقتول کی ترکہ اور دیۃ مین سی میراث دین بشرطیکہ خطا سی یا شبہ خطا سی قتل کیا ہو حالانکہ
نصوص قرانی زوجہ اور بہنون اور بہائیون کی سب کی توریث مین عام ہی زمین کی اور اوسکی قیمۃ اور دیۃ کی
کچہہ تخصیص نہین اور ایسطرح جملہ القاتل لایرث بہی جسسی قاتل کا محروم ہونا ثابت ہوتا ہی عام ہی عمد او خطا کی تخصیص کے
کوئی وجہ نہین باایں ہمہ اور اور بہی سنی میت کی بڑی فرزند کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹہی اور پوشاک میت کی
بدون عوض دلاتی ہین اور اسباب مین شیعہ بعض اپنی ائمہ سی بہی روایۃ کرتی ہین کہ اونہون نی اپنی باپ کی

ترکہ مین ان اشیا مین سی اور وارثون کو حصہ نہین دیا بلا عوض سبکا سب آپ ہی رکہا اور پہر وس روایتہ کا راوی
سوا شیعہ اور کوئی نہین حالانکہ یہہ روایتہ سراسر مخالف قرآن ہی اگر عذر عصمۃ ائمہ ہی اور یون کہی کہ امام
معصوم ہوتا ہی اور معصوم سی ظلم وستم اور خطا نہین ہوتی جو کچہہ اونہون نی کیا صحیح ہی کیا ہوگا ہم نسمجہین تو کیا
ہوا تو اول تو اہل سنتہ کسی کو سوا انبیا معصوم ہی نہین سمجہتی جو اونکی سامنی یہہ عذر چل سکی اور سلمنا کہ
فعل معصوم مین خطا نہین ہو سکتی لیکن بالاتفاق قول معصوم اتباع اور اقتدا مین فعل معصوم سی مقدم ہی کیونکہ
افعال مین تو یہہ بہی احتمال ہی کہ خاص اوسکی لئی ہو آخر بیسیون احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتہہ مخصوص
تہی منجملہ اونکی دربارہ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق مین چار کی قید نہونی معلوم ہی ہوچکی صوم وصال کا
آپکی لیے جایز ہونا اورون کی لیے نہونا سبکو معلوم علی ہذا القیاس اور بہت سی امور ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہی کی ساتہہ مخصوص تہی اور کچہہ کچہہ اونکا مذکور ہی ہوچکا اور قول مین یہہ احتمال نہین ہوتا اگر اوسمین
کسیوجہ سی کوئی تخصیص ہی ہوتی ہی تو کسی ایک آدہی کی ہوتی ہی ہر حال حسب قول بعض ائمہ کہ وہ اگر بالفرض
معصوم ہی ہین تو کہین اتنی ہین جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابل اقتدا و اتباع ہو چنانچہ شیعون کی نزدیک
۲۹۲
علی العموم یہہ حکم جاری ہی ہر کس وناکس کو یہہ مقام حاصل ہی کہ مصحف وانگشتری وغیرہ ترکہ پدری مین
سے بدون عوض لیلی تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لانورث ما ترکناہ صدقتہ بدرجہ اولی لایق
اتباع ہوا اور جب ان امور کو ہی لحاظ کیجی کہ ائمہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر نہین اور ابوبکر صدیق نی خود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی یہہ بات سنی اور آج کل کی شیعہ جو روایتہ مذکور پر عمل کرتی ہین اونہین سنتا تو
کہان نصیب اونکی زیادہ یہی میسر نہین آئی معہذا حدیث لانورث ما ترکناہ صدقتہ ایک وجہ سی مبین خطاب بہے
ہو سکی ہے اوس کا مخصص ہونا ایسا ظاہر نہین کہ اوسکی سوا احتمال ہی نہو بلکہ قرین عقل بعد غور کی مفسر اور
مبین ہونا ہی ہی بخلاف روایتہ شیعہ کی کہ وہ مخصص کیا مخالف ہی کیونکہ تخصیص کے لیے کوئی وجہ تو چاہیی
یہان بجز دہینگا دہینگی کی اور کچہہ نہین غرض ان امور کی لحاظ سی روایتہ شیعہ روایتہ ابوبکر صدیق کی پاسنگ بہی
نہین ہو سکتی معہذا ہم پوچہتی مین کہ سند ائمہ دربارہ تخصیص کیا ہی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل و
قول ہی تو ابوبکر صدیق نی بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قول سی یہہ تخصیص کی تہی کہ فدک
ندیا تو کچہہ چنگیز خان اور قانون انگریزی کا حوالہ نہین دیا تہا ہان ابوبکر صدیق کی جانب البتہ اتنا قصور ہے
کہ اونہون نی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی سنا تہا کوئی راوی بیچ مین نہتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے اسباب مین کچھ علاقہ نہین تو دو خرابیان لازم آئینگی اول تو معصوم ہوکر کلام اللہ کی مخالفت کیا
معصوم کی تو معنی یہی ہین کہ احکام خداوندی کی خلاف اوس سے ہو سکی دوسری یہ کہ ہی پر اکتفا نکیا امتہ کے لئے
بھی یہی حکم مخالف رہا اور یہہ دونون خرابیان پہلے شق پر بھی برابر وارد ہین کیونکہ کلام اوس صورۃ پر ہے
کہ تخصیص کو مخالفت کہئی سو اس صورۃ مین مخالفۃ کہین نہین گئی آہین کوئی کیون نہو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہون یا کوئی اور کلام اللہ کی مخالفت تو کیسیکے بات کیون نہو قابل شنوائی نہین علے ہذا القیاس
اور تخصیصات مسطورہ کو جو بحوالہ مذہب شیعہ مرقوم ہوئی ہین اور واقع مین تخصیصات نہین مخالفات
ہین چنانچہ ظاہر ہے ایکطرف دہر دیئے اور حدیث ابوبکر کو ایک طرف رکہئی اور بوجہ عقل اور نقل آیتہ یوصیکم اللہ
سے اوسکی چسپیدگی اور مخالفات شیعہ کی منافرۃ کو ملحوظ کرکے دونون کو تولیے اور پہر بولئے کہ
کس طرف پلہ جہکتا ہے الحاصل ہر ہر سخن سے شیعون کی سخن فہمی اور ہر ہر قدم پر اون بزرگوارون
کی عقل ونقل سے مناسبتہ معلوم ہوتی جاتی ہی پر ہر بات پر گرفت کرنے مین بہی تہکا جاتا ہون اور نیز شرم
آتی ہی کہ ان بیچارون کو الزام دیگر کہان تک شرمائی اسلیئے باقی امور کا جواب لکہنے سے جی رکتا ہی اور یون
خیال آتا ہی کہ جب اس فرقہ کی خوش فہمی ہر ہر سطر پر معلوم ہوگئی تو اہل انصاف اسی سے سمجہ جائینگے اور
یہی ایسی ہی گل کہلائی ہونگی لیکن یقین سی اطمینان کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے گو اتنی تقریرون سے جو مرقوم
ہوچکی مولوی عمار علی صاحب کے خط معلوم کی امور باقیہ کا غلط ہونا ہی متیقن اور متحقق ہوگیا لیکن شائقین
کو یہہ تردد ہوگا کہ دیکہی اونکی غلط ہونیکی کیا کیا وجوہ ہون اسلئے باوجود قلتہ فرصتہ اور کثرت ضروریات
اور یہی حرکتہ کرنی پڑی اسلئے بقدر مناسب در بارہ مخالفت حدیث لانورث ما ترکناہ صدقہ اور آیتہ وہب لی من
لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اور آیتہ وورث سلیمان داود کی اپنی مافی الضمیر کو قلم کی نیچی کہینچتا ہون اول
قابل لحاظ یہہ بات ہی کہ جب آیتہ یوصیکم اللہ مین خطاب مخصوص امتہ کی لئی ہوا تو اس حدیث ہی کی اہل سنتہ کو
کچہہ ضرورۃ نرہے اور کسی کے مال مین میراث جاری ہو کہ نہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال مین
تو وراثتہ جاری ہو ہی نہین سکتی کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس حکم مین داخل ہی نہین بااینہمہ جب
آیتہ ما افاء اللہ سے فدک کا غیر مملوک ہونا ثابت ہوگیا تو جھگڑا ہی تمام ہوگیا اب اگر کوئی کہین سے خاص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ترکہ مین میراث کا جاری ہونا ثابت بہی کرے تب بہی فدک مین
تو میراث جاری ہو ہی نہین سکتی القصہ اگر بوجہ مخالفۃ ظاہری جو حدیث مذکور اور آیات باقیہ مین

ظاہر ہنیوں کو معلوم ہوئی ہی حدیث مذکور غلط ہی ہوجاوی تب کچھہ حرج نہین اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم باشارہ آیۃ یوصیکم اللہ ہی اس حکم سی مستثنی ہین پہر اگر اور انبیاء کی ترکہ مین میراث جاری ہوئی ہی تو ہوا
کرو کلام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکہ مین ہی غایۃ ما فی الباب حدیث مذکور غلط ہو لیکن اسکی غلط ہونیسی
فدک نہین مل سکتا ہان آیۃ یوصیکم اللہ اگر غلط ہوجاوی تو البتہ شیعونکا کلیجہ ٹھنڈا ہو دوسرے اگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکہ مین ہی میراث جاری ہو تب جس چیز مین تنازع ہی یعنی فدک مین بشہادۃ آیۃ ما افاء اللہ
میراث جاری نہین ہو سکتی اب اگر مخالفۃ باہمی حدیث و آیات کی ثابت ہی ہوگئی تو حدیث ہی غلط ہوجاو
پر شیعو نکا مطلب تو ثابت نہین ہوتا ہان اگر آیۃ ما افاء اللہ پر شیعہ خط اکھینچ کر ایمان پر خط کھینچ جائین تو کیون نہین
بہرحال بغرض اثبات براءۃ حضرت صدیق اکبر یعنی باین غرض کہ فدک کا ندینا موافق حکم نبوی تہا ہمین اسکی
ضرورۃ نہین کہ حدیث مذکور اور آیات مذکورہ مین موافقۃ ثابت کریں اور مخالفۃ جو بظاہر نظر آتی ہے اوسکو
باطل کرکے حدیث مذکور ثابت کرین اسباب مین اشارہ یوصیکم اللہ اور دلالۃ ما افاء اللہ کافی ہی پر بغرض
اثبات صدق صدیق اکبر اسباب مین ہی گفتگو کرنی ضرور ہوئی اسلئے بنظر تقدم و تاخر آیات اول
درباب مخالفۃ حدیث اور آیۃ وہب لی من لدنک الخ مین گفتگو چہیڑتا ہون پر شرط یہہ ہی کہ بغور سنئی اگر وراثۃ
سی اس آیۃ مین وراثۃ مالی مراد ہی اور اس وجہ سی حدیث کو اس آیۃ کی مخالف کہتی ہین تو دو حال سی خالی نہین
آل یعقوب سی یا تو خود ذات بابرکات حضرت یعقوب علیہ السلام مجازاً مراد ہو چنانچہ محاورات عرب مین
اکثر پایا جاتا ہے کہ آل فلان بولتی ہین اور اوس سی خود وہی شخص مراد ہوتا ہے یا حقیقی معنی مقصود ہون
یعنی آل یعقوب سی اولاد یعقوب مراد ہو سو اول صورۃ مین تو لازم آئیگا کہ تادم دعاء مذکور مال حضرت یعقوب
جنکی انتقال کو دو ہزار برس سی زیادہ ہوچکی تہی بجنسہ غیر منقسم رکہا ہوا ہو اور آگی حضرت زکریا
کو یہہ یقین ہوا کہ میری وفاۃ سی پہلی ابہی اور شبہ بہی تقسیم نہین ہوتا کیونکہ اگر تقسیم ہو لیا ہوتا یا بعد اس دعاء کی
قبل وفاۃ حضرت زکریا کی تقسیم ہوجاتا تو پہر جملہ یرث من آل یعقوب کی زیادہ کرنیکی کیا حاجۃ تہی لفظ یرثنی ہی
کافی تہا کیونکہ اس صورت مین وہ مال حضرت زکریا کا ہی ہوچکا اب حضرت یعقوب کا نہ عرفاً رہا نہ شرعاً
حضرت یحیی وارث ہون تو ہر طرح سی حضرت زکریا ہی کی وارث کہلائین گی حضرت یعقوب کی وارث نکہلائینگی
اس صورت مین لاجرم جملہ یرث من آل یعقوب غلط ہوجائیگا اور پہر لغو جدا رہیگا کیونکہ حضرت زکریا کی نسبۃ تو وراثۃ
بر دلالۃ یرثنی مین موجود تہی یرث من آل یعقوب کی کیا ضرورۃ تہی بہرحال اسصورت مین اس وجہ سی یون کہنا پڑیگا

کہ دو ہزار سال سی زیادہ عرصہ گذرا اور باینہمہ حضرت یعقوب کا مال غیر منقسم ہی رہا سو ایسی بات دیوانون کی سننی کی
ہی عاقلون کی کانون مین تو ایسی نامعقول باتون کی سمائی نہین کون کہیگا کہ دو ہزار سال سے زیادہ ایک
شخص خاص کا مال باوجود اس کثرۃ اولاد کی کہ شاید کسیکی نہوئی ہو غیر منقسم رکہا رہا ہو اور اگر آل یعقوب سی معنی حقیقی مقصود
ہون اور اولاد یعقوب مراد ہو تو یہہ معنی ہون کہ حضرت یحیی تمام بنی اسرائیل کی وارث ہون جو تعداد مین لکہو
کہا سی متجاوز ہونگی اور پہر باینہمہ حضرت یحیی تمام احیاء و اموات سی ایسا رشتہ و قرابتہ رکہتی ہون جو موجب
وراثتہ ہوسکی معہذا یہہ بہی ضرور ہو کہ اوس زمانہ کی بنی اسرائیل مین جو جو زندہ ہون وہ لاجرم حضرت یحیی کی سامنی
مر ہی جائین تاکہ وارث جو حضرت زکریا ہین اور یرث من آل یعقوب وسیر دلالتہ کرتا ہی ظہور مین آئی سو یہہ بات
پہلی بات سی ہی کچہہ آگی بڑہی ہوئی ہی بجز اسکی کہ ان عبارات کی ایسی معنی لینی کو دہنیگا دہنگی اور لبڑ دہون
دہون کہئی اور کیا کہئی عالم و عاقل کی تو تصور مین یہہ بات نہین آسکتی کہ ایسی امور وجود مین آئین اور پہر کوئی نادان
سے ایسی نامعقول تمنائین کرے چہ جائیکہ حضرت زکریا انبیا کی تیزی ذہن اور سلامتہ عقل سب جانتی ہین
اور پہر باینہمہ کیا زیبا تہا کہ جناب باری تعالی ایسی حرپوز باتون کو اپنی ایسی کلام پاک مین نقل فرماتا کہ جسکی
بلاغتہ و متانتہ کا شہرہ آسمان سی زمین تک پہونچا غایتہ ما فی الباب کوئی بات کو بنائی تو یون بنائی کہ من کل
واحد من آل یعقوب اگر فرماتی تو یہہ اعتراض ہوسکتا اور فقط من آل یعقوب سی تو سب بنی اسرائیل کی مال کی
وراثتہ لازم نہین آتی اگر اہل انصاف سمجہتی ہین کہ اگر یہہ معنی ہون کہ بنی اسرائیل مین سی ہر فرد بشر کی وراثتہ
مراد لینی ضرور نہین ایک دو کی وراثتہ ہی کافی ہی تو اتنی بات تو یرثنی مین موجود تہی اسقدر عبارۃ بڑہانی سی
کیا حاصل ہوا مع ہذا ایسی مواقع مین بحکم محاورۃ تمام افراد ہی مراد ہوتی ہین القصہ شیعون کا اس آیتہ کو وراثتہ
مالی پر محمول کرکے بوجہ مخالفہ حدیث مانترکناہ صدقتہ حضرت ابوبکر صدیق اور پیروان حضرت صدیق پر
طعن کرنا بعینہ ایسا قصہ ہی جیسا نکٹی ناک والون نہین جس فرقہ کی علماء کی فہم و فراستہ اور خوش فہمی
اسدرجہ کو ہو تو جاہلون کو تو کچہہ نپوچہئی اونکی عقل سی تو بیشک ہنسی پڑی ہوگی معہذا حضرت زکریا نی بمقام دعا
مین دو لفظ فرمائی ہین ایک تو ولیا دوسری یرثنی اگر ولی سی فرزند مطلوب ہے تب اور یرثنی بیکار اور لغو گفتار ہے بیٹا
آپ وارث ہوا کرتا ہی ایسا کونسا فرزند ہوتا ہی جو قابلیتہ وراثتہ نرکہتا ہو اور اگر یرث کی قید سے یہہ غرض ہو
کہ ایسی اوصاف اوسمین پیدا نہون جو مانع وراثتہ ہون مثلاً کافر نہو یا میرا قاتل نہو کیونکہ کافر اور قاتل میت کی وارث
میت نہین ہوتی تب بہی اسکی کچہہ حاجتہ نہتی اسلئی کہ واجعلہ رب رضیا آگی موجود ہی اسکی یہی معنی ہین کہ ولی ہی دے

توالیسا دی جوتیری مرضی موافق ہو باقی رہا یہہ احتمال کہ ریتنی کی قید اس لئی بڑہائی کہ مبادا فرزند تو عطا ہو لیکن سامنی ہی مرجائی تو یہہ احتمال اوسیکو روا ہی جو نعوذ باللہ خداوند علیم کو فہیم نہ سمجہے اسی دعامین یہہ الفاظ موجود ہین انی خفت الموالی من ورای جس سی یہہ بات نکلتی ہی کہ مجہی اپنی بعد کا اندیشہ ہے اوس اندیشہ کی سبب ولی طلب کرتا ہون سو اب اس دعامین یہہ بات صاف موجود ہی کہ ولی ملی تو ایسا ملی جو بعد تک زندہ رہے بعد الفظ ولی تو اوسی ہی کہین گی جو ولیعہد اور خلیفہ ہو اس مضمون کو حضرت ذکریا کی بعد تک زندہ رہنا آپ لازم ہی اوران سب خرابیون سی قطع نظر کیجی وراثتہ مالی کی نہونیکی ایک یہی وجہ بہت ہی کہ اس صورتمین حضرت ذکریا کی منصب نبوۃ کو بٹا لگتا ہی مال کا اتنا خیال کہ جیتی جی تو تہا ہی مرنی کی بعد کا بہی ایسے ہندوبست ہی اور وہ بہی اسقدر کہ خدا سی بہی کچہہ شرم نہین یہانتک کہ خود جناب باری سے یہہ التجا ہی کہ اسکی بر تینی کی لئی فرزند عنایتہ کر پرلے درجہ کی دنیاداروں اور مہجان دنیا کا کام ہی نہ کہ انبیا کا اور اون مین سے بہی حضرت ذکریا کا جو آزادگی اور وارستگی مین مشہور تہی استغفر اللہ عجب ہی کسقدر بیہودہ ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتہہ انبیا کو بہی نہین چہوڑتے انبیا کی یہہ لوگ کیا قدر جانین اونکی ہمتہ بلند کی سامنی تو تمام متاع دنیا مینگنی کی برابر ہی اون مین سی پہر حضرت ذکریا جیسی بی تعلق وہ ایک قدر قلیل متاع دنیا کی لئی اسقدر کیا نبدوبست کرتی اور وہ بہی اتنا کچہہ کہ خدا تک نوبتہ پہونچی اور وہ بہی اس اہتمام سی کہ اول تمام مراتب اپنی استحقاق کی جس سے خواہ مخواہ دعا قبول ہی کرنی پڑے بیان کیی جائین من بعد تہیہ مطلب سے تو یہہ ہی انی خفت الموالی جس سے اپنی کمال بیقراری اور بیتابی اور ضرورۃ فرزند ثابت ہو جائی تاکہ کچہہ توقف نہو سبحان اللہ بنی نہوئی دنیادار ہوئی اتنی دور کی تو اونہین بہی نہین سوجہتی جسکے رگ وپی مین محبتہ دنیا رچی ہوئی ہے اور شب و روز اسی دہیان گیان مین رہتی ہین علاوہ برین اگر حضرت ذکریا کو یہہ اندیشہ تہا کہ اونکی بنی اعمام اونکی مال کو اونکی بعد بیجا اور بے موقع صرف نہ کرین تو اول تو یہہ اندیشہ ہے بیجا کیونکہ نقل مشہور ہے آپ ہوے جگ پرلون مری کی بعد کوئی سیاہ کرے یا سفید مردہ کو کیا اندیشہ بعد مردن کوئی مواخذہ کی صورۃ ہی نہین اور پہر خدا سی عرض کرنی کی کیا ضرورۃ تہی اس اندیشہ کی تدبیر اور تدبیر بہی وہ عمدہ کہ دصورۃ قبولیت دعا وہ بات ہرگز نہین خود اونکی ہاتہہ مین موجود تہی یعنی اپنی ہاتہہ سے تمام اموال خدا کی راہ مین لٹا جاتے جو اس خوف سی بہی نجات ہو جاتی اور ذریعہ مزید ترقی درجات آخرۃ بہی میسر آتا فرزند اگر نیک بہی ہوا اور اوسی مال کو خدا کی راہ مین صرف بہی کیا تو مردہ کو کیا وہ مال اب فرزند کا ہو گیا ثواب دینی دلانی کا

اوسکو ہوگا باقی رہی یہہ بات کہ ایک دفعہ مال کی لٹادینی مین یہہ اندیشہ تہا کہ اگر بعد اتفاق حیاۃ طویل باقی
نکلی تو پہر اپنا گذارا مشکل ہی سو اسکی یہہ صورۃ ہی کہ اگر ایسی ہی بی صبری اور اسباب کی پابندی ہتی اور باوجود نبوۃ
توکل دشوار تہا تو انبیا کو اونکی موت کی اطلاع ہوجاتی ہی وقت اطلاع موت سب دی دلاجاتی اور وارثان
بدوضع کی لئی کوڑی نچہوڑتی القصہ نظر بروجوہ مذکورہ وہب لی من لدنک سی وراثۃ ثانی مراد نہین ہوسکتی علی
ہذا القیاس آیۃ وورث سلیمان داود مین ہی بحکم قرائن عقلیہ اما دہ وراثۃ مالی ممنوع ہی مگر شاید شیعون کو یہہ عذر ہو کہ یہان
عقل ہی ندارد ہی تو البتہ یہہ عذر معقول خیر اگر شیعہ انصاف کرین تو اسقدر اور معروض ہی کہ باتفاق مورخین اور اجماع
اہل تواریخ حضرت داود کی اونیس بیٹی ہتی ایک حضرت سلیمان اور اٹہارہ اور یہ بہی وارث ہوتی اگر ہوتی حالانکہ
بطور خصوصیۃ جناب باریتعالی کا یون فرمانا کہ حضرت داود کی حضرت سلیمان وارث ہوی اسبات کو مقتضی ہی
کہ حضرت داود کی وارث فقط حضرت سلیمان ہی تہی اور بہائیون کی شرکۃ نہی اور نیز یہہ بہی کہلی ہوئی بات ہے
کہ سب بیٹی باپ کی مال کی وارث ہوا کرتی ہین پہر اسبات کی بیان کرنی سی کیا حاصل نکلا جو جناب باریتعالی
نے اس قصہ کو یاد فرمایا ایسی لغو بیہودہ باتین خداوند متین کی کلام مین نہین ہوسکتی علاوہ برین ایسی بات کی
بیان کرنے مین جس مین تمام عالم نیک و بد شریک ہون کیا بزرگی نکلی جو خداوند کریم نے حضرت سلیمان
کے فضائل و مناقب مین اسکو درج فرمایا اور مقام تعریف مین جنانچہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے ذکر کیا
القصہ مذکورہ یہان ہی وراثۃ مالی مراد نہین ہوسکتی جب بدلائل واضحہ اس سے اطمینان ہوا کہ ہرچہ باداباد
وراثۃ مالی تو مراد نہین تو یہہ تردد ہوا کہ پہر اور کون سی وراثۃ مراد ہوگے اسبات کی اطمینان کی لئی
اول تو حضرات ائمہ کی طرف رجوع کیا اودہر سے یہہ جواب ملا ان سلیمان ورث داود وان محمد صلے اللہ
علیہ وسلم ورث سلیمان یعنی بیشک حضرت سلیمان حضرت داود کی وارث ہوئی اور حضرت محمد مصطفی
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کی وارث ہوئی جنانچہ یہ روایۃ حضرت امام جعفر صادق رض کی حوالہ سی امام المحدثین
شیعہ حضرت کلینی نی اپنی کتاب مین نقل کی ہی سنیون کی کتابون مین ایسی ویسی باتین ہوتین تو شیعون کی لئی گنجائش
انکار ہی تہی بہرحال اس روایۃ سی عیان ہے کہ آیۃ وورث سلیمان مین تو وراثۃ علمی و وراثۃ منصب نبوۃ مراد ہی وراثۃ
مالی مراد نہین کیونکہ رسول اللہ صلعم کو حضرت سلیمان سی کیا قرابۃ تہی جو اونکی وسیلہ سی جو مال حضرت سلیمان کو حضرت داود
کے ترکہ مین سی ملا تہا رسول اللہ صلعم کو میراث مین ملتا معہذا مال ملا تو کب ملا بجز اسکے کچہہ نہین کہ ایسی میراث جو حضرت داود
سے حضرت سلیمان کو پہونچی اور حضرت سلیمان سی رسول اللہ صلعم کو پہونچی بجز میراث نبوۃ اور میراث علم کی اور کچہہ نہین

علاوہ ازین خود کلام ربانی مین کلام سابق اور کلام لاحق دونو اسی بات پر دلالۃ کرتی ہین کہ جملہ ورث کے میراث علمی مراد ہی
میراث مالی مراد نہین چنانچہ حافظان عربی دان پر پوشیدہ نہین بااین ہمہ بندہ ہی ماقبل مابعد دونونکو لکھکر اطمینان
کیئے دیتا ہے کلام سابق تو یہ ہے ولقد آتینا داود وسلیمان علما وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین جسکے
جملہ ورث سلیمان سی ملکر یہ معنی ہوئی کہ بیشک دیا ہمنے داؤد اور سلیمان کو ایک علم اور کہا اون دونون نے شکر اوس اللہ کا
جسنی فضیلت دی ہمکو اپنی بہت بندون ایمان والون پر اور وارث ہوئی سلیمان داؤد کے اور کلام لاحق یہ ہے و
قال یاایہا الناس علمنا منطق الطیر الخ اور مجموعہ کی ملکر یہ معنی ہوئی کہ وارث ہوئی سلیمان داؤد کے اور بولے وہ
لوگو ہمکو سکھائی ہے یعنی خدا نی گفتگو پرندونکی فقط اب دیکھیئے کہ جب جملہ ورث جملہ ولقد آتینا پر معطوف ہو اور
جملہ وقال ورث پر معطوف ہو اور پہران دونون تینون معطوف اور معطوف علیہ کی ایک دوسرے پر
معطوف ہونیکو لحاظ کرین تو درصورتیکہ جملہ وقال جملہ ورث پر معطوف ہو تو اس ارتباط سے اب یہ بات نکلتی
ہے کہ ورث مین وراثۃ علمی مراد ہے ورنہ بے علاقہ دو جملون مین عطف کی کیا معنی جنہی مختصر معانی اور مطول کی
بحث فصل ووصل کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہین کہ اگر وراثۃ سے وراثۃ علمی مراد نہو بلکہ مالی ہو تو پہر عطف
کی جواز کی کوئی صورت نہین چہ جائیکہ موجب فصاحت وبلاغت ہو اور ظاہر ہی تو ہے اسصورت مین ان
دونون تینون جملون مین عطف کا ہونا بعینہ ایسا ہے جیسا زاغ کے ساتھ طوطی کو ایک قفس مین بند کر دیجی
اور جملہ ورث جو بامین اپنی ماقبل اور مابعد کے داخل ہی اوسکی یہ صورۃ ہوگی جیسی کہا کرتے ہین پیادہ مین پیچ کا
لیکہا ایسی غیر مربوط کلام دیوانونگی ہوتی ہے خداوند تعالی شانہ کی شان رفیع سے یہ بات محال ہے کہ ایسے
ناموزون گفتگو کری ہان اگر ایسے مواقع مین محاورات عرب مین لفظ وراثۃ نبولا کرتے تو البتہ فی الجملہ جای تامل
تہی خیر شیعون کو شاید خبر نہو پر حافظان کلام ربانی کو معلوم ہے کہ محاورات ساکنان عرب تو درکنار خود کلام
ربانی مین جو ارباب فصاحت وبلاغت کی نزدیک عربی زبان مین کوئی کتاب یا کوئی عبارۃ اوسکے ہمسنگ تو کیا پاسنگ بہی
نہین ہوسکتی بہت مواقع مین وراثۃ سے وراثۃ علمی مراد ہے یہانتک کہ وراثۃ مالی کا احتمال ہی نہین ہوسکتا ایک جا
فرماتی ہین ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا جسکا یہ مطلب ہی کہ پہر ہمنے وارث کیا کتاب کا اپنے
بندون مین سی اون لوگون کو جنکو چہانٹ لیا دوسرے جا ارشاد ہی فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب اس سے
بہی یہی وراثۃ کتاب یعنی علم کتاب مراد ہے مگر شاید خوش فہمان شیعہ کو یہان یہ احتمال ہو کہ کتاب بہی تو مال ہے
اور شاید وراثۃ مال ہی یہان بہی مراد ہو تو گو اس احتمال کے دفع کے لیئے کاغذ کے سیاہ کرنے مین اپنے

ہنسی کا اندیشہ ہی مگر بلحاظ قدر فہم شیعہ ناچار کچھہ اشارہ ضروری ہوا اسلیئے معروض ہی کہ اول آیتہ مین تو بعد عبادنا کی
فمنہم ظالم النفسہ الخ ہی اور دوسری آیتہ مین بعد کتاب کی یاخذون عرض ہذا الادنیٰ ہے سو تفریع فمنہم سے تو یون ظاہر
ہی کہ عطاء کتاب کی بعد باعتبار عمل کی اونکی تین حال ہوگئی کوئی ظالم رہا کوئی مقتصد کوئی سابق سو عمل
علم پر متفرع ہوسکی ہی نکہ اوراق اور جلد کتاب پر اور یاخذون الخ کا یہ مطلب ہے کہ اونکو کتاب کیا ملی دنیا
ہی کمانی لگی یعنی رشوۃ لیکر امراء کی مرضی موافق مسلئے غلط بتانی لگی چنانچہ قرینہ الم یوخذ علیہم میثاق الکتاب
ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق اسبات پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ رشوۃ لیکر غلط مسائل بتانی ہی علم کی
نہین ہوسکتی بہر حال اکثر مواقع مین لفظ وراثتہ سی وراثتہ علمی مراد ہے سو اس استبعاد کی بہی
گنجائش نہین کہ میراث کو علم سی کیا علاقہ ہان شاید کسی عربی خوان علامہ بند شیعی کے جی مین یہ کہٹکی کہ وراثتہ علمی
وراثہ مجازی ہی اور وراثتہ مالی وراثتہ حقیقے پس وراثتہ کی معنی حقیقی چہوڑکر بضرورۃ معنی مجازی لینی درست
نہین البتہ اگر ضرورۃ ہوتی تو مضائقہ ہی نہتا اسلیئے گذارش یہ ہی کہ معنی معروف وراثتہ کا معنی حقیقی ہونا اور علم مین مجاز مستعمل
ہوتا ہی اول تو مسلم نہین علم مین بہی مثل مال وراثتہ ہی معنی حقیقی پر ہی رہتی ہی التعرض وراثتہ کی معنی حقیقی دونو نکو عام ہی
اور بظاہر اسکی معنی قائم مقام ہونی کی قریب قریب ہین بلکہ اگر بمعنی جاوی اور مسلط ہوجانیکی کیئے تو اور بہی
انسب اور اولی ہی چنانچہ ظاہر ہوئیگا پر بسبب کثرت استعمال کی عرف فقہا ہین معنی معروف مین خاص ہوگیا ہے
ورنہ حقیقت وراثتہ کا اطلاق وراثتہ علم اور وراثتہ منصب دونون پر ویسا ہی صحیح اور درست ہے جیساکہ وراثتہ مال پر
اور دلیل اسبات کی کہ معنی خاص یعنی وراثتہ مال مین یہہ لفظ معروف ہوگیا ہی اور اصلی معنی قریب قریب
قائم مقام ہونی یا حاوی اور مسلط ہوجانیکی ہین عام ہی کہ بطور معروف ہو یا بطور دیگر یہ ہی کہ بعض ایسے موقع مین
کلام اللہ مین یہہ لفظ مستعمل ہوا ہی کہ نہ وہان وراثتہ علمیے ہوسکی کیونکہ جو چیز میراث مین ملی ہی وہ مال ہے اور
نہ میراث بطور معروف ہوسکی اسلیئے کہ جنسی میراث پہونچی اونسی رشتہ داری تو کیا قرابتہ دینی بہی نہتی بلکہ یہہ مسلمان تو
وہ کافر جنسی میراث بطور معروف پہونچتی ہی نہ پہونچتی ہان اگر بمعنی قائم مقام ہونی اور نیابتہ منصب کی کہا جائی تو البتہ
معنی بنجائین دیکہیئی فرماتی ہین واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا جسکی
معنی یہہ ہین اور وارث کیا ہمنی اون لوگونکو جو کم زور تہی مشرق اور مغرب اوس زمین کا جسمین ہمنی برکتہ رکہی فقط
اب اسی اس قصہ مین جنکو زمین دلائی وہ بنی اسرائیل تہی اور جنسی دلائی وہ فرعون اور قوم فرعون تہی انمین اونمین
قرابتہ نسبی [illegible] تو کیا رشتہ داری اسلام و ایمان بہی نہتی بلکہ یہ مسلمان تہی تو وہ کافر اگر بالفرض آپس مین ایسی رشتہ

داری ہی ہوتی تب ظاہر یہہ ہے کہ اوس شریعتہ مین ہی مسلمانون کو کافرون کی میراث نہ پہونچتی ہوگی
بجز اسکے کہ میراث سے مراد قایم مقام ہونا اور وراثتہ منصب مراد ہو اور کوئی صورت نہین سو اس
صورت مین نہ وراثتہ علمی ہی جو معنی مجازی کہیے اور یون کہیے کہ معنی حقیقی وراثتہ ثانی ہی سب جانتے ہین
کہ وراثتہ مین جو چیز ملے وہ زمین ہی جو اصل مال ہی اور نہ یون کہی بنی ہی کہ وراثتہ بمعنی معروف ہے
علی ہذا القیاس ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبتہ للمتقین مین ہی جسکے یہ معنی ہین کہ بے
شک زمین اللہ کی ہی وارث کردی ہے جسے چاہی اپنے بندون مین سے اور آخر بہلا ڈرنی والون
ہی کا ہی وہی وراثتہ بمعنی قایم مقام ہونی کی ہی الغرض ان مواقع مین تو وراثتہ ظاہر مین بمعنی قایم مقام ہونیکی
ہی اور غور سی دیکہیے تو حاوی ہو جانا اور مسلط ہو جانا مراد ہی کیونکہ آیتہ وتلک الجنتہ التی نورث من عبادنا
من کان تقیا مین جسکی یہہ معنی ہین کہ یہہ وہ جنتہ ہی جو میراث دین گی ہم اپنی بندون مین سے اوسکو جو پرہیز
گار ہوگا فقط بجز حاوی اور مسلط ہو جانی کی اور معنی مراد نہین ہو سکتی کیونکہ یہان قایم مقام ہونی کی بہے
گنجایش نہین اس لئے کہ جنتہ پہلے کسی اور کی قبضہ مین کب تہی جو پرہیزگارونکو اونکی قایم مقام کیا
اور جنتہ کو اون سے چہین لیا اور مجازاً میراث حضرت آدم علیہ السلام کہیے تو قطع نظر اسکے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکین مجازی
کیون لیجیے اس کا کیا جواب ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام تو خود جنتہ مین موجود ہون گی سو باپ کی ہوتی اولاد
کی وارث ہونی کی کیا معنی بہرحال ایسی معنی عام جو تمام مواقع مین برابر صحیح ہو جائین یہی معنی معلوم ہوتی ہین کہ وراثتہ
حاوی ہو جانا اور مسلط ہو جانا مراد ہو اور جب ایک معنی عام حقیقی بن سکین جو سب مواقع مین صحیح ہو جائین تو ہمین کیا ضرورة ہی
کہ اسکی قائل ہون کہ بعض مواقع مین معنی حقیقی کہیے اور بعض مواقع مین معنی مجازی کیونکہ جیسا بلا ضرورة معنی حقیقی چہوڑ کر معنی
مجازی مراد لینی درست نہین ایسا ہی بلا ضرورة اسکا قائل ہونا کب درست ہے کہ ایک جا معنی حقیقی لین اور ایکجا معنی مجازی ہان
اگر معنی عام کی حقیقی ہونیکی کوئی صورة نہو تو یون ہی سہی معہذا قانون میراث لاریب قدیم سی قانون شریعتہ ہی کیونکہ ہر نبی کی شریعتہ مین
کچہہ کچہہ اسکی قواعد ہین اگر یہہ بات رسوم دنیا مین سے ہوتی تو یہہ بات نہوتی تو اسصورت مین میراث مالی معنی شرعی ہوئی اور وضع
لغت و اصطلاح شریعتہ سی ہر قرن مین مقدم سمجہی جاتی ہی خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہو خواہ کسی
اور نبی کا اور ظاہر ہے کہ اصطلاحات اقوام معنی حقیقی مین سی نہین ہوتی بلکہ اقسام منقولات مین سے
ہوتی ہین تو لاجرم معنی حقیقی اور یہی ہونگی سو اگر وہی ہون جو مین عرض کیے تو فبہا ورنہ جو کچہہ ہون وہی
سہی ہمارا تو اتنا مطلب ہی کہ وراثت بمعنی معروف معنی حقیقی نہین معنی اصطلاحی ہے اب سنیے کہ باوجود

اصطلاح کی پہر اصطلاح بہی ایسی غالب نہین کہ معنی حقیقی پر ترجیح ہو کیونکہ کلام اللہ مین اکثر مواقع مین معنی اصطلاحی
کا احتمال ہی نہین ہو سکتا بہت ہی کم ایسی مواقع مین کہ بظاہر وہان معنی اصطلاحی کا احتمال ہوا اور تلاش
کیجی تو بجز اون آیتون کی جو متمسک شیعہ ہین اور کوئی آیتہ نہ نکلی اور یہہ ظاہر ہے کہ اون آیتون مین بہی
احتمال ہے احتمال ہی اور پہر احتمال بہی ایسا کہ غور سی دیکہئی تو وہ احتمال ہی محال ہے چنانچہ بخوبی واضح
ہو چکا پہر کون سی ضرورۃ ہی کہ معنی حقیقی کو چہوڑ کر معنی منقول مراد لیجی ہان اگر خدا تعالی کی خود اصطلاح
مقرر کی ہوئی ہوتی اور مثل صوم وصلوۃ معنی اصلی مراد نہوا کرتے تو ایک بات بہی تہی اس
تقریر اخیر سے متحقق ہو گیا کہ وراثۃ علمی اور وراثۃ بمعنی معروف دونون معنی مجازی ہین یعنی معنی
غیر حقیقی ہے اور سلمنا کہ وراثۃ بمعنی معروف وراثۃ حقیقی ہے اور وراثۃ علمی وراثۃ مجازی لیکن
مجاز متعارف اور مجاز مشہور ہے خصوصاً استعمالات قرآن مین یہان تک کہ حقیقۃ اور معنی حقیقی کی برابر
کر ہی ہے چنانچہ دو آیتین اسبات کی شاہد مذکور بہی ہو چکی ہین ایک تو ثم اورثنا الکتاب الذین الخ
دوسرے فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی اور ظاہر ہے کہ یہہ دونون
وراثۃ علمی پر بلا تکلف دلالۃ کرتی ہین کچہہ تامل اور توقف کی نوبتہ نہین پیش آتی اور یہی مجاز
متعارف کی معنی ہین کہ ایسا مجاز حقیقۃ سے کم نہین ہوتا جو یون کہا جای کہ بلا ضرورۃ معنی مجازی
مراد لینے درست نہین اور ان سب سے قطع نظر کیجی تب ہی بات ہاتہہ سے کہین نہین گئی اس لیئے کہ
اسمین تو کسی کو کلام نہین کہ باوجود قرائن کی معنی مجازی کی مراد لینے مین کچہہ دشوار نہین بلکہ وقت قرائن
وال معنی حقیقی کا چہوڑ دینا اور معنی مجازی کا مراد لینا ضرور ہو جاتا ہی نہین تو پہر معنی مجازی کی استعمال
کی کوئی صورۃ ہی نہو سو اول تو حدیث کلینی سے بڑہ کر اور کونسی دلیل معنی حقیقی کی چہوڑنی اور
معنی مجازی کی مراد لینی کی ہوگی علاوہ برین اور بہی قرائن عقلیہ اور نقلیہ مذکور ہوئی پہر اب بہی
اگر معنی مجازی ضروری نہون تو پہر کب ہونگی اور باینہمہ اور ایک ایسی دلیل ہے جس سے وراثۃ
مالی کا آیتہ ورث مین بلکہ آیتہ وہب لی الخ مین بہی مراد نہونا اور وراثۃ علمی کا دونون آیتون مین مراد ہونا
بتصریح ثابت ہو جائی اور شیعون کو بہی اوسکی انکار مین مجال دم زدن نہو ہماری پاس موجود ہے اعنی
سوائی آیتہ مذکور کی ایک دوسری روایتہ کلینی ہی کی جسکو شیعون کو بہی برسر وچشم سے رکہنا پڑے
اور دربارہ مطلب مذکور روایتہ سابق سے زیادہ کافی وافی ہے اپنی پیش نظر ہے بغرض دندان شکنی

شیعہ اوس روایتہ کو زیب اوراق کرتا ہون روی محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن ابی عبد اللہ جعفر بن
محمد الصادق علیہ السلام انہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا وفی نسخۃ لم یرثوا درہما ولا دینارا
وانما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشئی منہا فقد اخذ بحظ وافر مطلب یہہ ہے کہ محمد بن یعقوب
رازی اخنی علامہ کلینی کافی مین ابو البختری کی واسطہ سی امام جعفر صادق سی روایتہ کرتی ہین کہ اونہون
نے فرمایا کہ بی شک علماء انبیاء کی وارث ہین اور یہہ اس سبب سی کہ انبیا نی میراث مین نہین چہوڑا اور ایک
نسخہ مین یون ہی کہ میراث مین نہین پایا کوئی درہم اور نہ کوئی دینار انہون نی جو میراث مین چہوڑا ہی
تو چند باتین ہی اپنی باتون مین سی چہوڑ گئی ہین سو جسنی کچہہ باتون مین سی لیا تو اوسنے بڑا ہی کامل حصہ لیا
فقط اس روایتہ سی تصریح معلوم ہوگیا کہ انبیا کی مال کا کوئی وارث نہین ہوتا اونکی علم کی البتہ علماء وارث
ہوتی ہین سو بعینہ یہی مطلب اوس حدیث کا ہے جو اہل سنتہ حضرت ابوبکر صدیق سی روایتہ کرتی ہین
اگر اوس روایتہ کو مولوی عمار علی صاحب اور دیگر علماء شیعہ جہوٹا بتلاتی ہین تو یہہ روایتہ بدرجہ اولے
جہوٹی ہی مگر باین لحاظ کہ وہ روایتہ صدیق ہی تو یہہ روایتہ صادق ہی اور جہوٹونکو سچونکی بات کب پسند آتی
ہے اس روایتہ کو بہی جہوٹا بتلانی لگین تو کیا عجب بہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ حضرت امام جعفر سے بہی برگشتہ ہو جاین
اور کلینی کو بہی تبرا کرکے اونکی کردار کو پہونچائین لیکن احباب ہین اونکو جب مشکل ہو کہ دین سی غرض ہو اگر دین سے
غرض ہوتی تو صدیق اکبر ہی سی کیون بگاڑتی بہر حال وہ تسلیم کرین یا نکرین حضرت امام ہمام امام جعفر صادق کا قول
ہماری نزدیک صادق ہی اور اونکی بات ہماری سر آنکہون پر الحاصل بشہادۃ کلمہ انما جو باقرار شیعہ بہی مفید
حصر ہے چنانچہ آیتہ انما ولیکم اللہ سی بزعم خود اسی بہروسی لڑتی ہین یہہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیا نی سوار
علم اور احادیث کی کوئی چیز میراث مین نہین چہوڑی تو اس صورۃ مین لاجرم دونون آیتون مین میراث
علمی ہے مراد ہوگی باقی اسبات کا شیعون کو اختیار ہے کہ اوسی معنی حقیقی کہہ کے تعبیر کرین یا معنی مجازی
اوس کا نام رکہین اگر معنی حقیقی کہین تو فبہا ورنہ مجاز کہین اور مجاز ہی مجاز متعارف تب بہی اونہین
مرحبا اور اگر ہماری ضد مین مجاز غیر مشہور وغیر متعارف کی قائل ہون تب بہی کچہہ اندیشہ نہین
چشم ما روشن دل ما شاد اس لئے کہ باوجود اسقدر ہجوم قرائن صارفہ کی جو درباب مراد نہونی
وراثتہ مالی کی مذکور ہوئی اور باوصف اسقدر کثرت وجود ارادہ وراثتہ علمی کی جو مسطور ہوچکین
اگر وراثتہ علمی مراد ہو تو گو وہ وراثتہ مجازی ہی ہہی تب عین حق وصواب ہے بلکہ اگر بالعکس ہو تو

خطا فاحش اور غلطی مین ہی اور قواعد دلالتہ کی روسی غیر جایز بہر حال آیتہ و ورث مین جیسی بقراین
و دلائل سابقہ وراثتہ مالی کا مراد ہونا ثابت اور متحقق ہوگیا تہا ویسی ہی اب بوجوہ و دلائل مذکورہ یہہ
بہی متحقق ہوگیا کہ وراثتہ علمی مراد ہے علی ہذا القیاس جیسی قرائن و دلائل مسطورہ بالاسی یہہ متیقن ہوگیا تہا
کہ آیتہ وہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب مین وراثتہ مالی مراد نہین اب بشہادۃ روایۃ
ثانی کلینی یہہ تو ثابت ہوا ہے اسکے ساتہہ یہہ بہی ثابت ہوگیا کہ وراثتہ علمی مراد ہی چنانچہ ظاہر ہی اور
بعد ادار شہادۃ اس روایتکی اسکی حاجتہ نرہی کہ کچہہ قرائن اسبات کی بہی ذکر کیئی جاوین کہ آیتہ وہب لی مین
بہی بدستور آیتہ و ورث وراثتہ علمی ہی مراد ہی کیونکہ روایتہ مذکورسی بڑہ کر شیعون کی حق مین اور کونسی
دلیل دندان شکن ہوگی اس روایتہ کی ذکر کرنی مین شیعونکی وہی مثل ہوگئی جیسی کہا کرتی ہین اونہین کی جوتی
اونہین کا سر مگر بنظر مزید تحقیق و خوشنودی اہل سنتہ و پشیمانی شیعہ کچہہ قدری قلیل اور بہی چہیڑ چہاڑ سہی اسلئے
عرض ہی اگر لفظ ولی اور جملہ وانی خفت الموالی من ورای وکانت امرأتی عاقرا کو جو آیتہ فہب لی من لدنک الخ
سے متصل ہی پہلی واقع ہی بنظر غور دیکہا جای تو عیان ہوجائی کہ مقصود حضرت زکریا علیہ وعلی نبینا الصلوۃ
والسلام فقط طلبگاری جانشین اور خواستگاری خلیفہ نیک آئین تہی اس دعا کی وقت جسکا
اس سورہ مریم مین قصہ مذکور ہے تمنا عطاء فرزند نہ تہی گو کسی اور وقت مین یہہ بہی دعا مانگی ہو اس لئے
کہ لفظ ولی باتفاق اہل لغتہ بمعنی فرزند ہرگز نہین آتا البتہ بمعنی ولی عہد اور جانشین آتا ہے اور اسپر لفظ
موالی من ورای کا قرینہ خود اسی پر دلالتہ کرتا ہے کہ گو لفظ ولی مثل لفظ مولی بمعنی متعدد آتا ہو لیکن
یہان یہی معنی مراد نہین کیونکہ موالی کی ساتہہ لفظ من ورائی جو لگا ہوا ہی وہ بلی اسکی کہ موالی سی معنی
مذکور ہی مراد ہون صحیح نہین ہوسکتا اطمینان کی لیئی ترجمہ مرقوم ہی یعنی اپنی بنی اعمام اور اپنی اقربا سے
اندیشہ ہے یعنی یہہ ڈر ہے کہ وہ لوگ منصب خلافتہ نبوۃ کی لایق نہین اگر وہ لوگ میری جانشین ہوے
تو اونسی حمایتہ احکام خداوندی تو معلوم اولٹی تبدیل اور تحریف کا کہٹکا ہے اور اپنی اولاد
ہونی کی توقع نہین جو یہی امید ہو کہ شاید کوئی فرزند لالق خالق پیدا ہوجائی کیونکہ میری عورۃ بانجہ ہے
اسلئی یہہ عرض ہی کہ مجہی ایک ایسا جانشین عنایت فرما جو میرا بہی وارث ہو اور آل یعقوب کا بہی وارث ہو اور
اوسکو اپنی مرضی موافق کردی فقط ظاہر ہے کہ سیاق مین موالی کے معنی بجز قدیمان مقام اور
خلفا ر کے اور کچہہ نہین ہوسکتی تو لاجرم ولی بہی جو اوسی مادہ سی مشتق ہے بمعنی ولی عہد اور

جانشین ہی ہوگا اور اگر بالفرض محال ولی بمعنی فرزند ہی ہو تو موالی ہی بمعنی فرزندان ہی ہوگا اور
ظاہر ہے کہ حضرت ذکریا کی اول تو کوئی فرزند تہا ہی نہین دوسری اگر تہا ہی تو پہر تمنائے فرزند کسلیئے
تہے وراثت کے قابل سبہی فرزند ہوتے ہین نیک ہون یا بد باقی رہا مضمون پسندیدہ الہی ہونیکا
اگر بالفرض بالفرض محال کوئی فرزند بد اطوار ہی تہا اور اسلیئے دوسرے فرزند نیک کی طلبگاری تہی
تو اوسی کی حق مین یہہ دعا کیون نہ فرمائی اور موالی کے لیئے جو دعا فرمائی تو یہہ وجہ ہی کہ تمام
برادری بلکہ تمام کنبہ کی ساتہہ آدمی کو ایسی محبت نہین ہوتی جو اونکی لئے خواہ مخواہ دعا ایسی تہ دل سی
نکلی یہہ معاملہ اگر ہوتا ہے تو اپنی ہی اولاد کی ساتہہ ہوتا ہے کہ اگر اوسکو بد اطوار دیکہی تو خواہ مخواہ
جی تڑپہہ جاوی اور اصلاح کی دعا بی اختیار دل سی نکلی لیکن شیعونکو بہی اتنا تو یقینا معلوم ہے کہ حضرت
ذکریا علیہ السلام کی اس دعا کی وقت تک کوئی فرزند نہ تہا نیک نہ بد تو معلوم ہوا کہ موالی سے وہی لوگ مراد ہین
جو بظاہر اونکی جانشین ہونی کا دہیان تہا کیونکہ یہہ جملہ بظاہر غیر ہی کی طلبگاری کی علامت ہی کیونکہ حاصل معنی
بظاہر یہہ ہین کہ میری تو فرزند ہو ہی نہین سکتا اسلیئے کوئی جانشین ہی سہی اور جب جانشین کوئی
غیر ہو تو پہر وراثت مندرجہ آیتہ بجز وراثت علمی اور وراثت منصبی کی صحیح نہو گی اور یہہ ہی نہی جب ولی
بمعنی جانشین ہوا تو وراثت سے وراثت علمی ہی مراد ہوگی وہ اپنا ہو یا بیگانہ اور یہہ دعا کچہہ مستبعد نہین
کیونکہ جیسی محبان دنیا اور اہل دنیا فرزند اور خلف رشید کی طلبگار ہوتی ہین ایسی ہی ارباب علم و فضل اور مرشدان
صاحب کمال کو خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی تمنا ہوا کرتی ہی بلکہ ایسی لوگونسی تمنائے فرزند البتہ مستبعد ہے
اور یہہ جو بعضی اور مواقع مین حضرت ذکریا سے دعا مین بجاے ولی لفظ ذریتہ جو باتفاق بمعنی
اولاد ہے کلام اللہ مین منقول ہے تو اس سے یہہ لازم نہین کہ سورہ مریم مین بہی اس دعا سے
اولاد ہے مطلوب ہو اس لیئے کہ مکرر سہ کرر دعا کا اتفاق ہوا ہو سورہ مریم مین جس دعا کا ذکر ہے اوس
دعا کی وقت تک بسبب کہنگی کہ اولاد کی طرفسی مایوس تہی جانشین ہی کی تمنا ہو مگر کچہہ تو اس سبب سی کہ
مایوس کو اوسی چیز کی تمنا ہوتی ہی جسکی طرف سی مایوس ہو نہین تو مایوس ہے کیون ہو خداوند کریم
ارحم الراحمین قاضی الحاجات مجیب الدعوات نے بوجہ خاطر داری حضرت ذکریا ساری ہی تمنا
پوری کردی کچہہ اس وجہ سی مدنظر رحمتہ و قدرۃ خداوندی عطائے فرزند ہوا ہو کہ اس دعا کی بعد قبل قبولیتہ
جب حضرت مریم کو دیکہا ہو کہ بی موسم میوی خداوند کریم اونکو پہونچاتا ہی تو انکو بہی امید ہوئی ہو کہ مجہی بہی بی موسم فرزند

۳۰۴ ص

عنایتہ ہوجاتو ایسی ارحم الرحمین قدیر کی رحمتہ اور قدرۃ سے کیا بعید ہی اسلئی اوسوقت خاص فرزند
ہی کی دعا کی ہو اور خداوند مجیب الدعوات نی قبول فرمائی ہو بہر حال مکرر دعاونکا اتفاق ہوا ہو اول بسبب
نہونی سامان تولد کی فقط جانشین ہی کی دعا کی ہو بعد مین یون سمجہ کر کہ سامان کی خدا کو ضرورۃ نہین
اسباب کی دعا کی ہو کہ جانشین ہی ملی تو فرزند ہی ملی لیکن جس آیتہ مین کلام ہے اوس آیتہ مین
ہم تسلیم نہین کرتے کہ دعاء فرزند ہی اوسمین مقصود ہی اور باانہمہ جس جگہہ لفظ ذریتہ ہے وہان ہی اگر
اولاد معنوی یعنی خلیفہ راشد اور مرید کامل اور شاگرد رشید مراد ہو تو کیا قباحتہ ہے آخر شاگردون
اور مریدون کو فرزند بول ہی دیا کرتی ہین اور فرزند ناخلف کو کہا کرتے ہین کہ یہہ ہمارا بیٹا نہین بلکہ
خود خداوند کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹی کو بوجہ ناخلفی یون کہا کہ یہہ تمہارا بیٹا نہین اور وجہ
ایسی بیان فرمائی یعنی بد اطوار ہونا جس سی یون معلوم ہو جائی کہ جو نیک اطوار ہین سو وہ سب بمنزلہ
برادر اور فرزند ہین بلکہ سورہ ہود مین جو حضرت نوح کا قصہ مذکور ہی تو اوس سی یون معلوم ہوتا ہی کہ سب
متبعان نوح علیہ السلام کو اہل نوح فرمایا جس سی ایکدفعہ تو یون سمجہہ مین آئی کہ حضرت نوح کی کشتی کے
لوگ مراد ہین اسلئے کہ حضرت نوح کو یہہ حکم ہوا تہا کہ جب طوفان کی آمد ہو تو تم کشتی مین سب قسم کی جانورون
مین سے ایک ایک جوڑا چڑہا لیجو اور اپنی اہل کو چڑہا لیجو اب ظاہر ہے کہ جانورونکی اور اہل وعیال کے
چڑہانی کو تو فرمایا اور سوا انکی اور مسلمانونکی چڑہانیکو نفرمایا اور یہہ سب جانتی ہین کہ خداوند کریم سی منجملہ محالات
ہے کہ جانورون کی بچاؤ کی تدبیر توکی جائی اور مسلمانون کی بچاؤ کا سامان نکیا جائی اس سے یون معلوم
ہوتا ہی کہ سب مسلمانون کو اہل وعیال نوح علیہ السلام ہی مین شمار کر لیا ہی القصہ جب متبع اور مرید داخل
اہل وعیال ہوئی اور فرزند ناخلف اہل وعیال ہی خارج ہوئی تو ہوسکے ہی کہ ذریتہ سی مرید او متبع ہے مراد
ہو چنانچہ عرب کی محاورات مین اپنے زمرہ کی لوگونکو آل اور ذریتہ کہدیا کرتی ہین مگر انصاف یون ہی ہے
کہ سورہ آل عمران ہین جو دعاء زکریا علیہ السلام مین لفظ ذریتہ واقع ہی تو وہان اولاد ہی مراد ہے
پر اوس سی یہہ لازم نہین آتا کہ سورہ مریم مین بہی لفظ ولی سی اولاد ہی مراد ہو ہان اگر یہہ ثابت ہو جائے
کہ سوا ایکبار کی اسباب مین حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا ہی نہین کی تو البتہ ٹہکانی کی بات ہی پر مغایرۃ
الفاظ یعنی یہان اور الفاظ کا ہونا اور وہان اور اسبات پر شاہد ہے کہ چند بار دعا کا اتفاق ہوا ہو
کیا ضرورۃ ہے کہ ولی کو فرزند پر محمول کیجے البتہ اگر بجز فرزند کی مراد لیتے معنی صحیح نہو سکتی تو

ایک بات ہی سی لیکن یہان تو معاملہ بالعکس ہی فرزند کی مراد لینے مین صحتہ معنی زائل ہوجاے تو عجب نہین
چنانچہ مرقوم ہوچکا کہ جملہ کانت امراتی عاقرا اسی طرف مشیر ہے اور اگر یون کہی کہ اس سباق سی حضرت
زکریا علیہ السلام کی یہہ غرض تہی کہ وجہ دعا معلوم ہوجائے اور اسباب کی باز پرس کا اندیشہ نرہے
کہ اولاد موجب فتنہ ہے اس جلالتہ قدر پر کیا مناسب تہا کہ ایسی تمنا ناز یبا کو زبان پر لائی دویم جملہ کانت
امراتی عاقرا اسی مثل جملہ واشتعل الراس شیبا جو اپنی بڑہاپے پر یہی دلالکرتا ہی اپنا عجز اور بے سروسامانی ثابت ہوجائی
تاکہ باعث جوش رحمتہ اور موجب حرکت قدرۃ ہو نہ یہہ کہ بوجہ بے سروسامانی قطع امید مقصود
ہے تو قطع نظر اسکی کہ ہمنے جو معنی بیان کیئے ان معنی سے عمدہ نہین تو کم تو کسی طرح نہین اور ہمکو لانسلم کہنی
کی اسبب سے پہر بہے گنجایش ہے اس سے تو بات ہاری ہی نہیں کہ ولی بمعنی فرزند تو ہوہے نہین سکتا اگرچہ
اس کا مصداق فرزند ہی کیون ہو غرض بہرحال یہہ لفظ بمعنی ولیعہد اور جانشین ہے اور جب
بمعنے ولیعہد اور جانشین ہوا تو وراثتہ سے وہی وراثتہ مقصود ہوگی جو ولیعہد اور جانشین کو سزاوار ہے
تاکہ لفظ ولی کی اختیار کرنیکا ہی فائدہ معلوم ہوا اور وہ ظاہر ہے کہ یہی وراثتہ منصب و وراثتہ علم ہے
نہ وراثتہ مالی بطور معروف جیسی بدلائل وقراین مرقوم بالا آیتہ فہب لی الخ مین وراثتہ مالی کا مراد نہوتا
معلوم ہوچکا تہا اب لبشہادہ روایتہ کلینی وقراین مذکور یہہ ہی متحقق ہوگیا کہ وراثتہ علمی اور وراثتہ منصب
ہے مقصود ہی اور وہ خلجان جو درباره تخالف ہردو آیتہ مشار الیہما وحدیث ماترکناہ صدقتہ ظاہر بنیان
حدیث و کلام اللہ کی دل مین کہٹکتا تہا بیخ وبنیاد سی اوکہڑ گیا اور بہر نہج اطمینان کامل ہوگئی کہ حدیث مذکور
کسی آیتہ کی مخالف ہی نہین جو اس وجہ سے اوسکو غلط کہا جائے اور دشمنان صدیق اکبر کے بات بنے
گو درصورۃ غلط ہونے حدیث مذکور کی ہی شیعونکا اہل سنتہ پر کچہہ دباؤ نہین ہوسکتا چنانچہ بحوالہ اشارہ
آیتہ یوصیکم اللہ اور ہدایتہ آیتہ ما افاء اللہ مرقوم ہوچکا بلکہ اولٹی شیعون کو اپنی دن نظر آیئی کہ اوس
حدیث کی مصدق اونکی حدیثین ہی نکلین اور نیز اب اسکی کسی طرح حاجتہ نہین کہ جیسے اس حدیث
کا مخالف نہونا ثابت ہوگیا ویسی ہی قطع نظر مخالف ہونی کی فی حد ذاتہ اوس کا صحیح ہونا ہی مسلم
ہوجائے مگر بنظر اثبات واظہار صدق صدیق اکبر کچہہ اسبات مین ہی رقم طرازی ضرور ہے اس لئے
اول تو یہہ معروض ہے کہ اسجگہہ یہہ عذر ہی بیجا ہی کہ اس حدیث کا راوی ایک ہی شخص ہی کیونکہ یہہ بات تو
وہان دیکہی جاتی ہی کہ جہان خود نسنا ہو اور درصورتیکہ کوئی شخص اپنی کانون سی کوئی بات رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنے تو اوسکے یہی وہ ایک اپنا سننا لاکھون کی خبر دینے سے زیادہ ہوگا کیونکہ راویون
کے کثرت کی جو روایات مین ضرورۃ ہوتی ہی تو اسلئے ہوتی ہی کہ جھوٹ ہونیکا وہم جاتا رہے اور جب اپنے
کانون سے سن لیا تو پہر جھوٹ کا احتمال ہی نہین رہتا جو اوسکی رفع دفع کی ضرورۃ ہو بلکہ لاکھون کے
بیان سے گو یقین حاصل ہو جائی پر ایسی تسلی اور اسقدر اطمینان نہین ہوتا جسقدر دیکہنے سے ہوتا ہے
کلکتہ دلی لندن مکہ مدینہ کی ہونی مین گو ہمین اسوجہہ سی شبہہ نہین کہ ہزارون لاکھون بیان کرتی ہین
لیکن دیکہنی مین جو بات ہی وہ سنی مین نہین اسلئی مثل مشہور ہے کہ ؎ شنیدہ کی بود مانند دیدہ
جب دیکہنی کی چیزون مین یہہ حال ہے کہ اورون کا کہا اگرچہ لکہو کہا کیون نہون اپنی دیکہنی کے
برابر نہین تو سنی کی باتون مین بہی یہی سمجہنا چاہئے کہ اورون کی خبر اور روایتہ اگرچہ لکہو کہا
کیون نہون اپنی کان کی سنی کی برابر نہین ہو سکتا چنانچہ اظہر من الشمس ہی پہر جب حضرت ابوبکر صدیق
اپنی کان سی ایک حکم سن چکی ہون تو اون پر یہہ اعتراض کرنا کہ جس روایتہ پر انہون نے عمل کیا
بجز اونکی اوس کا اور کوئی راوی نہین علماء شیعہ کی کمال سلامتہ عقل اور خوبی فہم پر دلالتہ کرتا ہی اتنی بات تو ہر ادنے
اعلی جانتا ہی کہ حدیث نبوی اوس شخص کی حق مین جسنی بلا واسطہ اپنی آپ سنی ہو یقین بلکہ عین الیقین
ہے اوسکو اوس حدیث پر عمل کرنا واجب ہی کسی دوسری سی سنی یا نسنی اسلئی اجماع اصولیین شیعہ و سنی
اسبات پر ہے کہ خبر کا متواتر اور غیر متواتر اور واحد اور مشہور وغیرہ ہونا بہ نسبتہ اونہین لوگون کی ہے
جنہون نی نبی کو نہ دیکہا نہ اپنی آپ اونکی بات سنی بلکہ اورن کیواسطی سی اونکی باتین سنے نہ کہ اونکی حقمین
جنہون نی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم خود دیکہا اور بگوش خود اونکی کلام سنی ایسی لوگون کی حق مین جنہون
نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اپنی کانون سن لی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات حدیث متواتر سے
بڑہ کر ہی سو ابوبکر صدیق نی اپنی سنی کی موافق آپ عمل کیا تہا کسی دوسری کی گردن پر تو جہری نہین رکہی غرض
یہہ اعتراض تو بہر حال بیجا ہان بی اعتقادی کی وجہ سی اون کی بات کا اعتبار نکرو تو یہہ دوسری بات ہے
اوسکو اس اعتراض سی کیا علاقہ معہذا الحکم کلموا الناس علی قدر عقولہم ہم ہی اوسی راہ چلتی ہین جس راہ شیعہ چلین اگر
کثرۃ راویون ہی سی حدیث صحیح ہوتی ہی اپنی سنی سی نہین ہوتی تو سنیی جیسی روایات کی غلط ہونی کی دو صورتین
ہین ایک تو یہہ کہ اوسکی راوی کذاب و مفتری ہون دوسری یہ کہ اوسکی معنی مخالف عقل یا معارض نقل صحیح
ہون ایسی ہی صحتہ روایات کی بہی ہی دو ہی صورتین سمجہنی چاہئین ایک تو یہ کہ اوسکی راوی صادق ثقہ دیندار

ہون دوسری یہہ کہ قرآن یا احادیث صحیحہ اوسکی معنون کی موید ہون اور عقل اوسکی مدلول کی مساعد ہو علی ہذا
القیاس جیسی راویون کی قلتہ اور روایات صحیحہ کے مخالفۃ سی بقدر مخالفۃ اعتبار کی بہی قلتہ ہوتی ہے چنانچہ
سب جانتی ہین ایسی ہی کثرۃ رواۃ و ناقلان اخبار اور موافقۃ اخبار و روایات صحیحہ سی بقدر موافقۃ اعتبار کو بہی
ترقی اور زیادتی ہوتی ہے اسلئی دونون قسم کی وجوہ صحۃ اور دونون قسم کی وجوہ اعتبار کی طرف اشارہ
کیا جاتا ہی راویون کی کثرۃ کا تو یہہ حال ہی کہ ایک ابوبکر صدیق ہی اسکی راوی نہین کوئی دس بارہ راوی ہین
اور وہ بہی ایسی ایسی کہ اونکی ثانی اسمان و زمین نی بہی کمتر دیکہی سنی ہونگی اور یہہ جو علماء شیعہ فرماتی ہین اور
مولوی عمار علی صاحب بہی اوسی ہی گاتی ہین کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک
سے فقط ایسی روایتہ کو سناکر جواب بتلایا کہ اوسکا راوی ایک آدمی کی سوا یعنی اپنی آپ کی اور کوئی نتہا
دروغ محض اور سراسر بہتان ہی اسلئی کہ اہل سنتہ کی کتابون مین یہہ حدیث بروایتہ زبیر بن العوام و حذیفتہ
بن الیمان و ابو داؤد و ابوہریرہ و عباس و علی و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عائشہ ام
المومنین و عمر بن الخطاب و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین صحیح و ثابت ہوئی ہے اگر حضرت عائشہ اور حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اسباب مین شیعون کو اعتبار نتہا تو حضرت علی اور حضرت حذیفہ وغیرہم
نے کیا تقصیر کی ہی جو اونکا بہی اعتبار جاتا رہا مگر شیعون کی نزدیک اس سی زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ حق
کہہ گذری اور وہ بہی ایسی مقدمہ مین جسمین حق کہی سی مدعیان محبتہ شیعتہ سراپا عداوۃ کی بات ہیکی پڑے
ہے مگر بنظر خیرخواہی شیعہ باتباع آیتہ کلا انما ہولاء علماء شیعہ کی خدمتہ مین یہہ عرض ہے کہ سنیون کی
بدشگنی کی لیئے اپنی ناک اپنی ہاتہہ سے کیون کاٹتی ہو یہہ بہی خبر ہی کہ معصوم کے قول کی نمانتی سے شیعہ
پہر شیعہ نہین رہتا بزعم خود کافر ہو جاتا ہے درصورتیکہ حضرت علی کا اس روایتہ مین نام آگیا پہر تو
جی چاہے یا نچاہے ماننا ہی چاہیئی علی ہذا القیاس حضرت حذیفہ کی بات بہی سمجہی کیونکہ اگر وہ معصوم نتہی
تو درباب روایتہ معصوم ہی تہی اس لیئی کہ ملا عبداللہ شہیدی نی اظہار الحق مین انہین حضرت حذیفہ کی
حق مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ حدیث بیان فرمائی ہے ما حدثکم بہ حذیفۃ فصدقوہ یعنی
جو کچہہ حذیفہ تمسی کہا کری اوسی سچ ہی سمجہو اور سچ ہی کہو اور اگر کسی کو یہہ تامل ہو کہ اور ہون تو ہون حضرت علی
اسکی راوی نہون گی تو اپنی تصدیق کی لئی اصح الکتب اہل سنتہ سی وہ حدیث ناظرین کی پیش نظر کرتا ہون جس سے
بالخصوص حضرت علی کا منسبتہ اس حدیث کی راوی ہونا ثابت ہو جاوی اخرج البخاری عن مالک بن اوس بن الحدثان

النصری ان عمر بن الخطاب قال لجعفر من الصحابۃ فیہم علی والعباس وعثمان وعبدالرحمن بن عوف والزبیر بن العوام
وسعد بن ابی وقاص انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال لانورث ماترکناہ صدقۃ قالوا اللہم نعم ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللہ ہل تعلمان ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک قالا اللہم نعم حاصل یہہ ہے کہ امام بخاری نے مالک بن اوس بن
الحدثان النصری کی واسطے سے روایۃ کیا ہے کہ تحقیق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی مجمع مین
جس مین حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت
سعد بن ابی وقاص بہی تہی یون فرمایا کہ مین تمہین اوس خدا کی قسم دیتا ہون اور اوس خدا کو یاد دلاکر پوچہتا
ہون جسکی حکم سے آسمان زمین قائم ہین کیا تم اسبات کو جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون
ارشاد فرمایا تہا کہ ہمارا کوئی وارث نہین ہوتا جو کچہہ ہم چہوڑ جائین وہ صدقہ ہے اون سب نے کہا ہم
خدا کی روبرو کہتی ہین کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا ہے پہر حضرت عمر حضرت علی اور
حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئی اور یہہ کہا کہ مین تم دونون کو خدا کی قسم دیتا ہون اور خدا کو یاد دلاکر
پوچہتا ہون کیا تم جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ بات فرمائی ہی اون دونون صاحبون نے فرمایا
کہ ہم خدا کی روبرو کہتی ہین کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا ہی فقط القصہ اس روایت سی صاف
معلوم ہوگیا کہ حضرت علی نے اس حدیث کو روایۃ کیا ہے اور وہ بہی یون نہین بقسم روایۃ کیا ہی سو اگر اس روایۃ
کی تسلیم مین یہہ عذر تہا کہ اس حدیث کی ایک ہی راوی ہین خود ابوبکر صدیق اور جس حدیث کا کل ایک ہی راوی
ہو اور پہر کلام اللہ کی بہی مخالف ہو تو اوس پر عمل کرنا ہرگز درست نہین پہر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے کلام
اللہ کو چہوڑ کر ایک اپنی ہی روایۃ پر عمل کیا تو قطع نظر اسکی کہ جہان علماء شیعہ مخالفۃ سمجہتے ہین وہان مخالفۃ نہین موافقہ
ہے فقط اپنی سمجہہ کا قصور ہی چنانچہ ظاہر ہو چکا اور پہر قطع نظر اس سی کہ یہہ ایک کے روایۃ اور زیادہ کے
روایۃ کا فرق وہان ہی جہان اوس روایۃ کو مروی عنہ سی اپنی کانون سی سنا ہو اور درصورتیکہ اپنی
کانون سن لیا ہو تو گو یہہ سننی والا ایک ہی ہو پر لاکہون کی بیان سی زیادہ ہی بفضلہ تعالی یہہ عذر بہی مرتفع
ہوگیا کیونکہ اس روایتکی اسقدر راوی ہین کہ کمتر روایات کی اسقدر راوی ہونگی اور پہر اون مین بہی اکثر
وہ لوگ جو مبشر بالجنۃ ہین اور پہر اونمین سی بہی ایک حضرت علی تو ایسی ہین کہ اون اکیلون کی روایۃ
لاکہون کی برابر ہے خصوصا شیعون کی نزدیک کہ اونکی نزدیک اونکی روایۃ کا غلط ہونا محال ہے چہ جائیکہ

موکد بالقسم ہو بہرحال شیعون کی طور پر تو اس روایتہ کی صحتہ اور اس روایتہ کا اعتبار کلام اللہ کی صحتہ اور اعتبار
سے کم نہین پھر ابوبکر صدیق سی کب ہو سکتی ہی کہ ایسی روایتہ پر عمل نکرین اور اوسکا اعتبار نکرین اور اہل سنتہ
کے طور پر خود ظاہر ہی ہی کہ اسکی سب راوی بڑی بڑی جلیل القدر صحابی ہین ایک کا کہنا بھی ہزارون کی کہنے
کی برابر ہی پس معلوم ہوا کہ یہہ روایتہ ہی اسدرجہ کی صحیح اور معتبر ہی کہ قطعیتہ مین کلام اللہ کی برابری کرے ہے
کیونکہ یہہ جماعتہ کی جماعتہ جب مانند کو ہو اقطع نظر اسکی کہ ایک جماعتہ کثیر ہی اُنمین ایک ایک ایسا ہی کہ اوس کا کہا مفید یقین
اور خبر متواتر کی برابری کرتی ہی چہ جائیکہ سبکی مجموعہ کو لحاظ کیجی القصہ بوجہ کثرۃ رواۃ وصدق ودیانتہ راویان تو
صحتہ واعتبار حدیث ما ترکناہ صدقہ کا یہہ حال ہی کہ اول تو اس روایتہ کی اسقدر راوی ہین کہ کمتر روایات
کی اسقدر راوی ہون گی اور پھر وہ بھی ایسی ایسی جلیل القدر صحابی اور اگر بوجہ موافقتہ آیات واحادیث
دیکھی تو آیات کا تو یہہ حال ہی کہ خود آیتہ یوصیکم اللہ ہی جسکی مخالفتہ کی جہد سی علماء شیعہ بہت کودتی تھی اسکی
موافق ہی مخالف نہین چنانچہ اسیطرح سی مرقوم ہو چکا کہ ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نرہیگا اور اگر کسی کو تسپر
بھی مخالفتہ معلوم ہوگی تو ایسی عقل کی اندہون سی یہہ ڈر ہی کہ جن احادیث سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
زکوۃ اور صدقات کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہی اون احادیث کو بدرجہ اولی آیتہ انما الصدقات للفقراء والمساکین کے
مخالف سمجھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسبات کا طعن کرنی لگین کہ نعوذ باللہ خلاف کلام اللہ عمل کیا کیونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا فقر و فاقہ مشہور و معروف ہی اور تنہا یہہ دعا کرنا کہ الہی مجکو جیتی جی اور مرتی دم تک مسکین ہے
رکہہ اور قیامت کو زمرۂ مساکین ہی مین اوٹھائیو سبکو معلوم ہی اور جب آپ فقیر و مسکین بلکہ فخر الفقراء والمساکین ہوے تو آپکو
زکوۃ وصدقات کا لینا بدرجہ اولی درست ہوا اور یہہ بھی ظاہر ہی کہ آیتہ انما الصدقات مین کوئی اشارہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کا نہین پایا جاتا بخلاف آیتہ یوصیکم اللہ کی کہ اوسمین خطاب کا امتہ کی ساتھ مخصوص ہونا جو بقرینہ
تغلیبہ صیغہ کو بھی سمجھا جاتا ہی چنانچہ مرقوم ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکم سی مخصوص ہونی پر شاہد کامل ہی اور
جب باتفاق فریقین وہ احادیث جو زکوۃ وصدقات کی رسول اللہ صلعم پر حرام ہونی پر دلالتہ کرتی ہین آیتہ انما الصدقات
کی مخالف نہوئی بلکہ موافق ہوئی تو حدیث ما ترکناہ صدقتہ بدرجہ اولی موافق ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا حکم میراث سی مخصوص ہونا سیاق سورۃ اعنی شروع سورۃ سی تو معلوم ہو ہی تہا چنانچہ مرقوم ہو چکا ہی خود آیتہ
یوصیکم اللہ سی ہی مفہوم و معلوم ہوتا ہی بخلاف آیتہ انما الصدقات کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوسکی حکم سے

مخصوص ہونا اگر معلوم ہو تو بتکلف ومنہم من یلمزک فی الصدقات سی جو انما الصدقات سی بفاصلہ چند آیتہ مقدم ہے
معلوم ہو کیونکہ ماحصل اوسکا یہہ ہی کہ بعض منافقین ہین سی وہ لوگ ہین کہ ای پیغمبر تجہپر زکوۃ بانٹنی مین طعن
کرتی ہین اگر اونہین ہی ملجائی تو راضی ہوجائین اور نہ ملی تو غصہ مین بہر جائین سو اس سی معلوم ہوا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تقسیم زکوۃ تہا پہر جو انما الصدقات فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہہ حق فقرا و مساکین ہے
منافقین کی باپ کا نہین الحاصل جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصب تقسیم اور فقرا اور مساکین کی
مصرف ہونی اور منافقین کی مستحق نہونیکو لحاظ کیا جائی تو یون سمجہہ مین آتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس حکم سی خارج ہین اور یہہ ایسی بات ہی کہ کوئی شخص کسی مسکین کو کچہہ دیکر یون کہی کہ اسکو مساکین پر تقسیم کر دینا
اغنیا کو ندینا تو گو وہ مسکین ہی جسکو وکیل تقسیم کیا ہی مسکین ہی لیکن بحکم شہادۃ فہم عرف وہ شخص اس حکم
سے خارج ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ آیتہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین اور آیت ما افاء اللہ مین فللرسول
شمول کہنی کی ضرورۃ ہوئی الغرض آیتہ انما الصدقات سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص ہونا فقط ایک
آیتہ ومنہم من یلمزک فی الصدقات سی جو جملہ منفصل اور قرینہ خارجی ہی بدقت اور بتکلف سمجہہ مین آتا ہی اور
آیتہ یوصیکم اللہ سی آپکا مخصوص ہونا بی تکلف قرینہ داخلی خارجی دونونسی سمجہہ مین آتا ہی تو اگر وہ احادیث جنسی
رسول اللہ صلعم پر زکوۃ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہی آیتہ انما الصدقات کی مخالف نہین موافق ہین تو حدیث
ما ترکناہ صدقۃ آیتہ یوصیکم اللہ سے زیادہ تر موافق ہوگی علی ہذا القیاس آیتہ وورث سلیمان داؤد اور آیتہ
فہب لی من لدنک سی بہی حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ مخالف نہین موافق ہی کیونکہ ان آیات مین میراث
علمی اور میراث منصبی مراد ہے میراث مالی مراد نہین چنانچہ بدلائل واضحہ واضح ہوگیا اور حدیث
ما ترکناہ صدقۃ مین میراث مالی مراد ہے میراث علمی مراد نہین باقی رہی احادیث سے موافقتہ
سو اوس کا حال یہہ ہے کہ اہل سنتہ کی نزدیک تو یہہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ اسدرجہ کو صحیح ہے کہ
اوسکی صحتہ کی دریافت کرنیکی لئے کسی اور حدیث صحیح کی موافقتہ کی ضرورۃ نہین بلکہ اور حدیثون کی
صحتہ کی میزان اور معیار اسکو کہئی تو زیبا ہی باینہمہ یہی حدیث کئی طریقون سی یعنی سندون سے
مروی ہی اور وہ سب کی سب صحیح ہین اور یہی معنی ہین احادیث صحیحہ کے موافق ہونیکی کیونکہ حدیث کی
صحتہ باعتبار سند صحتہ کی ہوتی ہی اور حدیث کا تعدد باعتبار تعدد سند کی ہوتا ہی اگر متن یعنی ایک عبارۃ
کئی سندون سی مروی ہو تو اوس حدیث کو ہر ایک حدیث نہین کہتی ہین اوسکی تعداد بمقدار تعداد اسانید ہوگے

اور جب وہ ایک حدیث نہوئی بلکہ متعدد ہوئی تو یہان وجہ یہ ہی ایک ہی ایک دوسرے موافق ہوگی اور چونکہ
حدیث ما ترکناہ صدقتہ کا بہی حال ہی بلکہ بعض بعض الفاظ متن مین بہی فرق ہی گو معنی باہم موافق ہی ہون تو بیشک
انکو ایسی چند حدیثین کہین گی کہ ایک دوسری کی موافق ہین اور پہر جب سب سند ین صحیح ہوین تو یون کہہ سکین ہین کہ
یہہ حدیث احادیث صحیحہ اہل سنت کی موافق ہی مگر اس سی کام نہین چلتا کیونکہ اسکی صحتہ مین اگر شک ہو تو شیعون
کو ہو اسلیئے لازم یون ہی کہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ شیعہ اسکی صحتہ پر شاہد لائیے لہذا معروض خدمتہ
علماء شیعہ بلکہ عوام و خواص امامیہ یہہ عرض ہی کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کی نزدیک کتاب کافی کلینی سی بڑہ کر کتب
احادیث مین کوئی کتاب معتبر نہین سو وہ علامہ کلینی ہی کی روایتہ ہی جو بروایتہ ابو البختری امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا
یہہ قول منقول ہوا ہی ان العلماء ورثتہ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا و فی نسخۃ لم یرثو اور ہما ولا دینارا و انما
اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشئی منہا فقد اخذ بحظ وافر اور چونکہ ترجمہ اسکا مرقوم ہوچکا ہی تو مکرر ترجمہ کے
لکہنی کی ضرورۃ نہین پر اتنا لکہنا ضرور ہی کہ اس روایتہ مین نسبتہ روایتہ صدیق کی کوئی بات کم نہین بلکہ اتنی بات
زیادہ ہی کہ اس روایتہ مین حضرت امام ہمام امام جعفر صادق نی منظر بدگمانی شیعہ اسکی وجہ بہی بیان فرمادے
ہی کہ انبیا کی علم کی تو وارث ہوئی ہین اور اونکی مال کا کوئی وارث نہین سو درصورتیکہ نسخہ لم یرثوا صحیح ہو تب
تو مطلب ظاہر ہی کیونکہ حاصل یہہ ہوگا کہ انبیا کی جو فقط علما ہی وارث ہین کوئی اونکی اموال متروکہ کا وارث
نہین ہوتا تو وجہ یہہ ہی کہ اونہون نی ہی تو کسی سی کچہ درہم و دینار میراث مین نہین لیا اور اگر نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تو
مطلب یہہ ہوگا کہ علما کی وارث الانبیا ہوئی کی وجہ یہہ ہی کہ انبیا نی درم و دینار کچہ چہوڑا ہے نہین جو
اوس مین میراث جاری ہوا و نہون نی فقط احادیث میراث مین چہوڑین ہین باقی رہا فدک وغیرہ سو فدک
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک مین ہی نہتا جو یون کہیی کہ فدک چہوڑ کر آپ اس جہان سی تشریف لیگئے
گئے چنانچہ بشہادۃ آیتہ ما افاء اللہ بخوبی روشن ہوچکا ہے اور سوا اوسکے اور اشیاء مثل لباس مرکب مکان
کی سو مکان آپ کی پاس فقط حجرہای ازواج مطہرات تہے سو گویا ہے کلام اللہ یون معلوم ہوتا ہے کہ وہ
مملوک ازواج ہوچکی تہی اسلیئے کہ خداوند کریم یون ارشاد فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن یعنی ای پیغمبر کی بی بیو
اپنی گہرون مین ٹہرے رہو اور یون نہین فرمایا وقرن فی بیوت النبی یعنی نبی کی گہر مین ٹہرے رہو تو معلوم ہوا
کہ وہ حجری ازواج کی ہوچکی تہی بوجہ ہبہ مملوک ازواج ہوی ہون یا اور کسی وجہ سی اور یہہ احتمال کہ سکونتہ کے
گہر کو تمام عالم رہنے والون کا گہر کہا کرتے ہین اگرچہ مالک اوس کا کوئی اور ہو ادہر کرایہ کے مکانکو بہے اپنا

حد ۳۱۱

کیا کرتے مین قطع نظر اسکی کہ یہ مجاز ہوا اور بے ضرورۃ مجازی معنے مراد لینے کے اجازت نہین اور پہر اس سے
قطع نظر کیجی کہ خدا کو کیا ضرورۃ ہوی کہ فی ہوت ایسے نغر مایا اور یہہ فرمایا کہ شیعون کی لئی اور موجب دشواری ہے
امام کی بات غلط ہو جائیگے ہمکو تو ان معنی کی اپنی طور پر ضرورۃ نہین کیونکہ تا حین حیاۃ مملوک رسول اللہ صلی اللہ
وسلم تھے تو بحکم حدیث لانورث الخ وہ صدقتہ ہوگئے پہر ازواج کی تصرف مین ایسی تہی جیسی آمدنی فدک حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی صرف مین آتی تہی ہم کو تو ان معنی کی کہنی مین فقط التصدیق حدیث حضرت امام جعفر
صادق مد نظر ہے سو اگر آیتہ وقرن فی بیوتکن سے وہ معنے نہین جو ہمنی عرض کئے تو شیعون ہی کو دشواری ہے
ہمین کیا غرض مکانات ہی وقت وفاۃ آپ کی نہتی ہان البتہ لباس اور مرکب کی باب مین کہٹکا باقی رہا گر قوت
ایمان کی بات تو یون ہے کہ حضرت امام کی اس حصر کو کہ انبیا نی بجز احادیث میراث مین کچہہ چہوڑا ہی نہین صحیح
سمجہکر ہرگز متامل نہو جیسے اور یون سمجہی کہ گو بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیاء مذکورہ دنیا مین چہوڑا
لیکن شاید کسی کو اپنے جیتے جی دے گئے ہون اور پہر جو انکے پاس موجود تہین تو بوجہ عاریتہ ہون القصہ اپنے
سمجہہ مین نہ آنے کے باعث حضرت امام کی بات کی تکذیب نکیجی ہان اپنے سمجہہ اور عقل کی تغلیط کیجے لیکن اطمینان
قلب مومنین کی لئی یہہ اشارہ مرقوم ہے کہ لم یورثوا کے یہہ معنی نہین کہ آپ دنیا مین کچہہ چہوڑ ہی کر نہین گئے بلکہ
مطلب یہہ ہی کہ میراث ہین نہین چہوڑ گئے سو اس صورت مین بجز اسکی نہین بن پڑتی کہ یہہ راوی جسکی
راوی حضرت ابو بکر صدیق ہین یعنی حدیث لانورث ما ترکناہ صدقتہ صحیح ہو اور حضرت امام نے بوجہ وا تغیتہ اس
وصیتہ کو حصر کرکے یہ فرمادیا ہو کہ انبیا نی بجز احادیث کی میراث مین کچہہ نہین چہوڑا بہر حال روایتہ حضرت امام ہمام
امام جعفر صادق روایتہ حضرت صدیق اکبر کی اثبات ہین کہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا کچہہ کم نہین بلکہ بہر نہج زیادہ
ہے اول تو آپ نی بطور حصر یون فرمادیا کہ انبیا نی بجز احادیث میراث کی لئی کچہہ چہوڑا ہی نہین حدیث ابو بکر صدیق مین یہ بات نہین
کیونکہ ظاہر ہی کہ حضرت امام کی حصر سی دو باتین معلوم ہوئین اول تو یہ کہ یا تو انبیا علیہم السلام نی کچہہ چہوڑا ہی نہین یا چہوڑا ہے تو وہ
میراث کی قابل نہین دوسرے یہ کہ انہون نی میراث مین احادیث کو چہوڑا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق کی روایتہ سی فقط اتنا ہی
معلوم ہوتا ہے کہ اموال متروکہ انبیا قابل میراث نہین معہذا حضرت ابو بکر صدیق کی حدیث مین اس دعوی کی ساتھ
کہ متروکہ انبیا قابل میراث نہین کوئی دلیل نہین اور حضرت امام نے اوسکی دلیل بہی فرمادی اور اپنی دعوی کو موجہ
کردیا سو شیعو نکی طرف سی تو آپکو اطمینان ہی تہی اسوجہ کا ترہ جو ساتہہ لگایا تو اسیوجہ سے لگایا ہوگا کہ حضرات شیعہ
کی طرف سی آپ کی خاطر جمع نہتی انکی نفاق سی عیان تہا کہ میری بات سے ہی انگلیون حضرات شیعہ ہانتی والی معلوم نہین

ہوتی اسلیئے آپنی دعوی کو موجہ کرکے بیان فرمایا تہا لیکن آفرین ہی شیعون کو کہ حضرت امام کی بات کے نہ ماننے سی گو
ایمان ہی خاک مین مل گیا مگر کیا امکان جو اپنیون سے باز آئین اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی جاتی ہین خیر خداوند کریم ہے
اونکو سمجہین کہ نہ یہ پیر کے نہ فقیر کے نہ اصحاب کی نہ اماموںکی بالجملہ جامی شہرہ ہے کہ جنکی آڑ مین یہ اصحاب کرام پر طعن
کرتے ہتے وہ خود ہمصفیر اصحاب ہین یہ وہی مثل ہی کہ مدعی سست اور گواہ چست واہی برحال شیعہ کہ اصحاب کو برا کہہ کی تو
نور ایمان ہی کہو دیا تہا پر آئمہ کی بات نہ ماننی سی ایمان ہی کہو دیا کیونکہ بزعم شیعہ منکر قول ائمہ کا کافر ہے خصوصاً جبکہ
ایسی معتبر کتابون کی رو واسطے سی معلوم ہو جائے جسکا نام کافی کلینے القصہ حدیث ما ترکناہ الشہادۃ حدیث کلینی
مذکور جو صحیح ہے اصح ہے معہذا ایک اور حدیث کلینے ہی اوسکی موید ہے چنانچہ وہ ہی مرقوم ہو چکی لیکن نظر احتیاط
اوسی ہی مکرر لکہی دیتا ہون روی الکلینی عن ابی عبد اللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ورث سلیمان ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا اسلیئے یہان اسیقدر مرقوم ہونا مناسب ہی کہ اس ہی اتنی بات
معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء کی میراث وہ میراث علم ہے باقی رہا دلائل عقلیہ اور قرائن عقلیہ سی حدیث مذکور کا صحیح
ہونا سو اسکا بیان بہی اوپر ہو چکا ہے مگر بطور یاد دہانید فقط اشارتاً یہ بات مرقوم ہے کہ اول تو انبیا اپنی قبور مین
زندہ موجود ہین اور زندہ کی مال مین میراث جاری نہین ہوتی ہان اگر وہ اشیاء اوسکی کار آمد نرہین اور اس لئی
وہ اون اشیاء کو کسی موقع مین صرف کرنیکو کہی تو اوسکے خدام کو لازم ہے کہ اون اشیاء کو اوسی طرح صرف کردین
سو درصورتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتفاق حیاۃ النبی ہین گوشہ قبر مین زندہ موجود ہون اور پہر دلائل
ہی اوسپر شاہد ہون چنانچہ اوراق سابقہ مین مذکور ہوئین تو میراث تو آپکی متروکہ مین جاری نہوگی لیکن آپکی خلیفہ کی ذمہ
جو بمنزلہ کارکن نبوی ہی کیونکہ خلیفہ اسی ہی کہتے ہین یہ بات لازم ہوگی کہ درباب اموال نبوی جو یار اشارات نبوی
رہے سو چونکہ اشارہ نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو جو خلیفہ راشد تہی اسباب مین باین طور معلوم ہوا کہ ما ترکناہ
صدقۃ تو اونکی ذمہ اوسکی تعمیل لازم پڑی اور کوئی ناقدرشناس باوجود دلائل مسطورہ سابق حیاۃ نبوی
کو نمانے تو اونکی لیئے دوسرے ہدایۃ عقلی موجود ہے اگر ہدایۃ پر آنا اونکو منظور ہو وہ یہ ہے کہ انبیاء
خدا کی سامنے اپنے آپ کو مالک ہی نہین سمجتے پہر وہ کیونکر کہین کہ ہمارے متروکہ مین میراث جاری نہین ہوتے
کیونکہ وہ ہماری ملک ہی نہین خدا کی ملک ہے ہمارے پاس فقط مستعار تہا جب ہم ہی نرہے تو عاریۃ کہان
رہی اب لازم یون ہے کہ جیسے یہ کہ خدا کا مال ہے خدا ہی کی راہ مین صرف ہونا چاہئے مگر چونکہ یہ بات سابق
مین مشروحاً بیان ہو چکی ہے تو یہان اسقدر ہی بہت ہے علاوہ ازین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کا فدک نہ دینا یا بوجہ ظلم و عناد ہو یا بوجہ حقانیت مگر چونکہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کو بہی اسمین سی کچہہ نہین دیا اور علی ہذا القیاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین اپنی بیٹی حفصہ
رضی اللہ عنہا کو بہی نہین دیا حالانکہ موافق قانون میراث یہ دونون بیبیان بہی وارث تہین کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سی تہین بلکہ اون سب مین معزز اور ممتاز تو معلوم ہوا کہ یہ نہ دینا
محض باتباع امر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہا بوجہ عناد و ظلم و فساد نہ تہا ورنہ حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا ہی پر ظلم کرتی تو کرتی اپنی بیٹیون پر نکرتی مہہ ہجو لوگ غصب کرنیوالی ہوتی ہین وہ لوگ بندہ
ہوا و ہوس ہوتی ہین تارک الدنیا اور زاہد نہین ہوتی جو لوگونکی اموال چہین تو لین پر بوجہ زہد و تقوی و ترک
دنیا اپنی خواہشات نفسانی کو مار کر بیٹہہ رہین اور اوسی ہاتہہ نہ لگائین پہر جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
فدک کو نچہیڑا اور اوسی ہاتہہ نہ لگایا نہ اپنی خرچ مین لای نہ اولاد کو نہ اہل و عیال کو دیا تو کیا وجہ پیش آی اس سے
صاف معلوم ہوتا ہی کہ فدک کا نہ دینا فقط اسی وجہہ سے تہا کہ رسول اللہ صلعم سی اوسکی باب مین ایک
حکم ناطق سن چکی تہی اور ان سکو جانی دیجی ابوبکر صدیق کی نسبتہ تو شاید شیعیان فریب باز بحکم المرء یقیس علی نفسہ
فریب کا بہی احتمال کرین حضرات آئمہ اور اہل بیت کی طرف تو یہہ گمان نہوگا سو اونکا حال سنیی کہ حضرت امیر المومنین
علی رضہ سی لیکر آخر تک سب اس بات مین شریک ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ جب اونکی ہاتون پڑا تو حضرت
عباس اور اونکی اولاد کو اوسمین دخل ندیا اون سکو کاڑہ باہر کیا اور ازواج مطہرات کا بہی حصہ ندیا حالانکہ نصف
ترکہ کے یہہ دونون فریق مالک ہوتی تہی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکہ مین میراث جاری ہوتی
تہی تو بزرگان اہل بیت کیون ابوبکر صدیق کی راہ ہولیی ابوبکر صدیق اگر مرتکب ظلم شنیع اور جور قبیح ہوئی تہی
تو چندان مستبعد نہ تہا لیکن ان بزرگوارونکو جو شیعون کی نزدیک معصوم اور اہل سنتہ کی نزدیک محفوظ مین کیا بلا
پیش آئی کہ سب کی سب ایسی ظلم عظیم کی روادار ہوئی اسلیئی کہ باجماع اہل سیر و تواریخ و باتفاق علماء حدیث
ثابت اور متحقق ہی کہ متروکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور فدک وغیرہ حضرت عمر رض کے زمانہ مین حضرت علی اور حضرت
عباس کی قبضہ مین تہا لیکن حضرت علی نی انجام کار حضرت عباس کا قبضہ اوٹہا دیا فقط اونہین کا قبضہ رہا پہر
حضرت علی مرتضی رض کی بعد حضرت امام حسن رض کی قبضہ مین رہا اونکی بعد حضرت امام حسین رض کی قبضہ مین رہا
بعد ازان حضرت امام زین العابدین اور حضرت حسن بن حسن کی تحت تصرف رہا دونون اوسی لیتی دیتی رہے
اونکی بعد حضرت زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا اوسپر تصرف ہوگیا اوسکی بعد مروان کی پنجون پڑ گیا پہر برادر

مروانیون کی قبضہ مین رہا یہانتک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی بادشاہنہ کی نوبت آئی چونکہ وہ خلیفہ عادل اور
بادشاہ انصاف پرور تہی اونہون نے کہا جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رض کو
مانگی پر بہی نہ دی ہو میرا اوسمین کیونکر حق ہو سکی اُسلئی اونہون نے یہہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کو
اوس کا متولی کر دیا پس ائمہ معصومین اور بزرگان اہل بیت کی عمل درآمد سی عیان ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ترکہ مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ وہ وقف ہوتا ہی اسلئی اولاد ائمہ معصومین نی اون لوگونکو دخل نہ دیا
جو لقا لون میراث وارث تہی اور یقین متحقق ہو گیا کہ حدیث صدیق اکبر یعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ بلا غبار
صحیح و درست ہی اور حضرت ابو بکر صدیق کا حضرت فاطمہ کو متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دینا
ایسا ہی جیسا کہ ائمہ اہلبیت نی ازواج مطہرات اور عم بزرگوار اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
نہین دیا بلکہ حضرت صدیق اکبر کے جانب دلائل حق پرستی زیادہ تر ہین کیونکہ ائمہ اہل بیت کی نسبت ازواج مطہرات
اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ دینی مین ظاہر بینان کم فہم کو مثل خوارج یہہ ہی شبہہ ہو سکے
ہے کہ نفع کی چیز دیکہہ کر نہ دیا کیونکہ فدک وغیرہ گو وقف تہا لیکن خرچ اہل بیت مقدم تہا معہذا طعن و تشنیع کا اظہار
چندان اندیشہ نہتا کیونکہ یہہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی وارثون کی کچہہ غیر نہتی ایسی جگہ
چیز کی نہنس جانی اور خرچ ہو جانیکو یون ہی کہا کرتی ہین کہ کہی کہان گیا کہیں ہی ہین لیکن ابو بکر صدیق
کیجانب نفع کا تو یہہ حال ہی کہ قاعدہ کی روسی ایک حبہ کی توقع نہتی کیونکہ نہ وارث ہو سکین ہتی منجملہ مصارف
مندرجہ آیتہ ما افاء اللہ تہی کیونکہ آپ گرچہ مسکین فقیر نہتی اور یہہ ظاہر مین ہی باتفاق فریقین ایک حبہ تک کا
تغلب اوس مین نہین کیا آیندہ سوا مردمان فہمیدہ اور عاقلان سنجیدہ کی کسی سی کلمہ خیر کی توقع نہتی بلکہ
اولٹی عقل کی دشمنون سی یہہ اندیشہ تہا کہ یون کہین گی دیکہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی
ہوتی ہی یہہ آنکہین بدل لین کہ حضرت فاطمہ کا ہی لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ دیا بیٹی چنانچہ
بلا کم و کاست ظہور مین آیا غرضکہ کسیطرح کی منفعت کی امید نہتی اگر تہی تو تمام عمر کی سوختگی کی امید تہی القصہ گو
حضرت صدیق اکبر نی ہی وارثان نبوی کو متروکہ نبوی لوجہ تعمیل ایما نبوی نہین دیا اور ائمہ اہل بیت نی ہی
بوجہ مذکور متروکہ نبوی وارثان نبوی کو نہین دیا لیکن ابو بکر صدیق کا نہ دینا ایک مجاہدہ عظیم تہا اور ائمہ اہل بیت کا
نہ دینا فقط نہ دینا ہی تہا خصوصاً جبکہ نیازمندی و اخلاص و محبت صدیق اکبر اور حقوق اہلبیت خصوصاً حضرت فاطمہ
زہرا رض کو لحاظ کیجی اور یہہ اوسپر حضرت فاطمہ کی ایک دفعہ بمقتضای بشریت ناخوش ہو جانی کو دیکہئی تو مورشناسان

طریقہ پر واضح ہوجائیگا کہ ایسے وقت مین پابند حکم نبوی رہنا ایسے ہی کامل الایمان مستقیم العقل سراپا اتباع نبوی کا کام ہی جیسے ابو بکر صدیق رضہ لیکن شیعونکی عقل کی آنکھ پھوٹ گئے ہے حق و باطل کی تمیز کیون کر کرین مگر اس مین ابو بکر صدیق کا کیا قصور ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمہ آفتاب راچہ گناہ

جیسے اندہے کو اندہیرا تو اندہیرا نور بہی اندہیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی شیعون کو بسبب عداوۃ کے اندہی ہوجانیکے باعث خوبیان بہی برائیان ہی نظر آتی ہین ۔

چشم بداندیش کہ برکندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش در نظر

بالحاصل بقرائن عقلیہ واضح ولائح ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر کا نہ دینا فقط بوجہ اتباع امر نبوی تہا اور یہہ حدیث انّا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح بلا غبار ہی ہو اور اتباع امر نبوی اور پیروی حدیث مذکور کسی قسم کا احتمال اونکی جانب نہین ہوسکتا اور سابقا بجہہ کثرۃ رواۃ اور صدق و دیانۃ جملہ راویان و ہجوم قرائن نقلیہ اس حدیث کا اعتبار اور اوسکی صحۃ معلوم ہوچکی ہتی تو اب کسی کو دربارہ صحۃ حدیث مذکور کسی وجہہ سے مجال دم زدن باقی نرہی اگر کسی کو کچہہ حوصلہ ہو تو بسم اللہ اور یہہ بہی متحقق ہوگیا کہ مولوی عمار علی صاحب کا درباب صحۃ حدیث مذکور یون رقم فرمانا کہ اول تو یہہ روایۃ خلاف قرآن کی دوسرے یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اپنی وارثون مین سے نہ بیٹی سی نہ اپنی بیبیون سی کسی سی نکہا کہ میرا مال صدقہ ہی تمکو نہین پہونچتا تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو کہ اونکی واسطے تہا اوسکو اونسی چہپا رکہا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اوسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا کی وراثۃ مین نتہا اوسکے کان مین کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بہی نکہا ایک سخن ابلہ فریب یا گفتگوئی ابلہانہ ہی کیونکہ جسی وہ خلاف قرآن کہتی ہین وہ حقیقت مین موافق قرآن ہے چنانچہ مفصل معلوم ہوچکا پر سمجہہ نہو تو کسی کا کیا قصور

مصرع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

اور جہان وہ یون کہتی ہین کسی دوسرے صحابی سی بہی نکہا وہان اوس بارہ ہی تو روایتہ ہے موجود ہی منجملہ حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ بہی ہین اور خدا جانی اور کتنون نے سنا ہوگا کہ اونکو روایتہ کا اتفاق ہی نہوا لیکن مولوی صاحب کو خبر نہو تو یہ ہمارا ذمہ نہین کہ انہین خبر کیون نہوئی وہ یون ہی بیخبری مین پڑی ہین یا دیدہ و دانستہ فریب کرتی ہین باقی رہا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اپنی وارثون مین سی کسیسی نکہا اگر بسبب بیخبری کی لکہا ہی تب تو قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی اگر کسی کو خبر نہو تو اوس سی یہ لازم نہین آتا کہ وہ چیز واقع مین نہوا کری مولوی صاحب کو موجودات اور واقعات مین سی کس کس کی خبر ہے خصوصا موجودات عالم غیب اور واقعات قرون گذشتہ کی ہرگز کچہہ اطلاع نہین پر اسوجہ سے وہ معدوم نہین اور غیر واقع نہین کہلائی جاتی ہان مولوی صاحب کی ذہن و ذکا سے البتہ امید ہی کہ دم لاوجود الا ما شاہدت بہرا او ٹہین اور نشہ کی ترنگ مین یہ ترانہ زیب زبان و نقش و قرطاس

ہوا ہے تو اس کا جواب دوکان میفروشان پر ملیگا ہان اگر حضرت عباس اور حضرت عائشہ وارث نہوئی تو یون ہی کہنا تہا کہ اپنی وارثون مین سی کسی سی نکہا اور حضرت علی ہر چند وارث تہی لیکن اول تو وارثون سی زیادہ مقرب تہی دوسرے وہ حضرت فاطمہ کے جو وارث نہین وارث تہی یعنی اونکی خبرگیران اور ان کی طرف سے لینے دینے والی وہی تہی سو بہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سنانیکے اونکا سنا دینا اور اونکا کہنا زیادہ تر مفید تہا علاوہ برین اس قسم کی مضمون جو موت کی خبر دین اقربا کی حق مین موجب رنج ہوتے ہین خصوصاً بیٹے کہ اوسکو بہ نسبت فرزند اور اکثر اور اقربا کی والدین کی ساتہہ زیادہ محبۃ ہوتی ہی تو اگر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم موافق رائے ناقص مولوی عمار علی صاحب حضرت فاطمہ زہرا رضہ سی یہ مضمون فرمائی کہ تمہاری لئی حکم خداوندی یون ہی کہ میری وفات کی بعد میری ترکہ مین سی کچھ نہ لینا تو کچھہ فائدہ تو ہرگز نہتا اس لئی کہ جو کچھہ وہ علی کہنی سے کام چلتا اوس سے زیادہ حضرت علی کی کہنی سی کام چلتا نظر آتا تہا اور اون سی کہہ ہی چکی تہی مگر چونکہ یہ مضمون متضمن خبر وحشت اثر وفات سرور عالم صلعم تہا تو مفت موجب آزردگی خاطر مبارک حضرت زہرا رضہ ہوتا سو ایسا کونسا حضرت زہرا رضہ کا آزردہ کرنا ثواب تہا یا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رضہ کی دشمن تہی کہ بیوجہ اوبی سبب اونکو سب سے پہلے رنج وغم مین ڈالدیتی آپ خود جانتی تہی کہ اگر بالفرض والتقدیر میرے وفات کی بعد حضرت زہرا رضہ بی اطلاع حضرت علی رضہ ابوبکر صدیق رضہ سی جو آپکی نزدیک بالیقین خلیفہ ہونیوالی تہی طالب میراث ہونگی اول تو ابوبکر صدیق رضہ دین مین ایسے سست نہین کہ کسی کی لحاظ و پاس سی حق بات زبان پر نہ لائین اور پہر حضرت زہرا رضہ ایسی ناحق پرست نہین کہ باوجود سن لینے حدیث نبوی کی زبان صدیق صادق سے ہٹ دہرمی کرین اور طلب میراث سے باز نہ آئین اور اگر بمقتضائی بشری جیسے حضرت موسی رضہ حضرت ہارون پر بخیطا بوجہ غلط فہمی معترض ہوئی تہی اور اونکو قصوروار سمجہا تہا مقدمہ میراث مین حضرت زہرا رضہ کو حضرت صدیق اکبر رضہ پر کچھہ اعتراض ہوگا اور اونکا یہہ عذر کہ مینے رسول اللہ صلعم سی سنا ہی لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ بوجہ غلط فہمی جو مرتبہ بشریتہ کو لازم ہے اور انبیا بہی اوس سے چہوٹی ہوئی نہین پایہ اعتبار سے ساقط ہوگا تو حضرت علی موجود ہین وہ اس حدیث کو سنا دین گی القصہ مولوی صاحب کا یہ گانا کہ کسی سی اپنی وارثون مین سی نکہا سراسر دروغ و بہتان ہی اور یہ جو اوس نکہنی کو حکم خدا کا چہپا رکہنا اپنے نزدیک سمجہتی ہین اسکو بجز اسکے کہ دیوانونکی بکواس کہئیے اور کیا کہیئے اول تو حضرت فاطمہ زہرا رضہ سی بظاہر چہپانیکی کوئی معنی ہی نہین اسلئے کہ وہ ائمہ اہل بیت سی کسی بات مین کم نہین جب ائمہ کو علم ما کان اور علم مایکون ہو تو حضرت فاطمہ رضہ کو بدرجہ اولے ہوگا کیونکہ اونکا رتبہ اکثر ائمہ سی زیادہ ہی کم نہین بلکہ یون کہیی تو زیبا ہی کہ

رسول اللہ صلعم نے اونسے کہنے کی حاجت ہی نہ سمجہی ہی تو اوس سے جیسے بی بی کہی معلوم نہو سکی اور اگر ماکان و مایکون مین سے
احکام کو مستثنی کرین یا حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو درباره علم ائمہ سے کم کہین تو سے چہپانا نہین کہتے کہ ایک گروه مین سے دو چار کو
بتلادیا اور باقیونکو نہ بتلایا سب جانتے ہین کہ جب بات دو چار کی کان مین پڑتی ہی پہر چہپی نہین رہتی نقل مشہور ہے
ع نہان کی باتین رازی گزو ساز ند مخلصانہ خاصکر علم دین کی باتین کیونکر در باب درس و تدارس و تبلیغ علم و احکام جو کچہہ
فضائل اور تاکیدین منقول ہین سبکو معلوم ہین پہر کیا امکان جو ایسی بات چہپی رہے آخر جو احکام خداوندی نازل
ہوتی تہی سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و علی آلہ کو نسے خانہ بخانہ ہر ہر فرد بشر کے کان مین کہتے پہرتے تہے
یہی ہوتا تہا کہ ایک دو سے آپ نے کہا انہون نے اور ون سے اسیطرح آگے پیچہے سبکو خبر ہو جاتی تہی اور اب تک یون ہی
بتدریج ہمنیونکو خبر ہوتی جاتی ہی ہان اگر آپ سبکو کہدیتے کہ دیکہو خبردار اور کسی کو اطلاع نہو تو البتہ یون کہہ سکتے
کہ حکم خداوندی چہپا رکہا علاوه برین عقل کی بات جو تہی وه آپ کر گذرے یعنی حضرت صدیق اکبر سے جو کارکن خلافت
تہے یہہ بات و اشگاف فرمادی اور ظاہر ہی کہ دینا لینا دونون ہی کا کام ہی دینے والی کا ہی اور لینے والی کا ہی
اگر ان مین سے ایک ہی اپنے کام سے ہٹ بیٹہے تو دوسرے سے کیا ہو سکتی ہی دینے والا اگر دے نہین تو لینے والا کیونکر
لے اور لینے والا اگر لے نہین تو دینے والا کسطرح دے پہر لینے دینے والون مین سے اگر ایک کو بہی روک دے تو جس چیز
کا بدستور رکہنا منظور ہو وه بدستور رہیگی ہو فقط حضرت ابوبکر صدیق کی دینے سے روک دینے مین مطلب حاصل تہا
اسلیے حضرت فاطمہ سے کہنے کی کچہہ ضرورت نہوی باقی رہی یہہ بات کہ مطلب یون بہی حاصل ہو سکتا تہا کہ حضرت فاطمہ
زہرا رضہ ہی کو یہہ حدیث سنا دیتے اور حضرت صدیق اکبر سے یہہ بات نفرماتے بلکہ حصول مقصود اس صورت مین بوجہ
احسن ہوتا کیونکہ اتنا جہگڑا ہی جواب ہوا نہوتا اسکا جواب یہہ ہی کہ واقعی حصول مقصود کی ایک یہہ بہی صورة تہی
لیکن اس صورت مین جواب ظہور مین آئے چند مصلحتین ایسی ساتہہ لگی ہوئی تہین کہ در صورة مرقومہ ہرگز نہتی تفصیل
اسکی یہہ ہی کہ اول تو ایسی وصیتونکی صدیق اکبر سے فرمانی مین صحة خلافة صدیق اکبر کی طرف اشاره مد نظر تہا
تاکہ حاضرین محفل سمجہہ جائین کہ یہہ وصیتین جو صدیق اکبر کو کی جاتی ہین تو اپنا جانشین کرنا ہمین اپنے مد نظر ہی
کسی مصلحت سے تصریح نہین فرماتے تو کیا ہوا اور یہہ کچہہ نیا ہے اشاره نہین ایسی ایسی بلکہ اس سے بڑہ کر اور بہت
سے اشاره حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام بلکہ خود کلام ربانی مین
پائی جاتی ہین اور اوس سے مولوی عمار علی صاحب کے اس سخن نامعقول کا ہی جواب نکل آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک اجنبی شخص سے جو اوسے کسی طرح رسول اللہ صلعم کی وراثت مین کچہ دخل نہتہا یہہ فرمایا کہ لا نورث ما ترکناہ

صدقتہ اور حاصل جواب یہہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تہا کہ میری بعد سررشتہ اختیار صدیق اکبر کی
ہاتہ مین ہوگا اسلیئی جو امور ضروریہ خلافتہ قابل وصیتہ ہین وہ اونہین سی کہنی چاہسین تا کہ اوسکی موافق کاربند
ہوکر انداز خلافتہ کو ہمرنگ نبوۃ کردین دوسری ایسی صورت مین فقط لینی والی کو منع کرنی مین یہہ بہی اندیشہ
ہے کہ مبادا الطمع نفسانی حکم خداوندی کو چہپالی گو بوجہ محفوظیتہ یا معصومیتہ حضرت زہرا رضا سے اس موقع خاص مین یہہ
ڈر نہو مگر قواعد کلیہ شرعیہ مین خاص خاص امور کا اعتبار نہین ہوتا اسیواسطے اگر کسی قضیہ مین کوئی ولی کامل کہ اوسکی ولایتہ و
صدق و دیانتہ پر تمام عالم متفق ہوتین تنہا ثبوت دعوی مدعی کی گواہی دی تو گو یہ یقین کامل ہی کہ یہ شخص جہوٹ
نہین بولتا ہرگز قبول نہوگی اور اگر ایسی دو آدمی کہ بظاہر پیرایہ عدالتہ رکہتی ہون گو قاضی کی نزدیک ہی وہ دونو ملکر
صدق مین اوس ایک کی برابر نہون بلا تامل مقبول ہوگی وجہ اسکی یہی ہی کہ قواعد کلیہ شرعیہ کو بانیوجہ کہ جو اون قواعد کے
لحاظ سی مقصود ہے کسی خاص موقع مین اونکی لحاظ نکرنی سی وہ مقصود بوجہ احسن اور بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہی نہین چہوڑ سکتی
الحاصل اگر حضرت فاطمہ کو حدیث مذکور کی سنا دینی مین بزعم شیعہ مقصود اصلی بہ نسبتہ اسکی زیادہ تر اچہی طرح سی حاصل
ہو جاتا کہ صدیق اکبر سی فقط کہدیا لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہی کہ ایسی موقع مین دینی والی کو روکا جای نہ لینی
والیکو اور باین ہمہ یہ کہنا ہی غلط ہی کہ اگر حضرت فاطمہ کو یہ حدیث سنا دیتی تو جہگڑا نہوتا اور مقصود بوجہ احسن حاصل
ہو جاتا کیونکہ اول تو جہگڑے کا ہونا ہی مسلم نہین چنانچہ انشاء اللہ معلوم ہو جاویگا یہ فقط شیعون کی شرارتہ ہے کہ
افسانے بنا بی اصل کو کوچہ و بازار مین گاتی پہرتے ہین حاشا و کلا جو یون ہوا ہو دوسری اگر کسی قسم کی فی الجملہ ابتداء
شکر رنجی دو چار روز کی لئی ہو بہی گئی تو اسی جہگڑا نہین کہتی ایسی ایسی امور مین ہو ہی جاتی ہین حضرت موسی اور حضرت
ہارون کا قصہ کس کس نے نہین سنا معہذا جو رنج کہ قریب ہی مبدل بصلح ہو جائی اوسکی ہونیکا کچہ اعتبار نہین اوسکو
عرف مین کان لم یکن سمجہتی ہین ایسی رنجو نکا اگر کہٹکا بہی ہوتا ہی تو پیش بندی نہین کیا کرتے سو باین لحاظ گو نہ
صدیق اکبر ایسی ناقدر شناس ہین کہ حضرت زہرا کی سامنی عذر معذرۃ نکرینگی نہ حضرت زہرا ایسی کج طبع ہین کہ ہرگز
سیدہی ہی نہونگی اسکا پیغمبر خدا صلعم نی کچہ لحاظ نکیا ہو مگر الحمد للہ کہ اسیطرح ظہور مین آیا چنانچہ روایتہ محجاج السالکین جو
انشاء اللہ اب قریب ہی مذکور ہوتی ہی اسبات پر شاہد ہی کہ حضرت صدیق اکبر نی عذر کیئی اور حضرت زہرا نے قبول فرمائی
اور بدل و جان انسی پہر بمنزلہ شیر و شکر ملگئین تیسری یون کہنا کہ حضرت فاطمہ سی کہدیتی تو جہگڑا نہوتا جب زیبا ہی کہ رسول
اللہ صلعم عالم الغیب بہی ہوتی بیسیون آیات اسباتکی گواہ ہین کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام موجودات مین سے کسیکو علم غیب نہین قال
لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اول آیتہ سی بالخصوص رسول اللہ صلعم کا عالم الغیب نہونا

صہ ٣١٩

اور دوسری سی علی العموم ملائکہ اور انبیا اور جن و بشر کا عالم الغیب نہونا ثابت ہی جسی شک ہو ترجمہ کی کلام اللہ بہت موجود ہین
نوین سیپارہ کی نصف و ثلث کی مابین اور بیسوین سیپارہ کی اول رکوع مین آیات مذکورہ کو تلاش کر کے اپنی تسلی کرلی قلتِ فرصت
سے معذور ہون نہین مین ہی لکہتا اور ظاہر ہی کہ اسطرح کی امور کا دہیان گمان ہی بسا اوقات نہین آیا کرتا جو یون
کہی کہ عقل سی معلوم کر کی پیش بندی کرنی تہی ہان جو سی مصلحتین بیان کین اور انشاء اللہ تعالی کرونگا وہ البتہ لحاظ عقلی کی قابل ہین
چنانچہ عاقل سمجہتی ہین اور جیون لا یعقل نسمجہین تو کیا کیجی تیسری مصلحت یہ ہے کہ جب یون سمجہکر کہ جتنا دو لونکی کہتی سی کام چلتا ہی وتنا
ہی ایک کے کہی ایک ہی کی سنا دینی کی تجویز ٹہری تو پہر مناسب یون ہے کہ ابو بکر صدیق ہی کو روک دیں کیونکہ فعل اعطا اونہین سے ظہور مین آتا
باقی حضرت فاطمہ لینی والی تہین اور ظاہر ہی کہ دینا لینی کی فرع ہی اور دینا اصل ہی اور اصل کی اور کہاڑ دینی مین جو کچہہ قلع و قمع فساد
ہوتا ہی وہ فرع اور شاخ کی قطع کرنی مین نہین ہوتا الحاصل جب فساد کی پیش بندی کی لئی اس حدیث کا سنا دینا مد نظر تہا اور صدیق
اکبر کی کہنی مین تو اوسکی بیخ و بنیاد کا اوکہاڑ دینا تہا اور حضرت فاطمہ کی کہدینی مین گویا شاخ کو قطع کر دیا یا یون کہئے کہ پہل نہ لگا
ہو اسکے اگر حسب گفتار سراپا نا معقول شیعہ کوئی اور فساد بیچ مین اتفاق سے کہڑا ہوتا نظر آئی تو اوسکی مدافعہ کے لئی سکی مدافعت
کو نہین چہوڑ لیجاتا یعنی اسباب کا لحاظ مقدم ہی کہ مملوکہ نبوی دستبرد وارثان نہو جای یہین بلا سی کسی قسم کا تنازع ہی کیون پیش
آجای بہر حال قطع نظر اسکے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی کہنی مین بسر دست اثر خاطر مبارک حضرت زہرا نظر آتا تہا اور مطلب اونکی نہ
کہنی مین ہی حاصل ہو سکتا تہا اقتضاء عقلی ہی یو نہین تہا کہ حضرت فاطمہ سی نہ کہئی اور حضرت صدیق اکبر ہی کو گوشگزار کر دیجی
کیونکہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو پہر سر رشتہ اختیار اونہین کی ہاتہہ ہوگا جب وہ متروکہ نبوی وارثونکو نہ دینگی تو حضرت فاطمہ یا اور کسی وارث کی
پاس آپ نہ جائیگا جو وہ اوسکو اپنا مملوک سمجہکر تصرف ناجائز کر بیٹہین اسوجہ سی اونکو اطلاع کرنی ضرور ہو باقی رہی فقط طلب گاری
تو اسمین تا وقتیکہ اسباب کی اطلاع نہو کہ ہمارا حق ہی نہین کچہہ گناہ نہین جو اوسکی پیش بندی کی ضرورۃ ہو معہذا حضرت عباس اور حضرت
عائشہ سی کہدینا کفایت نہ کرتا تہا اسلئے کہ اگر میراث تقسیم ہوتی تو یہ دونو صاحب ہی کچہہ کم نصف کی مالک ہوتی سو اگر میراث تقسیم ہوتے
تو سبہی کو برابر تقسیم ہوتی پس لاجرم انکو ہی اطلاع ہوئی سو اگر حضرت فاطمہ کو پہلے سے معلوم نہوتا اور نہ ابو بکر صدیق کو خبر ہوتی
جب اون دونو کا سننا کافی تہا وقت ضرورۃ بیشک حال معلوم ہو جاتا اور ان سکو جانی دو نہ ابو بکر صدیق کا ذکر کرو اور
نہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کی معلوم ہونیکا کچہہ خیال کرو فقط حضرت علی سی فرما دینا ایسا ہی تہا جیسا حضرت فاطمہ
سی فرما دیا کیونکہ اونکی طرف سی کار کن اور خبر گیران جبتک وہی تہی دونو صاحبزادی جبتک صغیر السن ہی ہین سو پیغمبر خدا صلعم
جانتی تہی کہ اول تو میراث کا لینا کچہہ کہیل مین گوڑ ہوڑنا نہین جو چپ چپاتی ہو جای پہر وہ ہی اسقدر مخفی کہ حضرت
فاطمہ کی میراث یعنی کی حضرت علی کو ہی خبر نہو بلکہ صدیق اکبر سی اگر بالفرض کچہہ لیا ہی جاویگا تو گو مطالبہ کرنیوالے

حضرت فاطمہ زہرا رض ہونگی پر لینے والی اور قبضہ کرنیوالی حضرت علی ہی ہونگی ادہر حضرت عائشہ اور حضرت عباس
ہی بہ نسبت حضرت فاطمہ کے کوئی غیر نہتی ایک مجازی والدہ دوسرے چچا دادا اور ظاہر ہے کہ ایسی قرابت ہو تو ہمیں بیشتر اتفاق
ملاقات رہتا ہے اور اس سبب سے ایک دوسرے کو اوسکے نفع و نقصان کی اگر کچھہ اطلاع ہوتی ہی تو اطلاع کر دیتا ہے خصوصاً امور دینی
نفع و نقصان کی باتیں اور وہ بہی ایسی لوگوں سے جو دنیا کو طلاق دے بیٹھے ہوں ایسی مواقع میں تو اگر بمقتضاے بشری
کوئی رنج بہی فیمابین واقع ہو جاتا ہے تب اوسکے نفع و نقصان کے اطلاع کر دیا کرتے ہیں کیونکہ ایسی مواقع میں اگر کچھہ رنج
بہی ہو جاتا ہے تو بوجہ محبت ہوتا ہی بوجہ عناد و بغض نہیں ہوتا جو دوسرے کے نقصان کا روادار ہو چونکہ رنج کے
دو طرح کے ہونیکی تحقیق آیۃ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء کے ذیل میں گذر چکی اسلیے فقط اسی پر اکتفا کرکے
معروض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے سنا دینے میں بہی یہ نظر آتا تہا کہ لاجرم انکے وسیلہ سی حضرت
فاطمہ اور نیز اور وارثونکو یعنی ازواج باقیہ کو اطلاع ہو جاےگی شروع میں نہیں تو وقت طلب یا وقت قبض و تصرف
تو ضرور یہ بات معلوم ہو جاوے گی کیونکہ ایسی باتیں کچھہ راز کی تو ہیں نہیں ہے جو کسیکو اطلاع نہو الحاصل یہی چھپانا
نہیں کہتے کہ دس بارہ بلکہ شاید زیادہ کی سامنے ایک بات فرما دیں اور وہ بات بہی اس قسم کے کہ اوسکی تعمیل اگر
ہو سکے تو جبتک طشت از بام او فتادہ قصہ نہو تب تک نہو سکے منجملہ اسرار کی نہیں ہے جو چہپاے جاے خاص کر حضرت علی
اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہ دو تو انمیں سے وارث ہیں اور ایک وارث کے وارث یعنی انکی
خبرگیران پہر یون کہنا کہ حکم خدا کو جو بنہ وارثان نبوی تہا پیغمبر خدا صلعم نے وارثون سے چہپا رکہا جہک مارنا ہے
کہ نہیں ہاں چہپا رکہنا اسی کہتی ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے حسب روایات کافی شیعہ فرزند ارجمند خویش حضرت زید
شہید سے حکم امامتہ امام محمد باقر رض چہپا رکہا اور پہر حیف یہ ہے کہ حکم بہی ایسا کہ جبیا اوسکی نمانئے سے کفر
عائد ہوتا ہے ویسا ہی اوسکے نجاننے سے آدمی کافر رہتا ہے چنانچہ بمتناد یہ حدیث من لم یعرف امام زمانہ فقد مات
میتۃ جاہلیۃ شیعونکا یہی عقیدہ ہے اسلیے کہ اسکے معنے شیعونکی طور پر یہی ہو سکتے ہیں کہ جو امام وقت کو دوازدہ ائمہ
میں سے نجانے یعنی اوسکی امامتہ کی اوسی خبر نہو تو وہ جاہلیۃ کا سا مرنا مریگا یعنے جیسے رسول اللہ صلعم کے مبعوث ہونے
سے پہلے پہلے اکثر جزیرہ عرب کے لوگ بسبب جہالت کی عقائد باطلہ اس جہاں سے گئے اور اس سبب سے جہنم رسیدہ ہوے ایسی ہی امامتہ
امام وقت سے جو جاہل رہے گا وہ بہی اوسی شمار قطار میں داخل ہوگا الحاصل حضرت امام زین العابدین نے حضرت زید شہید
سے ایسا مسئلہ جو رکن دین و ایمان تہا چہپا رکہا تہا سو چہپانا اسی کہتی ہیں نہ کہ اسکو کہ ہر ہر وارث کے کان میں لا نورث
ما ترکناہ صدقۃ لکھا اور اگر سند مطلوب ہے تو لیجئے کلینی کی روایۃ موجود ہے کسی ایسی ویسی زند بازاری کی نہیں روے

الکلینی عن ابان قال اخبرنی الاحول ان زید بن علی بعث الیہ وہو مختف قال فاتیتہ فقال یا ابا جعفر ما تقول ان طرقک طارق
منا اتخرج معہ قال فقلت لہ ان کان ہو اباک واخاک خرجت معہ فقال لی ارید ان اخرج فاجاہد ہولاء القوم فاخرج معی
فقلت لا افعل جعلت فداک فقال ارغب بنفسک عن نفسی فقلت انما ہی نفس واحدۃ فان کان للہ فی الارض حجۃ فالمتخلف عنک
ناج والخارج معک سواء فقال یا ابا جعفر کنت اجلس مع ابی فی الخوان فیلقمنی البضعۃ السمینۃ ویبرد لی اللقمۃ حتی تبرد شفقۃ علی ولم
یشفق علی حر النار اذ اخبرک ولم یخبرنی قال فقلت خاف علیک ان لا تقبل فتدخل النار واخبرنی فان قبلت نجوت
وان لم اقبل لم یبال ان ادخل النار حاصل روایت یہ ہے کہ علامہ کلینی ابان سی یون روایت کرتی ہین کہ انہون نی بیان کیا
کہ احول نی مجہہ سی یون نقل کی کہ حضرت زید بن امام زین العابدین نی جسوقت کہ وہ مخفی تہی کسیکو میری پاس بلانیکو
بہیجا تو انہون نے کہا ای ابو جعفر یہ لقب ہی احول کا تیری ہمین کیا رائی ہی اگر ہمارے طرف سی اچانک کوئی بلانی والا تیرے
پاس آئی یعنی ہم اپنی مدد کی لئی تجہی بلوائین تو اوسکی ساتہہ ہماری بلوائی سی ہو بہی لیگا کہ نہین احول نے کہا مینی حضرت
سے یون عرض کیا کہ بلوانی والی تمہاری باپ یا تمہاری بہائی یعنی امام محمد باقر ہوئی تو مضائقہ نہتا مین بہی ساتہہ
ہو لیتا انہون نی پہر فرمایا میرا ارادہ یون ہی کہ مین نکلون اور ان لوگون سی یعنی مروانیون سی جہاد کرون
سو تو بہی میری ساتہہ چل مینی عرض کی کہ مین آپکے قربان جاؤن مجہسی ہرگز یہ کام نہوگا انہون نی فرمایا
کیا تو اپنی آپکو ہمسی علیحدہ بچاتی ہی مینی کہا مین اور تم تو ایک ہی ہین پر درصورتیکہ روی زمین پر کوئی خدا کیطرف
سے حجت یعنی امام موجود ہو تو تمہاری ساتہہ سی رہجانی والا اور تمہاری ساتہہ جانیوالا دونون برابر
ہین یعنی امام کی ہوتی تمہاری ساتہہ جہاد مین کچہہ فائدہ نہین انہون نے کہا مین تو ابو جعفر مین اپنی باپکی ساتہہ
خوان پر بیٹہا کرتا تہا وہ مجہے چہانٹ چہانٹ کی گوشت کی موٹی بوٹیان دیتی تہی اور میرے لئی لقمی ٹہنڈا کرتی تہی
یہانتک کہ خوب ٹہنڈا کہانیکے قابل ہو جائے یہ سب قصہ محبت کی سبب تہا سو بڑے تعجب اور کمال حیف کی
بات ہی کہ یہانکی آگ کا تو شفقت کرنی مین لحاظ کیا اور دوزخ کی آگ سی بچانی مین انہین مجہہ پر کچہہ محبت نہ آئی
جو مجہے نکے امام باقر کے امامت کی خبر کر دی اور مجہے خبر اصلا نکی احول کہتا ہے مینی کہا تم سی یہ خوف ہوا
کہ مبادا تم نمانو اور اس سبب سے دوزخ مین جاؤ اور مجہے یون سمجہہ کے خبر کر دی کہ اگر مینی قبول کیا تو فبہا نجات
پائی نہین تو اونکی بلا سے دوزخ مین جاؤنگا تو مین جاؤنگا انتہی ہرچند اس روایت سی بہت سی مضمون
مفید مطلب اہل سنت برآمد ہوئی ہین لیکن اول تو اسمقام مین اون سب کا ذکر کرنا بیموقع ہے دوسری فرصت اتنی
کہان اسلئی فقط اتنی بات گزارش ہی کہ اس روایت سی تصریح معلوم ہوا کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و

دانستہ اپنی فرزند ارجمند زید شہید سی امامتہ حضرت امام محمد باقر کو چھپا لیا حالانکہ اوسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان تہا چنانچہ اس
روایتہ سے بھی ظاہر ہی اب اہل انصاف سی یہ عرض ہی کہ فدک کو جو منجملہ متاع دنیوی تہا امامتہ امام وقت کی برابر کبھی حب کا جاننا
منجملہ ارکان ایمان ہی اور پہر حضرت امام زین العابدین کی دیدہ و دانستہ چہپا لینی کو رسول اللہ صلعم کی اس بارہ آدمیون کی
سامنے بغرض تبلیغ کہہ دینکی مقابل کیجی اور پہر اسپر لحاظ کیجی کہ باانیہمہ حضرت امام زین العابدین نی جو حضرت امام
محمد باقر رض کی امامتہ کی حضرت زید شہید کو اطلاع نکی تو اوسمین کیا نقصان نکلا اور آنحضرت صلعم نی جو حضرت فاطمہ
زہرا رض سی یا کسی اور وارث سی حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقتہ نکہا اور بزعم شیعہ فقط صدیق اکبر ہی سے
کہا تو کیا ضرر پیش آیا ظاہر ہے کہ نسبتہ امامتہ امام محمد باقر حضرت امام زین العابدین کی لب کشا نہونے مین
انجام یہ نکلا کہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد حضرت زید شہید بوجہ جہل رکن ایمان یعنی امامتہ امام وقت چنانچہ روایتہ
مسطور سے ظاہر ہے مستوجب دوام عذاب و رداخل زمرۂ کفار ہوئی اگر بذات خود امام زین العابدین فرزند ارجمند
سے یہ بات فرما دیتی تو امید قوی تہی کہ حضرت زید تسلیم ہی کر لیتی اشتباہ دروغ احول دروغگو جو فی الحال بزن
ایمان ہوا اسصورت مین بیچ مین سی اوٹھہ جاتا اور رسول اللہ صلعم نی فقط ابوبکر صدیق ہی سی حدیث مذکور کو کہا تو کچھہ
خرابی نہ نکلی کیونکہ جو کچھہ مقصود تہا وہ حاصل ہی ہو گیا ترکہ نبوی صدقہ ہی رہا بہرحال اوسمین میراث جاری ہونی
نپائی بلکہ اگر بالفرض والتقدیر سرور کائینات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حدیث کو بوجہ فراموشی
مثلاً کسیسے نفرماتی نہ صدیق اکبر سی نہ کسی اور سی تب بیش برین نیست کہ نادانستگی مین وارثان نبوی ترکۂ نبویکو
جو فی الحقیقتہ وقف تہا خورد برد فرماتی سو ہم علماء شیعہ ہی سے استفتا کرتی ہین کہ اگر کوئی نادانستگی مین مال وقف کو
اپنا مال سمجھکر کہا لی تو اوسکے ذمہ کیا گناہ بہرحال حضرت زین العابدین کی حکم خداوندی کی چھپانے سے جو کچھہ
نقصان نکلا اوسکو ایک طرف رکہئی اور رسول اللہ صلعم کی اس نہ کہنی سی جو مطلب کی حصول مین کچھہ خرچ نہوا
اور درصورۂ اخفاء کلی جو کسیطرح کا وارثونکا نقصان دینی یا دنیوی تہا اوسکو دوسری طرف دہرئیے القصہ ادہر کے
تمام لوازم کو اودہر کی تمام لوازم سی تولیی اور پہر دیکہیے کہ کسطرف پلہ جہکتا ہی اور اخفاء حکم کسطرف ہی اور کسطرف نہین
بہرحال ہر کس و ناکس پر ان تقریرون سی واضح ہو گیا کہ کسیطرح رسول صلعم کیطرف سی اخفاء حکم نہین ہوا اور بزعم شیعہ
قطعاً اور یقیناً حضرت امام زین العابدین نی اخفاء حکم خداوندی کیا لیکن آفرین ہے مولوی عمار علی کی فہم و فراست پر
کہ اسی کو اخفا سمجھتے ہین اور اسی نہین سمجھتی بار خدایا نہین کسی نی کہا تہا کہ تم بہی دین و مذاہب کی باتون مین دخل دیجو تنی
عقل و فہم پر اہل سنتہ سی لوجھتی ہین کوئی مولوی صاحب سے پوچھی اپنی کیون اہل سنتہ سی دست و گریبان ہونیکا

ارادہ کیا شعر او جنہوں کو بلا مین آپ تو کچھہ خیر ہے صاحب نہ لگا یا ہاتھ کسی آپکی زلف پریشانکو یہ علماء اہل سنتہ تو درکنار عوام
اہل سنتہ بہی بمنزلہ دلاوران عالی نظر میدان مناظرہ مین آئیے سمجھہ والونکو بمنزلہ زنان بے ہتیار سمجھکر کچھہ معترض نہین ہوا کرتے ان
درصورتیکہ گریبان گیر ہے ہوجاتے ہین تب بضرورۃ و ناچاری اونکی ہاتھہ پاؤنکی خبر لیتے ہین اسلیئے اس ہیچمدان نے بہی جو
کچھہ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجیئے گا لیکن سچ تو یون ہے آپ کو بری تو لگی گی جیسی آپکی باتین ہین ایسی منہہ اونہین سے تو گونہ
تشنیع ہمارے بہی تہہرے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہونچ ہی جاوے تو بہتر برین نسبت ناک ہی چلی گی دل تو کسی عاقل کا
نہ جلیگا پر آپ کے حرف بیمعنی اور سخن نامعقول مین طرفہ ستم یہ ہین کہ بحکم مصرع ع جواب جاہلان باشد خموشی یہ حقیقۃ
مین قابل جواب تو ہوتے نہین جو جواب دیا جاوے البتہ خاموش ہوکر جی جلانا پڑتا ہے پر اس ہیچمدان نے جب یہ جانا کہ جاہلوں کے
جواب مین عالم البتہ نہین بولا کرتے تجہی اس ہیچمدانی پر کیا ہوا جو خاموش ہوکر بیٹہہ رہون مہنداب سر پر آپنی ہ بوقت
گفتن و گفتن بوقت خاموشی ہنا اسلیئے اسقدر اوراق کو سیاہ کیا اور آگے اور کرنے پڑے سو منصفان بے روئے و
ریا اور بہی سنین کہ بعد ازین مولوی عمار علی صاحب کچھہ ایسا رقم فرماتے ہین جس سے حضرت فاطمہ زہرا کا مکرر
صدیق اکبر کے پاس جاکر میراث کا طلب کرنا اور اونکا فدک کو حضرت فاطمہ کے نام لکہدینا اور پہر اتفاق سے
حضرت عمر کا آجانا اور اونکا اوس کاغذ کو پہاڑ ڈالنا نکلتا ہے سو اسکا جواب بحکم مثل مشہور ہ دروغ را
جزا باشد دروغی یہ موافق نقل ہندی گوہ کی دار و سوت یون چاہیئے تہا کہ حضرت فاطمہ رض ایک بار بہی
میراث کی طلب کے لیے صدیق اکبر تک نہین گئین چہ جائیکہ دوبارہ مطالبہ کی نوبتہ آئی ہو اور حضرت صدیق
اکبر نے اونکی نام جاگیر کا کاغذ لکہدیا ہو اور حضرت عمر نے اوسے پہاڑ ڈالا ہو وہ شروع سے لب کشا ہی نہین ہوئین
نہین مگر چونکہ جہوٹ پہر جہوٹ ہے ابتداءً ہو یا دروغ کی جزا مین مہندا خداوند کریم جہوٹونکو سیکڑون طرح شرماتا ہے چنانچہ
ابہی انشاء اللہ تعالی معلوم ہوئی جاتا ہی سچ ہی بولنا مناسب ورانسب نظر آیا اسلیئے گزارش ہے یہ یاد رہے کہ یہ محض دروغ
بیفروغ ہے طومار بندیون سے ہیچونکو جہپتا ہین گیلا کرنا اہل سنتہ کا قول بحکم الصبی پوچ یا تو نسے خلل پذیر نہین ہوسکتا باقی
یہ حوالہ دینا کہ سبط بن جوزی نے اس روایتہ کو اپنی سیرۃ مین تحریر کیا اور واقدی محدث اہل سنتہ نے اور برہان الدین حلبی
شافعی نے اپنی سیر مین لکہا ہی محض ایک سخن ابلہ فریب ہے سادہ لوحان اہل سنتہ کو گمراہ کرنیکے لیئے بحکم اتباع پیشوایان خویش
مولوی صاحب بہی یہ چال چلتے ہین چونکہ درباب تنقیح روایات مفیدہ مطالب شیعہ ایک بحث طویل مرقوم ہوچکے ہے
اور اوسکے مکرر بیان کرنے مین بجز دردسر تازہ کچھہ سود نہین اسلیئے مکلف ناظرین ہوں کہ چند اوراق پلٹ کر اسباب
ہند اپنی تسلی کرلین پر اتنا اشارہ یہان کیئے دیتا ہوں کہ اول بڑی دلیل اسبات کے کہ یہ قصہ کہ حضرت

فاطمہ بگڑ گئین اور حضرت صدیق اکبر نے فدک کا جاگیر نامہ اونکے نام لکہدیا اور حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا سراسر دروغ
اور بہتان بے اصل ہی یہ ہے کہ شیخ ابن مطہر حلی منہج الکرامتہ مین یون رقم فرماتے ہین لما وعظت فاطمۃ ابا بکر
فی فدک کتب لہا کتابا و ردہا علیہا یعنے حضرت فاطمہ نے جب ابوبکر کو فدک کے مقدمہ مین وعظ و پند کیا تو ابوبکر
نے حضرت فاطمہ کے نام اوسی لکہدیا اور فدک کو اونکے حوالہ کر دیا تہا اور ظاہر ہے کہ شیخ مطہر دشمنی صدیق اکبر مین
مولویصاحب کے بہی افسر ہین اور یار غار کی عداوۃ مین اونسے بہی ول مین مولویصاحب سے بہی اگر یہ باتین سکہین ہین
تو انہین بزرگوار ونکی بہکانیسے سکہی ہین اگر کچہہ بہی اسکی اصل ہوتی تو وہ سیر کے من کر دیتے اور سوئیکا بہالا بنا دیتے آخر
اتنا ہی تو اسی غرض سے لکہا ہی کہ صدیق اکبر بوجہ دغا بازی فدک کا دبانا چاہتے تہے پر وعظ و پند کے باعث
آخر کار ہاتھ سے چہوڑا اگر اپنی بات مین سچے ہوتی اور حدیث لا نورث ما ترکنا و صدقۃ صحیح ہوتی غلط نہوتی تو دغا باز
مشہور ہونیکی کیا معنی تہی اولٹی وہی حضرت فاطمہ کو نصیحتہ کرتی تہو اگر پہاڑ ڈالنی کا قصہ کچہہ بہی اصل رکہتا تو وہ کیا کیا
زبان درازیان نکرتے بلکہ شیخ ابن مطہر حلی نے تو اہل سنتہ کی لئی بہت تخفیف تصدیع کر دی یہانتک کہ اہل انصاف کی نزدیک
تو شیعونکو لازم یون ہی کہ مثل حر بن یزید ریاحی صدیق اکبر کے بہی بدل و جان معتقد ہو جائین کیونکہ التائب من الذنب
کمن لا ذنب لہ خیر الحمد للہ کہ شیعونکی ہی روایات سے دروغ مولوی عمار علی صاحب ثابت ہو گیا و کفی اللہ المومنین
القتال بہر حال جو باتین مولوی صاحب نے تراشی ہین مولویصاحب کے بزرگون کو بہی نہ سوجہی تہین یہ تازہ
الہام اب مولویصاحب کو ہوا ہے مہند اعتقدی محدثین کی نزدیک منجملہ وضاعین ہے یعنی اوس زمرہ مین معدود
ہین جو جہوٹی حدیثین بنا کر بیان کیا کرتے ہین اور ابن جوزی کا حوالہ ہبات مین ہماری سر آنکہون پر کیونکہ انہون نے
دہوکے بازونکی فریب سے بچانیکے لئے امت محمدی کی لئے ایک کتاب خاص اسی فن مین تصنیف کی ہے کہ فلانے
فلانی حدیث موضوع ہے تاکہ کوئی دہوکا نہ کہائے سو افسوس کی اس کتاب سے نقل کرنی مین اہل سنتہ کی بات کا اور پختہ کرنا ہے
اور اگر بالفرض ایسی استدلال بہی مفید مطلب ہوا کرین اور اسپر نظر نہو کہ خود مصنف کتاب اوس بات کی نسبتہ جو اوسکی
حوالہ سے بیان کیجاتی ہے کیا کہتا ہے تو کل کو ملحدان بیدین کے اسباتکا شیعہ کیا جواب دینگی کہ کلام اللہ مین ان
اللہ فقیر موجود ہے یعنی خدا محتاج ہے تو معلوم ہوا کہ خدا محتاج ہی اور اگر یون کہی کہ خدائی ہو کے اس قول کو بطور رد و تکذیب درج
کلام اللہ کیا ہی چنانچہ ظاہر ہی تو یہی جواب سبط ابن جوزیکی اس روایتہ کی درج کرنیکا معلوم ہوتا ہی بہر حال ان دغا بازونکا
کیا ٹہکانا ہی کہ عوام اہل سنتہ کی سامنے یا تو اون کتابونکا نام لیتے ہین جو غیر مقبول اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہین یا بوجہ شرارۃ
دجالانکی ایسی کتابونکا حوالہ دیجاتے ہین کہ گو وہ کتابین معتبر ہین پر اس روایتہ کو جسکا حوالہ دیتے ہین اوس کتاب مین نظر دفع مشر

دغابازان لکہکر موضوع لکہہ دیا ہی یہ فرقہ عوام کو دہوکا دینی کی لئی اونہین روایات کو پیش نظر کردیتی ہین اور اکثر موقع
ہین اس سے بڑہکر یہ کرتی ہین کہ ایک بات اپنی جیسے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کیطرف منسوب کردیتی ہین اور یہ سمجھتی ہین کہ
اول تو یہ کتابین کہان پہر اتنی دردسر کی کسکو ضرورۃ بہرحال مولویصاحبکا یہ ارشاد کہ حضرت فاطمہ بکر حضرت صدیق
اکبر کے پاس طلب میراث کی لیی گئین شاید یاین غرض ہو کہ مکرر سکرر جانبین اور غلط صحیح غل شور مچائی ہین کچہہ تو ہاتہہ پلے پڑجاے گا
پہر ایک اور مولویصاحب کی بیہودہ گفتار سنیی مولویصاحب کچہہ السیا رقم فرماتی ہین کہ حضرت علی وغیرہ صحابہ ابوبکر کو
اسبات مین سچا جانتی تہی کہ پیغمبر خداصلعم کا ترکہ سب صدقہ ہی تو پہر علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نی خلیفہ
ثانی کی خلافت مین عمر رضی اللہ عنہ سی جاکر کیون دعوی کیا چنانچہ عمر رض نی علی اور عباس رض کو کہا کہ تم دونون
ابوبکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتی تہی اور مجہے بہی تم دو تو کاذب اور خائن اور غادر اور اثم
جانتی ہو اور مین وہ ہی کرونگا جو کہ ابوبکر کرتا تہا یہ روایتہ صحیح مسلم مین لکہی ہوئی ہے اور مسند احمد بن
حنبل مین لکہا ہی کہ عثمان رض کی خلافتہ مین عثمان سی بہی دعوی کیا تہا پس اگر ابوبکر اون کی نزدیک سچا ہوتا
تو اونکی زمانہ مین دعوی ہرگز نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس روایتہ مین بالکل جہوٹا تہا ازراہ علاوہ
روایتہ بناکر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی اور عباس سی اقرار کرتا ہی کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن
جانتی تہی اور مجہی بہی تم کاذب اور خائن جانتی ہو پس جسوقت کہ علی نی اونکو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم
بہی کاذب اور خائن اونکو جانینگی بہی مطلب غصب سے تہا یہانتک مولویصاحب کی خرافات لایعنی ہوئی اس مین کوئی
ایک دو لفظ کا فرق ہوگا پر معنی مین تفاوۃ نہین اب ہماری بہی سنیی کہ اس عبارۃ سی مولویصاحب کی دو مطلب ہین
ایک تو یہہ کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سچا جانتی تو حضرت عمر کی خلافتہ مین
حضرت عمر سے دعوی نکرتی اور علی ہذا القیاس حضرت عثمان کی زمانہ مین دعوی نکرتی دوسرا یہہ ہی کہ جب باقرار حضرت
عمر حضرت علی اور حضرت عباس کا ابوبکر صدیق کو کاذب اثم غادر خائن جانتا صحیح ہوا تو ہم بہی باتباع مرتضوی ابوبکر
کو کاذب اثم غادر خائن سمجہینگی سو اول اعتراض کا تو جواب یہہ ہی کہ یہہ ایک نئی دغابازی مولویصاحب کی ہی
عوام کی بہکانیکی لئی ایسی ابلہ فریبیان کرتی ہین پر حقیقتہ مین اپنی عاقبتہ خراب کرتی ہین جو لوگ اصل روایات
صحیح مسلم کو دیکہینگے وہ جان جائینگی کہ قصہ دگرگون ہی یعنی حضرت عمر کی زمانہ مین جس محفل مین یہہ نوبتہ آئی
ہے کہ حضرت عمر نے یون کہا کہ تم ابوبکر صدیق کو کاذب اثم خائن سمجہتے تہی اوس محفل مین بنسبتہ اولیتہ تکرار تہا
نہ بنسبتہ وراثتہ چنانچہ اس حدیث سی ہی جسکا مضمون کچہہ کچہہ مولویصاحب نے درج رقیمہ کیا اور بروایتہ مالک

بن اوس مروی ہی اور نیز صحیح مسلم ہی کی اور حدیثونسی یہہ بات عیان ہی لیکن مولوی صاحب نی یا تو بوجہ
بلادۃ وغباوۃ نسمجہا ہو اور یا باتباع پیشوایان قدیم دوسرونکی مطلب کی بات ہضم کرکی جسقدر سی دہوکا دیسکین
زیب قرطاس کیا ہی ہرچندجی یون چاہتا تہا کہ احادیث مشار الیہا کو تمام لکہیے لیکن احادیث مشار الیہا کی
تمام لکہنے مین قصہ بہت دور پہونچتا ہی خصوصاً حدیث مالک بن اوس مذکور کہ وہ ایک ہی بہت طویل وعریض ہے
اور با ایں ہمہ اکثر مواقع شرح طلب ور ادہر فرصتہ قلیل اسمین سب مین سی مختصر سا قصہ استنباط کرکی اور دو چار جملی انکی بہی
لکہہ کر منتردونکی اطمینان کیی دیتا ہون حدیث عائشہ سی جو اس حدیث سی کچہ آگی صحیح مسلم مین موجود ہے
معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر رضی نی اپنی خلافتہ مین منجملہ ترکہ نبوی صلعم فقط اوس زمین کا جو مدینہ کی رقبہ مین اور
قرب وجوار مین تہی حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر دیا تہا خیبر اور فدک کو اپنی تولیتہ مین رکہا تہا اس حدیث
سے جسکا مولوی صاحب نے ذکر فرمایا یون معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر نی خدا کا درمیان دیکر حضرت علی اور حضرت عباس
سے یہہ عہد لی لیا تہا کہ اسمین وہی کام کیجیو جو رسول اللہ صلعم کیا کرتی تہی مگر حدیث عائشہ مذکور سی یون معلوم
ہوتا ہی کہ حضرت علی نی حضرت عباس کا قبضہ اوٹہا دیا چنانچہ حدیث مذکور کی یہہ الفاظ اسپر شاہد ہین فاما صدقتہ بالمدینۃ
فدفعہا عمر الی علی وعباس فغلبہ علیہا علی جسکا یہہ حاصل ہی کہ مدینہ مین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تہا اوسکو
حضرت عمر نی حضرت علی اور حضرت عباس کی حوالہ کر دیا سو حضرت علی نی اوسکو آباد کیا اور اپنا قبضہ کر لیا یہہ بات ذہن نشین
ہو چکی تو اب سنیی کہ جب حضرت علی تمام اوس زمین پر جو دونون کی تفویض اور سپردگی مین تہی قابض ہو گئی تو اسمین
دونون صاحبون مین جہگڑا پڑا اوسکی رفع داد کی لئی یہہ صورۃ پیش آئی کہ یہہ دونون صاحب آپ ہی حضرت عمر
کی پاس گئی اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو بہی
کچہہ ایک پہلی اونکی پاس بہیجا تاکہ وہ بہی کچہہ سہار الگائین اور خلیفہ سی کہہ سن کر کچہ کچہ صلح کرا دین اور اسی آنی کو
مولوی صاحب دعوی میراث کی لئی آنا سمجہتے ہین اسلیئے کہ حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو یون کہنا کہ تم ابوبکر کو
کاذب وغیرہ سمجہتی تہی اسی دفعہ مین پیش آیا ہی چنانچہ ناظران حدیث مذکور پر پوشیدہ نرہیگا الحاصل جب حضرت
عمر کے پاس یہہ چہون صاحب تشریف لائی اور یہہ مذکور ہوا تو اول تو حضرت عمر نے ان چہون صاحبون کو قسم
دیکر یہہ پوچہا کہ تمہین معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا ہی لا نورث ما ترکناہ صدقتہ
اور ان سب صاحبون نے اقرار کیا کہ بیشک فرمایا ہی بعد ازان بہت سی گفتگو کی بعد یہہ فرمایا ثم جئتمانی انت وہذا
وانتما جمیع وامرکما واحد فقلتما ادفعہا الینا فقلت ان شئتم دفعتہا الیکم علی ان علیکما عہد اللہ ان تعملا فیہا بالذی

كان يعمل رسول الله صلے الله عليه وسلم فاخذتما هالك قال اكذلك قالا نعم قال ثم جئتماني لاقضي بينكما ولا والله لا اقضي بينكما بغير ذلك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنها فردّاها اليّ اس عبارة کا حاصل یہہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف متوجہہ ہوکر یہہ فرمایا کہ پہر تم اور یہہ دونون میری پاس آئے اور تم دونون باہم متفق تہے اور تم دونون کی بات ایک ہتی سو تم دونون نی مجہسے کہا کہ یہہ ترکہ ہماری حوالہ کردو مینے کہا تمہین منظور ہو تو اس شرط پر دیتا ہون کہ خدا سے عہد کرلو کہ اس مین وہی کیجو جو رسول الله صلعم کیا کرتی تہی سو تم دونون نے ترکہ مذکور کو اس شرط پر لیا پہر حضرت عمر نے کہا یون رہے بات ہی اون دونون صاحبون نے کہا اسطرح ہی بعد ازان حضرت عمر نے اون دونون ہی کہا اب پہر تم دونون میری پاس آئے ہو کہ مین تمہارا فیصلہ کردون یعنی زمین کو بانٹ کر تم دونون کو جدا جدا متولی کردون یون نہین قسم الله کی اسکے سوا قیامت تک مین کچہہ اور حکم ندونگا اگر تمسے تولیت کا سرانجام ہوسکی تو لاؤ مجہی ہٹا دو یہان تک حاصل مطلب تہا اب غور فرمائیے کہ مولویصاحب کے فہم کا قصور ہے یا کسی اور کا اگر شرح سننا منظور ہے تو سنیئے کہ اگر حضرت علی و حضرت عباس حضرت عمر سے طالب میراث ہوئی تہی اور حضرت عمر نے اونکی طلب موافق ترکہ نبوی کو اونکی حوالہ کردیا تو اوسکے کیا وجہ ہوی کہ باوجود معصوم ہونیکی حضرت عباس کا بہی حصہ دبالیا شیعونکو یہہ اعتقاد ہوگا کہ حضرت علی نعوذ بالله نقل کفر کفر نباشد ایسے دغاباز ہین کہ اپنا دیکہین تہے پہر آیا جو ملگیا سو ہضم کرلیا یا شاید معصوم ہونیکی شیعونکی نزدیک یہہ معنی ہون کہ کتنا ہی کچہہ ظلم ستم کریں تہین اونکو سب مباح اور معاف ہی انصاف سی دیکہی تو معتقدان مرتضوی کسے ہیئے یہ حضرت علی کا قبضہ حضرت عباس سے اوٹہا دینا اس بات کی دی گواہ عادل ہی کہ اوس ترکہ مین کسی کو میراث نہین پہونچتی تہے اور وہ ترکہ وقف تہا سو در صورت وقف ہونیکی اگر متولی ہون اور ایک دوسریکا قبضہ اوٹہا دیا تو اوسپر کچہہ ظلم نہین بلکہ بسا اوقات قرین مصلحت ہوتا ہے اسلئے زمین و باغ جبتک کسی ایک طور پر نہین ہوتا تب تک تردد کامل نہین ہوسکتا یعنی ایسی صورة مین اکثر زمین افتادہ پڑی رہتی ہی سو افتادہ پڑی رہتی مین بہر بسکے اور کیا خوبی ہی کہ مساکین وغیرہ اہل مصرف کا حق مارا گیا بظاہر یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی کی رائی اور حضرت عباس کی رائی درباب تردد کچہہ مخالف ہوی ہو حضرت علی نے دیکہا کہ اگر وہان تو حضرت عباس کی رائے پر رہی تو نقصان اہل مصرف ہی مثلاً جس مزارع کو حضرت عباس دینا چاہتے ہون وہ بنسبت اوس مزارع کی جسے حضرت علی دینا چاہتے ہون کم محصول اپنے ذمہ رکہتا ہو یا نادہندہ غالباً ہو دوم اس تخالف رائی مین بنہ و بست معلوم اسلیئے بطور خود اوس ترکہ کو برخلاف رائی حضرت عباس کسیکے حوالہ کردیا ہو اور یہہ بات حضرت عباس کو گران گذری ہو اسلیئے حضرت عمر سے سبات کی خواستگار ہوی ہون کہ آدہی آدہی

بانٹ کر دونون کو بعدی جدی زمین کا متولی کردین معہذا جو عبارۃ عربی مین مرقوم ہوئی ہے وہ خود اسی بات پر شاہد
ہے کیونکہ جھگڑا فقط تولیت کا تہا اسلیئے کہ اول حضرت عمر کا اسبات پر عہد لیکر دینا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتی
تہے وہی کیجو خود اسکے دلیل ہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر کی دیا تہا ورنہ اس شرط کے کیا معنے اگر
میراث مین دیا تہا تو میراث تو وارثونکی ملک ہوتی ہے اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے ورنہ ہر شخص سی منسبتہ
اراضی مملوکہ کی ہی عہد لیا جایا کرتا دویم پہر حضرت عمر کا یون فرمانا کہ قیامت تک اسکی خلاف حکم ندونگا خود یہی بات
کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی بطور تولیت حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر رکہا تہا بطور میراث نہ دیا تہا
ورنہ مقصود حضرت عباس اور حضرت علی فقط تقسیم کر دینا تہا سو اس مین حضرت عمر کا کیا نقصان تہا اگر ایک شی مشترک
کو تہا مین دو مالکون کی تقسیم کر دین اگر بخل کرتی تو دینے ہی مین کرتی جب دی چکے پہر تقسیم مین کیا مشکل تہے
ہان درصورۃ تولیت یہہ اندیشہ تہا کہ ایک بیٹی اور ایک چچا کا میراث مین آدہون آدہ کا ساجہا ہوتا ہی سو اگر حضرت علی
جو حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہی اور حضرت عباس کو آدہون آدہ بانٹ کر جدا جدا متولی کر دیتی تو مبادا رفتہ رفتہ لوگ قرنون
اس تقسیم کو دیکہکر پیچہے رہنے والے یون سمجہ جائین کہ نصف حضرت فاطمہ کے اولاد کا مملوک ہی اور نصف حضرت عباس
کے اولاد کا مملوک ہے علاوہ برین حضرت علی اور حضرت عباس کا قسم کہا کر اس بات کا اقرار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تے بے شک یون ارشاد فرمایا ہی کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور پہر میراث کا طلب کرنا تعجبون ہی کی سمجہ مین آئی
تو آئی اور ان سب سے چڑہ کر یہہ ہی کہ مولوی صاحب پہلے یون رقم فرما چکے ہین کہ حضرت صدیق اکبر نے بنسبتہ فدک کے
معافی کا کاغذ لکہہ دیا تہا حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا پر جب حضرت عمر ابوبکر کے خلافت مین یہہ حاوی ہون تو اپنی خلافت مین
تو بدرجہ اولی حاوی ہونی چاہئین پہر حضرت علی اور حضرت عباس نادان تہی نعوذ باللہ کہ باوجود اس قصہ کی معلوم
ہونیکے مفت خفیف اور رسوا بننے کی لیئے ایسی بیہودہ حرکت اور نا معقول بات کرتی اس سے تو یون معلوم ہوتا ہی کہ اگر
بالفرض بفرض محال یہہ بات وقوع مین آئی ہی ہے تو اول بار ہی حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کی پاس آنا
جبکہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی اونکی حوالہ کیا تہا محض طلبگاری تولیت کی لئی ہو طلبگاری میراث کی لئی نہو کیونکہ جب یہہ با
آنکہون دیکہہ چکی ہون کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اس شخص نے لحاظ نکیا
دوسرونکا بلکہ لکہا یا کاغذ پہاڑ ڈالا ہو وہ ہمارا کیا لحاظ کرین گی اور وہ ہی اپنی حکومت مین ہم تو دوسرے درجہ مین
مین خیر یہہ بات تو غلط ہے کہ ابوبکر صدیق نے کاغذ لکہہ دیا ہو اور حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا پر اتنے بات صحیح ہے
کہ اول بار کا حضرت علی اور حضرت عباس کا آنا ہی محض طلبگاری تولیت کی لئی تہا چنانچہ لفظ ادفعہا الینا سے

یہہ بات خود ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہین وہ سمجھتے ہین باقی رہے یہہ بات کہ طلب تولیۃ مین ان دونون
صاحبونکو کیا فائدہ تہا جو خلجان اپنی سر دہرنا تجویز کیا تو اسکا جواب یہہ ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال کہ وقت نبوی مین
منجملہ مصارف حق بقربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہے اوس سے بچی تو اور کہین صرف کیا جاتا کے خاص کرنے مین
تو اشارہ خداوندی بہی موجود ہے چنانچہ اسی لیئے ذوی القربی کو اوروںسی مقدم ذکر فرمایا اور حدیثون سے بہی اس قسم کے
مضمون نکلتے ہین مگر خلیفہ کو اول تو تمام خلافۃ کا انتظام درپیش ہے فقط اوقاف ہی کا انتظام اونکی ذمہ نہین
جو ہمہ تن اوسکے طرف متوجہ ہوکر تردد کامل کرائین معہذا جنکو کچہ اوقاف سے توقع ہو جسقدر اوسکے جی کو لگی ہوئی ہوگی
وہ دوسری کی دلکو کاہیکو لگی ہوئی ہوگی اسلیئے حضرت علی اور حضرت عباس خواستگار تولیۃ ہوئی ہون اور حضرت عمر نے
بہی بلحاظ وجوہ مذکورہ اور نیز یون سمجہکر کہ جو حال بنی ہاشم کہ فلانا محتاج ہے فلانا نہین فلانی کو اسقدر حاجت ہی فلانی کو
کو اسقدر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوگا وہ مجہی کاہیکو معلوم ہوگا اور یہہ اندیشہ باقی ہی نہین رہا کہ کوئی
اس دینی کو میراث کا دینا سمجہی کیونکہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا گہر گہر غل پڑ گیا یہہ بات قبول فرمائی ہوا اور بااینہمہ بطور احتیاط
تقسیم نہ فرمایا تاکہ مبادا رفتہ رفتہ بہت زمانونکی بعد کوئی جاہل یون نہ سمجہ جائی کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس کو مالک
سمجہا تہا جب تقسیم کر دیا مگر حضرت ابوبکر صدیق نے بطور تولیۃ بہی کسیکو دینا گوارا نکیا کیونکہ حضرت فاطمہ کی طلب میراث
کا تازہ قصہ تہا اس قصہ سی سب کے کان پُر تہی اوسوقت اگر بطور تولیۃ ہے دیتی ہر کوئی اس دینی کو بطور میراث ہی سمجہتا
لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اگر سنا بہی ہوتا تب کسی دہیان آتا اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرانی خاطر حضرت علی اور حضرت
عباس معلوم ہوتی ہے جسکو حضرت عمر غصہ کی باعث باین الفاظ تعبیر فرماتی ہین کہ تم ابوبکر رض کو کاذب آثم غادر خائن
سمجہتی تہی کیونکہ تمام جہان کا دستور ہے اور نیز کلام اللہ اور احادیث سی بہی یہہ بات نکلتی ہے کہ اگر کسی سی کسی موقع مین معاملہ
قلبی کی برخلاف کوئی بات ظہور مین آتی ہے تو بطور مبالغہ اوسکے ساتہہ معاملہ قلبی کی بہی نفی کیا کرتی ہین مثلا فیما بین
اقربا و احباب اگر کسی سی کسی قسم کی بی اعتنائی اور بے پرواہی کسی وجہ خارجی کی باعث ظاہر ہوتی ہے تو مبالغۃ کہا
کرتی ہین کہ یہہ ہماری قریب یا دوست کیون ہوئی تہی یا یہہ ہمکو اپنا قریب اور دوست ہی نہین سمجہتی سو قرابۃ اور رشتہ داری
نسبی کا حال تو ظاہر ہے کہ وہ تو کسیطرح زائل ہو ہی نہین سکتے چہ جائیکہ بے اعتنائی اور بے پرواہی سے اور دوستی
کا حال بہی ظاہر ہے کیونکہ بے اعتنائی اور بی پرواہی کی جو احباب کو شکایۃ ہوتی ہی تو بوجہ ثبوت محبۃ اور بقاء الفت ہوتی
ہے ورنہ اجنبیون سی کون شکایۃ کرتا ہی علی ہذا القیاس حضرت علی اور حضرت عباس کی جانب سے جو فی الجملہ کشیدگی اور
گرانی خاطر حضرت صدیق اکبر سی جسکا ابہی بیان تہا ظہور مین آئی تو یہہ گرانی خاطر اور یہہ کشیدگی جو بظاہر فی الجملہ

اطمینان قلبی اور اعتبار دلی کی مخالفت تھی جو ان دونون کو نسبتہ صدیق اکبر کی حاصل تھی کیونکہ اس سے نظر عوام مین
بے اعتباری کی بو آتی تھی اسلیے حضرت عمر نے اوس اعتبار کو جو انکی دل مین مرکوز تھا نفی کر کی بمبالغہ انکی طرف
بے اعتباری کو منسوب کیا اور دلیل اسبات کی کہ یہہ کلمہ مبالغۃً فرمایا تھا بیان حقیقۃً مد نظر تھا خود ظاہر ہے کیونکہ
حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کی خود مقر تھی نہین تو یون نہین کہتی کہ انکے نزدیک صدیق اکبر نی متروکہ نبوی دہینگا
وہینگے سے دیا رکہا تھا اور انکی عقیدہ موافق وہ غادر خائن کاذب آثم تہی معہذا حضرت عمر کا قرینہ غضب خود اس ارادہ
کے مصحح ہے لیکن آفرین ہی مولوی عمار علی صاحب کے فہم پر ادجنبوا اونہون نے کسی تعلیم پای اونکی فہم پر کہ ایسے باتکو جو تمام عالم
مین مروج ہو اس زمانہ مین بہی کہ پیشوا شیعہ ہو گذری نہین سمجہتی کوئی اونکا مداح بہت سی بہت توجیہ کری تو یہہ کری کہ
مولوی صاحب سمجہتے تو ہین لیکن ابلیس لعین کی روح کی خوش کرنے کی لیے دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتے
ہین یہہ سبب نہین کہ حضرت عمر کا یہہ کہنا تو اونہین یاد رہا کہ تم حضرت صدیق اکبر کو کاذب آثم غادر خائن سمجہتی تہی اور
یہہ یاد نرہا کہ اونہون نے اوسکی ساتھہ یہہ بہی فرمایا تھا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع الحق یعنی اللہ خوب جانتا ہے
کہ ابو بکر صدیق بیشک سچی نیک اطوار ہدایہ پر حق کی تابع تہے الحاصل مولوی صاحب کے کم فہمی یا فریب بازی ہی جو یہی
ایسے بیہودہ باتین فرماتی ہین کہ کہین کا سر کہین کا پانو ورنہ بمعنی مذکور عرف مین ایسی کلامونکا مروج ہونا وہ لوگ بہی
جانتی ہین جنکو عقل نہین چہ جائیکہ اہل عقل اور اگر اسپر بہی اس قسم کی محاوراۃ کی تصحیح کے لیے کلام ربانی ہی کی سند مطلوب
ہو تو اپنے پڑی کو ہم اس سے بہی در گذر نہین کرتے اسلیے یہہ آیت حتی اذا استیأس الرسل و ظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا جو
سورہ یوسف کی رکوع اخیر مین موجود ہی گوش گذار ہے اسکے بظاہر یہہ معنی ہین یہانتک کہ جب رسولون کو نا امیدی ہونی لگی
اور وہ یون خیال کرنی لگی کہ ادنسی جو کچہ امداد کی باب مین خدا کیطرف سے وعدہ وعید تہی سب جہوٹ تہی ہماری مدد کو
پہنچی فقط مگر سب اہل اسلام جانتے ہین کہ انبیا کی شان سی بہت بعید ہی کہ خدا سے نا امید ہون اور کیونکر نا امید
ہون اس سورۃ مین اس رکوع سے پہلی رکوع مین یہہ جملہ بہی موجود ہے انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون جسکا
یہہ مطلب ہے بیشک نا امید نہین اللہ کی فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہین پہر کسی مسلمان کی خیال مین آسکتا ہی کہ رسول اور
نا امید ہو جائین سو اگر حضرت عمر کی صدق روایۃ کی بہروسی باتباع مرتضوی صدیق اکبر کو مولوی صاحب کاذب خائن وغیرہ
سمجہتے ہین تو خداوند کریم تو حضرت عمر سے زیادہ ہی سچی ہین خدا کی فرمای کی تصدیق کر کی رسولونکو خدا کی امداد سی نا امید
سمجہا جب بجا تصاویہ لا ییأس الخ نعوذ باللہ کافر سمجہنے لگین علی ہذا القیاس رسولونکی نسبتہ جو اسی آیۃ مین یہہ مذکور ہی کہ وعدہ
خداوندی مین اونکو خیال دروغ ہوا تو اسمین بہی لازم ہی کہ مولوی صاحب رسولونکی اتباع مین کم ہمت باندہین سو اور

تو اکثر محاورات کلام اللہ سی یون معلوم ہوتا ہی کہ خیال باطل جو کسی وجہ سی جی مین جم جایا کرتا ہی اور اوسکا یقین ہو جاتا ہی
اوسکو ظن کہا کرتی ہین چنانچہ سورہ جاثیہ مین کفار کی اس عقیدہ کی نسبت کہ مرنیکی بعد پھر کوئی اوٹھایا نجایئگا اور لوگون کا
مارنی والا زمانہ ہی یون ارشاد ہی کہ ان ہم الا یظنون یعنی وہ یونہین اٹکلونکی باتین کرتی ہین الغرض کفار کو اپنی اس
عقیدہ مین شک نتہا مگر چونکہ ایک خیال غلط تہا جناب باری نی اوسکو بلفظ ظن تعبیر فرمایا ایسے ہی اس مضمون مین
سورہ انشقت مین انہ ظن ان لن یحور فرمایا سو اس محاورہ کی موافق اگر ظنوا انہم قد کذبوا کی معنی لیجی تب تو مولوی صاحب کو
لازم ہی کہ نعوذ باللہ بزعم خود باتباع پیغمبران برگزیدہ خداوند کریم کی وعدونکو بالیقین جہوٹا سمجہین اور اگر موافق مشہور ظن کی
معنی گمان غالب یا شک سمجہتی تب مناسب یون ہی کہ رسولونکو تو یون سمجہین کہ اونکو خدا کی کہے کا یقین نتہا اور
اسوجہ سی نعوذ باللہ اونہین کافر سمجہین اور اپنے آپ اونکا اتباع کرکی دین و ایمان کو برباد کرین اور اگر یون تاویل
کیجی کہ رسولونکو جو ظن دروغ تہا نسبت خداوند صادق القول نتہا بلکہ نصرۃ کی دیر ہونیسے یون سمجہی کہ اگر وعدہ ہائے
نصرۃ وعدہ ہائی خداوندی ہوتی تو لاجرم اون وعدونکا ظہور ہو لیتا اتنے دیر نلگتی ہو نہو یہہ وسادس شیطانی تہی وعدہ
خداوندی نہی تو اس صورۃ مین اول تو ہمین کچہہ نقصان نہین جو کچہہ نسبت یاس مرقوم ہو چکا وہی کافی ہے دوسرے
ہم کہتی ہین کہ اس صورۃ مین یہہ لازم آئیگا کہ انبیا کو وحی پر اطمینان نہو نعوذ باللہ سو یہہ تو ہم جانتی ہین شیعہ بہی تسلیم نکرین
کیونکہ جب اونہین ہی یقین نہین تو پہر کسکو ہوگا پہر چاہیے کہ ایمان ایک معنی کی مصداق ہو جاوی کیونکہ ایمان کو
یقین لازم ہے پہر اگر اپنی اطمینان کا سطرح کرینگی کہ اونکو بمقتضاء بشریت بی اختیار یہہ خطرات دل مین گذرتی تہی اوسکو
خداوند کریم نے بلفظ ظن خواہ وہ اوہی معنی میں تہا یا بمعنے یقین بمبالغہ تعبیر کر دیا ہے تو یہہ وہی بات ہے جو ہمنی پہلے
کہی ہی سو حضرت عمر کی بات کو بہی ایسا ہی سمجہی گمان اگر یون کہی کہ نعوذ باللہ خدا کی طرف بوجہ بداکذب کا احتمال ہو
سکتا ہی حضرت کیطرف یہ احتمال نہین تو البتہ ہم کو مشکل ہی مگر اوسکے لیئے بدا کی ابطال کی تقریر کیطرف مراجعۃ ضروری ہے
بہر حال انبیا کی نسبت خداوند کریم کا یہہ فرمانا کہ وہ مایوس ہوگئی یا اونکو خدا کی نسبت یا وحی کی نسبت احتمال دروغ ہوا بجز
اسکے صحیح نہین ہوسکتا کہ موقع تعریض و عتاب مین بمبالغہ فرما دیا ہے کہ رسول صلعم کو حجرہ ہوا اور آپ ایسی خیالات مین پڑ جاتے
یا کسی اور وجہ سی بمبالغہ فرما دیا ہے سو ایسے ہی حضرت عمر کی قول مذکور کو بہی سمجہی بہر حال یہہ آیۃ ہماری مطلب سے بینے
نبوت کا مل ہی اور اسی قسم کے اور بہت سی نظیر ہین اہل فہم کلام اللہ سی نکال سکتے ہین کہ اگر معنے ظاہر ہے مراد لیجے اور
قرائن صارفہ کا کچہہ خیال نکیجی تو دین ایمان کی خیر نہین سو اگر مولوی صاحب کو کچہہ ایمان کا ڈر ہے تو پہر خواہ مخواہ معنی
ظاہری بیجہ بے لحاظ قرائن خارجیہ کی بمقتضاء سوء الفہم مرجح لحاظ نکرین بلکہ معنے مقصود ربانی پر نظر رکہین یعنی آیۃ

حتی اذا استیاس الرسل کی یہہ معنی لین کہ انبیا کی تہ دل مین تو یقین بے تہا کہ وعدہائی الہی صادق ہین ایک روز انہ
ایک ہے زہ بے شک امداد الہی آنی والی ہی غرض دل سی کوئی صورۃ انقطاع امید اور ظن دروغ کی نہتی پہ جیسے بمقتضاء
بشریۃ ہماری تمہاری دل مین خداوند اور رسول اللہ صلعم کی نسبتہ خیالات فاسدہ اوپر کی دل مین آجاتی ہین اور اسسے اعتقاد
قلبے مین کچہ فرق نہین آتا ایسے ہی انبیا کی دلونمین بہی بمقتضاء بشریۃ نسبتہ وعدہ ہاے الہی خیالات فاسدہ بلا اختیار
گذر جاتی ہی اور خدانخواستہ اطمینان قلبے مین کچہ فتور نتہا جو یون کہتی کہ وہ واقعی ناامید ہوگئی تہی اور یقین ہوگیا تہا
کہ وعدہ ہاے الہی محض دروغ تہی یا اونکی صدق کا یقین نرہا تہا مگر چونکہ اس قسم کے خیالات کی وجہہ سی گو تہ دل مین نہون
اوپر بلا اختیار ہی آتی ہون ظاہر نظر مین یون ہی کہتے ہین کہ دلمین اعتقاد ہی نہین یہہ بات بعد تامل ہی معلوم ہوتی ہے
کہ یہہ فقط اوپر کی خیالات ہین تو خداوند کریم نے بہی برعایۃ ظاہر بطور مبالغہ متعارفہ اون خیالات کو بلفظ ظن اور بیقراری
اور بے تابی بشری کو جسکے لوازم مین سی یہہ خیالات ہین بلفظ یاس تعبیر فرمایا لیکن اسیطرح اگر حضرت علی اور حضرت
عباس کی نسبتہ حضرت عمر کی اس فرمانیکو کہ تم صدیق اکبر کو اور مجکو کاذب خائن وغیرہ سمجہتی ہو حضرت علی اور حضرت
عباس کے کشیدگی اور ملال تہ دل پر جو بمقتضاء بشریۃ برخلاف اعتقاد اور محبتہ قلبے کی جو تہ دل مین جمی ہوئی تہی اوپر کے
دلمین گذرتی ہوئی معلوم ہوتی تہی محمول کرین تو اس سے زیادہ اور تو کچہ گناہ نہوگا کہ کلام اللہ کی ایک روش اختیار کی اور
یہہ بات تو حضرت علی اور حضرت عباس نے منہ سے نکالی ہی نہتی احتمال ہی کہ حضرت عمر ہی غلط سمجہہ گئے ہون کہ
دونون صاحب کچہ اس قسم کا خیال تہ دل مین یا اوپر کی دلمین رکہتی ہین ہم تو اوسکے یہی معنی سمجہتی ہین جو حضرت عباس نے
حضرت علی کو بالمواجہہ مجمع عام مین اسی جلسہ مین بعینہ یہی الفاظ کہے ہین چنانچہ اسی حدیث مین جسکے حوالہ سی مولویصاحب
حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو یون کہنا کہ تم صدیق اکبر کو کاذب خائن وغیرہ سمجہتی ہو ثابت کرتی ہین موجود
ہے مگر اوسکو نقل کا نیکو کرتی یہہ تو صدیق اکبر ہی سی ضد ہی بہر حال سمجہنے والی سمجہتی ہین کہ حق بات یہی ہے جو ہمنے
عرض کی ورنہ حاشا وکلا جو حضرت علی اور حضرت عباس کی دل مین ذرہ برابر صدیق اکبر کی طرف سے بدگمانی ہو
مگر افسوس یہہ ہی کہ مولویصاحب اپنی تیرہ درونی کی باعث حضرت عمر بہی اگر بلحاظ ظاہر یون فرمادین کہ حضرت علی
کے دلمین صدیق اکبر کیطرف سی کچہ فرق ہی تو بے تحقیق اعتبار کرلین اور حضرت خود اپنے زبان مبارک سی قسمین کہا کہا
کر ایسے کمالات جو لگ بہگ مرتبہ نبوۃ کی ہین صدیق اکبر کی تعریف مین بیان فرمائین اور علی ہذا القیاس
اور ائمہ نے چنانچہ سابقا بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ مفصلا مرقوم ہو چکا ہے لیکن تسپر ہی کیا امکان جو مولویصاحب کے اور
سوا انکی اور شیعونکی دلمین کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ کیا سمجہہ ہے صدیق اکبر کے ہجو کرین تو حضرت عمر ہی معتبر ہو جائین

اور تعریف ہو تو پھر حضرت علی ہی کہے جاؤ کوئی نہین سنتا کسینے سچ کہا کل شئے یرجع الی اصلہ ہم تو نہین کہہ سکتے
پر شیعونکی طور پر مولوی صاحب کے وہی مثل ہے کہ حضرت موسی کی سیکنون معجزون پر بھی بنی اسرائیل سیدہے نہوی
اور سامری کی ایک طلسم پر دین ایمان کہو بیٹھی اس تقریر کی بود مولوی صاحب کو اپنی اس چیر لیوز اعتراض کی قلعی کہل گئی
ہوگی اور اگر باانہمہ بوجہ بلادۃ فہم نہ سمجھین اور یہیہ دلنشین رہی کہ حضرت عمر نے جو کہا وہ واقعی تہا نہ اوس مین
کچھ غلطی ہی نہ اوسکی سوای ظاہر معنونکی اور کوئی معنے تو میری عرض یہہ ہے کہ بیش برین نیست حضرت علی
اور حضرت عباس کے دل مین بھی بات ایکدفعہ کو جم گئی ہو کہ صدیق اکبر نے خیانۃ کی اور جہوٹ بولا یا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے لانورث ماترکنا صدقۃ فرمایا ہے لیکن مولوی صاحب فرمائین تو سہی کہ اتنی بات سے
اونکی کیا ہاتہہ لگا حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دست وگریبان ہونیکا قصہ مشہور ومعروف
ہے اوسکا سبب بجز اسکے اور بھی کچھ تہا کہ حضرت موسی ع باین وجہ کہ اونکی خلقی یہہ بات تھی کہ خلاف شریعۃ
اور مخالف حکم الہی دیکہا نہین اور اونکی تن بدن مین آگ لگی نہین ذرہ برابر اگر کہین خدا کی نافرمانی نظر پڑجاتی
تھی تو پھر تہامی نہین تھمتی تھی طور سے لوٹ کر جب بچھڑی کو جاپاٹ دیکھی کو ایکدفعہ ہے یون سمجھ گئے کہ
بنی اسرائیل نے کیا تو کیا حضرت ہارون بہی اونکی شریک حال ہو گئے یا اونہون نے بنی اسرائیل کو نرد کا جو بھی
فسانہ پھیل گیا بھر حال اونکو شریک حال سمجھا یا یون سمجھا کہ اونہون نے کیسیکو روکا نہین لیکن اس سمجھنے مین اول
تو حضرت موسی علیہ السلام کو کچھہ شک نہین رہا تہا نہین تو نوبۃ یہانتک آئی کہ اونکی سر کی بال اور داڑہی پکڑ کر
اپنی طرف کو کھینچنے فقط شک اور تردد مین اتنی پیش قدمی تو کم عقل بھی نہین کرتی چہ جائیکہ حضرت موسی ع
جنکا کمال عقل بالیقین معلوم ہے دوسری یہہ بھی سب جانتی ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام کی غلط فہمی تھے
جو یون سمجھی حضرت ہارون علیہ السلام اول تو نبی معصوم تہی ایسی امور مین شریک ہونا یا منع نکرنا اونسی منجملہ
محالات ہی دوسری اگر معصوم نہوتی تب اس وقع مین اونسے کچھ خطا نہوی تھی بالتحقیق فقط ظاہر حال کی وجہ سے
یہہ سمجھا کہ حضرت ہارون سی درباب نہی عن المنکر تقصیر ہوی یا خود اونکی شریک حال ہو گئی حضرت موسی علیہ السلام
اپنے آپ سے باہر نکل گئے ورنہ حضرت ہارون بہر طور بے خطا تھے شریک حال ہونا تو کجا منع اور زجر و توبیخ مین
انہون نی اپنی طرف سی کوتاہی نہین کی تھی تقدیر سے بات راست نہ آئی اب دیکھئی کہ جب ایک معصوم دوسرے
معصوم سے اتنی بدظن ہو جاتی ہون کہ نوبۃ ہاتہا پائی کی پہونچی تو حضرت علی اگر فی الجملہ کچھہ حضرت ابوبکر کی
طرف سے گمان ہو جائین تو کیا حرج ہی اور اہل سنۃ کو اوسکی تسلیم مین کیا دشواری ہی نہ ابوبکر صدیق اونکی

نزدیک معصوم جو اونکی کذب وخیانة کی منسوب ہوئی ہین کسی رکن ایمان کا تہامنا مشکل پڑجای نہ حضرت علی
اونکی اعتقاد مین معصوم کہ اونکی طرف غلط فہمی کی نسبة کرتی کچہہ جی ڈری اور پھر با اینہمہ ہنوز یہہ بہی متحقق
نہین کہ بالیقین حضرت علی کی جی مین صدیق اکبر کیطرف سی کچہ گمان فاسد ہو فقط حضرت عمر نے اپنی عندیہ کیموافق
وہ بہی مبالغة ایک بات کہدی ہے ورنہ حضرت علی کا بنسبة حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقة اقرار کرنا اور پھر حدسے
بڑہ کر صدیق اکبر کی تعریفین کرنے چنانچہ سابقا مرقوم ہوچکا ہی خود اسی بات پر دلالة کرتا ہے کہ دل مرتضوی
لبریز حسن اعتقاد صدیق اکبر تھا اسپر بہی اگر مولوی صاحب بزعم خود باتباع حضرت شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ
صدیق اکبر کو کاذب خائن وغادر وآثم سمجہتے ہین تو بنسبة حضرت ہارون علیہ السلام تو دو قدم آگی بڑہ کر
اونکی عصیان اور شرالة شرک کا بہای ٹہوک کر اقرار کرینگے کیونکہ اول تو حضرت موسی علیہ السلام معصوم
اور بزعم شیعہ معصوم غلط فہمی سے بہی معصوم ورنہ اہل سنة پر یہہ طعن کیون ہوتا کہ اونکی امام الخلیفہ غیر
غلطی کہا سکتے ہین دوسری حضرت موسی کا بنسبة حضرت ہارون علیہما السلام بالیقین خطاوار سمجہنا بالیقین معلوم
ہے تو اسصورت مین کوئی صورة مولویصاحب کو اس عقیدہ مین کمی کرنیکی نہین ادہر حضرت عباس حضرت علی کے
ہی بزرگ ہین دین کی نہین نسبے ہی کی سہی تہوڑا بہت کچھ اونکا بہی اتباع چاہیئے بہت نہین تہوڑا ہی بہی
معہذا حضرت عباس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایة محبة تھی چنانچہ بحوالہ قاضی نور اللہ شوستری
مرقوم ہولیا ہے تو اونکی بات باون تولے پاؤ رتی کی نہین تو کچہ تو اعتبار رکہتے ہوگی سو جب سندسی
مولوی صاحب کو صدیق اکبر کی نسبة حضرت علی کا کاذب سمجہنا کچہہ معلوم ہوا ہے اوسی روایة مین حضرت
عباس کا حضرت علی مرتضی کو بعینہ اوسیطرح برا کہنا اس سی بہی پہلے مذکور ہے بلکہ شاید حضرت عمر نے بہی اونہین
کے باتین سمجہا ہو کہ ایسے معاملات مین اتنے رنج مین ایک دوسری کو کاذب وغیرہ سمجہتے ہین اسی قیاس پر اونہون
نے کہدیا کہ تم صدیق اکبر کو ایسا سمجہتے ہو سو بحکم محبوبیة پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگی حضرت علی حضرت عباس کا
بہی اقتدا چاہیئے اگر عذر بے اعتقادی ہے تو بہت نہین تہوڑا ہی سہی واہ کیا دین وکیا آئین ہے جس
مذہب کے ایسے دلائل ہین وہ خود مذہب کیا ہوگا ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا * اب ایک بات شرح
طلب باقی رہی مگر اوسکے بیان مین متردد ہون بایں خیال کہ وہ بات شاید سبکے خیال مین آجائی تو بہ
اندیشہ ہی کہ مبادا کسی متردد کو تردد پیدا ہو یا کسی متعصب کو جائے انگشت نہادن ملے اور جب یہہ بہی
خیال آتا ہے کہ کبہی یون بہی ہوجاتا ہے کہ روٹی نکہایئے تو بہوکی مریئے اور کہایئے تو ہیضہ مین [illegible]

گذرییے ڈرتا ہون کہ شاید کم فہم نسمجہین اور بیٹہے بہلائی گمراہ ہون مین اگر نہ کہون تو شاید خبر ہے ہو
لیکن با ین خیال کہ روٹی کو خداوند کریم نے نفع ہی کے لیئے بنایا ہے نقصان ہو جا تو اتفاقی ہے اسی لیئے
ہیضہ کی اندیشہ سے کوئی کہانا نہین چہوڑ دیتا میری کلام تو کیا چیز ہے خود کلام ربانی مین کلام ربانی کے
نسبتہ یون فرماتی ہین یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا گمراہ کرنا اول ہی ہدایتہ اوسکے بعد پہر جب خداوند کریم نے
اپنی بات کو کسی سے نچہپایا ہو مین اپنی جی کی بات کیون چہپاؤن جیسے کلام ربانی اصل ہدایتہ کے لیئے ہے
یون کوئی اپنی کج فہمی سے گمراہ ہو تو ایسے ہی وہ باتین جو کلام اللہ حدیث سی مستنبط ہوئی ہین اصل مین وہ ہدایتہ کے
لیئے ہے یون کوئی بات کی مغز کو نسجہے اور بہک جاوے تو اپنا سر کہاوے بہر حال لکہنا ہی مناسب سمجہکر لکہتا ہون
حدیث مالک بن اوس مذکور مین جس کے بعض مضامین مولویصاحب نی رقیمہ کریمہ مین درج فرمائی ہین
اور اوسکو روایتہ صحیح مسلم کہا ہی یون مرقوم ہی کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو اوسی جلسہ مین جسمین پہہ
دونون صاحب جہگڑتی ہوئی آئی تہی بغرض الزام یون ہی فرمایا تہا فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ہذا میراث امرأتہ من ابیہا
فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکناہ صدقتہ اسکے بعد یہہ ہی فرأیتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا
حاصل مطلب یہہ ہے کہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئی اور اونہون نے
کہا کہ اب مین ہون ساری باتونکا ولی اور متولی تو تم دونون آئی تم تو اپنے بہتیجی کی میراث مانگتی تہے اور یہہ اپنی
بیوی کیطرف سی اونکی باپ کی میراث مانگتی تہی اسپر صدیق اکبر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یون
ارشاد فرمایا ہی لانورث ماترکناہ صدقتہ سو تمنے اونہین کاذب آثم غادر خائن سمجہا فقط اس سے دو باتین اہل سنتہ
کی قال کی خلاف معلوم ہوئین ایک تو یہہ کہ حدیث لانورث ماترکناہ صدقتہ کو اہل سنتہ یون کہتی ہین کہ اسکی
راوی حضرت علی اور حضرت عباس ہی ہین اور اس سے یون معلوم ہوتا ہی کہ اونہین خبر ہی نہتی ورنہ اہل سنتہ کی
اعتقاد کیموافق حضرت علی تو حضرت علی ہین حضرت عباس کیطرف بہی یہہ گمان نہین ہو سکتا کہ باوجودی کہ خود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی سن لیا ہو کہ لانورث ماترکناہ صدقتہ پہر طلبگار میراث ہون دوسرے یہہ بات ہے
کہ لفظ میراثک اور لفظ میراث امرأتہ اور نیز صدیق اکبر کا یہہ جواب دینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون
فرمایا کہ لانورث ماترکناہ صدقتہ صاف اس بات پر دلالتہ کرتا ہے کہ وہ دونون طالب میراث ہوی پہر جب
اِن دونون صاحبونکو حدیث مذکور کی خبر ہی نہوئی تو اب یون معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون کا صدیق اکبر کو

کاذب وغیرہ سمجھنا اس وجہ سی تہا کہ اونہون نی انکی میراث ندی چنانچہ حضرت عمر نے بہی اس ندینی ہی کی تفریع
مین یہہ بیان فرمایا ہی فرایتماہ کاذبا الخ سو اس صورتمین یہہ توجیہ ہی غلط ہوگئی کہ حضرت علی کو صدیق اکبر سی
باین وجہ کچہ کشیدگی تھی کہ وہ انکی تولیۃ تک کی روادار نہوی اور اوس کشیدگی ہی کی وجہ سی حضرت عمر نی
کہا کہ تم صدیق اکبر کو کاذب سمجہتی تھے اور باایں ہمہ جب میراث کی ندینیکی وجہ سی ان دونون صاحبون نی صدیق اکبر
کو کاذب خائن وغیرہ سمجہا تو اب بجز اسکی سمجہہ مین نہین آتا تہ دل سی کاذب وغیرہ سمجہا ہو کیونکہ کسی کی میراث کا
ندینی والا بالیقین خائن ہی البتہ اگر اس حدیث مین یون مذکور ہوتا کہ ان دونون صاحبون نی صدیق اکبر سی
تولیۃ ہی مانگی جیسا کہ حضرت عمر سی مانگی تھی پر صدیق اکبر نے تولیۃ سے بوجہ مذکور یا بوجہ دیگر انکار کیا تو یون بہی کہنے
کی گنجایش تھی کہ تولیۃ کی ندینی مین کچہہ ستم نہین تولیۃ کسی کا حق نہین خلیفہ کو اختیار ہی جسی چاہی اپنی
سمجہ کیموافق متولی کری اب ان دونون اعتراضون کا جواب بگوش ہوش سنیے اول تو اگر ہم فرض کرین کہ حضرت
علی اور حضرت عباس نے تولیۃ ہی صدیق اکبر سی طلب کی تہی تو ان الفاظ سے کچہ اوسکی مخالف انشاء اللہ تعالے
نہ نکلیگا اور یہی الفاظ جو حدیث مین مذکور ہین طلب تولیۃ پر محمول ہو جاینگے گو ظاہر مین طلب میراث ہی پر دلالت
کرین وجہ اسکی یہہ ہی کہ سابق مین معنی میراث کی تحقیق مین گذر چکا ہی کہ میراث کی معنی حقیقی یہی قایم مقام
ہونا ہی پر اصطلاح فقہا مین میراث بمعنی مشہور مین مخصوص ہوگیا ہی اور اگر معنی حقیقی نہین تب اسمین تو
کلام ہی نہین کہ مجاز متعارف ہی چنانچہ محاورات قرانی مین بہت مواقع مین اسی معنی مین مستعمل ہے ان
الارض لله یورثها من یشاء و اورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها
نحن نرث الارض ومن علیها اور سوا انکی اور بہی عبارات مین یہی معنی مراد مین اول دو آیتون کا ترجمہ تو گذر ہی
چکا ہی اور تیسری آیۃ کا حاصل یہہ ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی ہم زمین کی وارث ہونگی اور جو زمین پر رہنے
والی ہین اونکی بہی اور ظاہر ہی کہ بمعنی مشہور خداوند کریم کسیکا وارث نہین الحاصل ان آیات مین میراث سے
میراث بمعنی قایم مقام ہونیکی مراد ہی سو تولیۃ مین بہی ہوتا ہی کہ متولی وقف کرنیوالی کا قایم مقام ہوتا ہے
اس صورتمین میراثک من ابن اخیک اور میراث امرأته من ابیها کی یا تو یہہ معنی ہونگی کہ تم تو ای عباس اپنے
بھتیجی یعنی سرور کائنات علیه و علی آله افضل الصلوات کی قایم مقام ہونیکی اور اونکی ترکہ کی متولی ہونیکی
طلبگار تھی اور یہہ یعنی حضرت علی اوس ترکہ مین اپنی خسر یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قایم مقام
ہونیکی خواستگار تھی اس تقریر پر تو کلمہ من جو من ابن اخیک اور من ابیها مین ہی صلہ میراث ہوگا اور مجبورہ صلہ او

موصول کا حاصل قایم مقام ہونا نکلیگا اور یا یون کہیے کہ قایم مقام ہونا فقط لفظ میراث کا مدلول ہی
اور لفظ میراث کا صلہ اگر ہی تو محذوف ہی اور کلمہ من مذکور ببیہ ہے اور حاصل مطلب یہہ ہو کہ تم تو قایم مقام ہونے
کی یعنی تولیہ کی بہتیجی کی وجہسی طالب ہوی اور حضرت علی حنہ کی طلبگار ہوی غرض توجیہین تو باین نظر ہین کہ
میراث کی یہ معنی نہین جواب معروف ہین اور اگر بپاس خاطر شیعہ میراث کو باعتبار معنی حقیقی معنی معروف ہی مین
منحصر رکہین اور پھر اوسکو کسی دوسرے معنی کی طرف منقول بہی نکہین یا اس جگہ بجز معنی معروف عوام کی وہ معنی مستبعد
معلوم ہون تب بہی یہہ کلام معنی مذکور پر دلالۃ کرنیمین کمی نکریگی ہوسکتا ہی کہ بطور تشبیہ حضرت عمر نے طلبگاری تولیۃ
کو بوجہ استحقاق قرابۃ میراث فرمادیا ہو اور بوجہ قرابۃ استحقاق جتاکر تولیۃ کی طلب کرنیکو طلب میراث سی
جسقدر مشابہت ہے ظاہر ہے اور یہہ توجیہ جب ہی بن پڑتے ہی جبکہ مادہ میراث کو معنے معروف مین منحصر
نرکہیے بلکہ بدستور معنی معروف غیر معروف مین عام سمجہیے چنانچہ ظاہر ہے باقی اسصورت مین اگر کوئی طالب قرینہ صارفہ
ہے جو ارادہ معنی حقیقی سے روکی تو اس سی زیادہ اور کیا قرینہ ہوگا کہ دو چار سطر سے پہلے حضرت علی اور
حضرت عباس کا اقرار گذرا ہی کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقہ
لیکن یہہ بات قابل بیان باقی رہی کہ ہمنے مانا یہہ تینون توجیہین صحیح اور حضرت علی اور حضرت عباس تولیۃ
کے طلبگار ہوی تہی طلب میراث نہوی تہی لیکن صدیق اکبر کی اس جوابکو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا نورث ما ترکناہ صدقہ مطلب تولیہ سے کیا علاقہ کیونکہ بالیقین اس حدیث مین میراث سی معنی معروف مراد
ہین اسصورۃ مین اس سوال و جواب کا وہی حال ہوگا جیسا مشہور ہی سوال از آسمان جواب از ریسمان یا جیسے
مثل مشہور ہی زمین کی کہین تو آسمان کی سنین اسلئے ہمین اور بہی تکلیف اوٹھانے پڑی ع بر سر فرزند
آدم ہرچہ آید بگذرد اس تحریر کی شغلہ کی کلفت بہی آخر انشاء اللہ ایکدن رفع ہونی والی ہی سو بچشم انصاف اور
بگوش ہوش دیکہیے اور سنیے کہ یہہ جواب سوال مذکور کی کسطرح مطابق آتا ہے جناب من جواب دو طرح کی ہوتی ہین
ایک مطابقی دوسرا التزامی مطابقی کی معنی تو یہہ سمجہیے کہ وس کلام کی معنی مطابقی عین جواب ہے اور جواب التزامی کی ہماری اصطلاح
مین یہ معنی ہین کہ اوسکی معنی مطابقی کو اقرار یا انکار لازم ہو اس جواب کو درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف سی
طلب میراث بمعنی معروف ظہور مین آئی بمنزلہ جواب مطابقی سمجہنا چاہیئی گو حقیقۃ مین التزامی ہی کیونکہ ان
الفاظ مین سی کہ جنکے معنی مطابقی یہہ نہین کہ مین دونگا یا نہ دونگا مگر چونکہ اس جواب سی انکار ایسا ہی ظاہر ہی جیسے
یون کہدیتی ہین کہ مین نہین دیتا اسیلیے اس جواب کو بمنزلہ جواب مطابقی سمجہیی اور درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت

ہیں اس طالب تولیت ہوئی ہوں تب اس جواب کو جواب التزامی سمجھیے اسلیے کہ اس صورتمین اوسکے یہہ معنی ہونگی کہ تمہارے
متولی کردیے ہین یہہ اندیشہ ہی مبادا حضرت فاطمہ کے طلب میراث کی قرینہ سے خلایق کی یہہ ذہن نشین ہوجائے
کہ تمہین جو دیا ہی تو بطور میراث دیا ہی اور پھر رفتہ رفتہ یہہ بات منقول ہوتی رہی یہانتک کہ تمہاری ہماری
بعد آپسمین تصرفات مالکانہ ہونی لگین اور آگی جو پیدا ہونیوالی ہین اسکو میراث سمجھکر بانٹ چونٹ برابر کرین حالانکہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لانورث ماترکناہ صدقہ ہرچند بعد اس تقریر کی اس ایک جواب کی دو مختلف سوالون
پر مطابق آتی ہین کسی بلید ہی کو تامل رہی تو رہی مگر بنظر احتیاط و مزید توضیح ایک مثال مرقوم ہی اگر کوئی بادشاہ
کسی امیر کی جاگیر اوسکے انتقال کی بعد ضبط کرکی کسی افسر کو یون حکم دی کہ تم بطور خود لوگونکو نوکر چاکر رکھکر اسکا
انتظام کرلو تو اگر اوس امیر کی اولاد جسکے جاگیر ضبط ہوتی ہی کسی وجہ سی یون سمجھتی ہون کہ یہہ جاگیر دوام کی لیے
تھے اور اوس افسر کی اچانک نظم و نسق کو دیکھکر اوس سی یون کہین کہ یہہ جایداد تو ہماری ہی ا تم اسی کیون
دبا بیٹھے ہو لازم یون ہی کہ اسی ہماری حوالہ کردو تو اوسکا یہہ جواب کہ بادشاہ نے اس جاگیر کو ضبط کرلیا ہے
تمہین نہین ملسکتی جیسا صحیح ہے ویسا ہی اس صورتمین بھی صحیح ہے کہ اوس امیر کی اولاد اپنی جاگیر کی ضبط ہونیسے
مطلع ہون پر بضرورة طلب معیشة اوس افسر سی اسبات کی ملتجی ہون کہ تم آخر کسے نہ کسی کو اسکے انتظام کے
لیے نوکر رکھوگی اگر ہماری ہی ہاتون اسکا انتظام کراؤ تو ہم اسکا استحقاق بھی رکھتی ہین امیر متوفی کی اولاد ہین
مگر اس صورتمین اور اوس صورتمین اتنا فرق ہوگا کہ پہلے صورة مین تو جواب مذکور کافی وافی ہے اور دوسری صورة
مین بعض مقدمات جواب التزاما سمجھی جاتی ہین اور حاصل جواب یہہ ہی کہ یہہ جایداد ضبط ہوچکی ہی اگر تمکو
نوکر بھی رکھا جای تب یہہ اندیشہ ہی کہ کوئی غمازنہ بادشاہ کی کان مین کچھہ جاجڑی اور بادشاہ کی دلمین یہہ
خیال بیٹھہ جائی کہ افسر نے امیر زادون ہی کچھہ سازش کرکی جایداد کو بدستور رہنی دیا ہی پھر نہ تمہاری
خیر نہ میری خیر دوسرا جواب حضرات شیعہ اپنی حسب دلخواہ لین یعنی یہی سہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس
طالب میراث ہی ہوی تھی لیکن باوجود اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ سی سن چکی تھی کہ لانورث ماترکناہ
صدقہ پھر اس طلب کی وجہ یہہ ہوی ہو کہ آدمی ہی بہول گئے جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا تب یاد آیا سو
بہول جانے مین حضرت علی کی شان مین کچھہ فرق نہین آتا بڑی بڑی رسول بہولی چوکی ہین حضرت آدم کی شان
مین خداوند کریم فرماتی ہین ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی یعنی ہمنے حضرت آدم کو پہلے سے تقید تاکید
کچھہ کردی تھی پھر بہے بہول گئی جب حضرت آدم پیغمبر ذیشان ہوکر خدا کی تقید و تاکید کو بہول جائین تو حضرت

علی تو امام ہی تہے وہ بہی پہر حضرت آدم ہی کی اولاد ہین اور بحکم الولد سر لابیہ اونکی نسیان کی وارث وہ اگر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام بات کو بہول جاتے جسمین کسی قسم کی تاکید اور تقیید نہین نہ علی العموم نہ بالخصوص
حضرت علی کو تو فرماہی کیا قباحت ہی علی ہذا القیاس حضرت موسی علیہ السلام کا حسب ہدایۃ خداوندی حضرت خضر
کے پاس جانا اور حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سی بغرض تعلیم علم ملازمت کا درخواست کرنا اور
حضرت خضر کا بتاکید تمام یون کہنا کہ تمسے میرے ساتھ نہ رہا جائیگا یعنے میری باتین تمہاری خیال مین نہ آئینگی
تم خواہ مخواہ اعتراض کئی جاؤ گی پہر ہماری تمہاری کیسی بنی گی پہر ان سبکی بعد حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت
موسی سی عہد لینا کہ اگر میری ہمراہی منظور ہی تو مجہسے جب تک مین نہ بتاؤن تم کسی بات کو نہ پوچہیو پہر سارا قصہ سورہ کہف
مین سولہوین سپارہ کی شروع ہی کچہہ پہلی مذکور ہی اس اعتقاد پر کہ خدا کی بہیجی ہوی گئی اور اون اہتمام پر کہ سفر دور
دراز قطع کیا اور پہر کیا کیا انکار اور اقرار ہوی حضرت خضر کی جلالت قدر اور اونکی باتون کا معقول ہونا یکلخت
دلسے نکل گیا اور سا سپر اپنا عہد بہی بہول گئی چنانچہ حضرت خضر کو مع حضرت موسی علیہ السلام جب ایک گہاٹ کی
ملاحون نی بوجہ اعتقاد بے لیے دیئے سوار کر لیا اور اونہون نی بیچ مین جاکر اوس کشتی کا تختہ توڑ ڈالا تو حضرت
موسی علیہ السلام سی نہ رہا گیا اور یہ کہہ اوٹہی اخرقتہا لتغرق اہلہا لقد جئت شیئا امرا یعنی ای خضر کیا اسی لئے اس کشتی
کو تم نے توڑ دیا کہ کشتی والونکو ڈبو دو تمنی بہی عجیب کام کیا کہ کشتی والونکی احسان کی بدلی یہ نقصان کیا اور اسکی
جواب مین جب حضرت خضر نی یون فرمایا الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا یعنی مینی تمسی کہا نتہا کہ تمسی میری ساتہ رہکر
صبر نہو سکیگا تو حضرت موسی علیہ السلام نے یہہ عذر کیا لا تواخذنی بما نسیت یعنی مین بہول گیا تہا تم مواخذہ نہ کرو
الحاصل اس اہتمام اور اس تقیید پر اتنی جلدی حضرت موسی ع بہول گئی ہون تو پہر حضرت علی کا اتنی دیر بعد بہول جانا
کچہہ بہی بات نہین حضرت موسی علیہ السلام رسول اولوالعزم اور حضرت علی نہ رسول نہ نبی نہ اولوالعزم نہ غیر اولوالعزم
باایں ہمہ کوئی اہتمام اور پیش بندی نہ تہی فقط اتنا فا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی ایک بات جیسی جو آپ سنی تہی وہ بہی اسطور پر کہ علی العموم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ بات فرمائی کچہہ حضرت علی کے سنانی کی اونکی تخصیص نہ تہی اور حضرت موسی علیہ السلام
کو بالخصوص یہہ بات پیش آئی کہ خدا کی بہیجی ہوی گئی اور سا گی جو کچہ گذرا سو گذرا اور اگر ذرا انصاف فرمائین شیعہ حضرت موسی ع
اور حضرت آدم علیہما السلام کی نسیان پر نظر فرمائین تو خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کو جناب
باریتعالی یون ارشاد فرماتی ہین واذکر ربک اذا نسیت یعنی یاد کر اپنی رب کو جب بہول جایا کری اس سے صاف ظاہر ہی کہ نسیان
نسبت پیغمبر آخر الزمان صلعم ثابت ہی بلکہ شان نزول اسکی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سی ایکبات کا وعدہ

ص ٣٥

کیا کل بتاؤنگا اتفاق سے انشاء اللہ کہنا بھول گئی اوسپر خدا کیطرف سے یہہ نصیحت ہوی جہانکہ کتب معتبرہ شیعہ
مثل کافی کلینی اور تہذیب ابوجعفر طوسی مین اسانید صحیحہ سی مروی ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مین سہو ہوا
اور چار رکعتہ کیجای فقط دو ہی ادا کی پھر جب سرور مرسلین صلی اللہ علیہ علیہم اجمعین کو امور دینی مین سہو ہوتا ہو تو
حضرت علی تو انسان ہی ہین الحاصل ظاہر الامکان یہہ بات ہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود حدیث
مذکور کی اپنی کانون سن لینی کی سہو واقع ہوا ہو اور وقت پر یاد نرہا ہو اور وجہ یہی ظاہر ہے کیونکہ میراث کا قصہ تو
ایسا عام ہی کہ سارا جہان آمین شریک حسب عادت بنی نوع اگر طلب کر بیٹھی ہون تو کیا بعید ہی لیکن جب صدیق اکبر نی
یاد دلایا تب یاد آگیا اسیواسطے حضرت عمر نے جب دونون کو متولی کر دیا تو حضرت علی نی حضرت عباس کا قبضہ اوٹھا دیا
ورنہ متروکہ نبوی مین حق میراث سمجھتی تو گو حضرت عمر نے متولی کر کی دیا تہا حضرت عباس کے قبضہ کو اپنی قبضہ سی مقدم
سمجھتی اسلیے کہ وہ حقیقۃً وارث تہی اور حضرت علی خود وارث نہتی حضرت فاطمہ کی طرف سی وکیل تھی پھر اپنے خلافہ مین
سب حقداروں کو اونکا حق پہونچاتی یا ازواج مطہرات کو ازواج مطہرات کا حصہ بانٹ دیتی حضرت عباس کی اولاد کو
اونکا حصہ الگ کر دیتی چونکہ آپنے خلافہ مین بھی بدستور سابق رہنی دیا اور تقسیم نکیا اور کسیکا حصہ یا جیسا کچھ حکم
اجماع فریقین مقدم ہو چکا ہی تو پھر بجز اسکے اور کوئی صورۃ نہین کہ حضرت صدیق اکبر کی یاد دلانی سی بات یاد آگئی
اور اسلیے حضرت عمر کے سامنی اقرار کیا باقی رہی یہہ بات کہ اس صورت مین پھر صدیق اکبر کی طرف سی بدگمانی کی کوئی
صورۃ نہین جو حضرت عمر نی یون فرمایا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم وغیرہ سمجھتی تھے سو اسکا جواب یہ ہے کہ مقتضاء بشریت
چنانچہ مقدم ہوا اونکی دلمین گاہ وبیگاہ یہہ خیال گذرتا ہو کہ ہرچند یہہ حدیث صحیح ہے لیکن ہمارا استحقاق تو لیتہ ہمین
ہی تہا بایںہمہ جو صدیق اکبر نے قبضہ رکھا ہے تو ہو نہو کچھ دال مین کالا ہے اور یہہ خیال ہمارا یہ حال سی
یا کسی قال سی حضرت عمر کو مترشح ہوا ہو اسلیے اونہون نی بطور تنبیہ و شکایت اونکی مونہہ پر کہدیا اور اسلیے
اونہون نی بنظر انصاف سکوت فرمایا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اس تقریر کی بعد یہ یون ہی کہ جنکو خداوند کریم نے
عقل سلیم عطا فرمائی ہے اگر کسی نابکار کی صحبت سے بیراہ بھی ہین تو راہ پر آجائیں اور جو نہ آئین تو اپنا سر کہائین

من یضلل اللہ فلا ہادی لہ اب الحمد للہ کہ جمیع امور متعلقہ حدیث صحیح مسلم کی بیان سے فراغت پائی لازم یون ہے کہ بقیہ
خرافات خط مولویصاحب کا بھی جواب دندان شکن جو مولوی عمار علیصاحب اور نیز دیگر پیشوایان شیعہ کے دہن کیلیے
توڑی مونہہ ہی سی انشاء اللہ بیان کر کی صفحہ قرطاس اور قلم و دوات کو ہاتہہ سے دہر دیجی اسلیے التماس یہ ہے
کہ آگی مولوی عمار علیصاحب یون رقم فرماتی ہین اور صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کے دینی سے انکار

کیا فاطمہ زہرا اوس پر غضبناک ہوئی اور تمام عمر بھر کبھی اوس سی کلام نکیا اور صحیح مسلم مین لکھا ہی کہ فاطمہ نے وقت
مرنے کی وصیۃ کی کہ ابوبکر اور عمر میری جنازہ پر نہ آنی پاوین انتہی یہہ آخر عبارۃ خط ہی اور یہان مولوی صاحب
کی تقریر تمام ہولی مگر اہل فہم پر پوشیدہ نرہیگا کہ بعد ثبوت مضامین مسطورہ بالا خصوصا اشارۃ آیۃ یوصیکم اللہ
در بارہ مستثنی ہونے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میراث سی اور صراحۃ آیۃ ما افاء اللہ در بارہ وقف ہونی فدک
وغیرہ اموال فی کی صدیق اکبر پر بوجہ ندینی فدک کی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کچھ اعتراض نہین ہوسکتا ہان
اولٹا بطور حضرات شیعہ خوارج و نواصب کو گنجایش لب کشائی ہی کہ حضرت فاطمہ باوجود معصوم ہونیکی چنانچہ عقیدہ شیعہ
یہی ہی فدک وغیرہ اموال وقف مین سی کسلیئے طلبگار میراث ہوئین اور پھر وہ بھی اسقدر کہ صدیق اکبر نے ایک حق
بات کہدی تو اولٹی غصہ کے مارے ملنا رلنا ملاقات سب ترک کردی مگر چونکہ سانچ کو انچ نہین سچی بات ہر طرح درست ہی
اہل سنت کو اسمقدمہ مین کچھ دشواری نہین جیسے وہ صدیق اکبر کو اس مقدمہ مین بے قصور سمجھتی ہین حضرت فاطمہ زہرا رض
جگر گوشہ سید الوری محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسیطرح مورد اعتراض نہین سمجھتی اور باینہمہ کوئی قاعدہ
اونکی دین و مذہب کا منقوض نہین ہوتا اول تو عیان راچہ بیان دوسری بات کچھ دور نہین کان درست کیجی اور سنیے
حضرت فاطمہ زہرا رض ہر چند سیدۃ النساء بلکہ اونکی خاکپا سرمہ کابرا ولیا اونکی غلامان غلام مورد افضال کبریا اونکے
محبۃ جو محبۃ کی طور پر ہو باعث نجاۃ اشقیا اونکا اعتقاد جو اعتقاد کیطرح پر ہو باعث ترقی درجات علی لیکن پھر تیسرا امتی
تہین نبی تہین فہم قران مجید مین کچھ نکچھ حاجۃ تفسیر نبوی رکھتی تہین کیونکہ فقط زبان دانی اور قوۃ فہم وقائق
معانی سی اسجگہ کام نہین چلتا تفصیل اجمال کلام ربانی اور شرح اشکال آیات فرقانی بجز مورد وحی آسمانی اعنی
سرور دو جہان پیغمبر اخر الزمان صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واہل بیتہ واصحابہ وسلم کی متصور نہین چنانچہ خود
خداوند کریم فرماتا ہی ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ یعنی بہیجا ہمنے تم مین رسول تمہین
مین سے جو پڑہتا ہی تمپر ہماری آیات اور سنوارتا ہی تمکو اور تعلیم کرتا ہی تمکو قران اور تحقیق بات فقط اب غور فرماہی کہ یتلو علیکم
جسکے یہہ معنی ہین کہ پڑہتا ہی تمپر ہمارے آیتین تعلیم الفاظ قرانی پر دلالۃ کرتا ہے اور یزکیکم جسکے یہہ معنی ہین کہ
سنوارتا ہی اور پاک صاف کرتا ہی تزکیہ باطن کیطرف مشیر ہے من بعد جو یعلمکم الکتاب فرمایا تو قطع نظر اسکے کہ تعلیم
عرف عرب مین معانی ہے سی متعلق ہے بعد یتلو علیکم کے یہہ فرمانا اسبات پر دلیل کامل ہی کہ یہہ تعلیم معانی کی تعلیم ہے
پھر جب یعلمکم مین خطاب تمام امۃ کیجانب ہو خاص کر مسلمانان ملک عرب کی طرف جو صحبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مین مشرف باسلام ہو چکے تہی چنانچہ لفظ منکم سے عیان ہی تو معلوم ہوگا اور سب علم معانی قران مین محتاج سرور

دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تہے اور نیز یہہ بہی متحقق ہوگیا کہ تعلیم معانی قرانی کی قابلیت بہی ہر کسیمین نہین جبتک
تزکیہ تام نہو تب تک تعلیم معانی قرانی بیموقع ہی اسیواسطی یعلمکم اللہ کی بعد یزکیہم فرمایا اور شواہد اس دلیل کی
قران مین بہت ہین حافظان علم پر مخفی نرہیگا منجملہ اونکی ایک جا شان قران مین ونزلنا علیک الکتاب تبیانا
لکل شئی فرماتی ہین یعنی اوتاری ہمنی تجہپر کتاب جسمین ہر چیز کا بیورا اور بیان ہی اور ایک جا سوا پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کے اورونکو فرماتی ہین وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی نہین دی گئی تم علم سے مگر تہوڑا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کے مستثنی ہونی کی وجہ ظاہر ہی کیونکہ لفظ قل الروح جو اس سی پہلی ہی اسبات پر شاہد ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بمنزلہ قاصد اس خطاب اور اس فرمان کی پہونچانے والی ہین داخل زمرہ مخاطبین نہین اور بانیہمہ ہم
یہہ کب کہتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی قران کی وقایق کو خدا ہی کی برابر سمجہتی ہین لیکن اسمین بہی
شک نہین کہ اوروں سی سب سے زیادہ سمجہتی ہین القصہ ناظرین فہیمدہ کو کلام اللہ مین سی اس قسم کی بہت سی مفتاحین
ملینگے جنسے دعوی احقر کے تصدیق ہوا اور اگر بسبب کجی طبیعت کی انکی موید ہونے مین کسیوجہ سے تکرار کری
تو کرو مدہستا دیز آیۃ ارسلنا فیکم رسولا الخ جو کچہ بندہ ہیچمدان نے عرض کیا ہی وہ کسیکے باپ سی رد نہین کیا جا سکتا
خیر بہرحال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا در باب فہم معانی قرانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم محتاج ہونا کلام
اللہ سی ثابت ہو اور نہو پر اہل سنۃ کی نزدیک تو یہہ بات لاریب مسلم ہے اور اسکی مخالف کسی دلیل عقلی یا نقلی سے
آج تک کوئی بات اونکو ثبوت کو نہین پہونچی اور کیونکر پہونچی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا در بارہ فہم قران رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہونا اظہر من الشمس ہے محتاج دلیل نہین اسکے خلاف کا غلط ہونا بہی ہر کسی کی نزدیک
روشن پہر اگر کسی آیۃ کی فہم مین بسبب اسکی کہ اوسکی تفسیر زبان گوہر ریز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے
نسنی ہو فی الجملہ غلطی ہوجائی اور اوسکی کسی اشارہ مخفی کو نسمجہی تو اہل انصاف فرمائین تو اسمین کیا محال ہی علی ہذا القیاس
اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ آج کل کوئی شخص اہل فہم مین سی اوس اشارہ مخفی کو جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا سے رہگیا ہو تو تنبیہ وتفسیر نبوی سمجہ جائین تو کیا قباحت ہی نہ اسبات سی کچہہ کسر شان حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
لازم آتی ہے اور نہ اس وجہ سی دوسرونکو اونپر فوقیۃ ہو سکتی ہی اگر ایکبات کی سمجہ لینے سے سمجہنے والون کو
نسمجہنے والون پر فوقیۃ ہوا کرتی تو خضر کو حضرت موسی علیہ السلام پر فوقیہ ہوتی کیونکہ کشتی کی توڑنے اور
لڑکے کی قتل کرنیکی وجہ باوجودیکہ یہہ سب حضرت خضر نے بامر خداوندی کیا تہا حضرت موسی علیہ السلام
نسمجہی اور حضرت خضر اون سبکے وجوہ جانتے تہی چنانچہ واقفان کلام ربانی جانتے ہین حالانکہ مذہب

صحیح یہہ ہی کہ حضرت خضر نبی نتہے اور اگر تہے بہی تو باجماع امۃ حضرت موسی علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے افضل ہین اودہر حضرت داود علیہ السلام کا کہتے کے مقدمہ مین غلطی کہانا اور حضرت سلیمان کا حکم خداوندی کا سمجہہ جانا معروف و مشہور ہے اور قران مین مذکور حالانکہ جسوقت یہہ قصہ پیش آیا اوسوقت حضرت داود علیہ السلام پیغمبر وقت تہے اور پیغمبر بہی کیسی اولوالعزم اور حضرت سلیمان جبتک نہ نبی ہوئی تہے اور نہ امام تہی اور باینہمہ صغیر السن کیونکہ بوقت وفاۃ حضرت داود علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر کل بارہ برس کی تہے جب یہہ قصہ پیش آیا جب تو اور بہی چہوٹی عمر ہوگی پہر جب حضرت داود علیہ السلام حالانکہ نبی وقت اور رسول اولوالعزم تہے ایک مسئلہ مین غلطی کرین اور ایک لڑکا نوعمر بات صحیح کہدی تو اسیطرح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے اگر ایک اشارہ بے تعلیم سمجہہ مین نہ بہی آیۃ یوصیکم اللہ کا اشارہ جو منجملہ آیات قران مجید ہی جسکا فہم کامل بجز تفہیم وتعلیم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ممکن نہین چنانچہ معلوم ہو چکا اور حضرت صدیق اکبر بلکہ آج کل کے پڑہنے لکہنے والے جو کسیطرح حضرت فاطمہ بلکہ اونکی خاکپا اور اونکی سگ در کی برابر نہین ہو سکتے بوجہ تعلیم نبوی سمجہہ جائین تو کچہہ حرج نہین علی ہذا القیاس ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اول فدک کا فی ہونا نہ معلوم ہو کیونکہ ایسی قصی اکثر مجاہدین اور غائبین کو معلوم رہتی ہین اور باینہمہ آیۃ ما افاء اللہ سی بہی اراضی فی کا غیر مملوک احدی ہونا بتامل ہی نکلتا ہے چنانچہ ناظران وجوہ مسطورہ بالا پر جو دربارہ تحقیق غیر مملوک ہونے اراضی فی لکہی گئی ہین پوشیدہ نرہیگا اور اس نسمجہنے اور اس بی علمی کے باعث بعد وفاۃ سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات حضرت صدیق اکبر سے طالب میراث ہوئی کیونکہ جبتک اشارہ وجوہ اراضی فی یوصی اور اشارات مذکورہ پر اور علی ہذا القیاس وجوہ غیر مملوک ہونے اراضی فی پر جو آیۃ ما افاء اللہ کے لیئے پیشتر سے مستنبط ہین نظر نہو تب تک ظاہر آیۃ یوصیکم اسیطرف ہی کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم بہی حکم میراث مین شریک امۃ ہین مگر جب صدیق اکبر نے حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنادی ہوتا اس طلبگاری سی ایک گونہ ندامۃ اور رنج حاصل ہوا ہو کیونکہ انبیا اور مرسلین اور صدیقین اور کاملین کو لازم ہے کہ اگر کوئی بے عنداللہ اونسے ظہور مین آئی تو بعد اطلاع اوسپر ندامۃ ہوا کرے چنانچہ حضرت آدم کا گیہون کی کہا لینے پر نادم ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت نوح علیہ السلام کا دعاء نجاۃ فرزند سے نادم اور پشیمان ہونا اور حضرت موسی علیہ السلام کا قتل قبطی ہی شرمندہ ہونا خود قران مین موجود ہے اور اس ندامۃ کی باعث حضرت صدیق اکبر سے ربط وضبط مین فرق آگیا ہو اور ملنا رلنا بدستور سابق نرہا ہو نہ یہہ کہ ملی پر بہی کلام و سلام گے نوبۃ نہ آتی ہو کیونکہ

اصطلاح کی متارکت تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر وہ بہی ایسی مسلمانون مین بہر حال ترک کلام مین
جو بعض روایات مین ہے اہل سنت کی نزدیک حضرت فاطمہ کیطرف کچھہ حرف نہین اور دوسرا احتمال یہہ ہے
کہ اس کلام نکرنے سے یہہ مراد ہے کہ جب حدیث لانورث سن لے تو پہر فدک کے مقدمہ مین کچھہ چون وچرا
نہین کی اور صدیق اکبر کے چہوڑ دینی سے یہہ مراد ہے کہ چپکے ہوکر اپنے گہر مین بیٹہہ رہین اور بعد حدیث مذکور
کے سن لینے کے پہر اونکا پیچہا نہین لیا اور کیونکر نہین اگر ایسا ہو تو حضرت فاطمہ رضہ اور دنیا دارون مین کیا فرق
رہا مگر حضرت صدیق اکبر بتقاضاء محبت و اعتقاد و نیازمندی و انقیاد اس نملنے کو غصہ پر محمول کرکے حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا کی در دولت پر حاضر ہوی ہون اور علی ہذا القیاس اور لوگ بہی اسی غصہ سے سمجہتی ہون اور
اسیلیے صدیق اکبر نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو سفارش کی لیئے اندر بہیجا ہو اور حضرت فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا نے تسکین صدیق اکبر کے لئے اظہار رضا اور خوشی کردیا ہو باقی کسیکے دل مین یہہ خلجان رہے کہ
روایات مین بتصریح مذکور ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر سے غصہ ہوگئین تو اسکا جواب یہہ ہے
کہ اول تو روایات صحیحہ مثل روایات مسلم و بخاری مین فوجدت فاطمۃ واقع ہی اور وجدت جیسا بمعنے غضبت
ہے جو غصہ پر دلالت کری ویسا ہی بمعنے حزنت بہی ہے جو حزن وغم پر دلالت کرے چنانچہ قاموس وغیرہ
کتب لغت نایاب نہین جسے تامل ہو دیکہہ لے پہر کوئی ضرور نہ ہے کہ وجدت بمعنے غضبت ہی لیجیے اور خواہی
نخواہی حضرت فاطمہ رض کا غصہ اثبات کیجیے اور اگر کوئی وہمی یون تکرار کری کہ ہمنے مانا وجدت دونون معنون مین
مستعمل ہوتا ہی لیکن اسکی بعد اگر کلمہ علے ہوتا ہے تو غصہ ہی کی معنے ہوتی ہین ہان اگر اسکے صلہ مین حرف
با واقع ہو تو پہر معنے حزن کی گنجایش ہی مگر اسمقام مین بعد وجدت صحیح مسلم مین فقط علے ابی بکر ہی واقع ہے
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہان وجدت بمعنے غضبت ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ہر شخص اپنی عندیہ کے موافق
دوسری کی کلام کے معنے سمجہتا ہے اسیواسطے روایۃ بالمعنے اول تو ہر کسیکے مقبول نہین اور مقبول ہی ہو تو ہم پایہ
روایۃ باللفظ نہین کیونکہ ممکن ہے کہ حقیقۃ الامر کچہہ اور ہو اور مراد سے کچہ اور سمجہہ گیا ہو آخر حضرت
موسے علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتہہ ہی معاملہ پیش آیا اور اپنی معاملات کو اگر آدمی تامل کری تو اکثر
ایسے قصے پیش آتی ہین سو ممکن ہے کہ کہنی والی نے فقط وجدت فاطمۃ کہا ہو اور سننے والی نے بایں خیال کہ
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی کبیدگی کو جو در حقیقۃ بوجہ ندامت تہی بوجہ غضب سمجہہ رہا تہا وجدت کو
بمعنے غضبت محمول کرکے روایۃ کی وقت روایۃ بالمعنے کی ہو اور اپنی سمجہہ کیموافق لفظ علے ابی بکر بہے

زیادہ کردیا ہو بہر حال جبتک احتمالات صحیحہ پیدا ہو سکین تب تک اہل عقل کو لازم یہی ہے کہ اہل کمال
کیطرف بدگمان نہو کرین جناب باری تعالی نے جو حضرت موسی اور حضرت خضر علیہ السلام کا سورہ کہف مین بیان
کیا ہی جسمین حضرت خضر کا اون ملاحونکی کشتی کا توڑنا جنہون نے انکی ساتہہ احسان کیا تہا اور بے لیے
دیے انکو پار اوتار دیا اور بے گناہ صغیر السن لڑکیکا قتل کر دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان
دونون باتون پر اعتراض کرنا مذکور ہے اوسکے بیان کرنے مین ایک یہہ بہی حکمت ہے کہ مردمان کو یہہ بتادین
کو اگر بزرگان دین کوئی امر خلاف عقل یا نقل نظر آے تو اپنے نظر کا قصور سمجہین اور اونکی نسبت گمان
فاسد نکرین علی ہذا القیاس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی ظنوا المومنین خیرا فرمایا ہے تو اوسی بہی غرض
یہی ہی کہ اگر تمہاری نظر مین کسی مومن کامل کا کوئی کام خلاف شرع نظر آئے تو گو ظاہر مین روک ٹوک
کردتا کہ اگر واقع مین برابر ہو تو اوسکا انسداد ہوجای پر دل سی بدگمان نہو اپنے طرف سی نیک ہی گمان
کرتے رہو نہ یہہ کہ اچہی کامونکو اچہا سمجہو کیونکہ اچہے کامونکو ہر کوئی خود بخود اچہا سمجہتا ہی حکم کی کیا حاجت
تہی اس تقریر سے اگر کسی کی جی مین یہہ روگ بہی ہو گا کہ ان احتمالات سی کیا کام چلتا ہی ظاہر مین جو کچہ
سمجہ مین آدی ہتو جائین وہی بات ٹہیک ہو گی تو انشاء اللہ مرتفع ہو جائیگا بہر حال گو یہہ احتمال ہی نظر آتے
ہین مگر عقل سلیم ہو تو پایہ تحقیق سے کم نہین کیونکہ مناسب حال حضرت فاطمہ اور حضرت صدیق اکبر یہی ہی
سعہذا منصب دعوی منکران صدیق اکبر کیطرف ہی اور ظاہر ہے کہ دلیل مدعی جبہی مفید مطلوب ہوتی ہی کہ کوئی
احتمال خلاف مطلوب بن سکے ورنہ مدعا علیہ کے فقط ایک لانسلم مین شیخ چلی کا گہر بنا بنایا ڈہہ جائیگا سو اگر
دشمنان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہہ منظور ہو کہ لفظ وجدت اور وقعہ مندرجہ روایات سی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا کا غصہ ہونا ثابت کرین تو اول ان احتمالات کو باطل کرین جب اس طریق سی اپنی عاقبہ خراب کرنیکا ارادہ
کرین اور ہمنی مانا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس مقدمہ مین حضرت صدیق اکبر سے آزردہ خاطر ہوئین لیکن اس سے
حضرت صدیق اکبر کا قصوروار ہونا کہان سی ثابت ہوا نہایۃ سی نہایۃ ثابت ہو تو یہہ ہو کہ حضرت فاطمہ زہرا رض
بوجہ غلطی صدیق اکبر کو قصوروار سمجکر اونپر غضبناک ہوئی ہون سو ایسا بسا اوقات انبیا اور مرسلین کو بہی
باہم پیش آتا ہے حالانکہ وہ بالیقین معصوم ہین چہ جائیکہ صدیق حضرت ہارون علیہ السلام کا بچہڑی کی
پوجنے کی مقدمہ مین بے قصور ہونا کلام اللہ سے ثابت ہی اور بہیں ہمہ حضرت موسی علیہ السلام کا اونپر
غصہ ہونا یہانتک کہ حضرت ہارون کی داڑہی اور سر کی بال کہینچنے تک کی نوبۃ آئی خود کلام اللہ ہی مین

موجود ہے سو جیسا حضرت ہارون تو یون بے قصور کرکے بے قصور تہے ہی اور حضرت موسی علیہ السلام
کو یون کچہہ نہین کہہ سکتے ہی کہ وہ اپنی عندیہ مین بیجا غصہ نہین ہوی تہی بلکہ باین نظر کہ اونکا بڑی بہائی
پر غصہ ہونیکا کوئی منصب نتہا اگر خداواسطہ کی بات نہوتی تو حضرت ہارون اونکا خون ہی کردیتی تو دم نمارتے
چہ جائیکہ یون دست و گریبان ہونیکے نوبت آتی پر مسلمان کو یقین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس غیظ و
و غضب مین اجر عظیم ملے اب لازم یون ہی کہ اسیطرح حضرت فاطمہ سیدۃ النساء اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہما
کے باہم رنجش اور چپقلش کو سمجہیے اور دونون کو اسمقدمہ مین بے قصور اور دونونکو ماجور سمجہیے اور ہمنے
اسی ونکے لیے اسکی تحقیق آیہ محمد رسول اللہ کی ذیل مین بخوبی کی ہے اگر کسی کو زیادہ تر تسکین مد نظر ہو تو پلٹ
کر دیکہیے اور اس سی بہی درگذر کیجی ہم کہتے ہین شیعہ ہی سچ فرماتی ہین صدیق اکبر قصوروار ہی تہی
لیکن جب اونہون نی توبہ کرلی تو پہر کیا گناہ باقی رہ گیا جو شیعونکی زبان نہین تہمتی مشہور رہے
التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ہان توبہ کرنیکا ثبوت اگر مد نظر ہو تو یہہ بات معقول لیکن ہم سند بہی
ایسے رکہتی ہین جسے شیعہ سلمنا سلمنا کہتے کہتی تہک جائین اور بسر و چشم رکہتی رکہتی مر جائین شیخ
ابن مطہر حلی منہج الکرامۃ مین یون ارشاد فرماتے ہین لما وعظت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب لہا کتابا وردہا
علیہا یعنے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نی صدیق اکبر کو فدک کیمقدمہ مین وعظ و پند کیا تو اونہون نے فدک کو
اونکے نام لکہکر فدک کو اونکی حوالہ کردیا یہہ روایۃ ہر چند چند بار گذر چکی ہی لیکن بحکم نقل مشہور ہو المسک ما کررتہ یتضوع
یعنی مشک کو جتنا گہسو یا جتنی بار لگاؤ زیادہ ہی زیادہ خوشبو دیگا بار بار اس روایۃ کی نقل کرنیکو جی چاہتا ہی یہہ ہی ایک حضرت
فاطمہ زہرا سیدہ النساء رض کی کرامتہ ہی کہ حق نی تہمۃ ترشح ناحق سے شیعون ہی کی موںہہ سی اونکو بری کردیا ادہر صدیق
اکبر کی نیک نیتی کو ماننا چاہیے کہ کیسے طوفان سے اونکو بچا لیا اور شیعون ہی کی مونہہ سی اونکے سب اعتراضونکا
جواب دلوا دیا اب کسی شیعہ مذہب کا یہہ مونہہ نہین کہ تہمتہ صدیق اکبر بوجہ غصب فدک اہل سنتہ سی ناکشتے
ہو اس روایۃ نے شیعون کی سب دعوونکو ڈہسمس کر دیا ہیہ کا ہو یا میراث کا وصیتہ کا یا کسی اور وجہ کا بہر حال
خداوند ذو الجلال نے شان وکفی اللہ المومنین القتال دیکہا دی اور اگر بالفرض بفرض محال یہہ روایۃ شیعونکی ایسی معتبر
کتابونمین نہوتی تب دوسری دستاویز حضرت صدیق اکبر کی بری الذمہ ہونے کی موجود ہی منہاج السالکین مین
جو عمدہ کتب فرقہ امامیہ ہی اور نیز اور کتابون مین یہہ روایۃ موجود ہے اور اسیکے لکہنی کا وعدہ بہت دور سے ہم
کرتے چلے آتی ہین سو آج بفضلہ تعالی اوسکا وقت آپہونچا کل امر مرہون بوقتہ خیر یہہ روایۃ قابل مطالعہ ہے

ان ابابکر لما رای ان فاطمة انقبضت عنه وہجرتہ ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندہ فاراد استرضاءہا فاتاہا
فقال لہا صدقت یا ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منہا قوتکم والصانعین بہا فقالت افعل فیہا کما
کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیہا فقال ذلک اللہ علی ان افعل ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ
لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقالت اللہم اشہد فرضیت بذلک واخذت العہد وکان ابوبکر یعطیہم منہا قوتہم ویقسم
الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل حاصل اس روایتہ کا یہہ ہے کہ جب ابوبکر نے دیکہا کہ حضرت فاطمہ
ادنسے کشیدہ خاطر ہوگئین اور اونکو چہوڑ بیٹہین اور پہر فدک کی مقدمہ مین کچہ گفتگو نکی تو یہہ بات اونہین
دشوار معلوم ہوئی سو اونکی راضی کرنیکا ارادہ کیا اونکی پاس حاضر ہوکر یہہ عرض کیا کہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے صاحبزادی تم اپنے دعوی مین سچے ہو تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کردیا ہوگا مگر مین کیا کرون
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مینے یون دیکہا ہے کہ اسکے آمدنی کو تقسیم کر دیا کرتی تہے اور تمہاری کہانی پینے کا
خرچ اور محصلونکی مزدوری دیکر جو کچہ بچتا تہا فقیرون مسکینون کو دیا کرتے تہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے
فرمایا کہ اچہا تم بہی وہی کئی جاو جسطرح میرے والد بزرگوار سید الابرار محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے
اونہون نے کہا اسبات پر تم مجہسے قسم لیلو مین وہی کرتا ہونگا جو تمہاری والد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کیا کرتی تہی اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے قسم سے پوچہا کیا تم سچ ہی اسطرح کروگی صدیق اکبر نے قسم کہا کر
عرض کی مین یہی کرونگا جواب ٹہرا ہی اوسپر حضرت فاطمہ نے یون کہا کہ الہی تو گواہ رہیو سو اسبات پر راضی
ہوگئین اور صدیق اکبر سے عہد لیلیا سو صدیق اکبر اونہین اوسمین سے اونکی کہانے پینے کا خرچ دیکر باقی کو
فقراء اور مساکین اور مسافرونکو تقسیم کر دیا کرتی تہی انتہی اس روایتہ سے چند فائدہ ہوئی ایک تو یہ کہ صدیق اکبر نے
حضرت فاطمہ زہرا کو دعوی ہبہ مین جہوٹا نہین سمجہا پر یون سمجہکر کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہین ہوتا چنانچہ متفق
علیہ شیعہ وسنی ہی اور اسکے تحقیق سابقا گذر چکے ہی دینے سے عذر کیا سو اگر بالفرض والتقدیر روایتہ یہہ
صحیح ہے ہوجای تو شیعونکا یہہ تاسف کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو جہوٹا سمجہا چنانچہ حضرت
مولوی صاحب نے بہی اسبات کو نامہ اعمال میرناد علی مین لکہکر اپنا نامہ سیاہ کیا ہے محض بیجا اور بے موقع ہے دوسرا
فائدہ یہہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے فدک کی آمدنی مین سے ایک حبہ تک نہین چہوا بلکہ حضرت فاطمہ
زہرا نکی خرچ سے جو کچہ بچا فقراء وغیرہم کو دیدلا دیا سو معلوم ہوا کہ فدک کی نہ دینی مین کوئی غرض دنیاوی

ہتے ہونہو رسول اللہ صلعم سے اسباب مین بے شک کچہ سنلیا تہا جو باوجود ہس بغیر ضے اور اس بے طمعی کے
حضرت فاطمۂ زہرا رضہ کو نہ دیا ان دونون فائدون سے نتیجہ یہہ نکلا کہ حضرت ام ایمن اور حضرت علی کی گواہی کا قصہ
ایک شیعونکا ڈہکوسلا بنایا ہوا ہی کیونکہ گواہونکا مطالبہ تو جبہی ہوتا ہے کہ مدعی کیطرف دروغ کا احتمال ہو یہان
اگر اپنی آپ خورد و برد کرنا مد نظر ہوتا تو یون ہبہ کہنے کو گنجایش تہی کہ یہہ فقط ٹال ٹلاوہی تہی مگر بدگمانون کو
آپ ہی شاید یہہ گمان ہوگہ اول ندیناہی مد نظر ہوگا اور اوسوقت گواہی طلب کیے ہون انجام کار
خوف خدا تعالی یا اندیشہ ملامت خلق سی حضرت زہرا رضہ کی پاس آکر اپنی بات کی نبہانیکی لئے یہہ حیلہ برپا کیا ہو
سو اسکا جواب اول تو یہی ہی کہ ع بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کی پاس ؛ دوسری ہمنے تسلیم کیا یونہین
ہتا لیکن غصب فدک اگر برا تہا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی ناخوشی ہے کی وجہ سے برا تہا جب وہ راضی
ہوگئین تو شیعونکو رنج کیون ہی مگر اسصورتمین بوجہ مخالفت حضرت زہرا رضہ کچہ انہین پر وبال پڑے تو پڑے
حضرت صدیق کو تو خدائی بچاہی لیا تیسرا فائدہ یہہ ہے کہ فدک تا حین حیاۃ سرور کائنات علیہ وعلی آلہ
افضل الصلوات واکمل التحیات آپہی کی قبض و تصرف مین رہا حضرت فاطمۂ زہرا رضہ قابض اور دخیل ہوئین تہین
ورنہ صدیق اکبر کی اسبات کی جواب مین کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یون دیکہا ہے کہ تمہین تمہارا خرچ
اور محصلونکی محصلے دیکر فقرا وغیرہ ہم کو بانٹ دیا کرتی تہی یون نفرماتین کہ اچہا یونہین کیا کرو بلکہ اپنا قبضہ جتاتین
جہان سو وہان سوائی حب ہبہ کا دعوی کیا حالانکہ یہہ ایک مخفی بات ہی ہر کوئی اسی نہین جانسکتا تو قبضہ
تو کہلی بات ہی اسکے دعوی مین کیا دشواری ہے ہبہ کی تو دوتین ہی گواہ تہی اسکے تو ہزارون نکل آتی چوتہا یہہ کہ
صدیق اکبر نہ دل سی یہی چاہتے تہی کہ فدک سیدۃ النساہی کی پاس چلا جائی اور اونکی خاطر مبارک پر کسی طرح
میل نہ آئی ورنہ اونکو اونکی ناخوشی ہوتی مین کیا دشواری تہی اور اونکی خوش کرنیکی کیا ضرورۃ ہوتی اور یہہ پہلے
آیۃ محمد رسول اللہ کی ذیل مین ثابت ہوچکا ہی کہ طالب رضا بجز محب اور کوئی نہین ہوتا اور اگر کوئی یون خیال
کری کہ یہہ سارا تملق اور ظاہر داری فقط دفع بدنامی کی لیے تہا تو اول تو لفظ کبر ذلک علیہ فاراد ان یترضاہا جسکے یہہ
معنے ہوئی کہ حضرت فاطمہ کا ناخوش ہوجانا اونہین بہاری پڑا اور اونکی راضی کرنیکا ارادہ کیا خود اسی بات پر دلالۃ
کرتاہی کہ واقعی ابوبکر کو یہہ بات بہت شاق تہی اور سعیہ مسطہ اونکی راضی کرنیکے فکر مین تہی دوسرے اگر بدنامی کا
اندیشہ تہا تو مخالفین سے تہا موافقین تو بہرحال اونکی طرف سے مطمئن ہی ہین کیونکہ جانتی ہین کہ اول تو فدک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مملوک نہ تہا بہر ترکہ نبوی مین میراث نہین چلتی مگر مخالفین نے اب کونسی کمی کی جو رضے آ

٣٤٩

کر کے اونکی زبان بند کرنی چاہتے تہی سو اس سی بہتر تو یہی تہا کہ جب اپنی آپ لینا منظور نہین تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا کے حوالہ کر دیتی اس عقل و دانائی پر کہ موافق مخالف ہندو مسلمان یہود نصاری سب قائل ہین ایسی حرکة اونسی متصور
ہین نہین آتی شیعون جیسے کم عقل ہون تو مضایقہ بہی نتہا بلکہ عقل سلیم اس روایة کو دیکہکر صدیق اکبر کی صدق
و وفا پر شاہد ہی اور بالیقین اونکو اسمقدمہ مین بری الذمہ سمجہکر اونکی طرف سی متعذر ہی کہ درصورة صحة روایة ہبہ
فدک بلکہ بہر صورة جو صدیق اکبر نے فدک دینی مین استادگی کی حالانکہ حضرت سیدة النسا کا یہہ منصب تہا کہ کسیطرح
اونکا گوشہ خاطر مائل ہوا اور پہر اوسکے موافق نہو تو یہہ وجہ نہین ہوی کہ صدیق اکبر کو اونکی رضا کی کچہہ پرواہ تہی
ورنہ اسکے کیا معنے تہی کہ دنیا دار صاحب اختیار ہو کہ حضرت فاطمہ کے ناخوشی سی کچہہ دشواری ہو یا اونکا رنجیدہ ہو جانا
اونپر شاق ہو بلکہ تہ دل سے اونکی رضا کی خواہان تہی بلکہ باینہمہ جو فدک ندیا حالانکہ اپنی بیبی نرکہا تو بجز اسکے
اور کچہہ نہین کہ کسی حکم خداوندی کے پابندی اور تابعداری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناچاری تہی اور مصلحتہای
دنیوی کی رعایة تہی سو پابندی خداوندی کا تو یہہ حال ہی کہ آیة یوصیکم اللہ اور آیة ما افاء اللہ خود اسی بات پر دلالة کرتی
ہین چنانچہ معلوم ہو چکا اور اطاعة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہی کہ خدا کی اطاعة کیجائی سو اس سی معلوم ہوتا
ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نورث ما ترکناہ صدقة فرمایا ہو اور زیادہ اسکی تصدیق کی وجہ یہہ ہے
کہ اسکی مصدق اور اسکی موافق روایتین شیعونکی معتبر کتابون سی نقل ہو ہوئی ہین اور مصلحتونکی یہہ صورة
ہے کہ اول تو احکام خدا اور رسول صلعم سراپا حکمة اور مصلحة سے ہوتی ہین ماسوا اسکے اگر صدیق اکبر بپاسخاطر حضرت
زہرا رضا فدک اونکی حوالہ کر دیتی اور درصورة صحة روایة ہبہ فدک اس بات کی رعایة نکرتی کہ انہو دعوی ہے کوئی دستاویز
کامل نہین کیونکہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن بلکہ اونکی ساتہہ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہی گواہی موافق
قانون خداوندی قابل اعتبار نہین تو اول تو عام و خاص کی دلمین یہہ بات تہ نشین ہو جاتی کہ خلیفہ مستغیثونکو
برابر نہین سمجہتا رو دارونکو بی ثبوت بہی کامیاب کر دیتا ہی اور سوا اونکی اورون سے قرار واقعی حجتین طلب کرتا ہی
اور واقعی یہہ بات شیوہ انصاف سی بہت بعید ہی معہذا باعث تنفر خلایق اور درہمی امور خلافة جو موجب بے انتظامی دین
ہے ہو جاتا اور پہر یہہ آگ ہرگز بجہائی نہ بجہتی اور اگر بالفرض استحکام خلافة مین کچہہ فرق نہ تہا تو یہہ وبال کسکی گردن
پر رہتا کہ قیامة تک حکام اسلام یہی شیوہ برتتی اور اونکی لئیے یہ حجة اور دستاویز ہو جاتی کہ خلیفہ راشدنی جب ایسا
کیا تو ہم بہی ایسا کرین گی رو دارونکو مونہہ مانگے موتی دین گی غیرونکی نسنین گی دوسری اسوقت یہہ لازم آتا
کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مصداق ہو جائین العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ یعنی

کسی چیز کو کسیکو دیکر پہر اوس سی لوٹانی والا ایسا ہی جیسا کتا قی کر کی پہر چاٹ لیوی اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہین لا نورث ما ترکناہ صدقۃ تو جو جو چیز تا وقت وفاۃ آپکے ملک مین تہی
سب صدقہ ہوگئی اور یہہ بات باتفاق فریقین ثابت ہی کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہین ہوتا اور اب احادیث سے
یہہ ثابت ہوا کہ تا دم وفاۃ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبض و تصرف مین رہا تو اگر ہبہ بہی کیا تب
قبضہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نہونے پایا تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہمیشہ قبضہ رہا تو
یہہ ہبہ باتفاق فریقین موجب ملک سیدۃ النساء نہوا بلکہ ہمیشہ دم وفاۃ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ملک مین رہا تو بے شک یہہ بہی صدقہ ہوگیا سو در صورتیکہ بعد قبول نہونے دعوی ہبہ کی بزعم شیعہ
دعوی میراث کیا ہو تو جیسے ہبہ کی صورۃ مین الغرض بالحاظ سیدۃ النساء بوجہ مذکور ندیسکی میراث کی صورۃ مین
اسوجہ سے ندیسکے کیونکہ وارث کی ملک نائب ملک مورث ہوتی ہی یہہ جب متحقق ہو تو وہ پہلے متحقق ہو سو یہہ جبہی ہو سکے
ہے کہ جو چیز بقول لانورث ما ترکناہ صدقۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے صدقہ ہو چکی ہے اور ملک ہی نکل گئے
ہتی پہر ملک نبوی مین آئی ورنہ جو چیز خارج از ملک مورث ہوا اوسمین میراث کا جاری ہونا محال ہی سو ایسی حرکت لغو
صدیق اکبر سے کب ہو سکتی تہی جس سے ایسا حرف بیچارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد ہو معہذا لا نورث
اور صدقہ ہونا جب صحیح ہو کہ قابل ملک وارث نرہے پہر بہی اگر ملک وارث اوسمین جاری ہو تو اجتماع نقیضین لازم
آئے علاوہ بریں لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سے یون ثابت ہوتا ہے کہ رضاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہہ ہی کہ
وارثونکو ندیا جاوی اور رضاء حضرت زہرا رض اوسطرف ہتی کہ اونکو دیا جائی ناچار ہو کر صدیق اکبر نے رضاء پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم سمجھکر اول تو اونکی فرمانی کے موافق عمل کیا اور پہر باینہمہ جسطرح سی بن پڑا حضرت
فاطمہ زہرا رض کو بہی راضی کیا چنانچہ احادیث مین مصرح ہے سو یہہ کمال انقیاد اور اطاعۃ صدیق اکبر پر دلالۃ
کرتا ہے کہ باینہمہ رضاء سیدۃ النساء کو بہی ہاتھ سے نجانے دیا ورنہ در صورتیکہ موافق رضاء نبوی کرنا اونکی ناخوشی
کا باعث ہوا ہو تو عقلا اور نقلا اونکی ذمہ حضرت فاطمہ کا راضی کرنا لازم نتہا چنانچہ ظاہر ہے تیسرے مصلحۃ دنیوی
اسمین یہہ تہی کہ اگر آپ حضرت فاطمہ زہرا رض کو کچہہ ہی حوالہ کرتے تو پہر حضرت عباس اور ازواج مطہرات رضوان اللہ
علیہم اجمعین جدا جدا ہر کوئی اپنی جاگیر کے گانو مانگتا سو اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا لغو ہی جاتا
کیونکہ متروکہ نبوی اسقدر نتہا جو اسبا تکو وفا کری کہ ہر کسیکو اس اسقدر دیجی دوسرے پہر خلافۃ سے لیا ہوی کہ
جو بیت المال کو اسطرح لٹا دیا اور مستحق و غیر مستحق کو ندیکہا پانچوان فائدہ حدیث منہاج السالکین سے یہہ ثابت

ہوا اگر حضرت فاطمہ زہرا رضہ ایکبار ناخوش ہوگئین تہین پر حضرت صدیق اکبر نے عذر معقول کیئے اور اسی سبب
حضرت فاطمہ زہرا رضہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئین اور خاتمہ بالخیر ہوا اور اسی فائدہ کی غرض سے آج تک
اس حدیث کو نہ چھوڑا تہا اور ظاہر ہے کہ جب رنج مبدل بخوشی ہوجائے تو پہر اوس رنج کا زبان پر لانا اہل فہم کے
نزدیک نازیبا ہی خیر الحمد للہ کہ امامیون ہی کی روایۃ سی حضرت سیدۃ النسار کا صدیق اکبر سے راضی ہوجانا
ثابت ہوگیا اور پہر روایۃ بہی کیسے معتبر کتابون کی اور وہ بہی ایک کتاب کے روایۃ نہین بلکہ سوا محجاج السالکین
اور کتابون مین بہی مروی ہے باقی رہی روایات اہل سنۃ سو مدارج النبوۃ اور کتاب الوفا بیہقی اور شروح مشکوۃ
مین یہہ بات موجود ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ کا ناخوش ہوجانا جو بظاہر کبیدگی ظاہر ہے تو معلوم ہوتا تہا ابوبکر صدیق کو
شاق ہوا حضرت فاطمہ کی دردولتہ پر حاضر ہوئی اور حضرت علی ہی سفارش کرائی یہانتک کہ حضرت زہرا اونسی خوشنود
ہوگئین بلکہ شیخ عبدالحق نے شرح مشکوۃ مین لکہا ہی کہ اس قضیہ کی بعد صدیق اکبر حضرت زہرا رضہ کی گہر گئی اور دہوپ
مین دروازہ پر کہڑی رہی اور عذر معذرۃ کی اور حضرت زہرا رضہ اونسی خوش ہوگئین اور ریاض النضرۃ مین یہہ قصہ
بتفصیل مذکور ہی اور فصل الخطاب مین بروایۃ بیہقی شعبی سی یہی قصہ مروی ہی اور ابن سمان نے کتاب الموافقہ مین
اوزاعی سے روایۃ کی ہی اونہون نے کہا حضرت صدیق اکبر گرمی کی دن حضرت فاطمہ زہرا رضہ کی دردولتہ پر حاضر ہو
اور یہہ عرض کی کہ مین یہان سے کبہی نہ ٹلونگا جبتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادی مجہسے راضی نہ ہوجائین
پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر تشریف لیگئے اور حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو قسم دی کہ تم راضی ہوجاو
سو وہ راضی ہوگئین علی ہذا القیاس شیعون مین سی زیدیونکی روایتین ہی بعینہ اہل سنۃ کی روایات کی مطابق
اور موافق ہین ان روایات کی بلاحظہ سے اہل انصاف کو تامل نہ ہیگا کہ صدیق اکبر کے دل مین عداوۃ
خاندان نبوی ذرہ برابر نہ تہی بلکہ اونکی محبۃ اور اعتقاد اور اونکی تعظیم وتکریم مین ایسے فنا تہی کہ باوجود عروج خلافۃ
اور شوکۃ سلطنۃ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سامنے اپنی آپ کو مثل غلامان غلام اور کمترین خدام سمجہتے
تہے سو یہہ بات بجز اسکے متصور نہین کہ مرتبہ کمال صدق وصفا کو پہونچی ہوئی تہی ورنہ اگر دنیاداری کی بو بہی
تو ایسے امور ہرگز اونسی ظہور مین نہ آتی اونکی بلا کو غرض پڑی تہی کہ اس شان وشوکۃ پر اتنی منتین سماجتین کرتے
بلکہ خود سیدۃ النسار رضہ کا اونسی راضی ہوجانا اسبات پر دلیل کامل ہے کہ حضرت سیدۃ النسار کو صدیق اکبر پر
کمال ہی بہروسا تہا ورنہ کیسیکے تصور مین آسکتا ہے کہ کوئی فقیر بادشاہان جبار کی سامنے ایسے باتین کری اور
وہ بادشاہ اونکو ایسے اپنے منتوسے منائی اور بالبداہۃ اس سے یہہ واضح ہوگیا کہ اگر بالفرض والتقدیر حضرت

فاطمہ زہرا رضؓ نی مرتے دم اسبات کی وصیۃ بہی کی ہو کہ میری جنازہ پر ابوبکر نہ آنی پائین تو سبب کمال حیا و
پردہ داری کی یہہ وصیۃ کی ہوگی اور تخصیص ابوبکر کی نہ آنے دینی کی اسوجہ سی ہو کہ انکو حضرت زہرا رضؓ السیا
سمجھتے تہین کہ یہہ خواہ مخواہ حاضر ہے ہونگی کیونکہ انکو جسقدر تعظیم و تکریم اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پیش نہاد خاطر ہی اور ونکو نہین معہذا ابوبکر ایکبار گی رنجش سی شرمائین ہوی ہین اوسکی تدارک کی لیے
وہ کوئی موقع ایسا چہوڑ ینگی جو اوسمین غیر حاضری باعث اشتباہ اور موجب بدگمانی اہل بیت ہو علاوہ
برین وہ خلیفہ وقت تہی امامۃ نماز اور امامۃ جنازہ دونون اونہین متعلق تہین اسلی بالخصوص اونکا نام لیکر منع کیا ہو
غرض اگر تخصیص کہین سی ثابت ہو بہی جای تو اسکی یہہ وجوہ ہین ورنہ علی العموم مردان نامحرم کی حاضر ہونگی
آپ روادار نتہین اسلیئی یہہ وصیۃ کی کہ مجکو شب کو دفن کر دینا اور دلیل اسبات کی کہ بوجہ حیا و پردہ داری
علی العموم ممانعۃ تہی صدیق اکبر ہی کی کچہہ تخصیص نتہی یہہ ہی کہ بروایۃ صحیحہ یہہ بات مروی ہی کہ حضرت
سیدۃ النساء نی اپنی مرض موت مین فرمایا کہ مجہی شرم آتی ہی کہ بعد موت بے پردہ مردونکی سامنی مجکو
لائین اور اوس زمانہ کی عادۃ یہہ تہی کہ عورتون کو مثل مردون کی بی پردہ یعنی بے گہوارہ و فتانی کو
لیجایا کرتے تہی اسپر اسماء بنت عمیس نی عرض کیا کہ مینی حبشہ مین دیکہا ہی کہ خرما کی شاخونسی کجاوہ گہوارہ
کی نعش بناتی ہین حضرت زہرا نی ارشاد فرمایا کہ میری سامنی بنا کر دیکہلا حضرت اسماء نی بنا کر دیکہلایا تو
حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئین اور تبسم کیا اور ہرگز بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم اونکو کبہی کسینی تبسم کرتے ندیکہا تہا اسوجہ سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسما
کے کہ میری مرنی کی بعد تو ہی مجہی غسل دیجیو اور حضرت علی تیری ساتہہ ہین کسی دوسرکو نہ آنی دیجیو
کہ غسل کی وقت صدیق اکبرؓ کے آنی کی کوئی صورۃ ہی نتہی بلکہ کسی مرد کی آنی کی کوئی سبیل
اوسوقت جو اور دن کی آنی سی ممانعۃ ہوی تو یہہ مطلب ہوا کہ عورتونکو بہی نہ آنی دیجو سو جیسے عورتونسے
اسقدر شرم ہو کہ بعد مردن ننگی بدن اونکی سامنی ہونی سی شرمائی وہ مردونکی جنازہ پہ آنی سی کیونکر نہ شرمائی
سو اسلیئے حضرت علی نی اونکو رات ہی کو دفن کر دیا اور کسیکو اطلاع نکی القصہ بوجہ تستر و باعث حیا حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا اس بات کی روادار نہوئین کہ میری جنازہ پر کوئی مرد حاضر ہو ورنہ حضرت ابوبکرؓ کے کوئی
تخصیص نتہی اور ہرگز کسی روایۃ مین اہل سنۃ کی روایات مین سے یہہ بات نہین کہ بالخصوص حضرت صدیق
اکبر کی نام سی ممانعۃ ہوی ہو علی العموم ممانعۃ ہوی تہی یہہ شیعونکی شرارۃ ہے کہ ممانعۃ اونکی نام لگا دی

اور پھر دلاوری کہ عوام اہل سنۃ کی سامنے اونکی کتابونکا حوالہ تبا دیتی ہین تسپر مولوی عمار علی صاحب نے
تو یہہ طوفان جوڑی کہ شرم کی انکہین پہوڑکر صحیح مسلم کا نام لیدیا کہ اوسمین یہہ روایۃ موجود ہی کہ حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا نے وقت وفاۃ یہہ وصیۃ کی تہی کہ ابوبکر اور عمر میری جنازہ پر نہ آئین خدا جانے یہ
بیحیائی کہان سے اوڑائی ہے یا ایجاد فقیر ہے کہ اصلا و مطلقا جہوٹ بولنے سے شرم نہین آتی صحیح مسلم
کوئی نایاب کتاب نہین ہزارون نسخے اوسکے موجود ہین حذف کرنے کی بہی گنجایش نہین اگر کچھ روایۃ
ہو تو کوئی کہین سی نکالدی فقط اوسمین اتنی بات ہی کہ جب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی وفاۃ ہوی تو حضرت علی
نے اونکو شب ہی کو دفن کردیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نکی اور نماز پڑہی اونپر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چنانچہ
تسکین خاطر ناظرین کی لیے عبارۃ روایۃ صحیح مسلم منقول ہی اوسکا ترجمہ بلا کم و کاست یہی ہی جو مین عرض

کیا وہ عبارۃ یہہ ہی فلما توفیت دفنہا زوجہا علی بن ابی طالب لیلا ولم یوذن بہا ابابکر و صلی علیہا علی اور اس
عبارۃ سے آگی پیچہی کہین وصیۃ کا ذکر نہین خدا جانے مولوی صاحب نے اس عبارۃ مین سے یہہ معنی کہ حضرت زہرا رض
نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے نہ آنی دینی کی وصیۃ کی تہی کونسے لغۃ اور کونسی زبان اور کونسی محاورہ
موافق نکال لیے ہین سبحان اللہ علماء شیعہ کی یہہ امانۃ و دیانۃ اور صدق گفتار ہے کہ دیدہ و دانستہ ایسے
جہوٹ بولتی ہین غرض صحیح مسلم مین تو فقط اتنی بات ہی کہ حضرت علی نے حضرت سیدۃ النساء کو شب کو دفن کردیا
اور صدیق اکبر کو اطلاع نکی اور آپنے آپ نماز جنازہ پڑہی اور یون بہی ایک قول ہی کہ حضرت عباس نے چند
[illegible] کی ساتھہ نماز پڑہ کی رات ہی کو دفن کردیا مگر بہر حال صحیح مسلم مین وصیۃ کا ذکر معلوم نہین
غرض کسی روایۃ مین اسباب مین کوئی وصیۃ بہی ہو تو اس بات کی وصیۃ ہوگی کہ مردوین سے
[illegible] کوئی نہ آئی چنانچہ بعضے روایات مین آیا ہے کہ دوسری دن جو حضرت صدیق اور حضرت عمر اور
[illegible] اور اصحاب رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گہر تعزیۃ کی لیے حاضر ہوی تو شکایۃ کی ہین آپنے
[illegible] ہمین بہی شرف نماز اور شرف حضور جنازہ میسر آجاتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہا نے وصیۃ کی تہی کہ جب مین دنیا سے اوٹہون تو مجہی رات ہی کو دفن کردینا تاکہ میری جنازہ پر
کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑی سو مینے اونکی وصیۃ کیموافق عمل کیا ہے غرض اس روایۃ سے اور بہی روایۃ مشہور
سے علی العموم نامحرمون کی آنے کی ممانعۃ ثابت ہوتی ہی صدیق اکبر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا
اشارہ بہی نہین مگر شیعون کی بدگمانی کا یہہ حال ہی کہ اہل بیت کی تمام حرکات سکنات کو مطابق بیٹہین

یا نہ بیٹھین صدیق اکبر کی عداوۃ پر محمول کرتی ہین اور عمل و نقل کا کچہ لحاظ نہین کرتی انکی وہی مثل ہے
جیسے مشہور ہے سب نے سنا ہوگا شعر سگے را چون کلوخی بر سر آید ❊ ز شادی بر جہد کین استخوان است
دگر نعشی دو کس بر دوش دارند ❊ لئیم الطبع پندارد کہ خوان است ❊ القصہ ابوبکر صدیق کی ممانعۃ کی یا حضرت
عمر کی ممانعۃ کی کہین تخصیص و تصریح نہین بلکہ فصل الخطاب کی روایۃ سے تو یون ثابت ہوتا ہے کہ
دگرگون ہی اسلیے کہ اوسمین یون مذکور ہی کہ ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رض
عشا کی نماز کی وقت حاضر ہوی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رحلۃ مغرب عشا کے بیچ منگل کے دن
رمضان شریف کی تیسری تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعہ سے چہ مہینے بعد ہوی تہی اور آپکی
عمر شریف اٹھائیس برس کی تہی ابوبکر صدیق بموجب فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش امام ہوی چار
تکبیرون کے ساتہہ نماز پڑہائی اس روایۃ سے تو قدر شناسان علی رضی اللہ عنہ کو بہی متحقق ہوتا ہے کہ
حضرت سیدۃ النساء نے ہرگز صدیق اکبر کے نہ آنی دینی کی وصیۃ نکی تہی کیونکہ جب حضرت امام حسین بہی
عزم رکہتی ہون کہ سعید بن العاص کو حالانکہ وہ کچہ مودب نتہا امام نہونے دین تو حضرت علی حضرت علی ہین اوپر
صدیق اکبر کا یہہ ادب کہ تہوڑی ہی دنون پہلی کیا کیا ناک رگڑ چکے تھے سو اگر حضرت فاطمہ وصیۃ کرتین
تو اول تو صدیق اکبر کو دہکی دلوا دیتی ورنہ نماز کا تو کیا ذکر کیونکہ بوجہ اپنے شجاعۃ اور صدیق اکبر کی ادب کے
باعث کوئی وجہ تقیہ کی بہی نتہی القصہ صدیق اکبر کی ممانعۃ کی کوئی روایۃ نہین ہان ایسی روایتین ہین جنسے
عموم ممانعۃ ثابت ہی اور اگر بالفرض تخصیص کر کی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام بہی ہو تو حضرت ابوبکر کی منع
وجوہ تو مذکور ہوئین باقی رہی حضرت عمر سو اول وجہ مین تو وہ صدیق اکبر کی شریک ہی ہین اور علی ہذا القیاس
دوسری وجہ مین کیونکہ یہہ صدیق اکبر کی سامنے بمنزلہ وزیر مشیر تھی سو صدیق اکبر کی سب کام انہین کے مشورہ
سے ہی تہی سو اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو بوجہ نہ دینی فدک کی کچہ صدیق اکبر سے رنج تہا اور اس سبب سے وہ حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا سے شرمای ہوے ہین تو حضرت عمر سے پہلے تہا اور یہہ اونسی پہلے شرمای ہوی تھے باقی رہی
تیسری وجہ اوسمین بہی حضرت عمر صدیق اکبر کے ایک وجہ شریک ہین کیونکہ حضرت عمر اور حضرت صدیق اکبر
بمنزلہ لازم و ملزوم یہہ ممکن تہا کہ صدیق اکبر بلای جائین اور حضرت عمر کو خبر نہو سو اگر بالفرض والتقدیر کسی روایۃ
مین اہل سنۃ کی ممانعۃ بتخصیص نام ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بہی نکل آئی تو اونکی وجوہ یہہ ہین وجہ ہین بغض
عداوۃ اور بغض صدیق اکبر یا حضرت عمر تہا اور دلیل عقلی اسبات کی کہ حضرت صدیق اکبر کا حضرت زہرا

کے جنازہ پر نہ بلوانا بوجہ حیار سیدۃ النسار اور بباعث پردہ داری حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تہا نہ بوجہ کدورۃ
اور ناخوشی یہہ ہی کہ اگر بوجہ کدورت اور ناخوشی ہوتا تو اسوجہ سی ہوتا کہ مبادا صدیق اکبر ؓ اونکی جنازہ کی نماز پڑہائیں
کیونکہ وہ خلیفہ تہی امامت نماز پنجگانہ اور امامت نماز جنازہ اونہین سی متعلق تہا سو یہہ بات کسیوجہ سی درست
نہین ہو سکتی اسلیی کہ باجماع مورخین طرفین شیعہ سنی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لائی امام حسین ؓ
نے سعید بن العاص کو جو امیر معاویہ کیطرف سی مدینہ کا امیر تہا نماز پڑہانی کی لیی اشارہ کیا اور یہہ فرمایا کہ اگر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنۃ یون نہوتی کہ امام جنازہ امیر ہوا کری تو تجہی ہرگز آگی نہ بڑہاتا سو معلوم ہوا
کہ حضرت سیدۃ النسار نی حضرت ابو بکر کی نماز پڑہانی کی اندیشہ سی یہہ وصیۃ نفرمائی تہی ورنہ حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ کسطرح حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی خلاف کرتی اور ظاہر ہی کہ سعید بن العاص ہزار درجہ مرتبہ
ابو بکر رضی اللہ عنہ سی کمتر تہی خاص کر لیاقۃ نماز مین کیونکہ کوئی چہہ ہی مہینے گذری تہی جو سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیش نماز تمام مہاجر اور انصار کا کیا تہا اور اسباب مین کمال ہی تاکید فرمائی تہی
پہر کیونکر احتمال ہو کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس تہوڑی سی مدۃ مین یہہ تمام واقعات بہول گئی ہون الحاصل
دلایل نقلیہ اور عقلیہ دونون اسبات پر شاہد ہین کہ شیعون کا یہہ وہم کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر
جنازہ پر آنی دینی کی روادار نتہین عقل کی نہونی کی باعث پیدا ہوتا ہے اور ان وجوہ کو بہی جانی دو
ہمین فقط روایۃ محجاج السالکین جو اہی مرقوم ہوئی ہی کافی ہی کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النسار رضی اللہ
عنہا اگر صدیق اکبر ؓ کی بالخصوص جنازہ پر آنی کی روادار نہوتی تو بوجہ رنج روادار نہوتی سو اس روایۃ سی یہہ بات
عیان ہی کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی دل مبارک مین اگر بالفرض رنج تہا بہی تب وہ زایل ہو گیا تہا اور دونون
باہم راضی خوشی ہو گئی تہی مگر کوئی شیعہ منافق پیشہ حضرت سیدۃ النسار رضی اللہ عنہا کو بہی نعوذ باللہ منافق
سمجہی اور یون کہی کہ یہہ راضی ہو جانا فقط ظاہر داری کی لیئے ہو گا تو یہہ بات علیحدہ ہی پر یہہ بات شیعون
ہی کی سمجہنی کی ہی کیونکہ المرء یقیس علی نفسہ جیسی وہ خود ہین ایسی ہی بزرگان دین کو سمجہتے ہین اور یہہ نہین سمجہتے
ع کار پاکان را قیاس از خود مگیر * گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر * اور باینہمہ پہر کیا ہوتا ہی چاہیئے
شیعونکی آنکہین ٹہنڈی ہون یہہ ممکن نہین اگر بالفرض و التقدیر بزعم شیعہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
...اکبر سے اس جہان سی ناخوش ہی گئی ہون تو درصورتیکہ خدا اور رسول خوش ہون کچہ نقصان نہین اور جو
...ن تہا بہی تو اوسکے تدبیر اور اوسکا بندوبست خود خداوند کریم نے لکہو کہا برس پہلی کر دیا سورہ حجر میں

فرماتی ہین ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین الخ یعنی متقیونکی جنۃ مین کیفیت بیان فرماتی ہین مطلب یہہ ہی اور نکال ڈالی ہمنے جو کچھہ اونکی دلون مین خفگین تہی وہ بہائی ہونگی تختون پر آمنی سامنی بیٹہی ہوی اس آیت سی معلوم ہوتا ہی کہ متقیون اور پرہیزگارونمین آپس مین رنجہی ہوجایا کرتی ہین اور وہ رنج اونکو کچھہ مضر نہین ہوتی بعنایۃ خداوندی جنۃ مین جانی کی حارج نہین ہوتے بلکہ جنتی ہونیکی وجہ سی وہ رنج ہی خود زایل ہوجاتی ہین سو اگر بالفرض بزعم شیعہ حضرت فاطمہ حضرت صدیق اکبر سے رنجیدہ ہی اس جہان سی گئی ہون تب اس آیۃ بشارت آمیز نے صدیق اکبر اور اونکی ہواخواہونکی تسلی کردی اور شیعون کی آنکہون مین خاک ڈالدی مگر شاید کوئی شیعی چیز بوز یون [illegible] تکرار کری کہ ہر چند اس آیۃ مین یہ بشارت ہی جو مذکور ہی لیکن یون معلوم ہوتا ہی کہ اور ون ہی کی [illegible]یی یہ بشارت ہی جنسی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ناخوش ہون اونکی لیئی اس بشارۃ مین حصہ نہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی حضرت فاطمہ کی شان مین یون ارشاد فرمایا ہی اور یہ حدیث متفق علیہ طرفین ہی الا ان فاطمہ بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا ویریبنی ما رابہا فمن اغضبہا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا ہی کہ یاد رہی یہ بات کہ فاطمہ میری بدن کا ٹکڑا ہی جس سے اوسی تکلیف ہو اوس سی مجہی بہی تکلیف ہو جس بات سی وہ گہبرای اوس ہی مین بہی گہبراتا ہون سو جو شخص اوسی غصہ کریگا وہ مجہی غصہ کریگا فقط اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا غصہ کرنیوالا کون ہوتا ہی سو اسکا جواب یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث مین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی ہی رعایت کرگئی ہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی فمن اغضبہا اغضبنی جسکے یہہ معنی ہین کہ جو اوسی غصہ کریگا وہ مجکو غصہ کریگا اور یون نہین فرمایا من غضبت علیہ غضبت علیہ یعنی جسپر وہ غصہ ہونگی اوسپر مین بہی غصہ ہونگا ظاہر ہی کہ کسیکو غصہ کردینی کی یہ صورۃ ہی کہ دیدہ و دانستہ کسی بات کلام سے کوئی شخص اوسی غصہ دلانیکا ارادہ کری سو کمال نادانی کی بات ہی کہ کوئی شخص صدیق اکبر کی طرف یہ بات منسوب کری کہ اونہون نی بالقصد حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا تہا جو جانتی نہی وہ تو جانتی ہی نہی پر وہ جو نجانتی تہی اب تو اونپر بہی واضح ہوگیا کہ صدیق اکبر اس قصہ مین معذور تہی اور باینہمہ پہر عذر معذرۃ کیا کیا کچہہ انکی روایات کو ٹٹولیئی تو معلوم ہوجای کہ صدیق اکبر رضی اللہ نی مکرر یون عرض کیا کہ واللہ یا ابنۃ رسول اللہ ان قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی یعنی اللہ کی قسم ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے جز... برادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابۃ کی ساتھ صلہ کرنا اور اونکی خدمت کرنی بہت ہی
زیادہ ہے میری نزدیک اپنی قرابتیونکی ساتھ صلہ رحمی کرنیسی اور جب اونکی طرفسی اغضاب ہی نہوا یعنی
اونہون نے بالقصد اونکو غصہ ندلایا بلکہ حتی المقدر اوسکا بچاو کیا ہو تو وہ پہر کسطرح اس وعید مین داخل
ہونگی اگر بالفرض کچہ ہوا ہی ہو تو اتنا ہوا ہو کہ حضرت فاطمہ بمقتضای بشریۃ غصہ ہو گئی ہون سو اسکو اگر ہم مان لین اور
اون توجیہات کا جو مذکور ہوئین کچہ خیال نکرین تو بیش برین نیست کہ موافق وعدہ ونزعنا ما فی صدورہم
من غل قیامت کو سینہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سی وہ رنج نکالا جاوی اور دونومین سے کسیکو وہ آپس کی شکر
رنجی مضر ہو اور اگر قطع نظر حسن ظن کی غصہ کرنیسی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خود بخود غصہ ہو جانا ہی اس وعید مین داخل
کردی تو شیعونکو ہمسی بہی زیادہ مشکل پڑیگی کیونکہ ابوبکر صدیق تو معصوم نہین اگر اون سی کوئی حرکۃ بیجا ہو جاوی
اور اس سبب سی کسی وعید مین شامل ہو جائین تو کچہ بعید نہین پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تو شیعونکی
نزدیک معصوم تہی اونسی جو بارہا مقدمات خانگی مین حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو رنج ہو گیا ہی تو اسکا کیا سبب
بلکہ اس فرمانیکا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی الخ یہی ہوا تہا کہ حضرت زہرا رض اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
مین اس وجہ سی فی الجملہ ناچاقی ہو گئی تہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نی ابوجہل کی بیٹی سی نکاح کا پیام بہیجا
تہا اسمین حضرت زہرا رضی اللہ عنہ روتی ہوئین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور اس
تقریب سی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نی بطور خطبہ یہ ارشاد فرمایا الا ان فاطمۃ بضعۃ الخ سو اگر فقط حضرت
فاطمہ زہرا رض کی غصہ ہو جانیکی باعث صدیق اکبر وعید مذکور مین داخل ہو جائین تو حضرت امیر بطریق اولی داخل
ہونگی کیونکہ اول تو خطبہ اونہین کی سمجہانی سنانی کو فرمایا تہا دوسرے حضرت صدیق اکبر تو بوجہ اشارات
خداوندی اور ارشاد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی ندینی مین معذور تہی اور پہر باینہمہ باشارہ حدیث
محتاج یون معلوم ہوتا ہی کہ اگر حکم خداوندی نہوتا تب بہی اونکی تہ دل مین یہی تمنا تہی کہ فدک حضرت فاطمہ
ہی کی پاس رہی لیکن حضرت علی نی جو ابوجہل کی بیٹی سی نکاح کا ارادہ کیا تو اونکو کیا دشواری تہی اور پہر
یہ ہی نہین کہ تہ دل سی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کی موافق ہون علی ہذا القیاس ایکبار حضرت امیر رض
حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سی رنجیدہ ہو کر گہر سی باہر تشریف لی آئی اور مسجد مین زمین ہی پر بدون تکیہ
بچہونی سو گئی جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر ہوئی آپ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی پاس تشریف
لائی اور پوچہا کہ تیری چچا کا بیٹا یعنی علی مرتضی کہان ہین عرب مین ایسی موقع مین اکثر ایک دوسریکو چچا کا بیٹا

بولتے ہین خیر حضرت زہرا نی عرض کی کہ مجہسی لڑکی نکل گ

روایتین کچہ سنیون ہی کی کتابون ہین نہین شیعون کی کتابون

سوای مطلب پیش آمدہ کی ایک اور بات بہی نکلتی ہی وہ یہ ہی کہ حضر

غصہ آجاتا تہا ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نی جوابوجہل کی بیٹی سی نکاح

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گناہ یا کسی گناہ کا ارادہ نکیا تہا پہر اب

نہین بلکہ دونون روایتون سی اتنی بات نکلتی ہی کہ معصوم کو بمقتضای بشریۃ ع

اوقات پیش آجاتا ہی کیونکہ حضرت علی رضا اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا دونون

رنج ہوجاتا تہا تو قصور وار کسیکو بہی نہین کہہ سکتی بجز اسکی کہ بمقتضای بشریت دوسری کی نسبت کچہ خیال

فاسد دل مین آجای اور اس سبب سی بی اختیار غصہ چڑہ جای اور اوس غصہ مین دوسری کی معصومیۃ کا

بہی لحاظ نرہی اور کوئی صورت نہین سوا اسکے ہی ہم بمقتضای بشریت کہتی ہین اسیطرح اگر حضرت

فاطمہ کو صدیق اکبر ہی بمقتضای بشریت غصہ آجای اور اونکا کچہ قصور نہو تو کیا دشواری ہے اور کر

انکار ہی القصہ فقط بمقتضای بشریت حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانی سی بی اسکی کہ کوئی دیدہ و

بوجہ اونکو غصہ دلای آدمی وعید مذکور مین داخل نہین ہوسکتا علاوہ برین سب جانتی ہین

علیہ السلام بمقتضای بشریہ حضرت ہارون پر جو اونکی بڑی بہائی تہی اور نبی مق

یہانتک کہ سر اور ڈاڑہی کی بال پکڑ کر کہینچنی کی نوبت آ

بنینا الصلوٰۃ والسلام نی کچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غصہ

دالانا کفر ہی مگر تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غصہ

گیے کہ یہہ بہی اغضاب ہی یعنی انہین کی

کافر تہی اس سی انصاف معلوم ہو گیا کہ

نہین کہتی اور بہی تقضیہ یعنیہ حضرت صد

اغضاب نہین فقط حضرت فاطمہ کیطرف

ہو تو بظاہر حضرت علی رضی

علاوہ برین رسول اللہ صلی